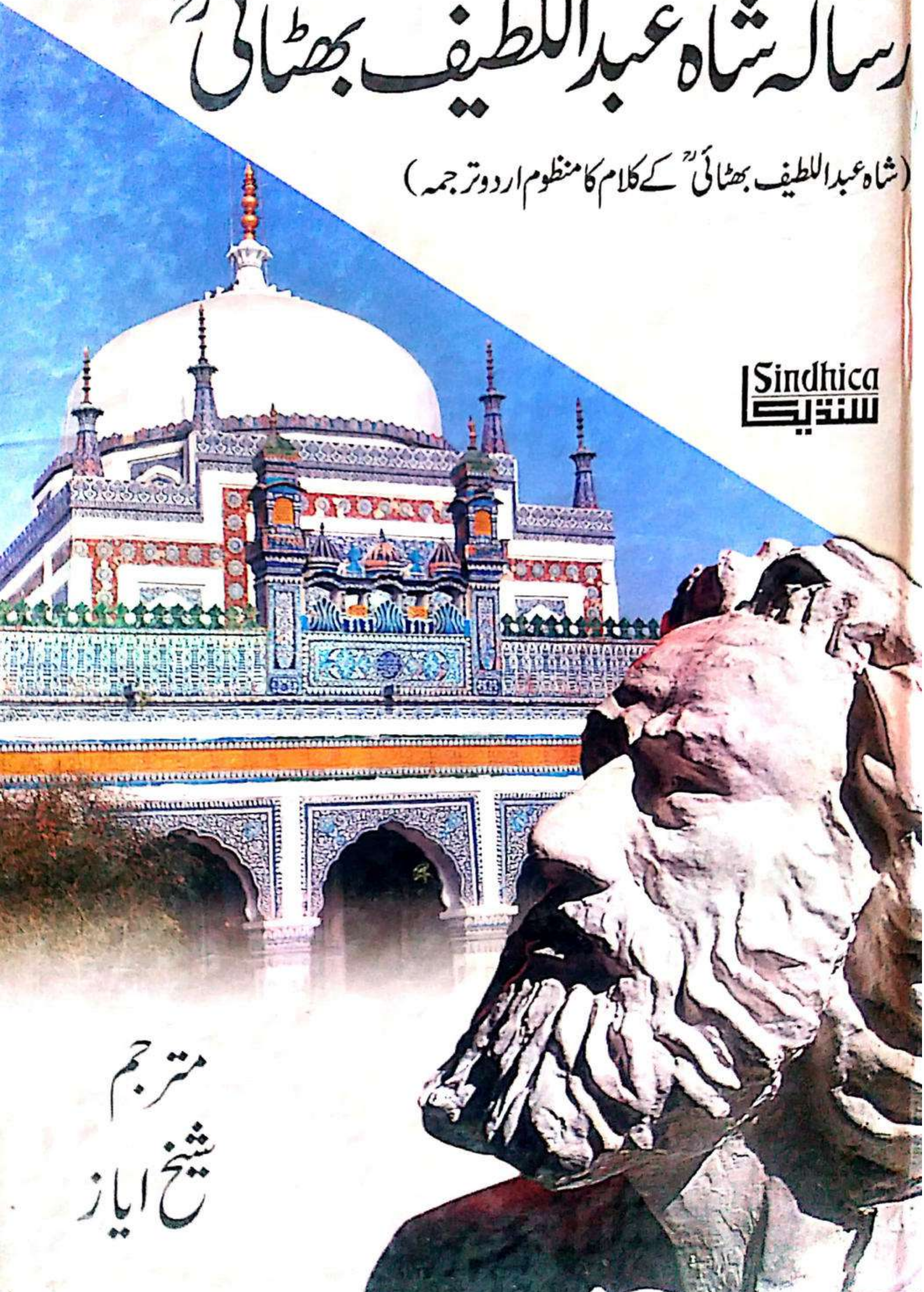
RISALA SHAH ABDUL LATIF BHITAI

رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

(شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے کلام کا منظوم اردو ترجمہ)

Sindhica
سندیکا



مترجم
شیخ ایاز



رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

(شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے کلام کا منظوم اردو ترجمہ)

مترجم

شیخ ایاز

Sindhica
سنڌيڪا

رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

مترجم: شیخ ایاز

اشاعت اول: جون 1963ء
اشاعت دوم: اکتوبر 1977ء
اشاعت سوم: دسمبر 1991ء
اشاعت چہارم: اگست 2005ء
اشاعت ہفتم: جنوری 2016ء

کمپوزنگ: محمد امتیاز احمد
کمپیوٹر لے آؤٹ: ندیم احمد سولنگی
پیسٹنگ: قمر الزمان گھانگھرو
طابع: احمد برادرس پریس، کراچی
ناشر: سندھیکا اکیڈمی، کراچی
قیمت: 500

Risala Shah Abdul Latif Bhitai
(Poetry of Shah Abdul Latif Bhitai)
By: Shaikh Ayaz
Published by: Sindhica Academy,
B-24, National Auto Plaza, Marston Road,
Karachi.74400 Phone:02132737290
website: www.sindhica.org, E-mail:sindhicaacademy@gmail.com

تقسیم کار

کراچی: العماد بوک اسٹور، فضلی سپر مارکیٹ، ویلکم بک پورٹ اور کاٹھیاواڑ بوک اسٹور، اردو بازار۔
حیدرآباد: سندھیکا بوک شاپ جتوئی منزل حیدر چوک، شاہ لطیف کتاب گھر، حیدر چوک، گاڑی کھاتہ۔
سندھی ادبی بورڈ بوک شاپ۔ **بھٹ شاہ:**
سکھر: سندھیکا بوک شاپ، 19 بلدیہ پلازہ گھنٹا گھر چوک، کتاب مرکز، فریئر روڈ،،
لاڑکانہ: نیشنل بوک اسٹور، رہبر بوک اکیڈمی، رابعہ سینٹر، بندر روڈ،
اسلام آباد: مسٹر بکس، فون: 051-7220761
لاہور: مکتبہ رحمانیہ، غزنی اسٹریٹ اردو بازار فون: 042-7224228۔ فکشن بوک ہاؤس مزنگ روڈ

خطوط اور وی پی کے ذریعہ منگوانے کے لیے
سندھیکا اکیڈمی، B-24 نیشنل آٹو پلازا، مارسٹن روڈ، کراچی 74400

رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

مترجم: شیخ ایاز

اشاعت اول: جون 1963ء اشاعت دوم: اکتوبر 1977ء
اشاعت سوم: دسمبر 1991ء اشاعت چہارم: اگست 2005ء
اشاعت ہفتم: جنوری 2016ء

کمپوزنگ: محمد امتیاز احمد
کمپیوٹر لے آؤٹ: ندیم احمد سولنگی
پیسٹنگ: قمر الزمان گھانگھرو
طابع: احمد برادرس پریس، کراچی
ناشر: سندھیکا اکیڈمی، کراچی
قیمت: 500

Risala Shah Abdul Latif Bhitai
(Poetry of Shah Abdul Latif Bhitai)
By: Shaikh Ayaz
Published by: Sindhica Academy,
B-24, National Auto Plaza, Marston Road,
Karachi.74400 Phone:02132737290
website: www.sindhica.org, E-mail:sindhicaacademy@gmail.com

تقسیم کار

کراچی: العماد بوک اسٹور، فضلی سپر مارکیٹ، ویلکم بک پورٹ اور کاٹھیاواڑ بوک اسٹور، اردو بازار۔
حیدرآباد: سندھیکا بوک شاپ جتوئی منزل حیدر چوک، شاہ لطیف کتاب گھر، حیدر چوک، گاڑی کھاتہ۔
سندھی ادبی بورڈ بوک شاپ۔ **بھٹ شاہ**:
سکھر: سندھیکا بوک شاپ، 19 بلدیہ پلازہ گھنٹا گھر چوک، کتاب مرکز، فریئر روڈ،،
لاڑکانہ: نیشنل بوک اسٹور، رہبر بوک اکیڈمی، رابعہ سینٹر، بندر روڈ،
اسلام آباد: مسٹر بکس، فون: 051-7220761
لاہور: مکتبہ رحمانیہ، غزنی اسٹریٹ اردو بازار فون: 042-7224228۔ فکشن بوک ہاؤس مزنگ روڈ

خطوط اور وی پی کے ذریعہ منگوانے کے لیے
سندھیکا اکیڈمی، B-24 نیشنل آٹو پلازا، مارسٹن روڈ، کراچی 74400

فہرست

پبلشر نوٹ

سندھیکا اکیڈمی کی جانب سے سندھی زبان میں علمی و ادبی شہ پاروں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ سندھ شناسی کے متعلق اردو اور انگریزی میں بھی گرانقدر کتابیں شائع کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے تاکہ پاکستان اور دنیا کی دیگر اقوام کیلئے سندھ کی تاریخ، فکر، ثقافت اور مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

امن و محبت کے حوالے سے آج کی دنیا جس بے تابی سے فکری مسیحائی کی متلاشی ہے، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا پیغام ان حالات میں اذانِ سحر کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاص طور پر سندھ کے حوالہ سے دیکھا جائے تو شاہ بھٹائی کا پیغام اور کلام سندھ کی تمدنی، تہذیبی اور ثقافتی زندگی کی واضح نشاندہی کرتا ہے اور اس پیغام سے ہدایت و رہنمائی کے جو چشمے پھوٹتے ہیں وہ بہ گرفتہ آگ سندھ کے لئے برداً وسلاماً کا پیغام ہے۔

رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی کا منظوم اردو ترجمہ سندھ کے معروف دانشور اور شاعر جناب شیخ ایاز نے کیا ہے جس کا پہلا ایڈیشن 1963ء میں اور دوسرا ایڈیشن 1977ء میں شائع ہوا۔ گذشتہ چند سالوں سے یہ ترجمہ نایاب تھا اور پاکستان کے علمی و ادبی حلقوں میں اس کا برابر تقاضا ہو رہا تھا۔ سندھیکا اکیڈمی کی طرف سے جب شیخ صاحب سے اس کی اشاعت کی اجازت کیلئے کہا گیا تو انہوں نے فراخدلی سے اکیڈمی کو اشاعت کے حقوق حوالے کر دیئے۔ 1991ء میں ایڈیشن شایع ہونے کے بعد سندھیکا کی طرف سے اب یہ رسالہ اردو نستعلیق میں پہلی بار شایع ہو رہا ہے جو قارئین کیلئے یقیناً پسندیدہ امر ہوگا۔

سندھیکا اکیڈمی کی طرف سے اس عظیم المرتبت شاعر کے فکر و نظر کا یہ لافانی شاہکار اردو زبان میں اس توقع کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے کہ وہ خطے کے لوگوں کے لئے روحانی و فکری رہنمائی کے ساتھ سرور و انبساط کا موقعہ فراہم کرے گا۔

نور احمد میمن
چیئرمین
سندھیکا اکیڈمی

پہلے ایڈیشن کا پیش لفظ

شعر و سخن کے کسی معمولی مجموعہ کو بھی ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا ایک بڑا دقت طلب کام ہے چہ جائیکہ شاہ لطیفؒ جیسے عظیم فن کار کے الہامی کلام کو سندھی سے اردو میں ترجمہ کرنا، یہ دشواری اس وجہ سے نہیں کہ جس زبان میں اسے منتقل کیا جارہا ہے وہ کوتاہ دامن ہے بلکہ اس لئے کہ ہر زبان کا ایک خاص مزاج ہوا کرتا ہے اور اس مزاج کو دوسری زبان کے مطابق بنانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس مہم کی مشکلات میں غیر معمولی اضافہ اس وجہ سے بھی ہوا کہ شاہ صاحب کے کلام کو اردو نظم میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا، اس کام کی اہمیت اور دقت کے پیش نظر یونیورسٹی نے وہ تمام طریقے اختیار کئے جو ترجمہ کی صحت اور اسکو معیاری بنانے کے لئے مفید اور ضروری ہوسکتے تھے۔ چنانچہ سندھی اور اردو کے نہایت قابل علماء اور شعراء کی فنی اور ماہرانہ خدمات سے اس منصوبہ کے مختلف مرحلوں پر استفادہ کیا گیا، جس کا اعتراف یہاں ضروری ہے۔

جناب سید حسام الدین راشدی صاحب کو اردو اور سندھی دونوں زبانوں کے ادب پر بڑی مہارت حاصل ہے۔ اسی لئے یونیورسٹی نے اس منصوبہ کی عام نگرانی اور رہنمائی کے لئے ان سے درخواست کی تھی جس کو انہوں نے بکمال مرحمت قبول کیا اور اس فریضہ کو بہ احسن خوبی انجام دیا ہے۔

منظوم ترجمہ کا اصل کام جناب شیخ ایاز صاحب نے کیا ہے، جو اردو اور سندھی کے معروف شاعر ہیں۔ اس ترجمہ کے علاوہ شیخ صاحب نے شاہ لطیفؒ کی سوانح حیات اور ان کے کلام کی خصوصیات و محاسن پر ایک تفصیلی مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جو یقیناً شاہ صاحب کی ذات اور ان کے خیالات کو اردو دان طبقہ سے روشناس کرانے میں نہایت مفید ثابت ہوگا۔

چونکہ ترجمہ کرنے سے قبل ''شاہ جو رسالو'' کا مستند نسخہ فراہم کرنا ضروری تھا اس لئے اول تو

ڈاکٹر گربخشانی کے مرتب کردہ معیاری نسخہ کو منتخب کیا گیا اور اس آخری حصہ کے لئے جس کو ڈاکٹر گربخشانی مکمل نہیں کر سکے تھے، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ سے معیاری نسخہ مرتب کرنے کی درخواست کی گئی۔

پھر اس امر کا اہتمام بھی ضروری تھا کہ سندھی سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت شاہ صاحب کے کلام کا کوئی حصہ مشکوک یا مبہم نہ رہ جائے اس لئے جناب مخدوم امیر احمد صاحب، پرنسپل اورینٹل کالج حیدرآباد سے جنہیں دونوں زبانوں پر پورا عبور حاصل ہے درخواست کی گئی کہ وہ ''رسالو'' کا لفظی اور لغوی ترجمہ اردو نثر میں تیار کریں۔ یہ لغوی ترجمہ شیخ ایاز صاحب کے حوالہ کر دیا گیا تا کہ وہ اپنے منظوم ترجمہ کو تیار کرتے وقت اس کو پیش نظر رکھیں۔

اس کے بعد کا مرحلہ یہ تھا کہ اس منظوم ترجمہ پر اردو کے کسی بڑے مستند شاعر سے نظر ثانی کروائی جائے۔ اس کام کے لئے جناب حفیظ ہوشیار پوری صاحب سے درخواست کی گئی جنہوں نے بڑی دلچسپی سے اس کام میں حصہ لیا اور نہایت مفید مشورے دیئے۔

آخر میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، صدر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی نے منظوم ترجمہ اور مقدمہ دونوں پر تنقیدی نظر ڈالی اور بڑی محنت کی۔ اس کے بعد یہ مسودہ پریس کے حوالے کر دیا گیا۔

ان تمام مرحلوں میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ اہم مرحلہ منظوم ترجمہ کا تھا اور اس کو انجام دینے کا سہرا شیخ ایاز صاحب کے سر ہے۔

اس مختصر کیفیت سے قارئین کو کچھ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس کتاب کی ترتیب و اشاعت میں کس قدر اہتمام کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب کے خیالات اور ان کے کلام کی عظمت ہر طرح اس کی مستحق ہے کہ اس کو نہایت اہتمام کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ ان کا کلام اسلامی ادب کا ایک لازوال سرمایہ ہے۔ انہوں نے عوامی کہانیوں کے ذریعے تصوف کے نکات و رموز کو جس خوبی سے پیش کیا ہے اس کی نظیر دنیا کے کلاسیکی ادب میں بہت کم ملتی ہے۔ اس ''رسالو'' میں ملاحوں، ماہی گیروں، لوہاروں، جولاہوں، چرواہوں، کسانوں اور سنیاسیوں وغیرہ کے احساسات اور جذبات کی ترجمانی بذات خود اس حقیقت کی دلیل ہے کہ شاہ صاحب عوام سے کس قدر قریبی تعلق رکھتے تھے اور انہیں سے تعلق رکھنے والی کہانیوں کے ذریعے وہ کیوں کر ان کی اصلاح اور فلاح کے آرزومند تھے۔ یہ صرف اسی ''رسالو'' سے واضح ہوتا ہے کہ سسئی پنہوں، نوری جام تماچی،

عمر ماروی وغیرہ زبان زد خاص و عام کہانیاں، اپنی افسانوی دلکشی کے ساتھ ساتھ کس قدر رمز اور اشاریت کی حامل ہوسکتی ہیں۔ سندھ کی معاشرت، معیشت اور تصوف و مذہب سے متعلق اس زمانے کے اکثر عوامل کا علم بیک وقت صرف اس کتاب سے ہوسکتا ہے۔

شاہ صاحب ایک زبردست صوفی شاعر تھے۔ ان کے کلام میں معرفت الٰہی، دنیا کی ناپائداری، اسلامی رواداری اور خلق عظیم پر زور دیا گیا ہے اور مختلف سروں یا راگنیوں کے ذیل میں ڈھولا، دوہے، چوپائی، وائی اور کافی وغیرہ اصناف سخن کو اختیار کیا گیا ہے جن کا تعلق عموماً ایسے ہی مضامین سے ہوا کرتا ہے۔ شاہ صاحب کی شخصیت ان تمام کمالات پر محیط ہے اور اسی لئے بے حد ممتاز ہے۔

رضی الدین صدیقی
وائس چانسلر، سندھ یونیورسٹی

گذارش

شاہ عبداللطیف بھٹائی ؒ کے شعری مجموعے کا یہ منظوم اردو ترجمہ بکمالِ خلوص پیش کیا جارہا ہے، اس امید کے ساتھ کہ اہل دل کی محفل میں حسنِ قبول سے سرفراز ہوگا۔

شاہ محض سندھ یا سندھی زبان کے عظیم شاعر نہیں ہیں، ان کی شخصیت عالمگیر ہے۔ زبان اور ولادت کی وجہ سے اگرچہ سندھ کو ان کی بدولت، ایک لافانی شرف ضرور حاصل ہے لیکن، درحقیقت ان کی ذات یا ان کا پیغام نہ کسی خاص خطے کی ملکیت ہے نہ کسی مخصوص طبقے کی میراث، وہ پوری انسانی برادری کی میراث ہیں اور ان کا پیغام ہر اہل دل انسان کی روح اور فکر کے لئے باعث تقویت اور تسکین ہے، چاہے کوئی مشرق میں رہتا ہو یا کسی کا مسکن مغرب میں ہو۔

اسی افادیت کی بنا پر ضرورت ہے کہ ان کے پیغام اور ان کے فلسفے کو دنیا کی زیادہ سے زیادہ زبانوں میں منتقل کیا جائے، تاکہ انسانی برادری کا زیادہ سے زیادہ حصہ ان کے افکار سے آشنا ہو کر ان سے استفادہ کر سکے۔

یہ ترجمہ اسی ضرورت کی ایک کڑی سمجھنا چاہیئے، جس کی ابتداء اپنے ہی گھر سے کی جارہی ہے۔ پاکستان کے مختلف حصوں میں مختلف زبانیں رائج ہیں، لیکن اردو قومی زبان ہونے کے علاوہ، ملک کے ہر حصے میں عام طور پر پڑھی، لکھی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے یقین ہے کہ اس ترجمے کی وجہ سے پاکستان کا پڑھا لکھا طبقہ، شاہؒ کے افکار سے اب پوری واقفیت حاصل کر سکے گا اور اپنے ملک کی ایک غیر فانی شخصیت سے متعارف ہو جائے گا۔

اس ترجمہ کی تحریک کا سہرا پاکستان کی مرکزی وزارت تعلیم کے سر ہے۔ جس کی معارف پروری

نے 1952ء میں سندھ یونیورسٹی کو دو علمی کام سپرد کئے تھے۔ایک یہ کہ شاہ کے کلام کا اردو ترجمہ کیا جائے اور دوسرا یہ کہ ''سندھی - اردو'' اور ''اردو - سندھی'' لغتیں لکھوائی جائیں۔ اس زمانے میں علامہ آئی۔آئی۔قاضی صاحب وائس چانسلر تھے۔ جب یہ مسئلہ درپیش ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ اس پورے کام کی تکمیل اور نگہداشت کی ذمہ داری میں قبول کروں۔ اول تو یہ دونوں کام علمی اور ضروری تھے، پھر حضرت قاضی صاحب جیسے شفیق بزرگ کا حکم، میں اپنی بے مائیگی کے باوجود انکار نہ کرسکا۔ چنانچہ کام کی نوعیت اور طریقہ کار کے متعلق باہمی مشورے کے بعد طے پایا کہ لغت کا کام جناب ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کے حوالے کیا جائے اور شاہ کے شعری مجموعے کا ترجمہ جناب شیخ ایاز صاحب کے سپرد کرنا چاہئے۔ یہ دونوں فاضل عزیز، اس کام کے لئے ہر لحاظ اور نوعیت سے موزوں اور مناسب تھے۔

لغت کا منصوبہ دوسال پیشتر تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور یہ ترجمہ بھی، جو آج اہل دانش کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے، بہت پہلے مقررہ وقت پر تیار ہو جانا چاہئے تھا۔لیکن بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر دیر ہوتی گئی، جس کے لئے میں ذاتی طور پر معذرت خواہ ہوں۔ ابھی امکان تھا کہ تیاری اور طباعت کے سلسلے میں کچھ اور تعویق ہو جائے، لیکن سندھ یونیورسٹی کے موجودہ فاضل و فعال وائس چانسلر جناب ڈاکٹر رضی الدین صاحب صدیقی نے جو ہمیشہ ہمارے علمی اور ثقافتی امور کو اپنا فرض سمجھ کر ان میں دلچسپی لیتے رہتے ہیں، اپنی ذاتی کوشش اور توجہ سے تمام مشکلیں اور سارے مراحل فوراً طے کرادیئے، جس کے لئے جتنا زیادہ ان کا شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

فاضل مترجم کا میں سپاس گزار ہوں کہ انہوں نے میری گذارش پر یہ اہم کام اپنے ذمہ لیا اور بخیر و خوبی اس کو انجام تک پہنچا دیا، شعراء کرام عموماً ذمہ داری اور پابندی قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں لیکن یہاں تو شیخ ایاز صاحب تھے جو نہ صرف اس دور کے مایۂ ناز شاعر ہیں، بلکہ وکالت کی بہت ہی مصروف زندگی گذارتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے اپنی تمام مصروفیات کے باوجود کسی نہ کسی طرح وقت بچا کر محبت، محنت، اور بڑی عرق ریزی اور سلیقے سے اس مشکل کام کو اختتام تک پہنچایا۔

ترجمہ کے متعلق مجھے ناظرین کی خدمت میں فقط وہی کلیہ پیش کرنا ہے کہ کوئی کام، چاہے وہ کسی ادبی اور علمی نوعیت کا ہو، یا کسی سائنسی موضوع پر ہو، ''حرف آخر'' کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ جب تک ذہن رسا، لطافت نظر اور حسن ذوق موجود ہے، اس وقت تک بہتر کام اور اچھی سے اچھی تخلیق

کے مواقع اور امکان موجود ہیں۔ لیکن ہر فن کار کی اپنی جگہ پر ہمیشہ یہی خواہش اور کوشش رہتی ہے کہ اس کے کام میں کسی عنوان کوئی کسر نہ رہنی چاہئے، چنانچہ اس ترجمہ میں شروع سے آخر تک یہی جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔

اس موقع پر مجھے اپنے ایک عزیز ساتھی کی یاد رہ رہ کر ستا رہی ہے، کئی سال ہوئے کہ وہ خدا کو پیارے ہو چکے۔ وہ تھے دنیائے علم و دانش کے درخشندہ ستارے اور پاکستان کے مایۂ ناز عالم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی مرحوم و مغفور جو کہ اس وقت سندھ یونیورسٹی میں شعبۂ تاریخ اسلام کے صدر تھے،۔ خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ انہوں نے اس منصوبے کے ابتدائی مراحل میں نہ فقط میری مدد کی تھی بلکہ صحیح رہنمائی بھی فرمائی تھی۔

آخر میں ان تمام احباب کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے اس علمی اور قومی کام کے سلسلے میں کسی نہ کسی منزل پر امداد فرمائی۔ مخصوصاً اپنے فاضل دوست جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب، صدر شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، کا بصمیمِ قلب ممنون ہوں، انہوں نے مسودہ پر شروع سے آخر تک زبان و ادب کے لحاظ سے نظر ثانی فرمائی اور دوست مکرم جناب حفیظ ہوشیار پوری صاحب کی عنایات بھی بھول نہیں سکتا کہ جنہوں نے بڑی کاوش سے شاعرانہ نقطۂ نگاہ سے مسودہ کو دیکھا۔ پروردگار ان سب کو خوش و خرم رکھے...... آمین!

سیّد حسام الدین راشدی

کراچی

13 جون 1963ء

اظہار تشکر

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے مجموعۂ کلام کے اس اردو ترجمہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں پیر حسام الدین راشدی صاحب، ابراہیم جویو صاحب، مخدوم امیر احمد صاحب، حفیظ ہوشیار پوری صاحب اور عزیزی آفاق صدیقی صاحب نے مجھے بڑی مدد دی۔ راشدی صاحب کا گرانقدر مشفقانہ تعاون اور جویو صاحب کا پرخلوص مشورہ ہر منزل پر مجھے حاصل رہا اور دونوں حضرات کے اشتراکِ عمل سے یہ مشکل کام تکمیل کو پہنچا۔ محبی آفاق صدیقی صاحب نے سندھی ادب سے دلی وابستگی کی بنا پر میرا ہاتھ بٹانے میں جتنی محنت کی ہے وہ ہر لحاظ سے قابل قدر ہے۔

مخدوم امیر احمد صاحب نے نثری ترجمہ بہم پہنچانے اور حفیظ ہوشیار پوری صاحب نے منظوم ترجموں پر نظرثانی کرنے کی زحمت گوارا کی، جس کے لئے میں ان دونوں حضرات کا تہہ دل سے شکرگذار ہوں۔ سندھی زبان وادب کے جن محققین کی مایۂ ناز تصانیف سے میں نے استفادہ کیا ہے ان میں ڈاکٹر سورلے صاحب، ڈاکٹر گربخشانی صاحب، ڈاکٹر داؤد پوتہ صاحب، مولانا دین محمد وفائی صاحب، پروفیسر جھمٹ مل صاحب، جی۔ ایم۔ سید صاحب اور دورِ حاضرہ کے مشہور و معروف محقق ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شیخ ایاز

دیباچہ

فہمیدہ ریاض

شاہ کا کلام دنیا بھر کے عظیم ترین ادب کے مماثل ایک ادبی معجزہ ہے۔ وہ ایک گھنگھور گھٹا تھی جو سرزمین سندھ پر برسی اور اسی طرح کے سندھی زبان، سندھی ادب، سندھ کے شہر گاؤں آج تک اسی سے سیراب ہیں۔ بلاشبہ یہ معجزہ نما شاعری صرف سندھیوں کی نہیں، کل عالم انسانیت کی میراث ہے۔ اسی کلام کو اقوام عالم تک پہنچانا ایک ایسا فریضہ ہے، جس کے لئے ''شوق فضول و جرأت رندانہ'' چاہئے۔ شوق فضول اسی لئے کہ ایک تو تقسیم برصغیر کے بعد پاکستان ایک چھوٹا سا ملک دنیا کے ادبی نقشہ پر، جہاں بڑی قوتوں اور صنعتی ممالک کے ادب کا قبضہ ہے وہاں ایک غیر اہم نام۔ مستزاد یہ کہ اس ملک کے بھی ایک چھوٹے سے صوبہ کی زبان کا ادب۔ کون جانے گا، کون پہنچانے گا۔ دلچسپی کیسی ہوگی؟؟ اور جرأت رندانہ اسی لئے کہ عام ادیب بہ ہوش وحواس اس دیو کے نطق کو چھونے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

شاہ تو وہ کوہ فلک بوس ہے جس کے جانب نگاہ اٹھا کر ہی انسان ہانپ جائے، کجا اس نابغۂ روزگار کے کلام کا تمام بار اپنے کندھوں پر اٹھانے کی کوشش کرے۔ مگر تمام فنون لطیفہ کی طرح ادب میں بھی کوئی ایسی الوہی صفت موجود ہے جو ''ناممکن'' میں ''سہل'' کا بیج بوتی ہے۔ ''سوچو تو مشکل، اور محسوس کرو تو آسان'' یہی ادب عالیہ کا خلاصہ ہے۔ رومی ہو کہ شیکسپیئر، یا بھٹ کا شاہ۔ ان کی تخلیقات لازوال اسی لئے ہیں کہ یہ فاصلہ سے خوفزدہ ضرور کرتی ہیں، لیکن اگر کوئی جی دار پیراک ان کے سمندروں میں چھلانگ لگانے کی جرأت کر ہی لے تو ان کی لہریں اسے پھولوں کی طرح اٹھا لیتی ہیں۔

ہمارے ہم عصر اور برصغیر کے ایک نہایت اہم شاعر شیخ ایاز نے برسوں پہلے اس معجزہ کو اردو قارئین تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ یہ کام شروع کرنے سے قبل غالباً ان کی وہی کیفیت ہوئی ہوگی

جو تاریخ میں پہلی بار ہومر کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنے والے کی ہوئی تھی۔ مغرب میں تو پھر بھی ترجمہ ایک مستند ذریعہ ابلاغ ہے اور مترجم کو متعدد سہولتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک سے زائد ماہرین جو دونوں زبانوں کے ادب پر عبور رکھتے ہوں، مترجم کی مدد کے لئے میسر ہوتے ہیں۔ لیکن شیخ ایاز کے پاس ماسوا لطیف سے عشق کے، کوئی دوسری قابل ذکر سہولت موجود نہ تھی۔ یہ کام کس قدر دشوار ہوگا، اس کا تصور تک کرنا محال ہے۔ اول تو شاعری کا ترجمہ نثر کے ترجمہ سے بدرجہا مشکل ہوتا ہے اور یہ قول عام ہے کہ شاعری کے ترجمہ میں اصل کی بیشتر خوبیوں کا زیان ناگزیر ہوتا ہے۔ دوئم، شاہ کی شاعری کے ترجمے کے لئے صدیوں کے فاصلوں کا الانگھنا بھی شامل تھا۔ سوئم، ایاز کو جن مسائل کا سامنا تھا، وہ انہوں نے خود بھی تحریر کئے ہیں اور ہم ان پر بعد میں تبصرہ کریں گے۔ لیکن سندھی زبان و ادب سے واقفیت رکھنے والی ایک معمولی شاعرہ کی حیثیت سے میں یہاں چند ردّ ہائے عمل کا ذکر مناسب سمجھتی ہوں۔

ہم نے اوپر لکھا کہ شاہ کا کلام ایک ادبی معجزہ ہے۔ معجزہ ہی میں محض شعور کا دخل نہیں ہوتا۔ جو معجزہ خاکی آدم سے ظہور پذیر ہو، اس میں کشف یا ''نا قابل بیان'' کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔ اس کی ایک سطح لاشعوری ہوتی ہے جو اصل خیال کا ہیئت اور بولی سے میلاپ کرتی ہے۔ شاہ کے طبع کی وارفتگی، اس کے سوز و گداز نے سندھی شاعری کی مخصوص ہیئت ''بیت'' میں ایک کامل ذریعۂ ابلاغ پایا تھا۔ بیت کی بحر ایک دلربایانہ فرق کے ساتھ دوہے سے مشابہ ہے جو اس ہیئت کو پروقار ٹھہراؤ اور درد عطا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر:

رحیمن دھاگا پریم کا، مت توڑو چھٹکائے
ٹوٹے تو پھر نا جڑے، جڑے گانٹھ پڑ جائے

بیت کے نظم قافیہ وردیف میں یوں لکھا جائے گا۔

رحیمن دھاگا پریم کا، مت توڑو چھٹکائے
جڑے گانٹ پڑ جائے، ٹوٹے تو پھر نا جڑے

یا اسی دوہے:

کاگا سب تن کھائیو، چن چن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو، پیا ملن کی آس

کی بیٹھک سندھی بیت میں اس طرح ہوگی:

کا گا سب تن کھائیو، چن چن کھائیو ماس
پیا ملن کی آس، دو نیناں مت کھائیو

سندھی صنف سخن 'بیت' میں مصرعہ آخر میں، ردیف کو مصرعہ کے درمیان لا کر ایک ٹھہراؤ پیدا کر دیا جاتا ہے۔ جو سندھی موسیقی کی اس ''ڈھائی تال'' سے میل کھاتا ہے جو پورے شمالی ہندوستان کی موسیقی میں بے مثال اور منفرد ہے۔ یہ ایک بے مثال مظہر جمالیات ہے۔ اس کی جہات روحانی ہیں۔ اس کا گہرا تعلق اس قدیم ہندوستانی فلسفہ سے ہے جو ''روانی'' کو زندگی کی واحد حقیقت نہیں سمجھتی۔ بلکہ تحرک کے ساتھ ساتھ 'ٹھہراؤ' یا ''سکوت'' کو تحریک کے برابر اہمیت دیتی ہے۔ کیونکہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ردیف کو مصرعہ کے درمیان لانے سے تحریک ختم ہو رہا ہے، 'روانی' میں 'سکوت' کا ایک وقفہ آ جاتا ہے۔

مصوری، سنگ تراشی اور موسیقی کی طرح شاعری کی ہیئت ایک خاص سرزمین کے باسیوں کی طرزِ فکر اور اسی نیم شعوری فلسفہ حیات کے بارے میں ہمیں بہت کچھ بتاتی ہے جو زندگی میں ایک زیریں رو کی مانند رواں ہیں۔

ایاز نے شاہ کا ترجمہ کرتے ہوئے بیت کی ہیئت سے بوجوہ کنارکیا۔

دوئم۔ شاہ نے ابلاغ کے لئے جو زبان استعمال کی وہ پرتکلف نہ تھی۔ شاہ کی زباں شاعرانہ ساختیات اور روزمرہ کی عام بول چال میں استعمال ہونے والی زبان کا ایک اثر انگیز سنگم ہے۔ اسی امتزاج سے وہ مختلف کیفیات تخلیق کرتے ہیں۔

یہاں ہم ان کے محض ایک سُر ''سُر سورٹھ'' کی مثال لیتے ہیں، یہ بے قراری اور وارفتگی کی ایک عجیب داستان ہے۔ بیجل ایک ایسا گائیک ہے جو راجہ رائے ڈیاچ کو راگ سنانے کا عوضانہ یہ طلب کر رہا ہے کہ رائے ڈیاچ اپنا سر قلم کر کے بیجل کے حوالے کر دے۔ اس لرزہ خیز حوالے کے ساتھ دیکھئے کہ شاہ سر سورٹھ میں آغاز کلام ہی سے کس طرح ''روح داستان'' کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔

سُر سورٹھ کے اولیں بند کا لفظی ترجمہ یوں ہوگا:

اللہ کی آس کر کے، وہ چلا تھا۔
گائیک نے چنگ میں، گھنگرو باندھے تھے اور تسمے کے پھول۔
ڈولی رائے ڈیاچ کی، دور سے آتی دیکھی۔

اسی پل واحد کے در پر بنتی کی،
میرے پیارے سائیں، رائے کوراگ سے رجھا لے!

اسی کا منظوم ترجمہ ایاز نے اس طرح کیا ہے:

چنگ آراستہ کیے ''چارن'' منتظر تھا کہ رائے 'ڈیاچ' آئے،
اور یہ اس کے موہ لینے کو، راگ عہد الست کا گائے

مندرجہ بالا ترجمہ میں ایاز نے وہ بات بیان کر دی ہے جو شاہ نے کہی۔ یعنی کہانی سنانا شروع کر دی ہے۔ پھر بھی دونوں بندوں میں کسی قدر فرق ہے۔ ''آراستہ ساز'' غالباً چنگ میں ''گھنٹیاں اور تسموں کے پھول'' باندھنے کا مطلب ادا کرتا ہو۔ لیکن بیجل کی نظروں کا راہ پر لگا ہونا (جو رائے ڈیاچ کی ڈولی دور سے آتی دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے) اور پھر بے قراری اور وارفتگی اور خاکساری کی یہ دعا: ''میرے پیارے سائیں! رائے رجھا دے راگ سے!'' کیا۔

''منتظر ہے کہ رائے ڈیاچ آئے
اور یہ اس کے موہ لینے کو
راگ عہد الست کا گائے''

کے ذریعہ قاری تک پہنچ رہا ہے؟ اس کے برعکس یوں محسوس ہوتا ہے کہ اردو منظوم ترجمہ صرف لفظی مطلب ہے، جب کہ لفظی نثری ترجمہ شاہ کی بوطیقا کی بہتر ترجمانی کر رہا ہے۔

اسی سُر میں شاہ کی ایک وائی ہے۔ جس کا لفظی ترجمہ اس طرح ہے۔ (یہ وائی رائے ڈیاچ کی زبان سے ادا کی گئی ہے):

''میرے سر میں تیری جھنکار (گونج رہی ہے) او یار۔ منگتے، میں تجھے دان دوں گا!! اے گائیک، جونا گڑھ میں، چلو، ہم یارانہ کرتے ہیں۔ مبادا تو میرا گلہ کرے! اگر میرے اوپر ہزار سَر بھی ہوتے تو تیرے تند کی تانور پر ایک ایک کر کے انہیں قلم کرتا، اِس سَر کو قلم کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ میری جھولی میں تو کچھ بھی نہیں! بہنو، شاہ لطیف کہتا ہے کہ چاہت کی رم جھم برکھا ہوری تھی۔''

اسی کا ترجمہ شیخ ایاز یوں کرتے ہیں۔

سیس تو تیرا ہو چکا ہے، اے چارن مہمان،
دینا ہے کچھ اور بھی، بن مُکھ مانگے دان،
اے چارن مہمان۔

بیجل اب نہ چھپائیو، مجھ سے من کی بات،
جو ناگڑھ میں لے چلوں، تجھ کو اپنے ساتھ،
اے چارن مہمان۔
لاج نہ جائے پریم کی، چاہے سر کٹ جائے،
سب کچھ تجھ پر واروں، پھر بھی چین نہ آئے،
کہتا ہے جو لطیف ہمیشہ، رکھیو اس کا دھیان۔
اے چارن مہمان

یہ ترجمہ شاہ کے اصل متن سے نزدیک تر ہے۔ ایاز نے جب اور جہاں پر تکلف اردو سے کنارا کیا ہے اور دیہاتی بولی اپنائی ہے، وہیں وہ شاہ کے اصل متن سے قریب تر ہو گئے ہیں۔

ممتاز مستشرق ایچ۔ ٹی سورلے نے 1938ء میں شاہ لطیف کے کلام کے منتخبات کا انگریزی میں ترجمہ مکمل کیا تھا۔ تب سے اسی صدی کے اختتام تک انگریزی شاعری میں بے شمار تبدیلیاں آئی ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ اس فرنگی مجنوں کا ترجمہ آج بھی پڑھیں تو قاری بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ چونکہ ''سُر سورٹھ'' سے اقتباسات لئے گئے ہیں لہٰذا اسی سر کا ایک بند اگر ہم لیں جسے شاہ نے اس طرح موزوں کیا ہے:

لفظی ترجمہ:

چند ہی لوگ تھے جنہیں اس بھید کا گمان ہو سکا، جو رمز تک پہنچ سکے اور پارس بن گئے۔ گائیک نے یہ وائی چھیڑی کہ الانسان، سرّ ی وانا سرّ ہ (انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں)۔ راجہ اور راگی (راگ گاتے اور سنتے ہوئے) دونوں مل کر ایک ہو گئے۔

سورلے کا ترجمہ یوں ہے:

"Man is my secret: I am his.
Here lies the key to mysteries.
This Phrase the singer took to sing.
The song he sang before the king:
And when he sang, where there were two.
The pair to single One-ness grew.

اس سادہ، دلکش اور پراثر ترجمہ میں فرنگی سورلے نے شاہ کے کلام کی روح کو حتی الامکان بچا لیا ہے۔ نہ صرف منظوم ترجمہ کی انگریزی بحر شاہ سے قریب تر ہے، بلکہ سندھی شاعری کی مخصوص موسیقی جو صوفی تکرار سے پیدا ہوتی ہے (راجہ راگی، رسیا، رمز) اس تک کو برقرار رکھا ہے۔

(Song, sang, king)

اسی بیت کے نچوڑ کو ایاز نے اس طرح پیش کیا ہے:

''خود فراموش ہو گیا راجہ، سن کے سائل کی سرمدی آواز،
مٹ گیا فرق ما و تو یکسر، سوزِ نغمہ ہوا اثر انداز،
بھید کیا تھا کسی کو کیا معلوم، کسی طرح دونوں ہو گئے ہم راز''

سورلے کی کامرانی اور تاثیر آفرینی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس نے شاہ کے کلام کے بنیادی نکات مضبوطی سے گرفت میں لے لئے تھے۔ انگریزی صوفیانہ (Mystic) شاعری کا مطالعہ اس کی تعلیم و تربیت کا جزو لاینفق تھا، اسلئے شاہ کے صوفیانہ کلام کو انگریزی صوفی شعراء کے طرز اظہار کے قالب میں ڈھالنے میں اسے دشواری محسوس نہیں ہوئی۔

ایاز نے شاہ کے کلام کا اردو ترجمہ کر کے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ لیکن ہر کارنامہ کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ شاہ کے ترجمہ کے لئے اگر اردو کی بولیوں میں کی گئی صوفی شاعری کے طریقہ اظہار کو اپنایا جائے تو شاہ کے کلام کے ساتھ بہتر انصاف ہو سکے گا۔ شیخ ایاز نے اپنے ''مقدمہ'' میں ترجمہ کے مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک اہم رکاوٹ اردو کے ذخیرہ الفاظ اور مترنم سانچوں کی گنجائش کا کافی نہ ہونا تھا۔ لیکن اردو کو صرف شہری زبان نہ سمجھ کر یہ رکاوٹ دور کی جا سکتی ہے۔ ''ہندوستانی'' زبان بولنے والے وسیع و عریض خطہ میں کھڑی بولی سے لے کر پوربی تک، از منہ قدیم سے شعر و شاعری کا حسین و جمیل میدان رہوار سخن کے لئے موجود ہے۔ اپنے فارسی اور عربی الفاظ تو ان علاقوں کے گاؤں میں استعمال ہونے والی بولیوں میں نگینوں کی طرح جڑے ہیں اور تلسی اور کبیر کے کلام میں بھی بہ افراط موجود ہیں۔ اردو کا 'لفظی' مطلب ''لشکر'' ضرور ہوگا، لیکن اس کا 'حقیقی' مطلب شمالی ہندوستان کی بولیوں میں ایک دوسرے میں مدغم ہو جانے کی اور دوسری زبانوں کے الفاظ جذب کرنے کی لامحدود صلاحیت ہے۔ اس لئے کم از کم قدیم شاعری کے ترجمہ کے لئے بعض الفاظ کو ہندی سمجھنے سے گریز کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ شاہ لطیف سندھ میں جس وحدت الوجود کے ترجمان تھے، برصغیر میں اسی فلسفہ حیات کے بانی شاہ لطیف کے پیش رو کبیر اسی ''اردو'' علاقہ میں جنمے تھے۔ اس لئے میں اس دیباچہ کو ان کے ہی ایک ''مترنم سانچے'' سے ختم کرتی ہوں۔

کبیرا کھڑا بجار میں، مانگے سب کی خیر،
ناکو ہوسے دوستی، ناکو ہوسے بیر۔

مقدمہ

سوانح حیات

شاہ عبداللطیف بھٹائی کی ولادت[1] 1690ء/1101ھ میں موجودہ ضلع حیدرآباد کے تحصیل ہالا میں ہوئی۔ آپ کے والد سید حبیب قصبہ ہالا حویلی میں رہتے تھے، اور موصوف کا شمار اس علاقے کی برگزیدہ ہستیوں میں تھا۔

شاہ صاحب کی پیدائش کے متعلق مشہور ہے کہ سید حبیب نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں، لیکن اولاد سے محروم رہے۔ آپ نے اپنی اس محرومی کا ذکر ایک درویش کامل سے کیا، جن کا اسم گرامی عبداللطیف بتایا جاتا ہے۔ موصوف نے دعا کرتے ہوئے کہا کہ انشاء اللہ آپ کی مراد بر آئے گی، میری خواہش ہے کہ آپ اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر عبداللطیف رکھیں، خدا نے چاہا تو وہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے یکتائے روزگار ہوگا۔

سید حبیب کی پہلی بیوی سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ درویش کی خواہش کے مطابق اس کا نام عبداللطیف رکھا گیا، لیکن وہ بچپن ہی میں فوت ہوگیا۔ پھر اسی بیوی سے جب دوسرا لڑکا پیدا ہوا، تو اس کا نام پھر عبداللطیف رکھا گیا، یہی لڑکا آئندہ چل کر درویش کی پیشن گوئی کے مطابق واقعی یگانۂ روزگار ثابت ہوا۔

شاہ بھٹائی کے آباواجداد سادات کے ایک اہم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علیؓ اور رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ امیر تیمور کے زمانے میں ہرات کے ایک بزرگ سید میر علی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، اور ان کا شمار اس علاقے کے معزز ترین افراد میں ہوتا تھا۔ 1398ء/2-801ھ میں جب امیر تیمور ہرات آیا، تو سید صاحب نے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی بڑی خاطر و تواضع کی، ساتھ ہی ایک بڑی رقم بطور نذرانہ پیش کی۔ تیمور اس حسنِ سلوک سے بیحد متاثر ہوا اور سید صاحب اور ان کے دو بیٹوں میں ابوبکر اور حیدر شاہ کو مصاحبین

(1) ''عنایت شعار'' سے یہ سال برآمد ہوتا ہے۔ (سال تاریخ از غلام محمد شاہ 'گدا')

خاص میں شامل کر کے ہندوستان لے آیا۔ یہاں آنے کے بعد میر ابو بکر کو سندھ کے علاقے سیوستان (سیوہن) کا حاکم مقرر کیا، اور سید میر علی اور حیدر شاہ کو اپنے ساتھ رکھا۔ بعد میں سید حیدر شاہ بھی اپنے والد بزرگوار اور تیمور کی اجازت سے گھومتے پھرتے مستقل طور پر سندھ میں آ گئے۔ اور ہالا کے علاقے میں شاہ محمد زمیندار کے مہمان ہوئے۔ شاہ محمد نے آپ کی کچھ اس طرح خدمت کی کہ وقتی راہ و رسم، پرخلوص محبت میں تبدیل ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے اپنی لڑکی فاطمہ کی شادی آپ سے کردی، چونکہ آپ کی ماں کا نام بھی فاطمہ تھا، اس لئے شادی کے بعد اس نام کو سلطانہ سے بدل دیا گیا۔ سید حیدر شاہ قریب قریب تین سال تک ہالا میں رہے، پھر اپنے والد بزرگوار کی وفات کی خبر سن کر ہرات گئے جہاں تین چار سال تک رہنے کے بعد وہیں وفات پا گئے۔ کہتے ہیں کہ جب سید صاحب ہرات روانہ ہوئے تو آپ کی اہلیہ حاملہ تھیں۔ انہوں نے چلتے وقت یہ وصیت کی کہ اگر میری عدم موجودگی میں بچہ پیدا ہو، تو لڑکا ہونے کی صورت میں اس کا نام میر علی رکھنا، اور لڑکی ہو تو اس کا نام فاطمہ رکھنا۔ چنانچہ لڑکا پیدا ہوا، اور سید صاحب کی وصیت کے مطابق اس کا نام میر علی رکھا گیا۔ میر علی کے خاندان میں بڑے بڑے صاحب کمال بزرگ پیدا ہوئے، ان بزرگوں میں شاہ عبداللطیف کے علاوہ شاہ کریم، سید ہاشم اور سید جلال وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شاہ لطیف کی ولادت کے کچھ ہی دن بعد ان کے والد اپنے آبائی گاؤں کو چھوڑ کر کوٹری میں آ کر رہنے لگے، اور شاہ لطیف پانچ چھ سال کی عمر میں آخوند نور محمد کی مشہور درسگاہ میں تحصیل علم کے لئے بھیجے گئے۔ عام روایت ہے کہ شاہ صاحب نے الف کے سوا کچھ اور پڑھنے سے صاف انکار کردیا، لیکن مجھے اس روایت میں کوئی صداقت نظر نہیں آتی۔ شاہ کے کلام کو بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو نہ صرف اپنی زبان پر عبور حاصل تھا، بلکہ عربی، فارسی، ہندی اور دوسری علاقائی زبانوں میں بھی خاصی دسترس حاصل تھی، بلکہ ان زبانوں کے ادب سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے کلام میں جہاں کہیں عربی اور فارسی کا استعمال کیا ہے، وہ کچھ ایسا برمحل ہے کہ اس سے کلام کی اثر آفرینی کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اثر آفرینی گہرے مطالعے ہی سے پیدا ہو سکتی تھی۔ ڈاکٹر ٹرمپ نے اس روایت کو غلط ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''شاہ کے پڑھے لکھے ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ان کا مجموعۂ کلام ہی ہے، جس میں عربی اور فارسی کا استعمال بڑے سلیقے سے کیا گیا ہے۔۔'' ہوسکتا ہے کہ تحصیل علم کے لئے شاہ نے کسی استاد سے زیادہ مدد نہ لی ہو، بلکہ طبع سلیم اور جذبۂ شوق کی بنا پر ظاہری اور باطنی علوم حاصل کئے ہوں۔

'مقالات الشعراء' کے مصنف میر علی شیر 'قانع' ٹھٹوی جو شاہ کے ہمعصر بھی ہوتے ہیں، اس

ضمن میں لکھتے ہیں کہ "آنجناب لطیف اگر چہ امی بود اما علم عالم بتمام برلوح محفوظ دل شاں مثبت بودہ"۔ مرزا قلیچ بیگ، ڈاکٹر گربخشانی، مولانا دین محمد وفائی، پروفیسر جیٹھمل، ڈاکٹر سورلے، پروفیسر کلیان آڈوانی، اور دوسرے محققین نے بھی اس مسئلے پر رائے زنی کی ہے۔ بہرصورت مجموعی طور پر یہی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ شاہ کو اُمّی قرار دینا کسی عنوان درست نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ شاہ کے زمانے میں اور اس سے قبل سندھ میں عربی اور فارسی کا دور دورہ تھا اور عام طور پر صاحب علم و فضل اس شخص کو تسلیم کیا جاتا تھا، جو ان دونوں زبانوں اور خصوصاً فارسی کی قابلیت رکھتا ہو۔ شاہ کی افتادِ طبع اوائل عمری سے ہی کچھ مختلف تھی، لہٰذا ان کی جولانی طبع محض رسمی طور پر اکتساب کی متحمل نہ ہوسکی، بلکہ عام روش سے ہٹ کر اپنے لئے نئی راہ پیدا کرنے کی سعی و تجسس میں مشغول رہی۔ غالباً اسی انحراف کی وجہ سے میر علی شیر 'قانع' نے شاہ کا عقیدت مند ہونے کے باوجود اپنی فارسی دانی کے طفیل شاہ کو اُمّی مشہور کیا۔ ممکن ہے کہ موصوف کے نزدیک یہ بھی ایک قسم کی عقیدت کا اظہار ہو، لیکن جہاں تک شاہ کے کلام کی معنویت اور فنی لوازمات کا سوال ہے، یہ بات بہرکیف تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ "قبول خاطر و لطف سخن خدادادست" کی شرط کے علاوہ بھی کچھ شعوری کوششیں ایسی ہیں جو شاعرانہ مزاج پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ کوششیں خواہ علم مجلسی کی ساختہ و پرداختہ ہوں یا باضابطہ حصول علم کی مرہون منت، بہرصورت ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ شاہ کے یہاں ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں ان علمی کوششوں کا عمل دخل نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے جو یقیناً علوم ظاہری اور کتاب زیست سے حاصل ہوئیں۔ رہا باطنی بصیرت کا معاملہ، تو اس کے لئے یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ "تا نہ بخشد خدائے بخشندہ"۔ اس کو خواہ کشف و کرامات پر محمول کیجئے، یا ایک بلند پایہ شاعر کا حسیاتی ردِعمل کہیے، معاملے کی اصل نوعیت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ خیال ہے کہ شاہ نے مروجہ علوم و فنون کو نہ صرف غور و فکر سے حاصل کیا تھا، بلکہ گہرائی اور گیرائی کے ساتھ ساتھ جدت طرازی کی پوری قدرت بھی حاصل کی تھی۔

جن دنوں شاہ حبیب کوٹری میں آکر آباد ہوئے، ان دنوں کوٹری (۲) میں مرزا مغل بیگ ارغون کا ایک معزز خاندان سکونت پذیر تھا۔ شاہ حبیب کی پاکبازی اور بزرگی نے مغل بیگ کو بہت متاثر کیا۔ کچھ دنوں بعد وہ اپنے پورے خاندان کے ساتھ شاہ حبیب کے مریدوں میں شامل ہوگیا۔ جب کبھی مرزا کے گھر میں کسی کو کوئی بیماری ہوتی، شاہ (حبیب) کو دعائے صحت کے لئے بلایا جاتا۔ گوکہ مرزا کے گھرانے میں سخت قسم کے پردے کا رواج تھا، لیکن شاہ حبیب کے لئے اس رسم کو بالکل

---

(۲) موجودہ کوٹری سے الگ یہ ایک چھوٹا قصبہ کوٹری مغل کے نام سے موجودہ بھٹ شاہ سے ۵ کوس پر آباد تھا جو اب ویران ہے۔

ختم کر دیا گیا تھا، گھر کی تمام مستورات بلا تکلف ان کے سامنے آ جاتیں، اور حسب ضرورت دعا تعویذ لے کر آنے والی بلاؤں کو ٹالتیں۔

ایک مرتبہ مرزا مغل بیگ کی نوجوان بیٹی بیمار ہوئی۔ حسب معمول شاہ حبیب کے پاس ملازم بھیجا گیا، لیکن چونکہ اتفاق سے شاہ حبیب کی طبیعت بھی کچھ ناساز تھی، اس لئے انہوں نے اپنے نوعمر بیٹے کو ملازم کے ساتھ روانہ کر دیا۔ مرزا پہلے تو بڑا چونکا، لیکن یہ سوچتے ہوئے کہ پیرومرشد کا فرزند ارجمند ہے، بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا، اور اپنے ساتھ زنانخانے میں لے گیا۔ نوجوان شاہ لطیف نے دفعتاً جب ایک حسین و جمیل دوشیزہ کو اپنے سامنے دیکھا، اور دونوں کی آنکھیں یک بیک ایک دوسرے کی طرف اٹھیں تو دونوں دلوں میں محبت کی آگ سلگ اٹھی، جس کا اندازہ فوراً مرزا کو ہوا، لیکن مصلحتاً اس وقت ٹال گیا۔ شاہ لطیف بادل نخواستہ دعائے خیر کر کے اپنے گھر چلے گئے، لیکن محبت کی وہ چنگاری جو قلب و نظر میں اتفاقیہ طور پر سلگ چکی تھی، بجھانے سے بھی نہ بجھی۔ ممکن ہے مرزا کی نوجوان صاحبزادی کا بھی کچھ ایسا ہی عالم رہا ہو، اور اسی وجہ سے مرزا کے شکوک و شبہات نے تشویشناک صورت اختیار کر کے شاہ حبیب کو ترک تعلق پر مجبور کر دیا ہو۔ بہرصورت جب شاہ حبیب تک یہ بات پہنچی تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ بیٹے کو سمجھایا بجھایا، لیکن کوئی قابل اطمینان نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ آخرکار آپ نے مجبوراً کوٹری چھوڑ کر کسی دوسری جگہ رہنا مناسب سمجھا۔

شاہ کے اس حادثۂ عشق کو کچھ اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب نوجوان دوشیزہ کی کلائی موصوف کے ہاتھ میں آئی تو آپ کی زبان سے بیساختہ یہ جملہ نکل گیا کہ ''جس کا ہاتھ سید کے ہاتھ میں آ جائے، پھر اس کے لئے درد دکھ کیسا!'' عام روایت ہے کہ یہی بات سن کر مرزا مغل بیگ بدظن ہوا، اور اس نے انتقاماً شاہ حبیب کو کوٹری سے جانے پر مجبور کیا۔ بہرطور واقعات خواہ کچھ بھی ہوں یہ حقیقت ہے کہ اس حادثے کا شاہ کی زندگی پر گہرا اثر پڑا۔ گھر بار چھوڑ کر انہوں نے دور دراز جنگلوں اور صحراؤں کا رخ کیا، متواتر تین سال تک دشت نوردی کی۔ اسی زمانے میں انہوں نے بعض اور علاقوں کی سیر کی، جس کا ذکر ان کے کلام میں جابجا نظر آتا ہے (۳)۔ مشہور ہے کہ جب آپ گھومتے پھرتے ٹھٹھہ میں آئے تو وہاں کے ایک عالم مخدوم علامہ محمد معینؒ (جو حضرت شاہ ابوالقاسم نقشبندیؒ کے خلیفہ تھے) سے ملاقات ہوئی۔ موصوف نے آپ کی وارفتگی کو دیکھتے ہوئے بیحد ہمدردی کا برتاؤ کیا، اور یہ کوشش کی کہ اپنے حسن سلوک سے کسی نہ کسی طرح ایک دکھی دل کو تسکین بہم پہنچائیں۔ موصوف کی دلجوئی سے شاہ کو بہت کچھ تسکین ہوئی۔ غالباً یہ مخدوم معین کی صحبت ہی کا اثر تھا کہ آپ

(۳) رک۔ تکملہ مقالات الشعراء، خلیل ٹھٹوی (حسام الدین ایڈیشن) و تحفۃ الکرام

میں از سرِ نو والدین کی خدمت اور عبادت و ریاضت کا جذبہ پیدا ہوا۔ یہ جذبہ شاہ کو پھر ان کے والدین کے پاس لے گیا، جنہوں نے شاہ کی واپسی پر دلی مسرت کا اظہار کیا، خاص طور پر شاہ حبیب کو تو اتنی خوشی ہوئی جیسے انہیں دوبارہ زندگی حاصل ہوئی ہو۔

شاہ کی واپسی کے کچھ عرصے بعد ہی 'دل' قبیلہ کے بعض سرکش افراد نے مرزا مغل بیگ کی حویلی پر حملہ کیا۔ یہ واقعہ 1713ء/1125ھ کا ہے۔ مرزا مغل بیگ کے خاندان میں جتنے بھی مرد تھے سب قتل کر دیئے گئے، صرف ایک نوعمر لڑکا اور عورتیں باقی رہ گئیں۔ اس لوٹ مار اور قتل و خون سے باقی ماندہ بے سروسامان مغل خواتین کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں وہم ہوگیا کہ یہ تباہی سیدوں کی ناراضگی اور بددعا کی وجہ سے ہوئی ہے۔ شاہ حبیب کی خدمت میں حاضر ہوکر سب نے دست بستہ معافی مانگی، اور سرپرستی فرمانے کی درخواست کی، ساتھ ہی مرزا مغل بیگ کی صاحبزادی کو شاہ لطیف کے نکاح میں دینے کا اقرار کیا۔ صاحبزادی کا نام سیّدہ تھا، جو پہلے ہی شاہ کی منظورِ نظر تھیں، جن کی خاطر آپ نے دشت نوردی اختیار کی تھی۔ شاہ حبیب نے سابقہ راہ و رسم کو مدنظر رکھتے ہوئے مغل خواتین کی ہر طرح مدد کی۔ شاہ لطیف کا عقد سیّدہ سے کر دیا گیا، موصوفہ کی خانگی تربیت کچھ ایسے ماحول میں ہوئی تھی کہ گھر گرہستی کے کاموں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتی تھیں۔ علاوہ ازیں عادات و خصائل کے اعتبار سے بھی قابلِ قدر تھیں، شادی کے بعد شاہ کے مریدان باصفا نے آپ کو ''تاج المخدرات'' کا لقب دیا۔

ازدواجی زندگی میں منسلک ہونے کے بعد، شاہ نے کوٹری سے چار پانچ کوس دور ایک پرفضا لیکن غیر آباد جگہ کو اپنا مسکن بنایا۔ اسی پرفضا جگہ کو اب تک ''بھٹ شاہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ جگہ اس زمانے میں چند اونچے اونچے ٹیلوں پر مشتمل تھی، شاہ نے اس کو ایک خوب صورت بستی میں تبدیل کرنے کی جدوجہد کی۔ پرخلوص مریدوں اور عقیدت مندوں نے آپ کا ہاتھ بٹایا، رفتہ رفتہ یہ چھوٹی سی بستی مرجع خاص و عام بن گئی۔ دور دراز علاقوں سے صدہا موسیقار، سنیاسی اور فقراء یہاں آنے جانے لگے، اور اس طرح اس کی شہرت کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔ شاہ عبداللطیف ابھی بھٹ کو آباد ہی کر رہے تھے کہ والد بزرگوار کی علالت کی خبر پہنچی، لیکن اس سے پہلے کہ آپ کوٹری پہنچیں، شاہ حبیب کا انتقال (1144ھ/1731ء) ہوگیا۔ والد کے انتقال نے شاہ کو کوٹری اور اس کے گرد و نواح سے بالکل بے نیاز کر دیا، شاہ حبیب کی تجہیز و تکفین بھی بھٹ شاہ میں ہوئی اور بعد میں شاہ کی مرضی کے مطابق خاندان کے باقی ماندہ افراد بھی مستقل طور پر وہیں آ گئے۔

بھٹ شاہ کو آباد ہوئے چند ہی سال گذرے تھے کہ شاہ لطیف کو پھر سیر و سفر کا شوق ہوا۔ مقدس مقامات کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوئے، لیکن نہ جانے کیوں اس ارادے کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے اور بھٹ شاہ واپس آ کر عبادت اور ریاضت میں منہمک ہو گئے۔ شاہ کا زیادہ وقت تنہائی میں گذرتا، غور و خوض کرنے کی عادت اوائل عمری ہی سے تھی، شعور کی پختگی اور بیشمار دنیاوی تجربات نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ شعر و سخن اور موسیقی سے جو تعلق خاطر تھا، اس نے عمر کے ساتھ ساتھ ترقی اور قبول خاطر حاصل کیا۔ اس شرف قبولیت کا اندازہ آپ کی زندگی کے آخری لمحات سے کیجئے۔ کہتے ہیں کہ وفات سے اکیس دن پہلے شاہ نے مکمل گوشہ نشینی اختیار کر لی، حتیٰ کہ خورد و نوشی سے بھی بالکل بے نیاز سے رہے۔ ایک دن غسل سے فارغ ہو کر اپنی چادر اوڑھی، عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں آئے، محفل سماع کے انعقاد کا اشارہ کیا اور خود مراقبہ فرمانے کے لئے حجرے میں تشریف لے گئے۔ مسلسل تین دن تک بڑے ذوق و شوق سے محفل سماع جاری رہی۔ آخر تیسرے دن جب چند عقیدت مند حجرے میں گئے اور قریب جا کر دیکھا تو شاہ لطیف کی روح لطیف قفسِ عنصری سے نہ جانے کب پرواز کر چکی ہے۔ یہ کسی کو بھی خبر نہ ہو سکی کہ ایسا کس وقت ہوا۔ عام مورخین و محققین تاریخ وفات، 14 صفر 1165ھ/1752ء بتاتے ہیں۔

1167ھ/1754ء میں غلام شاہ کلہوڑا نے اپنے والد نور محمد کلہوڑا کے حکم کے مطابق شاہ کے مزار پر ایک دیدہ زیب مقبرہ تیار کرایا، جو اب تک موجود ہے، اور سندھی فن تعمیر کا ایک شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ مقبرے کے صدر دروازے پر فارسی کے تاریخی قطع کندہ ہیں، جس میں سے یہ شعر ٹھٹھہ کے مشہور شاعر محمد پناہ رجا کا ہے۔

زد نعرہ درفراق، دگر کرد سینہ چاک
شد محو در مراقبہ جسم لطیف پاک
(1165ھ)

گفت ایں رجا مریدین ارتحال پیر
گردیدہ محو عشق وجود لطیف میر
(1165ھ)

شاہ کی سیرت کے متعلق سندھی، فارسی، انگریزی، ہندی اور اردو کے مختلف اہل قلم نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، مجموعی طور پر سب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ شاہ نہ صرف ایک بلند پایہ خدا رسیدہ

بزرگ تھے، بلکہ موصوف کی شاعرانہ حیثیت بھی شہرت دوام کی حامل ہے۔ بحیثیت ایک انسان کے شاہ انتہائی سادگی پسند، پاک طینت، سنجیدہ، بردبار، حلیم اور منکسر المزاج تھے۔ ہمدردی وایثار، بے لوث رواداری وسیع الخیالی، خوش آئند دوراندیشی، مشفقانہ رحمدلی اور ایسی ہی متعدد خوبیاں آپ کی سیرت کو ''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری'' کی حدوں سے ملاتی ہیں۔

شاہ کی نشو ونما اور ذہنی تربیت ایسے معزز گھرانے میں ہوئی جو ایک مدت سے علم وعرفان کی شمع روشن کیئے ہوئے تھے، اور جس کے علم وفضل کا چرچا دور دور تک تھا۔ آپ کے والد شاہ حبیب فرشتہ خصلت بزرگ تھے، قرب وجوار کے علاقوں میں بڑی عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ والدہ بھی عارفان کامل کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، اس لئے اوائل عمر ہی سے شاہ کی خداداد صلاحیتوں کو ابھرنے کا بہت اچھا موقع ملا۔ سن شعور کو پہنچتے پہنچتے وہ جو ہر قابل بھی نمایاں ہونے لگا جو شاعرانہ مزاج کو نئی تب وتاب عطا کرنے کیلئے قدرت کی طرف سے ودیعت کیا گیا تھا۔ پھر حادثہ عشق نے اس شاعرانہ مزاج کو جو سوز وساز بخشا، وہ بھی کسی نئے ذہنی انقلاب کا پیش خیمہ تھا۔ بیاباں در بیاباں گھومنا پھرنا، فطری مناظر کا بے محابا مشاہدہ کرنا، مختلف قسم کے تاریخی وغیر تاریخی مقامات کے آثار سے ذہنی عوامل کو روشناس کرانا، طرح طرح کے سادھو، سنیاسی، جوگی، فقیر، درویش، قلندر اور سیلانی موسیقاروں سے ملنا جلنا، ان کے عادات وخصائل کو بغور دیکھنا، اپنے ہم وطنوں اور دور دراز کے علاقوں میں بسنے والے لوگوں کے ثقافتی ورثے کا تجزیہ کرنا، اور پھر سنجیدگی سے اس کے حسن و ترتیب پر غور کرنا، غرض یہ کہ شاہ کی نوجوانی اور ابتدائی جوانی کچھ اس طرح سے گذری کہ پرشکوہ حویلیوں میں رہنے والوں سے لے کر بے سروسامان دشت نوردوں، مظلوم دہقانوں اور سادہ لوح محنت کشوں تک بہت سی ایسی منزلیں آئیں، جنہوں نے شاہ کی سیرت کو باطنی بصیرت، وجدانی معنویت اور روحانی کیفیات کے پراسرار رموز ونکات سمجھائے۔ ان ہی رموز ونکات کا کرشمہ تھا کہ عین عالمِ شباب میں جب شاہ نے ازدواجی زندگی میں قدم رکھا، تب بھی ایک ماورائی تشنگی نامعلوم آب حیات کی تلاش میں رہی۔ یہی تلاش شاہ کی انسان دوستی اور خداشناسی کا مظہر بنی، اور اسی تلاش و جستجو نے انہیں عام انسانی کمزوریوں سے بالاتر رکھا۔ بغض وحسد، حرص وہوا اور ظلم وتشدد وغیرہ سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہ تھا، بلکہ ایک لحاظ سے وہ بذات خود ایسی ایذا پسندی کے قائل تھے جو انسان کی مادہ پرستی کو کم سے کم کر کے روحانیت کی طرف رجوع کردے۔ مادی زندگی کا مقصد و مدعا ان کے نزدیک یہی تھا کہ وہ کسی اعلیٰ نصب العین کے حصول میں مددگار ومعاون ثابت ہو۔

شاہ کی سیرت کا اہم ترین پہلو ان کا صوفیانہ مسلک ہے۔ وہ قادری طریقے سے منسلک اور متبع شریعت بزرگ تھے، انسانیت کے درد سے آپ کو نوازا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر مذہب اور ہر فرقے کے لوگ آپ سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ قادریہ مسلک میں اگرچہ محفل سماع ممنوع ہے، لیکن شاہ کو موسیقی سے کچھ ایسا روحانی انس تھا کہ نہ صرف وادی سندھ کے مشہور و معروف موسیقار بلکہ شمالی ہند کے باکمال موسیقی نواز بھی اکثر ان کے یہاں آتے، اور محفل سماع کی دل آویزی بڑھاتے۔ چونکہ ایسی محفل سماع کا انعقاد اب عموماً چشتیہ طریقے کے بزرگوں میں ہوتا ہے، اس بناپر بعض مصنفین کے نزدیک شاہ صحیح معنی میں قادریہ سلسلے کے پیرو نہ تھے۔ شاہ کے والد بزرگوار ہر لحاظ سے اس مسلک کو اپنائے ہوئے تھے، شاہ نے بیعت بھی غالباً اپنے والد ہی کے ہاتھ پر کی تھی، اس لئے قادریہ طریقے کے بزرگ کہلائے۔

شاہ کو بعض نے اویسی طریقے سے منسلک بتایا ہے کیونکہ ظاہری طور پر وہ کسی شیخ سے بیعت نہیں تھے۔ اس مسلک کے متعلق شاہ نے مخدوم معین ٹھٹوی سے چند سوالات بھی کیئے تھے، جس کا مفصل جواب مخدوم معین نے ''رسالہ اویسیہ'' میں دیا ہے۔ یہ رسالہ درحقیقت شاہ کی تحریک ہی پر تصنیف کیا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف کو اویسی طریقے سے بھی تعلق تھا۔ بہرصورت متعدد ارباب فکر و نظر کے اقوال کو پیش نظر رکھتے ہوئے شاہ کے صوفیانہ مسلک کے بابت یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے رسمی طور پر کسی مسلک کو قبول نہ کیا تھا، بلکہ باطنی بصیرت، وجدانی کیفیات اور عملی جگر کاویوں سے ایک ایسے ہمہ گیر مسلک کی بناڈالی تھی جو فرقہ واریت اور محدود نظریات سے بالاتر ہے۔

شاہ کے مسلک و مذہب کا آئینہ دار خود ان کا کلام ہے۔ ان کا کلام جن اقدار اور رجحانات پر مشتمل ہے وہ ان کے پسندیدہ مسلک حیات کے آئینہ دار ہیں۔ شاہ کا وہ پسندیدہ مسلک حیات کیا تھا؟ اس کا تفصیلی ذکر آگے چل کر کیا جائے گا، مختصراً اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ شاہ کے متجسس قلب و نظر نے مطلوب حقیقی کو پانے کے لئے جو مسلک اپنایا وہ روحانی اہلیت کو حاصل کرنے کے لئے مادی اسباب کی نفی نہیں کرتا، اگرچہ ان کے نزدیک مادی زندگی بذات خود کوئی مقصود نہیں ہے، بلکہ ایک اعلیٰ نصب العین کے حصول کا ذریعہ ہے۔

شاہ اکثر اپنے عقیدت مندوں کو کم کھانے، کم سونے، کم بولنے، خودغرضی سے بچنے، دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے، سادہ پوشاک پہننے، راضی بہ رضا رہنے اور ذکر و فکر میں مشغول رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ آپ خود بھی ان اصولوں پر کاربند تھے۔ ظاہری عبادت کو ضروری سمجھتے تھے، لیکن

اس سے کہیں زیادہ ذاتی معاملہ فہمی اور باطنی بصیرت پر زور دیتے تھے، اس لئے کہ اگر انسان میں کسی نصب العین کو اپنانے کے لئے حقیقی جذب وشوق پیدا نہ ہو، تو ظاہری عبادت وریاضت سے زیادہ مفید نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ زعم پارسائی اور زہد وتقوی کا غرور آپ کے نزدیک بیحد معیوب تھا۔ جن عادات وخصائل کو برا سمجھتے تھے، ان کی نشاندہی بڑے موثر انداز میں اس طرح کر دیا کرتے تھے کہ دلی نفرت کا اظہار بھی ہو جاتا اور ساتھ ہی وہ حل بھی سامنے آجاتا جو انسانی جبلت کے لئے آسانی سے قابل قبول ہو۔ رحمدلی کا یہ عالم تھا کہ انسان تو انسان، پرندوں کو بھی ستانا یا ایذا پہنچانا انتہائی مذموم سمجھتے تھے۔ وسیع وعریض کائنات کے ذرے ذرے سے کچھ ایسی والہانہ رغبت تھی کہ ان کو دیکھ کر ایک خاص حسن ترتیب ان کے فکر وفن میں بھی پیدا ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ کے کلام میں بے شمار ایسی چیزوں کا ذکر ملتا ہے جن کو دنیا کے باکمال شاعروں نے درخور اعتنا نہ سمجھا۔

سماجی پس منظر

شاہ لطیف کے زمانے میں سندھ کے سماجی حالات کس قسم کے تھے؟ اس سوال کا قابل اطمینان جواب تو ہمیں شاہ کے کلام سے بھی مل سکتا ہے، لیکن شاعرانہ انداز بیان اور غیر مربوط سماجی عوامل کو یکجا کرنا کافی حد تک دشوار ہے۔ دشوار اس لئے کہ شاہ کو اس دور کے سماجی حالات نے وقتاً فوقتاً جس طرح متاثر کیا، اور اس تاثر کو شاہ کے قلب ونظر نے شاعرانہ طور پر جس جس طریقے سے خارجی وداخلی محرکات کا اتصال سمجھا، اس کا سراغ لگانا بذات خود ایک قسم کا تخلیقی کام ہے۔ یہ عمل بالکل اسی قسم کا ہے، جیسے کوئی شخص بیچ تلاب میں کھڑا ہو کر چھوٹی بڑی پھیلتی ہوئی لہروں کو سمیٹنے کی کوشش کرے۔

ڈاکٹر سورلے نے سندھ کی سماجی زندگی کی نوعیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ:......

"The life of Sind was like a pool into which from time to time a pebble is thrown from outside. There are few ripples after the splash and then all is still once more."

ڈاکٹر سورلے۔ نے یہ بات سندھ کی اس سماجی زندگی کے متعلق کہی ہے، جو شاہ کے زمانے سے عبارت ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سندھ میں سلاطین مغلیہ کا اقبال اپنی انتہا کو پہنچ کر روبزوال تھا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ بلند اقبالی کلہوڑا خاندان کے شہریاروں کی طرف رجوع ہوگئی تھی۔ جاگیرداری، زمینداری اور پیری مریدی اس دور کے سماجی عوامل تھے۔ جاگیرداری کے مستحق وہ لوگ ہوتے تھے، جن کا تعلق یا تو سرکش قبائل سے ہوتا تھا یا وہ افراد جو فوجی کارناموں کی بدولت اجتماعی

زندگی پر حاوی ہو گئے تھے۔ بیشتر مثالیں ان مصاحبین کی ہیں جنہیں دربارداری کے طفیل بیش قیمت جاگیریں عطا ہوئی تھیں۔ تاجداروں کی خوشنودی مزاج کا صلہ دو ہی طریقوں سے ملتا تھا۔ پہلی صورت میں انعام واکرام سے نوازا جاتا اور دوسری صورت میں جاگیریں عطا کر دی جاتیں۔ جاگیریں ہر قسم کی محصولات سے مستثنیٰ رہتیں۔ بالفاظ دیگر ہر جاگیردار اپنے علاقے کا خودمختار فرماں روا ہوتا۔ اس پر اگر برائے نام کسی کی بالادستی تھی تو اس سلطان کی جو تخت دلّی پر رونق افروز ہوتا۔ یا کسی قدر اس گورنر کی جو علاقائی طور پر مقرر کیا جاتا۔ جاگیرداروں کی عادات و خصائل ان ہی سانچوں میں ڈھلی ہوئی تھیں، جن کا اطلاق سلاطین وقت پر ہوتا تھا۔ عالیشان حویلیوں میں رہنا، گھوڑوں اور اونٹوں کا رکھنا، سیر و شکار اور خانگی عیش و عشرت میں وقت صرف کرنا، غریب اور پس ماندہ عوام کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنا، خوشامدی مصاحبین، جن میں موسیقار، لطیفہ گو، جی حضوری کرنے والے اور اسی قبیل کے دیگر افراد اپنے گرد جمع رکھنا، ان کی جولانی طبع سے محظوظ ہونا، اور حسب دلخواہ انعام و اکرام سے نواز دینا، یہ اور اسی قسم کی بہت سی چھوٹی بڑی عیش پسندیوں سے اس دور کا جاگیردارانہ و نیم جاگیردارانہ سماج عبارت تھا۔ جاگیرداروں کے علاوہ وہ زمیندار بھی تھے، جن کو زمین کچھ معاوضے پر دی جاتی۔ یہ معاوضہ سالانہ مال گذاری کے طور پر لیا جاتا۔ زمینداروں کی مزاجی کیفیات بھی ایک حد تک جاگیرداروں سے ملتی جلتی تھیں۔

جاگیرداری اور زمینداری کے بعد پیری مریدی کا نمبر آتا ہے۔ جیسا کہ میں تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھ چکا ہوں کہ سندھ میں اسلامی عہد کے ابتدائی زمانے ہی سے عربی و عجمی ممالک کے برگزیدہ و صاحب کشف و کرامات بزرگ آباد ہو گئے تھے۔ اس قسم کے بزرگوں میں زیادہ تعداد سیدوں کی تھی۔ چنانچہ شاہ لطیفؒ کے آباواجداد کا تعلق بھی ہرات کے ایک سید خاندان سے تھا۔

سید خاندان کے بزرگوں کو زیرین سندھ میں خصوصاً بڑا عروج حاصل ہوا۔ رفتہ رفتہ ان کا اثر بالائی سندھ پر بھی پڑا، اور اس طرح پورے سندھ میں ان کی بزرگی اور برتری کا چرچا ہونے لگا۔ سندھ میں سید خاندانوں کو جو عزت حاصل ہوئی وہ کچھ تو حکمراں طبقے کی سرپرستی کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ ان کے بیشتر افراد شخصی طور پر عبادت و ریاضت، علم و حکمت اور اپنے اخلاق و عادات میں ایک خاص امتیاز رکھتے تھے۔

چوتھی صدی ہجری سے بعد کی چند صدیوں تک جو سادات کرام سندھ میں آئے، ان کی حیثیت اولیائے کرام اور بزرگان دین کی تھی، لیکن بعد کو امتداد زمانہ یا بالفاظ دیگر سیاسی اور سماجی

تبدیلیوں کی وجہ سے بیشتر سیدوں میں رفتہ رفتہ وہ روحانیت کم ہوگئی جس کے لئے انہیں واجب الاحترام سمجھا جاتا تھا۔ عوام الناس ان کی رسمی دینداری کے بدستور گرویدہ رہے، لیکن وہ اعلیٰ خوبیاں جن کے لئے انہیں پیرومرشد تسلیم کیا جاتا تھا، دنیاوی حرص وہوس کا روپ دھارنے لگیں یا حصول عیش اور سطحی نام ونمود کا ذریعہ بن گئیں۔

شاہ لطیف کے زمانے میں بڑے بڑے جاگیرداروں اور زمینداروں کے علاوہ سیدوں، پیروں، نام نہاد صوفیوں اور قلندروں کا سندھ کی سماجی زندگی پر پورا اثر تھا، اور اس تعلق اور اثر کی نوعیت ایک طرح مذہبی برتری کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس دور کے اکثر پیر یہ خواہش رکھتے تھے کہ ان کے مریدوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جائے، اور وہ اپنے مریدوں سے نہ صرف نذر ونیاز کے طور پر بہت سے فائدے حاصل کریں بلکہ اپنی مرضی کے مطابق انہیں استعمال بھی کریں۔ ایک پیر دوسرے پیر کی مخالفت کرتا، اور اپنے مریدوں کے ذریعے اسے نیچا دکھانا باعث فخر سمجھتا تھا۔ اس قسم کی مخالفتوں کا سامنا خود شاہ کو بھی کرنا پڑا۔ حالانکہ ان کی عام روش پیروں، فقیروں اور صوفیوں سے بالکل الگ تھی۔ شاہ نے اپنے کلام میں کئی جگہ ان نام نہاد پیروں کی سطحی زندگی پر تنقید کی ہے، جو پس ماندہ، غریب اور سادہ لوح عوام کو واہام پرستی کا شکار کر کے اپنے مفادات حاصل کرتے تھے۔

شاہ کے زمانے میں برصغیر کے دوسرے علاقوں کی طرح سندھ بھی زرعی معیشت پر اپنے سماج کی بنیادیں استوار کئے ہوئے تھا۔ زیادہ آبادی دیہی علاقوں سے تعلق رکھتی تھی، جو کسانوں، چرواہوں، چھوٹے دکانداروں، مچھیروں اور مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے پس ماندہ افراد پر مشتمل تھی۔ شاہ کے کلام میں ان مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا ذکر ملتا ہے۔ یہ ذکر ان عادات وخصائل اور پیشہ ورانہ لوازمات کے ساتھ جو بنیادی طور پر کسی خاص پیشے کے لوگوں کے ساتھ منسوب ہیں، مثلاً جہاں کہیں شاہ نے لہاروں کا ذکر کیا ہے، وہاں دھونکنی، ہتھوڑا، بھٹی اور سندان وغیرہ کی نشان دہی بھی کی ہے، اسی طرح اور جتنے پیشوں کے لوگ شاہ کے کلام میں پیش کئے گئے ہیں ان سب کی تفصیل موجود ہے۔

سندھ کے دیہی علاقوں کے پس ماندہ عوام سماجی طور پر طرح طرح کی مجبوریوں کا شکار تھے، لیکن پھر بھی مذہبی اقدار کا ان کو اتنا لحاظ تھا کہ روایتی طور پر ان تمام رسم ورواج کی پابندی کرتے تھے، جو ان کے آباواجداد سے انہیں ورثے میں ملے تھے، یا ان کے پیرومرشد نے انہیں سکھائے تھے۔ مثلاً شرعی فرائض کے علاوہ مزاروں پر پھولوں اور موتیوں کی چادریں چڑھانا، پیر کے ہر حکم کو

تہہ دل سے ماننا، دعا، تعویذ اور نذر و نیاز کی برکتوں پر ایمان رکھنا، نیز ہر قسم کی صعوبتیں محض اس لئے گوارا کر لینا کہ ان کے خلاف کوئی آواز اٹھانا پیر و مرشد کے ناخوش کرنے کے مصداق ہے۔ وہ بڑی خوشی سے ایک طرف تو زمینداروں اور جاگیرداروں کے عیش و عشرت کے لئے سخت سے سخت محنت برداشت کر لیتے تھے۔ اور دوسری طرف اپنی قلیل آمدنی میں سے زیادہ تر اپنے پیر کی نذر بھی کرتے تھے۔

تجارت زیادہ تر ہندوؤں کے لئے مخصوص تھی، دیہی علاقوں کی چھوٹی چھوٹی دکانوں سے لے کر شہر کی بڑی بڑی دکانوں تک وہ بڑے سلیقے اور میل ملاپ سے کاروباری فرائض انجام دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سندھ کی تجارتی ترقی پر ان کا قبضہ رہا۔

ہندوؤں کے مذہبی و معاشرتی رسم و رواج مسلمانوں سے کافی حد تک مختلف تھے، تاہم سندھ کے ہندوؤں کی یہ ایک نمایاں خصوصیت تھی کہ وہ برصغیر کے دوسرے علاقوں کے ہندوؤں کی طرح چھوت چھات کے اتنے قائل نہ تھے، اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ کافی حد تک رواداری پر مبنی تھا۔ مسلمان پیروں فقیروں سے انہیں کچھ ایسی ہی عقیدت تھی جیسی مسلمانوں کو۔ ساتھ ہی وہ ان سادھوؤں، بھگتوں اور ملنگوں سے بھی بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے جو شمالی ہند اور دوسرے دور دراز علاقوں سے سندھ میں آیا کرتے تھے۔ شاید اسی وجہ سے جوگ اور بھگتی وغیرہ کی تحریکیں سندھ میں کافی مقبول ہوئیں۔

سندھ کی قدیم سماجی زندگی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس پر "بودھ مذہب" کا اثر و نفوذ کچھ اتنا زیادہ تھا کہ صدیوں تک سماجی عوامل کی اساس بودھ مذہب ہی کی تعلیمات پر رہی۔ بودھ مت کے بعد کی مذہبی تحریکوں کا اثر سندھ نے کچھ کم ہی قبول کیا ہے، البتہ اسلامی تعلیمات کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سندھ نے نہ صرف برصغیر میں انہیں سب سے پہلے اپنایا بلکہ ترقی و ترویج میں بھی نمایاں حصہ لیا۔

سندھ میں صوفیائے کرام کی آمد اور متصوفانہ نظریات کی ترقی و توسیع نے روح اسلامی کو ایک نئے رنگ میں پیش کیا، جس کی مقبولیت کا اندازہ کرنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ سندھ میں تصوف کا عمل دخل کچھ اس طرح رہا ہے کہ دیہی علاقوں کے سادہ لوح محنت کشوں سے لے کر اونچی حویلیوں میں رہنے والوں تک نے اسے تہہ دل سے قبول کیا۔

اس قبولیت میں ہندو، مسلمان) برابر کے شریک تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ ہندو اسے اپنے

مذہبی مزاج کے قریب تر لانے کی کوشش کرتے تھے، اور مسلمان اپنے مذہبی اقدار کے مطابق اسے اپنانا چاہتے تھے۔ عبادت وریاضت کے علاوہ زندگی کے اور تمام شعبوں میں ہندو اور مسلمانوں میں کوئی ایسا نظریاتی فرق وامتیاز نہ تھا جو کسی قسم کے مذہبی تعصب کو ہوا دے۔ شاید اسی وجہ سے ڈاکٹر برنس (Dr: Burnes) نے سندھ کے متعلق کہا تھا۔

"There is no Country in Asia or rather on earth that is so perfectly priest-ridden."

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں شاہ نے اپنے کلام میں مختلف پیشوں کے افراد کا ذکر کیا ہے۔ ان افراد اور ان کی پیشہ ورانہ محنت ومشقت سے شاہ نے روحانی رموز ونکات کے طور پر جو کام لیا ہے، اس سے قطع نظر ایک بڑی کام کی بات یہ بھی ہے کہ اس دور کے معاشرتی عوامل کا بہت کچھ علم ہو جاتا ہے۔ مثلاً بحری مسافروں، ملاحوں اور ماہی گیروں سے تعلق رکھنے والی بادبانی کشتیوں اور ان کشتیوں کے مختلف حصوں جیسے چپو، رسیاں، کیلے، بادبان وغیرہ کا استعمال؛ بحری مسافروں اور ملاحوں کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ان کے گھر والوں کی منت وسماجت، پھر واپسی تک انتظار کی بیچینی، واپس آنے کے بعد گھر والوں کی خوشی، مختلف طریقوں سے اس خوشی کا اظہار، لیکن ساتھ ہی یہ فکر بھی کہ انہیں دوبارہ سفر پر روانہ ہونا ہے: ان لوہاروں کی پیشہ ورانہ مصروفیات جو کسانوں اور دوسرے محنت کشوں کے لئے مختلف اوزار بنایا کرتے تھے: ان چرخا کاتنے والیوں، کپڑا بننے والوں اور سوت کا کاروبار کرنے والوں کی کاروباری اور نجی زندگیوں کا عکس جو سندھ کی محدود زرعی معیشت اور سندھی معاشرت میں شامل تھے؛ ان خانہ بدوش چرواہوں اور کاشتکاروں کی جھونپڑوں میں بسر ہونے والی زندگی جو بے سروسامانی اور خشک سالی کے زمانے میں بھی ہمت نہ ہارتے تھے، ہر قسم کی مصیبتوں کو ہنستے کھیلتے برداشت کرتے رہتے تھے، برسات ہونے سے پہلے ان کی پر امید دعائیں اور برسات کے بعد امنگوں، آرزوؤں اور فطری مسرتوں کا جوش جو سارے دکھ درد دور کر دیتا تھا: ان گداگروں اور سیلانی موسیقاروں کی زندگی کا حال جو بستی بستی گھومتے پھرتے، ان سادھوں، سنیاسیوں، جوگیوں ور ملنگوں وغیرہ کا بیان جو بستیوں سے دور بیابانوں میں دھونیاں رما کے، بھبھوت ملتے، سنکھ بجاتے اور مختلف تیرتھوں کی طرف رواں دواں رہتے: ان قلندروں، ملنگوں، فقیروں اور مستوں کا نمائشی پندار جو سادہ لوح عوام کو اپنی عجیب وغریب حرکات سے متاثر کر لیتے تھے، اور اس طرح ان کی ضعیف الاعتقادی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے رہتے تھے: ان مرشدوں، پیروں اور خدا رسیدہ بزرگوں کا احترام جو دنیاوی حرص وہوا سے بے نیاز ہو کر علم وعرفان کی تلقین کرتے اور اپنے عقیدتمندوں کو اعلیٰ اخلاقی اصولوں کی تعلیم دیتے، وغیرہ وغیرہ۔

شاہ نے جن عشقیہ داستانوں کو منظوم کیا ہے، ان سے وادی سندھ کی سماجی زندگی کے بہت سے نمایاں پہلو ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً سسی پنوں کی کہانی میں سندھ اور بلوچستان کے علاقوں میں تیز رفتار اونٹوں پر سفر کرنے والے کارواں اور ان کی منزلیں، اونٹوں کی سجاوٹ اور سار بانوں کی وضع قطع، مشک و عنبیر اور دوسرے تجارتی سامان جن کی تجارت کے لئے بلوچستان کے پہاڑی علاقوں کے تاجر سندھ میں آیا کرتے تھے؛ نوری و جام تماچی کی داستان میں ایک طرف حکمراں طبقے کی جاہ و حشمت کا عکس اور دوسری طرف غریب ماہی گیروں کی پس ماندہ اور غلیظ زندگی کی مختلف تصویریں؛ عمر و ماروی کے قصے میں برسر اقتدار کی تعیش پسندی اور ماروی کی ایثار پسندی، عفت اور اس عمدگی سے کہ ملیر کے سبزہ زاروں میں بسنے والے ماروؤں کی رنگا رنگ زندگی سے لے کر عمر کوٹ کے شاہی قلعے تک کا سماجی پس منظر اجاگر ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

شاہ نے اپنے کلام میں سندھ کے جن سماجی عوامل کی عکاسی کی ہے ان کے لئے انہیں زیادہ تر اپنے مشاہدات پر بھروسا کرنا پڑا۔ علاوہ ازیں انہوں نے کچھ مواد سابق داستانوں اور دیگر ثقافتی روایات سے بھی حاصل کیا۔ ساتھ ہی مذہبی نقطۂ نظر سے ہندو اور مسلمانوں کے عقائد اور فرائض کو نظر میں رکھتے ہوئے ایک ایسے مسلک کو عوام الناس میں پھیلانے کی والہانہ کوشش کی جو اعلیٰ اخلاقی اقدار کا سرچشمہ ہو، اور پوری نوع انسانی کی محبت و اخوت کا مبلغ ہو۔ اس لحاظ سے شاہ ایک ایسے آفاقی نظام حیات کے داعی ہیں جو کسی خاص خطۂ زمین تک محدود نہ ہو۔ جیسا کہ ڈاکٹر سورلے نے لکھا ہے۔

> "He is the real jewel of the Kalhora age. He has written poetry that deserves a wider public than it has yet attracted. His life is an epitome of the age in which he lived and of the rural circumstances of the people amongst whom he dwelt. The fact that since his poetry was composed, it has retained its universal appeal, proves that the spontaneity of his message lies deep in the hearts of all classes of Sind".

شاہ کے متصوفانہ نظریات اور تاریخی پس منظر

اس بات سے تو سبھی کو اتفاق ہے کہ شاہ لطیف کے کلام میں تصوف کا عمل دخل بنیادی حیثیت رکھتا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ اس حیثیت میں صرف روایتی بازگشت ہے یا کچھ ایسے محرکات بھی ہیں جو صرف شاہ کے لئے مخصوص ہیں۔ زمان و مکان کے تعینات پیش نظر رکھتے ہوئے، اگر کچھ کہا جائے تو

یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کی عمر کا بیشتر حصہ سندھ اور اس کے گرد و نواح میں گذرا اور اس طرح زندگی کے قریب قریب 63 سال (1689ء تا 1752ء) پورے ہو گئے۔ لیکن صرف اتنا کہہ دینے سے کوئی خاص ایسی بات پیدا نہیں ہوتی جو شاہ کے کلام میں تصوف کی گہرائی اور گیرائی کی چھان بین میں کچھ مدد دے سکے۔ عرفی نے صحیح کہا ہے:

ہر کس نشناسندۂ رازست وگرنہ

اینہا ہمہ رازست کہ معلوم عوام ست

شاہ نے ایک صوفی منش گھرانے میں آنکھ کھولی۔ تصوف پسند ماحول میں پروان چڑھے، گوشہ نشین عارفوں اور چلتے پھرتے سالکوں کے ہم صحبت رہے، حال و قال اور شعر و نغمہ کی محفلوں سے لطف اندوز ہوئے، جنگل جنگل، صحرا صحرا، وادی وادی، بستی بستی گھومے پھرے اور صحیفۂ قدرت کے بکھرے ہوئے اوراق کا عمیق مطالعہ کیا۔ لیکن ان سب عوامل سے بڑھ کر شاہ کی تصوف پسندی میں جو شاعرانہ حیاتی عمل بنیادی محرک کی حیثیت رکھتا ہے، وہ ہے غالبًا نوجوانی کا ایک حادثۂ عشق۔ اس حادثۂ عشق کی پہلی شکست اور دوسری فتح کے درمیان احساس محرومی کی ایذا پسندی، روحانی ماورائیت اور پراسرار تلاش و تجسس کے جو مرحلے درپیش آئے، انہیں کی خیالی بازگشت سے شاہ کی شاعرانہ تصوف پسندی عبارت ہے اور وہی خیالی بازگشت نت نئے روپ میں ان کے وجدانی کلام کو حقیقی سوز و گداز عطا کرتی ہے۔

مجھے یہ تسلیم ہے کہ شاہ نے زندگی کے قریب قریب آخری چالیس سال اپنی بسائی ہوئی سادہ پرکیف بستی (بھٹ شاہ) میں بظاہر بڑے متوازن طریقے پر گذارے، لیکن اس زندگی میں جو والہانہ سوز و ساز شامل رہا، اس کی مثالیں دوسرے صوفی شعراء کے یہاں کچھ کم ہی ملتی ہیں۔

زندگی صرف ظاہری حرکات و سکنات ہی کا نام تو نہیں، محشر خیال کی جست و خیز اور خوب سے خوب تر کی جستجو بھی اس معمورۂ ہستی میں برابر کی شریک ہے۔

ڈین انج (Dean Inge) کا کہنا ہے کہ تصوف ہر مذہب کے خام مواد کا ایک حصہ ہے۔

(Mysticism is a part for the raw mateial of every religion)

اس خام مواد کا سراغ تمام الہامی کتابوں میں بھی ملتا ہے، اور ان معجزات و کشف و کرامات میں بھی جو مذہبی پیشواؤں اور خدارسیدہ بزرگوں سے منسوب ہیں۔ شاہ کی عملی زندگی سے بہت سی ایسی کرامات وابستہ کی جاتی ہیں جو ان کے فوق البشر ہونے کے جواز میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ سر دست مجھے ان کرامات کے صحیح یا غلط ہونے سے سروکار نہیں۔ بعض انسان حقیقت سے زیادہ دلچسپ

ہوا کرتے ہیں۔ فی الحال ایسے ہی دلچسپ افسانوں کے مجموعی تاثر سے میں نے شاہ کے متعلق یہ رائے قائم کی ہے کہ تصوف شاہ اور شاہ کے عارفانہ کلام کے لئے باعث فخر نہیں، بلکہ شاہ اور شاہ کا کلام تصوف کے لئے باعث فخر ہیں۔ شاہ کے کلام میں کوئی روحانی ماورائیت اس طرح ضوفشاں ہے، جیسے چاند رنگارنگ بادلوں سے گذر رہا ہو اور اس نے انہیں اپنے پرتو سے سحر انگیز بنا دیا ہو۔ یہ ضروری ہے کہ شاہ کے کلام کو پوری طرح سمجھنے کے لئے دیگر مذاہب کے متصوفانہ نظریات کا عموماً اور اسلامی تصوف کا خصوصاً گہرا مطالعہ کیا جائے۔

اسلامی تصوف کا ماخذ قرآن کریم اور رسول خدا کے اسوۂ حسنہ کو قرار دیا جاتا ہے، اور یہ بات کافی حد تک قابل قبول بھی ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں جا بجا اس قسم کے اشارات موجود ہیں، جن میں تزکیۂ نفس اور باطنی بصیرت کی تلقین ہے۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال کی محققانہ رائے یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں متصوفانہ نظریۂ حیات کے اشارات موجود ہیں، لیکن عربوں کی خالص عملی ذہانت کے سبب وہ اشارات و نظریات نشوونما حاصل کر کے بار آور ثابت نہ ہو سکے۔ اسی ضمن میں پروفیسر نکلسن کی رائے یہ ہے کہ اسلام سے پہلے بھی عرب ممالک میں عیسائیت، مجوسیت اور نوفلاطونیت کے روحانی نظریات نے مل جل کر کچھ ایسی فضا تیار کی تھی جو تصوف کے لئے سازگار ہو سکتی تھی، وقتی طور پر اسلام کے سیاسی غلبے سے وہ رجحانات کچھ دب گئے، اور اسلام کی بہت سی ظاہری پابندیوں کے متحمل نہ ہو سکے اور درون پردہ صدائے احتجاج بلند کرتے رہے۔

پانچویں اور چھٹی صدی ہجری نہ صرف برصغیر کے شمال مغربی علاقے پر اسلامی اقتدار کے لئے اہمیت رکھتی ہے، بلکہ اس لئے بھی زیادہ اہم ہے کہ حضرت عثمان ہارونی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، داتا گنج بخش اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہ نے فیض روحانی سے وہ دلکش فضا پیدا کی جو سلاطین وقت سے کسی عنوان نہ پیدا ہو سکی۔

برصغیر میں ان بزرگوں کی آمد سے پہلے ہی زیریں سندھ کے سیوستانی علاقے میں مکی سیدوں کے کچھ خاندان آباد تھے۔ ان خاندانوں کے سربراہ کے متعلق 'تحفۃ الکرام' کے مصنف میر علی شیر قانع کا کہنا یہ ہے کہ "سب سے پہلے سید جو یہاں آ کر آباد ہوئے وہ سید علی بن سید عباس تھے"۔ سید علی کے سندھ میں آباد ہونے کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کا آخری زمانہ ہے۔ موصوف کے چار بیٹے تھے، جن سے یہ خاندان پھلا پھولا۔ سب سے بڑے بیٹے سید محمد تھے، جن کے فرزند ارجمند سید صدر الدین شاہ صدر کے نام سے مشہور ہوئے۔

وادی سندھ میں سلطنتِ غزنویہ کے زوال سے پہلے ہی مختلف علاقے خودمختار ہو گئے تھے۔

سندھ کے بعض علاقوں میں اس وقت سومرہ سرداروں کی حکومت تھی۔ سومرہ خاندان کے زوال کے بعد سمہ خاندان کے سرداروں کو عروج حاصل ہوا۔ اسی زمانے میں ٹھٹھ کو ایک علمی اور ادبی شہر کی حیثیت سے تاریخی اہمیت حاصل ہوئی۔ سمہ خاندان کے زوال کے بعد شاہ بیگ ارغون کے ہاتھوں ارغون حکومت کا عروج ہوا، ارغونون کے بعد ترخان حکمران زور پکڑ گئے۔ شاہ بیگ ارغون نے جس وقت ٹھٹھ پر حملہ کیا تھا، اس وقت وہاں ''قاضی قاضن'' جیسے صاحب کمال بھی موجود تھے، یہ وہی قاضی قاضن ہیں جن کو سندھی شاعری کا ایک پیشرو مانا جاتا ہے۔ قاضی صاحب مہدوی تحریک کے پرجوش حامی تھے۔ انہیں تصوف پسندی کا چسکا سید محمد مہدی جونپوری کے مریدوں میں شامل ہونے سے لگا۔ سندھ میں فارسی زبان اورادب کا دور دورہ تھا، لیکن قاضی صاحب نے سندھی زبان میں اپنے دوہے ترتیب دیئے۔

ترخان حکمرانوں کے زوال نے کلہوڑا خاندان کو عروج بخشا۔ یہ زمانہ مغلیہ سلطنت کے آخری فرمان رواؤں کا تھا۔ اسی عہد میں شاہ عنایت اور شاہ لطیف جیسے بلند پایہ صوفی شاعر پیدا ہوئے۔

اکبر اعظم کے عہد میں سندھ کو سلطنت مغلیہ کا ایک حصہ بنالیا گیا تھا۔ شروع شروع میں عبدالرحیم خانخانان کے توسل سے جو سندھ کا فاتح تھا شمالی ہند کے ہندو بھگتوں اور صوفی شعرا کا کلام سندھ میں اور بھی مقبول ہوا۔ سندھ کے مختلف سید خاندان پہلے ہی سے علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے۔ شاہ لطیف کے جدامجد شاہ کریم کا زمانہ اکبر اعظم کے عروج کا زمانہ تھا۔

سندھ کے قدیم تاریخی شواہد سے پتا چلتا ہے کہ ٹھٹھ اور اس کے گرد ونواح کے علاقے صوفیائے کرام اور صاحب علم بزرگوں کی وجہ سے سارے ہندوستان میں مشہور ہو گئے۔ سندھی، عربی اور فارسی کے قدیم قلمی نسخے تحفۃ الکرام، تحفۃ الطاہرین، معیار سالکان طریقت اور حدیقۃ الاولیاء وغیرہ سے بخوبی یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اہل سندھ اسلامی ثقافت اور تصوف کی ترقی وترویج میں نمایاں حصہ لیتے تھے۔

شاہ لطیف کی پیدائش اورنگزیب کے آخر زمانے میں ہوئی، جب کہ سندھ میں کلہوڑوں کی حکومت تھی۔ کلہوڑا خاندان کے افراد پیری مریدی کے طفیل ترقی پذیر ہوئے تھے۔ یار محمد کلہوڑا نے اپنے لاتعداد مریدوں ہی کے بل بوتے پر اقتدار حاصل کیا تھا۔ لہٰذا اسے ایسے نیک سیرت بزرگوں اور صوفیائے کرام سے بڑا خطرہ رہتا تھا جو کسی عنوان اس کے حریف ثابت ہوں۔

یار محمد کلہوڑا کی وفات کے بعد 1719ء میں نور محمد کلہوڑا اس کا جانشین ہوا۔ اس زمانے میں ہالا کے مخدوم خاندان کے پیروں کا بڑا نام تھا۔ نور محمد کلہوڑا نے ان کی کڑی نگرانی کی۔ ان ہی دنوں

شاہ لطیف نے بھٹ میں ایک روحانی مرکز قائم کیا۔ نور محمد کلھوڑا کو شاہ لطیف کی طرف سے بھی خطرہ رہتا تھا، اس لئے کئی مرتبہ یہ کوشش کی کہ انہیں ہمیشہ کیلئے ختم کروادیا جائے؛ دھوکے سے زہر دلوانے، بدلگام گھوڑے پر سوار کرانے اور دوسری جان لیوا سازشوں سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے۔

شاہ لطیف کی پیدائش سے وفات تک (1689ء سے 1752ء) کا زمانہ نہ صرف سندھ کی تاریخ میں بدحالی کا زمانہ ہے، بلکہ اس سے برصغیر کا گوشہ گوشہ متاثر ہوا ہے۔ نادر شاہ درانی کا خوفناک حملہ، ملکی سیاست میں مغربی اقوام کی بیجا مداخلت، مقامی حکمرانوں کی خانہ جنگی، سلطنت مغلیہ کی زوال پذیری، یہ اور ایسے ہی بہت سے تاریخی واقعات ہیں جنہوں نے پورے ملک کے سیاسی وسماجی حالات کو کچھ سے کچھ بنادیا۔ لیکن جہاں تک سندھ کی ثقافتی حیثیت کا تعلق ہے اس سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس افراتفری اور لوٹ مار کے دور میں بھی سندھ کے نامور ارباب ادب اور صاحب کمال بزرگ بڑی خاموشی سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ شاہ لطیف کے ہمعصروں میں کئی ایسے دانائے روزگار اور اہل بصیرت ملتے ہیں جن کے کارنامے سندھ کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ شاہ عنایت اللہ، مخدوم محمد معین ٹھٹوی، مخدوم محمد ہاشم، مخدوم عبداللہ، مخدوم ضیاء الدین اور علی شیر قانع وغیرہ کا شمار ان ہی مشہور ہستیوں میں کیا جاتا ہے، جنہوں نے ثقافت اسلامی کو نمایاں کرنے میں بڑی جگر کاوی کا ثبوت دیا ہے۔ مخدوم محمد ہاشم قریب قریب تین سو سندھی، عربی اور فارسی کتابوں کے مصنف تھے۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ شاہ کے کلام میں تصوف پسندی کو بڑا دخل ہے۔ شاہ کی تصوف پسندی نہ صرف ان کے صوفی آباواجداد سے وراثتاً ان تک پہنچی، بلکہ ان کی اپنی افتادطبع، سندھ کے تصوف پسند ماحول، صوفی منش بزرگوں کی صحبت اور سماجی وسیاسی افراتفری نے اسے شعوری پختگی عطا کردی۔

سندھ میں سلسلۂ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ، اور سلسلۂ سہروردیہ کے بزرگوں کا ایک سلسلہ لامتناہی سا پھیلا ہوا تھا۔ ان بزرگوں کے عادات وخصائل اور طور وطریق نے شاہ کی متصوفانہ طبیعت پر گہرا اثر ڈالا۔ ساتھ ہی ان ہندو جوگیوں، بھگتوں اور سادھوؤں سنتوں نے بھی خاصا متاثر کیا جو صحرانوردی یا گوشہ گیری کو ترجیح دیتے تھے۔ کوٹری کے ایک ہندو بھگت مدن سے جو ایک خوش گفتار شاعر بھی تھے شاہ کی ملاقات اکثر وبیشتر ہوتی رہتی تھی۔

مولانا رومی کی مثنوی سے شاہ کی دلی عقیدت اسلامی تصوف سے گہری دلچسپی ظاہر کرتی ہے۔

فارسی کے شعرا میں مولانائے روم ہی کے کلام کو وہ درجہ حاصل ہے، جس کے لئے "ہست قرآن در زبان پہلوی" کا دعویٰ ہے۔ مولانا رومی کے یہاں ان رموز و نکات اور فلسفۂ الہیات کا والہانہ و شاعرانہ استعمال ہے، جن کو امام غزالی اور ابن عربی وغیرہ نے بڑے غور وخوض کے بعد ترتیب دیا تھا۔

اولین دور کے صوفیائے کرام اس دنیا کو معمورۂ شر سمجھتے تھے۔ ان کا ذہنی و عملی ردِ عمل یہ تھا کہ روحانی توانائی اور حصول خیر کے لئے اس دنیا سے کنارہ کش رہنا چاہیئے، لیکن امام غزالی اور ابن عربی جیسے جلیل القدر مفکرین نے اس ردِ عمل سے انحراف کیا اور منطقی طور پر عام مادی و روحانی تعلق کو اتنی خوش اسلوبی سے فلسفۂ جدید کی روشنی میں بیان کیا کہ بعد کے مفکرین اور صوفیائے کرام ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

شاہ لطیف نے غزالی اور ابن عربی وغیرہ کی فکری تجدید کا جو اثر مثنوی رومی کے توسل سے قبول کیا، اس کی کوئی واضح مثال نظر نہیں آتی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ زندگی کو ایک سلسلۂ لامتناہی سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں حیات و ممات صرف درمیانی مراحل ہیں، ورنہ انسانی زندگی کی نہ کوئی واضح ابتدا ہے نہ انتہا۔ بعض اوقات شاہ لطیف زندگی اور موت کو کچھ اس طرح تصور کرتے ہیں گویا وہ شعور اور لاشعور کے ملتے جلتے دو علیحدہ نفسی وجود ہیں۔ شاہ کا خیال ہے کہ شعوری زندگی ماحول کی دشواریوں سے گھبراتی ہے اس لئے اس کی سعی و کوشش بالعموم نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتی، اس کے برعکس اپنے وجود کو مطلوب حقیقی میں جذب کر لینے سے دشواریوں کا مطلقاً احساس نہیں ہوتا۔ شاہ کی نظر میں طلب ایک متحرک روح افروز اور انہماک آفریں عمل ہے۔ کسی چیز کو تلاش کرنے میں جو انتظار، لگن اور اضطراب ہوتا ہے، وہ اس خوشی سے کم ولولہ انگیز نہیں جو اس کو حاصل کرنے پر میسر آتی ہے۔

ڈاکٹر گربخشانی نے شاہ لطیف کی تمثیلی شاعری اسرار الٰہی اور روحانی سرور کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ شاہ نے خود بھی اپنے ابیات میں کہا ہے:۔

مرے ابیاتِ پر معنی کی کیا بات　　شگفتہ صورت آیاتِ قرآں
دلِ انساں پہ کھلتے جا رہے ہیں　　رموزِ معرفت اسرار عرفاں

ڈاکٹر سورلے کی رائے یہ ہے کہ رومی، جامی اور حافظ وغیرہ نے جو کچھ کہا ہے، شاہ نے اسے کہیں زیادہ بہتر طور پر بیان کیا ہے۔

"No might is here of Rumi's verse
No Jami's soul-wrapt music swings,
No high-tuned note of Hafiz's wit,

Within your humble minstrel song,
And yet! Strange paradox it be
That not less searching is the calm,
The simple music of his lays,
Than wise deep utterance of Islam."

شاعرانہ ماورائیت

کسی شاعر سے اگر یہ پوچھا جائے کہ وہ شعر کیوں کہتا ہے؟ تو شاید وہ اس سوال کا کوئی ایسا جواب نہ دے سکے گا جو خود اس کے لئے قابل قبول ہو۔ اس طرح شاعر اگر اس پوچھنے والے سے یہ پوچھے کہ وہ شعر کیوں پسند کرتا ہے؟ تو اس کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی ہوگی۔ بات دراصل یہ ہے کہ ایک شاعر کے قلب ونظر عام انسان کے قلب ونظر سے کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ شاعر جس چیز میں چاہے چاندنی بھر دے۔ جس شے کو چاہے پرتاثیر بنا دے۔ ایسے معمولی اور بے سروکار چیزیں جن کو ہم اکثر نظر انداز کر جاتے ہیں، جب شاعر کی نظر ان پر پڑتی ہے تو ان میں ایک عجیب وغریب دل کشی پیدا ہو جاتی ہے:

دیدہ ور آنکہ تا نہد دل بشمار دلبری
در دلِ سنگ بنگرد رقص بتان آزری

شاعری کو محض فلسفہ اور منطق کی کسوٹی پر پرکھنا عبث ہے۔ فلسفہ اور منطق نہ اس کی قدر اور قیمت بڑھا سکتے ہیں، اور نہ اس کو گھٹانا ان کے بس کی بات ہے۔ جب ہم کسی نظم یا شعر سے متاثر ہوتے ہیں، تو اس لئے نہیں متاثر ہوتے کہ اس میں فلسفہ یا منطق کی کوئی گنجائش نکل سکے گی، بلکہ ہمارا تاثر کچھ اس قسم کا ہوتا ہے جیسے دور کسی ٹیلے پر بیٹھا ہوا کوئی متوالا بانسری بجائے، اور بانسری کی تان جب کسی ہل چلاتے ہوئے دہقان، کشتی کھینچتے ہوئے تھکے ماندے ملاح یا کسی محنت کش کے کان میں گونجے، تو اسے ایک عجیب قسم کی روحانی تازگی وتوانائی محسوس ہو۔

شاہ لطیف کے کلام کا اثر بھی کچھ ایسی ہی ماورائی کیفیت لئے ہوئے ہے کہ سننے اور پڑھنے والے پر پرکیف اثرات طاری ہوتے ہیں۔ ان کے کلام میں ہرے بھرے لہلہاتے کھیتوں، سرسبز وشاداب چراگاہوں، اونچے نیچے پہاڑوں، سنسان گھنے جنگلوں، رواں دواں دریاؤں، ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے چشموں، خوب صورت جھیلوں اور تالابوں، تپتے ہوئے ریگزاروں، چٹیل میدانوں، بھانت بھانت کے چرندوں پرندوں، درندوں اور قسم قسم کے پھلوں پھولوں اور جڑی بوٹیوں، کشتیوں اور گھوڑوں، ہنستے کھیلتے

گنگناتے کسانوں، مچھلیوں کی طرح پانی میں غوطے لگانے والے مچھیرں، چھوٹی بڑی کشتیاں کھینچنے والے ملاحوں، دھونی رمائے ہوئے سادھوؤں، حجرہ نشین صوفیوں اور راج محلوں میں زندگی بسر کرنے والے تاجداروں کی محاکاتی خوبیاں جہاں ایک طرف سرزمین سندھ کی ثقافتی اقدار کو حیات جاوداں عطا کرتی ہیں، وہاں دوسری طرف وہ ایک ایسی روحانی ماورائیت کے لئے تشبیہات، استعارات اور کنایات فراہم کرتی ہیں جو ان کے متصوفانہ نظریۂ حیات کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔

شاہ لطیف صرف تصوف پسند ہی نہیں بلکہ تصوف پرست تھے۔ ان کی تصوف پرستی کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ پورے کلام میں انگنت رنگارنگیوں کے باوصف، تصوف کا بنیادی نصب العین ہر جگہ موجود ہے۔ یہ نصب العین سر کلیان اور یمن کلیان میں حمد و ثنا اور نعتیہ مضامین کی صورت اختیار کر لیتا ہے، سر کھمبات میں چاند اور چاندنی بن جاتا ہے؛ سر سریراگ اور سر سوہنی، سر کاموڈ، سر سسئی، سر لیلا چنیسر اور سر مومل رانو میں عشقیہ تمثیل نگاری کی ناقابل فراموش دل آویزیاں ظاہر کرتا ہے؛ سر مارئی میں حب الوطنی، راست بازی و مستقل مزاجی کے اعلیٰ و ارفع دائمی اقدار کو نمایاں کرتا ہے؛ سر گھاتو میں جرأت و بیباکی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے؛ سر سورٹھ میں موسیقی اور موسیقار کا رتبہ بلند کرتا ہے؛ سر سارنگ میں برسات کی موسمی دلچسپیوں، سرسبز و شاداب فضا کی رعنائیوں اور قوس قزح کی رنگینیوں میں اپنا جمال دیکھتا ہے؛ سر کھاہوڑی اور سر رامکلی میں جوگیوں، سادھوؤں، سنیاسیوں، بیراگیوں اور آدیسیوں کے کرداروں کی سچی لگن تلاش کرتا ہے۔ غرض یہ کہ ہر سر میں وہ اعلیٰ نصب العین بنیادی طور پر موجود ہے، اور اس کی موجودگی نے شعری معنویت کو اتنا پرتاثیر بنا دیا ہے کہ وہ آج بھی ہر انسان کے دل میں حسن و محبت کی پاکیزہ امنگیں، احساس جمال کی ماورائی لطافتیں اور جہد للبقا کی خوش آئندہ آرزوئیں پیدا کرتا ہے۔ شاید دنیا کے کسی بھی شاعر نے ایسے والہانہ ذوق وشوق سے آفاقی زندگی کی تبلیغ کے گیت نہ گائے ہوں گے۔

شاہ کے کلام میں متصوفانہ ماورائیت کی ایک دو نہیں بلکہ صدہا مثالیں مل سکتی ہیں۔ ان مثالوں میں سب سے زیادہ پرتاثیر وہ مثالیں ہیں جو وادی سندھ کی مقبول عام عشقیہ داستانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ شاہ کے لئے ان داستانوں کا پسندیدہ نقطۂ عروج عہدِ فراق ہے۔

دنیا کے عظیم ترین شاعروں کی طرح شاہ نے بھی المیہ کیفیات کو روحانی بالیدگی کے لئے ضروری سمجھا ہے۔ انہوں نے مشہور عشقیہ داستانوں کو اس طرح نظم نہیں کیا کہ آغاز سے انجام تک

تسلسل باقی رہے، بلکہ وہ فرض کر لیتے ہیں کہ ان داستانوں کے تمام پہلوؤں سے ہر کس و ناکس اچھی طرح واقف ہے، اور وہ عوام وخواص کے دلوں میں پہلے سے گھر کر چکی ہیں، اس لئے وہ ان داستانوں کے صرف ایسے پہلوؤں کو اپنے کلام میں پیش کرتے ہیں، جو ان کے بنیادی نصب العین اور مرکزی خیال کے لئے ماورائی اور متصوفانہ استعارات ومحاکات کا کام دیں۔ مثلاً سر سوہنی میں جب وہ کچا گھڑا ٹوٹنے اور سوہنی کے ڈوبنے کا ذکر کرتے ہیں تو اس حادثے کی نوعیت ان کی نظر میں کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے:

گھڑا ٹوٹا تو یہ آواز آئی　　نہیں دونوں میں اب کوئی جدائی
شکست جسم خاکی سے ہے پیدا　　رباب روح کی نغمہ سرائی
وصال یار کی راحت پہ قرباں　　طریق زہد و رسم پارسائی

سر مومل رانو میں ایک جگہ وہ مومل کی سہیلیوں کی مجازی رنگ آمیزیوں کا ذکر بڑے دلکش پیرائے میں کرتے ہیں:

سروں پر سبز شالیں یا دوشالے　　مہکتے بال اور مانگیں نکالے
وہ جسم صندلیں وہ عنبریں بال　　وہ چہروں کے تر و تازہ اجالے
اُنہیں میں تھی وہ گل اندام مومل　　وہ سب انداز تھے جس کے نرالے
اُسے رانے سے جو وابستگی تھی　　حقیقت میں وہی اس کی خوشی تھی

سر سسی میں داستان کا وہ پہلو جس میں پنہوں کے بھائی راتوں رات رازدارانہ طور پر اسے اپنے ہمراہ لے کر بھنبھور سے کیچ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں، سسی بیدار ہوتی ہے تو یہ معلوم کر کے کہ اس کا محبوب غائب ہو گیا ہے عجیب وغریب ذہنی کشمکش کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس ذہنی اضطراب کی عکاسی شاہ نے اس طرح کی ہے:

مجھے معلوم تھی اونٹوں کی خصلت　　مگر وہ اونٹ کیسے تھے خدایا
کہ جب رکھے گئے پالان ان پر　　کوئی چیخا نہ کوئی بلبلایا
انہیں پہلے سے میرے دیوروں نے　　کچھ ایسا رازداں اپنا بنایا
کہ پنہوں کو گئے جس وقت لے کر　　کسی نے بھی نہ اس کا بھید پایا

سسی نے کھوئے ہوئے پنہوں کی تلاش میں ہیبت ناک کوہساروں اور تپتے ریگزاروں کا جو صبر آزما سفر اختیار کیا، اس کی عکاسی شاہ نے بڑے موثر انداز میں کی ہے:

عجب وندر کی راہِ پُرستم ہے عجب یہ رہگزارِ خم بخم ہے
کہاں گم ہیں وہ پُراسرار ناقے صبا سے تیز تر جن کا قدم ہے
سرابوں میں ہراساں پھر رہی ہوں جگر میں آگ اور آنکھوں میں یم ہے

سرمارئی میں باغیرت، خوددار اور وفا پرست مارئی اپنے عزیز و اقارب کی محبت کو عموماً اور اپنے سرتاج کی محبت کو خصوصاً شدت سے محسوس کرتی ہے، شاہ نے اس کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے:

کیا ہے قید میرے جسم و جاں کو عبث اے سومرہ! سردار تو نے
نہ جانے کیوں ہے یہ ایذارسانی دیے کیوں روح کو آزار تو نے
ازل ہی سے مرے دل کو ودیعت ہوئی ہے پیارے مارو کی محبت

پھر بھی جذبۂ شدت احساس کچھ ایسی شکل اختیار کر لیتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے پیارے مارو کی یاد میں کھوئی رہتی ہے:

وہی برسات کا پیارا سماں ہے مگر جانے مرا مارو کہاں ہے
مری محویتوں میں بسنے والے تری یادوں میں کھویا دو جہاں ہے
عدم کی وسعتوں میں ڈھونڈھ لوں گی کہ اک تو ہی تو میرا راز داں ہے

☆☆☆

سدا برسات کا پیتے ہیں پانی وہ میرے ہم وطن جو پاک ہیں سب
بدن پر کھردری سی اون پہنے وفادار خس و خاشاک ہیں سب
گھنیرے جھنڈ ہیں جو بال ان کے نڈر ہیں نیک ہیں بیباک ہیں سب
مگر ظالم ہو اتنے اے عمر تم کہ وہ مظلوم سینہ چاک ہیں سب

☆

وہ اس برسات کے موسم میں شاید کسی ڈھلواں پر جا کر رہیں گے
کنویں وہ کھاری پانی کی ہمیشہ منقش لوح فطرت پر رہیں گے
نہ بھولوں گی سحر کے مشغلوں کو تصور میں وہی منظر رہیں گے
مرے قلب و نظر میں پیارے مارو بہر انداز جلوہ گر رہیں گے

☆☆☆

عوامی کہانیاں

سورٹھ اور رائے ڈیاچ

کسی زمانے میں ''رائے ڈیاچ'' نامی ایک راجا جونا گڑھ پر راج کرتا تھا، اس کی ایک بہن تھی جو اولاد سے محروم تھی۔ ایک دن اس نے کسی فقیر سے یہ درخواست کی کہ، اے خدا رسیدہ بزرگ، میرے حق میں یہ دعا کرو کہ میں اولاد سے محروم نہ رہوں۔ فقیر نے دعا کرتے ہوئے کہا کہ تیری منہ مانگی مراد پوری ہوگی، خدا نے چاہا تو تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، لیکن وہ رائے ڈیاچ کا سر تن سے جدا کردے گا۔ یہ سنتے ہی راج کماری کی چیخ نکل گئی، اور بڑی گھبراہٹ میں وہ کہنے لگی ''ایسے لڑکے کا کیا ہوگا جو میرے بھائی کی جان کا دشمن ہو''۔ فقیر نے کوئی جواب نہ دیا اور چلا گیا۔ بات آئی گئی ہوگئی، لیکن پورے نو ماہ بعد راجکماری کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ راج کماری کو فقیر کی بات یاد آ گئی، اور یہ طے کیا گیا کہ اس نوزائیدہ بچے کو ایک صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈال دیا جائے۔

اس زمانے میں قریب ہی کے علاقے میں راجا انی رائے کی حکومت تھی۔ اس علاقے کی ایک ڈومنی اور اس کا شوہر دریا پر پانی بھرنے آئے تو ان کی نظر بہتے ہوئے صندوق پر پڑی۔ ڈوم نے صندوق کو نکالا، اور جب اس کو کھول کر دیکھا تو کھلے ہوئے گلاب کی طرح ایک تروتازہ بچہ ہاتھ آیا۔ ڈومنی اور ڈوم اسے بڑے چاؤ سے گھر لے آئے، بڑے پیار سے اس کی پرورش شروع کی، اور اس کا نام ''بیجل'' رکھا اور آبائی رسم ورواج کے مطابق اسے گانا بجانا سکھایا۔ جوان ہونے کے بعد بیجل بھی دوسرے رشتے داروں کے ساتھ ادھر ادھر مانگنے جاتا اور گانے بجانے کے طفیل کچھ نہ کچھ کماتا۔

ایک دن کسی جنگل میں کوئی سیلانی فقیر آیا۔ ہرن کا شکار کیا، اس کا کچھ گوشت بھون کر کھایا اور باقی ماندہ گوشت و پوست اور آنتیں کسی طرف جھاڑیوں میں ڈال کر چلا گیا۔ نہ جانے ان آنتوں میں کیا کرامت چھوڑ گیا کہ جیسے جیسے ان کو جنگل کی ہوا لگی، ان میں سے ایک دلکش نغمہ پیدا ہونے لگا۔ اس نغمے کو سن کر آس پاس کے چرند و پرند جمع ہونے لگے اور اس سحر آفریں نغمے سے ان پر ایک عجیب سی محویت طاری ہونے لگی۔ حسن اتفاق سے جنگل سے گذرتے ہوئے بیجل نے بھی یہ آواز سنی۔ قریب

آ کر دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ بڑی دیکھ بھال کے بعد معلوم ہوا کہ یہ نغمہ ہرن کی آنتوں سے پیدا ہو رہا ہے۔ بیجل ان آنتوں کو اپنے گھر لے آیا۔ چنگ پر چڑھایا اور گز لے کر اسے بجانے بیٹھا، تو ویسی ہی نغمگی ابھرنے لگی۔ اس نغمے کی اثر آفرینی سے بیجل نے جنگلی پرندوں اور ہرنوں وغیرہ کے پکڑنے کا کام لیا۔ وہ ہر روز جنگل میں جاتا، چنگ کو اونچے سروں میں آلاپتا اور جب اس کے آس پاس ہرن اور دوسرے پرندے وغیرہ جمع ہو جاتے تو ان میں سے چند کو پکڑ لیتا اور اپنے گھر والوں کی گزراوقات کے لئے لے آتا۔ رفتہ رفتہ بیجل کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

بیجل کی پیدائش کے دن راجا انی رائے کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ چونکہ راجا انی رائے کو سات لڑکیاں پہلے ہی سے تھیں، اس لئے اس نے اس نومولود بچی کو صندوق میں بند کرا کے دریا میں ڈلوا دیا۔ یہ صندوق بہتے بہتے رائے ڈیاچ کی سرحد میں آ گیا۔ جہاں رتن رائے نامی ایک کمہار کے ہاتھ لگا۔ وہ کمہار اولاد سے محروم تھا، اس لئے بڑے ارمانوں سے بچی کو گھر لے گیا اور اس کی نشو و نما میں دلچسپی لینے لگا۔ اس نے اس بچی کا نام سورٹھ رکھا۔ رتن رائے رائے ڈیاچ کی رعایا میں شامل ضرور تھا، لیکن پھر بھی راجا انی رائے سے اس کے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔ جب سورٹھ جوان ہوئی اور اس کے حسن و جمال کا شہرہ راجا انی رائے نے سنا تو رتن رائے سے رشتے کی خواہش ظاہر کی، جس کو اس نے بخوشی منظور کر لیا اور بڑی دھوم دھام سے تیاری کرنے لگا۔

رائے ڈیاچ کو جب اس واقعے کی خبر ملی تو بیحد ناراض ہوا، فوراً ہی رتن رائے کو طلب کیا اور بری طرح ڈانٹ ڈپٹ کر یہ حکم سنایا کہ سورٹھ کو میرے حوالے کر دے۔ سورٹھ بجائے راجا انی رائے کے رائے ڈیاچ کے ہاتھ لگ گئی۔ راجا انی رائے نے جب یہ سنا تو آگ بگولہ ہو گیا، چنانچہ رائے ڈیاچ سے جنگ کرنے کے لے ایک بڑا لشکر تیار کرایا اور جونا گرھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ قریب قریب بارہ مہینے تک جونا گڑھ کا محاصرہ کئے رہا، لیکن دال نہ گل سکی، آخر اپنے وطن لوٹ آیا اور انتقاماً ایک بڑے طشت میں بے بہا مال و گوہر رکھ کر تمام شہر میں اس طشت کو پھرایا، ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا کہ جو کوئی رائے ڈیاچ کا سر لا کر میرے سامنے پیش کرے گا، اس کو نہ صرف طشت عطا کیا جائے گا، بلکہ اس کے علاوہ بھی جو انعام چاہے گا بطور خاص عطا کیا جائے گا۔

بیجل کی بیوی نے جب یہ اعلان سنا تو پھولی نہ سمائی، زر و جواہر سے بھرا ہوا طشت یہ کہہ کر حاصل کر لیا، کہ میرا شوہر یہ فرض انجام دے گا اور بہت جلد ہمارے راجا کی مراد پوری ہو جائے گی۔ جب بیجل گھر آیا اور اسے یہ سب کچھ معلوم ہوا تو وہ بیحد ناراض ہوا، کہنے لگا "مصیبت کی ماری تو نے

یہ کیا کیا، اگر میں قول پر پورا نہیں اترا تو راجا ہم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا"۔ آخر کئی دن کے سوچ بچار کے بعد بیجل اپنے ساز کو بنا سنوار کر جونا گڑھ کی طرف روانہ ہوا۔ جونا گڑھ پہنچنے کے بعد ایک شام کو وہ قلعے کے نزدیک پہنچا، اور ساری رات بڑے والہانہ انداز سے چنگ بجاتا رہا۔ چنگ کی آواز رائے ڈیاچ نے رنگ محل میں بیٹھے بیٹھے سنی تو بے قابو ہوگیا۔ اس نے محل کے ایک بالائی دروازے سے جھانک کر بیجل کو مخاطب کیا اور کہا "مانگ جو تجھے مانگنا ہے!" بیجل نے جواب دیا "مجھے آپ کے روبرو حاضر ہو کر کچھ عرض کرنا ہے"۔ رنگ محل کے خاص راستے سے بیجل کو بلانا ذرا وقت طلب تھا، اس لئے لٹکائی ہوئی رسی کے ذریعے اس کو بلا کر شرف باریابی عطا کیا گیا۔ بیجل راجا کے سامنے حاضر ہو کر آداب بجالایا۔ راجا نے پھر کہا "مانگ جو کچھ تجھے مانگنا ہے!" بیجل نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا "جو کچھ مانگنا چاہتا ہوں وہ مانگ تو لوں، لیکن سوچتا یہ ہوں کہ اگر وہ عطا نہ ہوا تو خواہ مخواہ تیرے جود و سخا پر حرف آئے گا"۔ راجا نے جواب دیا "تو کوئی فکر نہ کر، میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو کچھ تو مانگے گا، تجھے فوراً ملے گا"۔ بیجل نے دیکھا کہ اب تو اپنا کام بن گیا، ہاتھ جوڑ کر بولا "اے سخی! میں دان میں تیرا سر مانگتا ہوں"۔ راجا نے مسکراتے ہوئے کہا "تو نے مانگا بھی تو میرا سر مانگا! بھلے آدمی! ان چند ہڈیوں سے تجھے کیا حاصل ہوگا!" بیجل نے جواب دیا "دینے والے کو اس سے کیا سروکار، میں عام بھکاریوں کی طرح مال و متاع کا طالب نہیں ہوں، تیرے سر کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہئے"۔ راجا نے بیجل کی یہ بات سن کر کہا "اچھا اگر تیری یہی مرضی ہے تو میں بخوشی اپنا سر تیرے حوالے کرتا ہوں"۔

رنگ محل میں ایک اجنبی آواز سن کر سورٹھ، رائے ڈیاچ کی بہن اور ماں وغیرہ سب جمع ہوگئیں، اور جب انہیں بیجل کی اس عجیب و غریب طلب کا علم ہوا تو سب نے اس کی بڑی منت سماجت کی۔ لیکن وہ کسی عنوان اور کسی بات پر تیار نہ ہوا۔

قول کے دھنی راجا نے بیجل کو اپنا سر دے دیا۔ جونا گڑھ میں آہ و بکا کا ایک حشر سا برپا ہوگیا۔ محل کے گوشے گوشے میں آنسوؤں کا سیلاب امڈنے لگا۔ بیجل کا دل و دماغ بھی بے قابو سا ہوگیا۔ اسے اس پر بیحد افسوس تھا، لیکن اب پشیمانی بیکار تھی۔ کہتے ہیں کہ جب بیجل رائے ڈیاچ کا سر لے کر راجا انی رائے کے پاس پہنچا تو اس نے قہر آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ "اے بیجل! تو نے ایسے سخی کو نہ بخشا تو میرے ساتھ کیا اچھا سلوک کرے گا؟ آج سے تو میرے ملک میں رہنے کے قابل نہیں!" بیجل غیر متوقع طور پر راجا انی رائے کا لعن طعن سن کر دیوانہ ہوگیا۔ ویسے ہی راجا رائے

ڈیاچ کا سر ہاتھ میں لئے پھر جونا گڑھ کی طرف دوڑا۔ جب شہر میں داخل ہوا اور محل کی طرف دیکھا تو ہر طرف آگ کے لپکتے ہوئے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ رائے ڈیاچ کی چہیتی رانی سورٹھ ستی ہونے والی ہے۔ فوراً ہی والہانہ انداز میں آگ کی طرف تیزی سے بڑھنے لگا، اور بغیر کسی پس وپیش کے دھکتے، دہکتے اور لپکتے ہوئے شعلوں میں کود کر اپنی جان بھی دے دی۔

نوری اور جام تماچی

سمہ خاندان کے ایک مشہور حاکم "جام تماچی" کے عہد میں "کینجھر" جھیل کے اردگرد بہت سے مچھیرے رہا کرتے تھے۔ ان مچھیروں کے پاس نہ رہنے کے لئے مکانات تھے، اور نہ سلیقے کی زندگی گذارنے کے لئے ساز وسامان۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا زیادہ تر کشتیوں ہی میں ہوتا تھا۔ مرد لوگ جھیل میں ادھر ادھر گھوم پھر کے مچھلیاں پکڑا کرتے اور عورتیں ان مچھلیوں کے بیچنے کے فرائض انجام دیا کرتیں۔ ان کے رہنے سہنے کا طریقہ انتہائی ناقص تھا۔ جگہ جگہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر، سڑی ہوئی مچھلیوں کی بوباس، ان کے گندے، غلیظ اور بدبودار کپڑے، عام طور پر لوگ انہیں بڑی نفرت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔

ان مچھیروں میں ایک کے یہاں چاند سی نورانی شکل وصورت کی ایک حسین وجمیل لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کی خوب صورتی دیکھ کر سب نے اس کا نام "نوری" رکھ دیا۔

جام تماچی سیر وشکار کا بیحد شوقین تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک خوبصورت شاہی کشتی میں سوار ہو کر کینجھر جھیل کی سیر کر رہا تھا۔ اتفاقاً اس کی نظر اس حسین وجمیل دوشیزہ پر پڑی، پہلی ہی نظر میں اس کی طرف کچھ ایسا مائل ہو گیا کہ جب واپس اپنے محلات میں پہنچا تو وہاں بھی وہی شکل وصورت دل و دماغ پر چھانے لگی۔ نوری کے دل آویز نقش ونگار اور سادہ ومعصوم تیور اس کی آنکھوں میں کچھ ایسے بس گئے تھے کہ ذات پات کے سارے بندھن توڑ کر اس نے نوری کو اپنانے کی خواہش ظاہر کی، اور بطور خاص اس کے رشتے داروں کو شاہی محل میں طلب کیا۔ نوری کے عزیز واقارب نے جب یہ خوش خبری سنی کہ ان کا حاکم انہیں اپنانا چاہتا ہے تو بڑی خوشی سے اس رشتے کو قبول کر لیا۔

جام تماچی کے حکم سے شادیانے بجنے لگے، شاہی خزانے کے دروازے کھل گئے، مچھیروں سے جو محصول لیا جاتا تھا اسے بالکل معاف کر دیا گیا؛ ورشاہی خزانے سے ہر ایک کو اتنا مال وزر عطا کیا گیا کہ آن کی آن میں ان غریبوں کے دن پھر گئے، اور وہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ نوری شاہی محل میں رہنے لگی، کبھی کبھی تو جام تماچی اسے دیکھ کر اتنا مست وبیخود ہو جاتا کہ

مورچھل ہاتھ میں اٹھا کر اس کے اوپر خود ہی جھلنے لگتا۔ اکثر شام کے وقت کشتی میں بیٹھ کر دونوں کینجھر جھیل کی سیر کرتے یا اسی قسم کی دوسری سیر و تفریح سے دل بہلاتے۔ نوری کو اس قدر اوج پر دیکھ کر سب لوگ بصد احترام آداب شاہی بجالاتے، حتیٰ کہ تمام دوسری رانیوں کو بھی اس کے سامنے جھکنا پڑتا۔ لیکن خلاف توقع اتنا اعزاز حاصل ہونے کے بعد بھی نوری کی سادگی اور نیاز مندی میں کوئی فرق نہ آیا۔ غرور و ناز کی اس میں کوئی ایسی بو بھی پیدا نہ ہوئی جو اس کے سرتاج یا کسی اور کو گراں گذرتی۔ وہ ہمیشہ جام تماچی سے کہا کرتی کہ ''میں ایک پس ماندہ اور پر عیب مچھیرن تھی، آپ نے الطاف شاہانہ سے مجھے نوازا ہے، میری آنکھیں اور سر اس بوجھ سے ہمیشہ جھکے رہیں گے''۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جام تماچی کے دل میں خواہ مخواہ یہ خیال آیا کہ نوری کے عجز و نیاز کی آزمائش کرے۔ حرم سرا میں کہلا بھیجا کہ ''آج شام کو تمام رانیاں بن سنور کر تیار رہیں، جس کی طرف بھی میرا دل رجوع ہوا، اسے بطور خاص شاہی سواری میں بٹھا کر سیر کرانے لے جاؤں گا''۔ یہ مژدۂ جان فزا سنتے ہی تمام رانیوں نے سولہ سنگار کئے اور بڑے تزک و احتشام سے اپنی جگہ بیٹھ گئیں۔ ہر ایک اس خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ ''جام سب سے زیادہ مجھے چاہے گا''۔ نوری نے کوئی خاص بناؤ سنگار نہ کیا اور حسب معمول ایک گوشے میں بیٹھی رہی۔

جام مقررہ وقت پر حرم سرا میں داخل ہوا، سب رانیاں عشوہ طرازیاں کرتی اور ناز و غمزے دکھاتی ہوئی اس کی طرف بڑھیں۔ نوری دور ہی سے کورنش بجالائی اور بڑے بھولے پن سے اپنے پیارے جام کو دیکھنے لگی۔ جام بڑے والہانہ انداز میں نوری کی طرف بڑھا دونوں بانہیں اس کے گلے میں ڈال کر بڑے پیار سے سینے سے لگایا اور پھر حسب وعدہ سیر و تفریح کے لئے لے گیا۔ رات کو جب گھوم پھر کے واپس آیا تو سب رانیوں کے سامنے نوری کو بٹھایا اور کہنے لگا ''نوری آج سے مہارانی ہے اور تم سب پر اس کی اطاعت اور تابعداری لازم ہے۔''

سسی پنہوں

راجہ دلورائے کے زمانے میں بھانبر نہر کے کنارے ''نانیا'' (ناؤں) نامی ایک برہمن رہتا تھا۔ اس کی بیوی کا نام ''مندر'' تھا۔ دونوں کو اولاد کی بڑی خواہش تھی، جو کافی عمر گزرنے کے بعد پوری ہوئی، جب کہ ایک خوب صورت لڑکی پیدا ہوئی۔ نجومیوں نے بتایا کہ اس کا جیون ساتھی کوئی مسلمان بنے گا۔ اس خوف و ہراس اور آئندہ کی بدنامی سے بچنے کے لئے میاں بیوی نے مجبوراً اس گوہر بے بہا کو بڑے افسوس کے ساتھ ایک صندوق میں بند کیا، اور نہر میں ڈال دیا۔ وہ صندوق

تیرتے تیرتے بھنبھور کے نزدیک ایک گھاٹ پر آیا۔ بھنبھور میں محمد نامی ایک دھوبی رہتا تھا، جس کو عرف عام میں لالہ (بھائی) کہا جاتا تھا۔ وہ اتنا مشہور اور متمول دھوبی تھا کہ اس کے یہاں کپڑے دھونے پر قریب قریب پانچ سو دھوبی ملازم تھے۔ شومیٔ قسمت کہ اولاد سے محروم تھا، اور یہ غم اکثر اس کے دل و دماغ پر پہروں مسلط رہتا تھا۔ جب صندوق اس گھاٹ پر آیا جہاں لالہ دھوبی کے ملازم کپڑے دھو رہے تھے تو کسی کی نظر اس پر پڑ گئی۔ چنانچہ پانی سے اس صندوق کو نکالا گیا، دیکھا تو ایک گلاب کی طرح نرم و نازک بچی اس میں سو رہی ہے۔ یہ خوب صورت بچی مع صندوق کے لالہ کے پاس لائی گئی۔

اس نے اسے دیکھ کر خوب پیار کیا اور چاندسی صورت دیکھ کر اس کا نام ''سسی'' (سسئی) رکھ دیا۔ لالہ کی بیوی نے اس لڑکی کو بڑے لاڈ پیار سے پالا۔ جب یہ بچی سن شعور کو پہنچی تو نہ جانے کتنے نیازمندوں کے دل کی دھڑکن بن گئی۔ لالہ چونکہ اس سے بیحد محبت کرتا تھا، اس لئے اس نے زرکثیر صرف کر کے ایک خوب صورت محل بنوایا اور اس کے چاروں طرف پرفضا باغ لگوائے۔ سسی ان پر کیف باغوں میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ ہنسی خوشی دن گذارا کرتی۔

اس زمانے میں کیچ اور مکران کے قافلے بھنبھور سے گذرتے ہوئے ٹھٹھہ اور دوسرے مشہور مقامات میں تجارت کی غرض سے جایا آیا کرتے تھے۔ قافلے والوں نے سسی کے حسن کا چرچا بھی سنا تھا۔ خدا جانے کس نے سسی کی خوبصورتی کا ذکر کیچ کے حاکم آری جام کے فرزند ارجمند پنھوں سے کیا۔ پنھوں اس کو ایک نظر دیکھنے کے لئے بیتاب ہو گیا۔ اور مصاحبین کے مشورے سے یہ طے کیا کہ وہ ایک بڑے قافلے کو لے کر بہت سا مشک و عنبر ساتھ لے جائے اور ایک بیوپاری کے بھیس میں بھنبھور کی سیر کرے۔ جب یہ قافلہ بھنبھور پہنچا تو خوشبوؤں سے سارا شہر مہکنے لگا۔ مشک و عنبر کی خرید و فروخت ہونے لگی۔ حسن اتفاق کہ سسی بھی بن ٹھن کر اپنی سہیلیوں کے ساتھ ادھر آئی۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ دلوں میں چھپی ہوئی ازلی محبت پہلے سے کہیں زیادہ پرکشش ہو گئی۔

گھر واپس لوٹنے کے بعد سسی نے انتہائی رازدارانہ طور پر اپنی ایک چہیتی سہیلی پر اپنا راز ظاہر کیا، اور بڑی منت سماجت سے یہ کہا کہ وہ جیسے بھی ہو، کوئی ایسی تدبیر کرے کہ پنھوں ہمیشہ کے لئے اس سے وابستہ ہو جائے۔ سہیلی نے ڈرتے ڈرتے یہ بات لالہ دھوبی اور اس کی بیوی تک پہنچائی۔ لالہ نے جواب دیا کہ ایک تو پنھوں پردیسی ہے، دوسرے اس کی ذات پات کا بھی کچھ پتا نہیں۔ سہیلی نے پھر کہا کہ نہیں اس نے معلوم کر لیا ہے، وہ بھی ذات کا گاذر (دھوبی) ہی ہے، اور یقین نہ

آئے تو آزما کر دیکھ لیا جائے۔

لالہ نے اس کی یہ شرط مان لی۔ پنھوں کو بلوایا گیا اور کپڑوں کی ایک کھیپ اس کے سپرد کی گئی کہ وہ اس کو دھو کر لے آئے۔ پنھوں کے نازک ہاتھ ان کپڑوں کو دھوتے دھوتے زخمی ہو گئے اور ناتجربہ کاری کی بنا پر بہت سے کپڑے پھٹ گئے۔ جب سسی کو اس صورت حال کا علم ہوا تو اس نے چھپ کر پنھوں کو مشورہ دیا کہ کپڑے تیار کرنے کے بعد ہر کپڑے کی تہہ میں ایک سونے کی مہر رکھ دے تاکہ کسی کو بھی کوئی شکایت نہ ہو۔ پنھوں نے ایسا ہی کیا اور دھلے ہوئے کپڑے بخیر و خوبی مالکوں تک پہنچا دیئے گئے۔

لالہ کو جب ہر طرح سے یہ یقین ہو گیا کہ پنھوں اس کی ذات کا ہے تو رشتہ منظور کر لیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ ان دونوں کی شادی ہو، محلے کی ایک سنارن نے پنھوں پر فریفتہ ہو کر ایک الزام تراشا کہ سسی کا چال چلن اچھا نہیں ہے۔

اس زمانے میں ایک رواج تھا کہ جب کسی پر الزام عائد کیا جاتا تو اسے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے جلتی ہوئی آگ سے گزرنا پڑتا۔ چنانچہ سسی سے بھی یہی مطالبہ کیا گیا۔ سسی نے بخوشی اس آزمائش سے گذرنا منظور کر لیا اور دھکتی ہوئی آگ اسے برائے نام بھی کوئی نقصان نہ پہنچا سکی۔ اس آزمائش کے بعد بڑے تزک و احتشام سے شادی کے رسم و رواج ادا کئے گئے۔ پنھوں نے وطن جانے کا خیال ترک کر دیا اور مستقل طور پر بھنبھور ہی میں سکونت اختیار کر لی۔

پنھوں کا ایک بھائی ''چنزو'' جو اس کے ساتھ آیا تھا، ان تمام واقعات سے واقف ہونے کے بعد مجبوراً وطن واپس لوٹ گیا اور آری جام کو تفصیل سے ماجرا سنایا۔ جب آری جام نے یہ سنا تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ پنھوں کو وہ بہت زیادہ چاہتا تھا چنانچہ یہ صدمہ اس کے لئے ناقابل برداشت تھا، فوراً ہی ایک قاصد یہ کہہ کر روانہ کیا کہ وہ پنھوں سے جا کر یہ کہے کہ اگر وہ واپس نہ لوٹا تو میری زندگی محال ہے۔ جب قاصد بھنبھور پہنچا تو دیکھا کہ پنھوں دھوبیوں کے ساتھ گھاٹ پر کپڑے دھو رہا ہے۔

قاصد بڑے عجز و انکسار سے قدم بوسی کے لئے قریب آیا اور بڑے درد بھرے لہجے میں التجا کی کہ ''حضور! یہ کام آپ کے شایان شان نہیں ہے، آپ کو تو کیچ کی سرداری ہی زیب دیتی ہے۔'' پنھوں نے وطن جانے سے صاف انکار کر دیا۔ چار و ناچار قاصد ناامید ہو کر واپس لوٹ گیا اور آری جام کو حالات کی خبر دی۔ سنتے ہی آری جام پر مردنی سی چھا گئی، گریہ وزاری کرتے کرتے وہ اتنا لاغر

ہوگیا کہ بچنے کی بہت کم امید رہ گئی۔ باپ کو ایسی مایوسی کے عالم میں دیکھ کر اس کے باقی ماندہ تین بیٹوں چنزو، ہوتی، نوتی نے متفقہ طور پر یہ یقین دلایا کہ کسی نہ کسی طرح وہ پنھوں کو بہت جلد واپس لوٹا لائیں گے۔

تینوں بھائی صبا رفتار اونٹوں پر سوار ہو کر آن کی آن میں بھنبھور پہنچے۔ سسی اور پنھوں نے ان سب کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ کئی دن تک ان کی آمد کی خوشی میں جشن عیش وطرب منایا گیا۔ ایک رات کافی دیر تک چاروں بھائی محو نا و نوش رہے۔ سسی پنھوں کا انتظار کرتے کرتے اتفاقیہ طور پر سو گئی۔ ادھر پنھوں کو اس قدر زیادہ شراب پلا دی گئی کہ اسے اپنا بھی ہوش نہ رہا۔ آدھی رات کے بعد اس کے بھائیوں نے اونٹوں کو اسی حالت میں تیار کر لیا اور مکمل بیخبری کے عالم میں اسے کیچ کی طرف لے چلے۔

سسی نے اچانک آنکھیں کھول کر دیکھا تو پنھوں کو اپنے بستر پر نہ پایا، گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور حیرت زدہ ہو کر ادھر ادھر ڈھونڈنا شروع کیا۔ تمام کمرے اور صحن سونے ہو گئے تھے۔ سوچا کہ ہو نہ ہو پنھوں کے بھائی زبردستی اسے اپنے ساتھ لے کر چلے گئے ہیں۔ چیخ و پکار سے آس پاس کے لوگ اور گھر والے جمع ہو گئے، سب نے سسی کو لاکھ سمجھایا، لیکن وہ کسی قیمت پر اس ناقابل تلافی صدمے کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہوئی، آخر کار سب کو چھوڑ کر انجانے کیچ کی طرف روانہ ہو گئی۔ سنسان بیابانوں، خطرناک راستوں اور اونچے اونچے کوہساروں سے گذرتی ہوئی وہ ''پب'' کی وادی میں پہنچی۔ بھوک اور پیاس نے اس کی ساری توانائی سلب کر لی تھی۔ چلتے چلتے وہ ایک جگہ اچانک غش کھا کر گری۔ خدا کی قدرت کہ وہاں فی الفور صاف پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ پانی پینے اور کچھ آرام کرنے کے بعد سسی نے آگے قدم بڑھایا۔ کوہ پب کی مختلف چوٹیوں سے گذر کر وہ بھوڑ دریا کے کنارے پہنچی، اس دریا کو پار کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ بہت کچھ غور و خوض کرنے کے بعد بے یار و مددگار کٹیلی جھاڑیوں اور سنسان جنگلوں میں پھرتی رہی۔ گھومتے گھومتے کوہ ماباڑ کی چوٹیوں پر پہنچی تو اس نے ایک جگہ ایک جھونپڑی دیکھی جس میں ایک پنوار رہتا تھا۔ قریب جا کر اس نے اس سے کیچی قافلے کے بابت پوچھا۔ اس نے جب ایسی حسین وجمیل عورت کو غیر متوقع طور پر اپنے سامنے دیکھا تو اس کی نیت میں فتور آ گیا۔ سسی کو طرح طرح سے بہلا کر اس نے اپنی ہوس کاری کا شکار بنانا چاہا۔ سسی اس کی عجیب وغریب باتیں سن کر پنھوں کی یاد میں زار و قطار رونے لگی اور ظالم پنوار سے رحم کی درخواست کی، لیکن وہ سنگدل کسی عنوان متاثر نہ

ہوا۔ آخرسسی نے مجبوراً یہ التجا کی کہ "دو ایک دن مجھ بدنصیب کو پنھوں کا سوگ منا لینے دے اور تو مجھ سے اچھا سلوک کر تا کہ میں اس کے غم کو بھول جاؤں" پنوار سسی کی یہ بات سن کر خوش ہو گیا اور کھانے پینے کا سامان لینے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی سسی نے بارگاہ ایزدی میں دست بستہ التجا کی کہ "اے ستار! مجھ بے وسیلہ اور مصیبت زدہ کی مدد کر"۔ سسی کی دعا قبول ہو گئی۔ یکا یک چٹان شق ہوئی اور وہ اس میں سما گئی۔ حسن اتفاق کہ اس کے دوپٹے کا ایک سرا نشاندہی کے طور پر باہر رہ گیا۔ جب پنوار واپس لوٹا تو یہ عبرتناک منظر دیکھ کر بہت زیادہ پریشان ہوا۔ اپنے گناہوں پر بیحد پشیمان اور تائب ہو کر بہت دیر تک آنسو بہاتا رہا اور پھر بڑے اہتمام سے سسی کی آخری آرام گاہ کو اپنے ہاتھوں سے مکمل کرنے لگا۔

کیچ پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں جب پنھوں کو ہوش آیا تو خود کو اونٹ کی پیٹھ سے جکڑا ہوا پایا۔ اس نے چاہا کہ کسی طرح یہ بند ٹوٹ جائیں اور وہ آزاد ہو جائے، لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ کئی مرتبہ بھائیوں سے پوچھ گچھ کرنی چاہی۔ لیکن اونٹ اتنی تیزی سے دوڑ رہے تھے کہ بھائیوں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔ آخر پنھوں کو آری جام کے پاس پہنچایا گیا۔ باپ نے بیٹے کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا، لیکن پنھوں اپنی محبوبہ کی جدائی میں کچھ ایسا خود رفتہ سا ہو گیا کہ گھر والوں کو اس کی زندگی ناممکن نظر آئی، مجبوراً یہ اجازت دے دی گئی کہ بھنبھور جا کر سسی کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ اجازت ملتے ہی پنھوں بھنبھور کی طرف پلٹا۔ راستے میں جب وہ سسی کی قبر سے تھوڑے فاصلے پر تھا، تو کسی غیبی آواز نے اس کو روک لیا۔ آگے بڑھ کر ادھر ادھر دیکھا تو ایک تازہ قبر سے جانے پہنچانے دوپٹے کا پلو باہر نکلا ہوا دیکھ کر فوراً سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہ سسی کی قبر ہے۔ اتفاق کی بات کہ وہ پنوار بھی ادھر آ نکلا، اور اس نے بڑے دردناک لہجے میں سسی کے حالات پنھوں کو سنائے۔ یہ سنتے ہی پنھوں اونٹ سے کود کر نیچے آ گیا۔ اور بھائیوں کو تسلی دی کہ ذرا ٹھہرو میں اس کی قبر پر فاتحہ پڑھ لوں۔ قبر کے پاس جاتے ہی اس کی آنکھوں سے اشکوں کا طوفان سا امنڈ آیا، دعا کی کہ "اے بچھڑے ہوؤں کے ملانے والے کارساز! مجھے میرے محبوب سے ہمیشہ کے لئے ملا دے"۔

پنھوں نے جیسے ہی یہ دعا مانگی، قبر خود بخود شق ہو گئی اور پنھوں بڑے والہانہ انداز میں اس کے اندر داخل ہو گیا، بعد کو وہ قبر پھر ویسی ہی ہو گئی۔

اس کے بعد بھائیوں نے جب دیکھا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی، خدا جانے وہ کب تک وہاں آنسوں بہاتے رہے اور بعد کو کس پر کیا گذری، کچھ معلوم نہیں۔

لیلا چنیسر

رانا ''کنگھار'' ایک رعب اور دبدبے والا حاکم تھا۔ اس کے یہاں ایک لڑکی تھی جس کا نام ''کونرو'' تھا۔ کونرو کے حسن و جمال کا شہرہ دور دور تک تھا، اور اس زمانے میں کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔ کونرو کی منگنی اس کے چچازاد بھائی ''اتمادی'' سے ہوئی تھی۔ اس زمانے میں دیول کا راجا چنیسر حسن و دولت اور شان و شوکت میں یکتائے روزگار مانا جاتا تھا۔ یہ راجا سومرہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اپنے اوصاف کی وجہ سے ہر دلعزیز تھا۔

ایک دن کونرو کو بناؤ سنگھار کرتے دیکھ کر اس کی ایک سہیلی جمنی نے نہ جانے کیوں یہ کہا کہ ''تم تو اس طرح بن سنور رہی ہو جیسے چنیسر کی رانی بننے والی ہو!'' کونرو کو اس طنزیہ فقرے نے بیحد متاثر کیا، اور وہ ان دیکھے چنیسر کا دم بھرنے لگی۔ جب رانا کنگھار تک یہ بات پہنچی کہ اس کی بیٹی چنیسر کی رانی بننا چاہتی ہے تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔ چنیسر سے ناتا جوڑنا اس کے نزدیک باعث فخر تھا، لیکن ساتھ ہی اسے یہ خیال بھی آیا کہ اگر چنیسر انکار کردے تو مفت کی بدنامی ہوگی۔ بڑے غور و خوض کے بعد اس نے ایک ترکیب سوچی، وہ کہ کونرو ایک تاجر کا بھیس بدل کر چنیسر کے دیس میں جائے، اور کسی حکمت عملی سے اپنی طرف متوجہ کرلے۔ چنانچہ کونرو اور اس کی ماں ''مرکھی'' نے تاجروں کا بھیس بدلا، اور بہت سا مال و متاع لے کر دیول کی طرف روانہ ہوگئیں۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے ایک مالن کو اپنا ہمراز بنالیا۔ مالن چنیسر کے محل میں پھولوں کے ہار لے کر جایا کرتی تھی۔ اس نے کونرو کو مشورہ دیا کہ اس سلسلے میں چنیسر کے وزیر جکھرہ سے کام لیا جاسکتا ہے۔ تینوں مل کر جکھرہ کے پاس گئیں۔ کونرو نے بڑی منت سماجت سے اپنا مدعا بیان کیا۔ کونرو کے دردمندانہ لب و لہجے سے جکھرہ کا دل بھر آیا، اس نے کونرو کو صبر و ضبط کی تلقین کی اور کہا کہ ''میں کوشش کروں گا کہ کسی طرح تیری امید بر آئے''۔ یہ کہہ کر تینوں کو خوشی خوشی رخصت کیا۔

صبح کو جکھرہ حسب معمول تیار ہو کر چنیسر کے شاہی محل میں گیا، اور موقع پا کر کونرو کی محبت کا ذکر بڑے محتاط الفاظ میں اس سے کردیا۔ جکھرہ نے اس کے حسن و جمال کی تعریف کچھ اس انداز سے کی کہ چنیسر پر کافی اثر ہوا، لیکن مہارانی لیلا کا لحاظ کرتے ہوئے اس نے جکھرہ کو جواب دیا کہ ''لیلا کے ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت کو اپنانا میرے لئے نامناسب ہے، بہتر ہے کہ تم کونرو کو سمجھا بجھا کر وطن واپس لوٹادو۔''

جکھرو نے جب کونرو اور اس کی ماں سے یہ بات کہی تو ان کا حال غیر ہوگیا۔

کونرواس نا قابل برداشت صدمے سے بیحد مایوس ہوگئی۔ ماں نے اسے بہت سمجھایا بجھایا، لیکن وہ کسی طرح نہ مانی۔ آخر یہ طے کیا گیا کہ تمام مال واسباب چھوڑ کر بوسیدہ لباس میں لیلا کے پاس جائیں، اور اس سے درخواست کریں کہ ہم دونوں کو اپنی باندیوں میں شامل کر لے۔ دوسرے دن ان دونوں نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے، اور بمشکل تمام لیلا کے سامنے پہنچ کر عرض کیا کہ ''زمانے کی گردش نے ہمیں تباہ و برباد کیا ہے اور اب آپ کے پاس یہ آس لے کر آئے ہیں کہ نیک دل مہارانی کی حیثیت سے آپ ہمارے سر پر ہاتھ رکھیں، تا کہ ہم اپنی عزت و آبرو محفوظ رکھتے ہوئے آپ کی خدمت بجالائیں۔'' لیلا کو ان کی خستہ حالی دیکھ کر رحم آ گیا، اور دونوں کو اپنے پاس باندیوں میں شامل کر لیا۔

وقت گذرتا گیا لیکن کونرو کو چنیسر سے ملنے کا کوئی امکان نظر نہ آیا، ایک رات جب وہ چنیسر کا بستر بچھا رہی تھی، اپنے ماضی کو یاد کر کے دفعتاً اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے جھرنے پھوٹنے لگے۔ لیلا نے جب کونرو کی آنکھ میں آنسو دیکھے تو اس نے از راہ ہمدردی ان آنسوؤں کا سبب پوچھا۔ کونرو نے بات کو ٹالتے ہوئے کہا کہ ''شمع کے دھنوئیں کی وجہ سے میری آنکھ سے آنسو بہنے لگے، اور کوئی خاص بات نہیں''۔ مگر لیلا اس کے جواب سے مطمئن نہ ہوئی، اس نے پھر پوچھا ''سچ سچ بتاؤ آخر کیا بات ہے؟'' کونرو یہ سن کر کچھ سوچنے لگی، اور پھر ایک آہ سرد کھینچ کر بولی: ''کبھی میں بھی آپ کی طرح عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتی تھی، مجھے بھی ملک اور بادشاہی حاصل تھی۔ تمہارے یہاں یہ شمع جلا کر روشنی حاصل کی جاتی ہے اور میرے یہاں رات کو میرے نو لکھے ہار کی آب و تاب سے کچھ ایسا سماں ہوتا تھا کہ اندھیرا اجالے میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ بیتے دنوں کی یاد جب کبھی مجھے آ جاتی ہے تو میری آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں۔'' لیلا کونرو کی یہ باتیں سن کر خاموش رہی لیکن اس کی خاموشی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ کونرو کے اس نو لکھے ہار کو دیکھنا چاہتی ہے۔ کونرو تو اس موقع کی تاک ہی میں تھی، فوراً وہاں سے اٹھ کر گئی اور تھوڑی دیر بعد پھٹے پرانے کپڑوں کی گٹھڑیوں میں سے اپنا نولکھا ہار نکال لائی۔ لیلا زیوروں کی بیحد شائق تھی اور قیمتی موتیوں سے تو اسے بڑی محبت تھی۔ کونرو کا نولکھا ہار اس کی آنکھوں میں بس گیا، کہنے لگی ''تو جو کچھ چاہتی ہے، مجھ پر ظاہر کر دے، میں تیری ہر خواہش کو پورا کروں گی، لیکن اپنا یہ ہار مجھے دے دے''، کونرو نے بڑی عاجزی سے کہا ''مجھے مال متاع کی کوئی حرص نہیں۔ صرف چنیسر کے ساتھ ایک رات بسر کرنا چاہتی ہوں۔'' لیلا کو قیمتی ہار کی ہوس نے کچھ ایسا موہ لیا تھا کہ اس نے کونرو کی یہ شرط قبول کر لی اور اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا تو خوش ہو کر رات کا انتظار کر، میں اس کو آج رات تیرے کمرے میں پہنچا دوں گی۔

اتفاق کی بات کہ چنیسر شام ہی سے مصاحبین کے جھرمٹ میں کچھ ایسا محو ناؤ نوش رہا کہ رات کو کافی دیر سے حرم سرا میں داخل ہوا۔ لیلا اس کو نشے میں دیکھ کر سوچنے لگی کہ اب چنیسر سے جو کچھ میں کہوں گی وہ بخوشی مان لے گا۔ لیلا نے چنیسر کے گلے میں بانہیں ڈال کہا، ''بیچاری کونرو تمہارے لئے مر رہی ہے آج رات اس کے پاس جا کر کچھ اس کی ڈھارس بندھاؤ''۔ چنیسر حالانکہ نشے میں تھا پھر بھی لیلا کی یہ بات سن کر اس کی غیرت جاگ اٹھی اور اس نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ لیلا کو تو کسی نہ کسی طرح چنیسر سے یہ کام لینا ہی تھا لہٰذا اس نے خوشامد درآمد سے چنیسر کا ہاتھ پکڑ کر کونرو کے کمرے میں داخل کر دیا۔ کونرو سرِ شام ہی سے اس کا انتظار بڑی بے چینی سے کر رہی تھی، اس نے بڑے تپاک سے چنیسر کا خیر مقدم کیا اور اس کو بہلانے کے جتن کرنے لگی۔ چنیسر کچھ تو نشے میں تھا اور کچھ رات زیادہ ہو جانے کے سبب بغیر کونرو سے بات چیت کئے بستر پر دراز ہو گیا۔ لیکن اس عالم مدہوشی و خواب میں جب اس کی آنکھ کھلی اور اس نے اپنے پاس کونرو کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھا ''الٰہی اس رات کو مختصر کر! لیلا کے حسن و جمال سے اس کو کیا نسبت ہے، میں تو لیلا کے سوا کسی کو نہیں چاہتا! بھلا پھول کو خس سے کیا نسبت ہو سکتی ہے! میرے مولیٰ میرے پاس سے اس کو دور کر کے، میری رات کو منور کر دے۔''

صبح کو جب چنیسر بیدار ہوا تو خود کو بالکل اجنبی ماحول میں پایا۔ وہ کمرا چھوڑ کر جانا ہی چاہتا تھا کہ کونرو کی ماں آ گئی اور یہ دیکھ کر کہ چنیسر جانا ہی چاہتا ہے، کہنے لگی ''آپ اپنی نیاز مند کو چھوڑ کر اب کہاں جاتے ہیں؟ لیلا نے تو کل نو لکھے ہار کو آپ پر ترجیح دی ہے!'' چنیسر یہ طنزیہ باتیں سن کر کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اس پر کونرو کی ماں نے اول سے آخر تک سب کچھ بیان کر دیا۔ چنیسر کو جب لیلا کے اس حرص و ہوس کا علم ہوا تو فوراً اس کے دل میں نفرت سی پیدا ہو گئی اور وہ پھر کونرو کو پیار کرنے لگا۔

لیلا کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ چنیسر اس کی طرف سے بددل بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ کونرو اس کے من کی رانی بنی ہوئی ہے اور اس کی طرف سے بالکل بے اعتنائی برتی جا رہی ہے تو اس قسم کی کوششیں کرنے لگی جن سے چنیسر پھر سے راضی ہو جائے۔ لیکن چنیسر کچھ ایسا روٹھا کہ اس کا منانا ناممکن ہو گیا۔ آخر کار لیلا ہر طرف سے مایوس ہو کر مع ساز و سامان کے اپنے میکے چلی گئی۔ امید اسے یہ تھی کہ کبھی نہ کبھی چنیسر اسے خود منانے آئے گا لیکن اس آسرے میں کئی سال گذر گئے، اور چنیسر کسی عنوان سے اسے دوبارہ اپنانے کو تیار نہ ہوا۔

چنیسر کے وزیر جکھرہ کی نسبت لیلا ہی کے گھرانے کی ایک لڑکی سے ہوئی تھی۔ اس لڑکی سے

جکھرہ کو دلی محبت تھی، لیکن لیلا اور چنیسر کی ناچاقی کا اثر اس ہونے والے رشتے پر بھی پڑا۔ لڑکی والوں نے شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جکھرہ یہ سوچ کر کہ ممکن ہے لیلا کے پاس جانے سے کام بن جائے مجبوراً صلح وصفائی کرنے گیا۔ اور لیلا کو اپنی امداد واعانت پر راضی کر لیا۔ لیلا نے ایک شرط یہ لگا دی کہ ''تمہارے ساتھ چنیسر کا آنا ضروری ہے!'' جکھرہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور دیول واپس آ کر اس نے چنیسر سے بطور خاص یہ درخواست کی کہ ''آپ میری شادی میں ضرور شریک ہوں بغیر آپ کی شرکت کے میری تمام خوشی بیکار ہو جائے گی!'' چنیسر نے جکھرہ کی یہ بات منظور کر لی۔

چنیسر جکھرہ کی بارات میں بڑی شان وشوکت سے شریک ہو کر لڑکی والوں کے شہر کی طرف چلا۔ شہر سے باہر جہاں بارات ٹھہرائی گئی۔ وہاں لیلا اور اس کی سہیلیاں بنی سنوری پہلے سے استقبال کے لئے موجود تھیں۔ باراتیوں کا خیر مقدم انہوں نے دل آویز ناچ گانے سے کیا۔ لیلا کی دلکش اداؤں نے چنیسر پر کچھ ایسا اثر کیا کہ جب وہ ناچتی ہوئی اس کے قریب آئی تو بیساختہ اس کی زبان سے نکل گیا، ''اے نازنین! گھونگھٹ کھول کر اپنا روئے زیبا دکھا!'' لیلا تو پہلے ہی سے بے قرار تھی، گھونگھٹ کھول کر بڑی حسرت بھری نظروں سے چنیسر کو دیکھنے لگی۔ چنیسر حالانکہ بظاہر لیلا سے قطع تعلق کر چکا تھا لیکن اس کے دل میں لیلا کی محبت یک لخت جاگ اٹھی تھی۔ کافی عرصے کے بعد اتفاقیہ طور پر لیلا کو اس طرح دیکھ کر اس پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ظاہر ہے کہ لیلا کے لئے بھی یہ صدمہ روح فرسا تھا، اور وہ بھی دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر گری اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

مومل رانو:

پندرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں ''راجا نند'' نامی گوجر ذات کا ایک سردار سندھ میں میر پور ماتھیلے کا حکم تھا۔، اس راجا کو نو لڑکیاں تھیں، ان سب میں مومل زیادہ حسین تھی، او رسومل نسبتاً ذہین۔

ایک دن راجا نند اپنے امرا کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے سیر وشکار میں مصروف تھا۔ حسن اتفاق کہ ایک سُور دریا میں نظر آیا، جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا جاتا، دریا خشک ہوتا جاتا۔ یہ تعجب خیز منظر دیکھ کر راجا نے گھوڑے کو اس کے پیچھے ڈالا اور قریب پہنچ کر ایسا تیر کس کر مارا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ دل میں خیال آیا کہ اس کے جسم میں ضرور کوئی پراسرار چیز ہے جو پانی کو خشک کر دیتی ہے۔ راجا نے سور کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اور ایک ایک ٹکڑے کو دریا میں ڈال کر آزمانے لگا۔ آخر اسے

معلوم ہوا کہ یہ عجیب وغریب کرشمہ ایک دانت سے تعلق رکھتا تھا۔ راجا نے اس دانت کا پتہ لگایا، پھر اس کی مدد سے دریا پار کر کے محل میں واپس آیا۔ رفتہ رفتہ اپنا سارا خزانہ راجا نے دریا کے اندر چھپا دیا اور کسی کو اس کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

اتفاق سے ایک فقیر کو جادو کے زور سے اس خزانے کا کچھ علم ہوا۔ اس نے سوچا کہ کسی طرح اس خزانے پر ہاتھ صاف کیا جائے، جو دریا کے سینے میں پوشیدہ ہے۔ فقیر گھومتا پھرتا اس علاقے میں آیا اور کسی ایسے موقعہ کی تلاش میں رہا کہ پراسرار دانت اس کے قبضے میں آجائے۔ ایک دن فقیر کو معلوم ہوا کہ راجا نند مصاحبین کے ہمراہ دور دراز سفر کے لئے روانہ ہو رہا ہے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر وہ محل کے نزدیک آیا، اور دردناک صدائیں بلند کرنے لگا۔ جب مومل کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے فقیر کو بلوا کر دریافت کیا کہ ''اے بزرگ، میں تیری کیا خدمت کرسکتی ہوں؟'' فقیر نے جواب دیا کہ ''بیٹی! میں ایسے مرض میں مبتلا ہوں جس کا علاج سور کے دانت کے علاوہ کچھ نہیں۔ تیرے پاس کس چیز کی کمی ہے، خدا کا دیا تیرے ہاں سب کچھ ہے یہ سوچ کر کہ ممکن ہے اس در کے توسل ہی سے مجھے یہ دوا مل جائے، میں ادھر آیا اور اب تجھ سے سوائے اس کے میرا کوئی سوال نہیں''۔

مومل کو یاد آیا کہ شاید اس کے باپ کے پاس یہ دانت تھا، اندر گئی اور کچھ دیر کے بعد ڈھونڈ کر وہ دانت لے آئی، اور فقیر کی نذر کر دیا۔ فقیر صد ہا دعائیں دیتا ہوا روانہ ہو گیا۔ دریا پر پہنچ کر اس نے دانت کی مدد سے دریا خشک کیا، اور راجا نند کا سارا خزانہ لے کر دور کسی شہر میں جا بسا، تاکہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکے۔

راجا نند جب سفر سے واپس لوٹا تو ایک دن اسے خیال آیا کہ ذرا اپنے خزانے کو دیکھ بھال آئے۔ لیکن جب دانت کو اپنی جگہ پر نہ پایا تو ہوش وحواس گم ہو گئے، محل کا کونہ کونہ ڈھونڈ مارا لیکن اس کا پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا، آخر بڑی پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہوا کہ مومل نے سیلانی فقیر کو دے دیا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی، غصے میں وہ اپنے آپے میں نہ رہا، اور مومل کو جان سے مارنے کی ٹھان لی۔ اس موقع پر مومل نے بڑی دانشمندی سے کام لیا۔ اس نے راجا کو بڑے عجز وانکسار اور منت وسماجت کے ساتھ یہ دلاسا دیا کہ وہ کھویا ہوا خزانہ کسی نہ کسی طرح حاصل کر کے ہی رہے گی۔

مومل جادوٹونے کے فن میں بیحد ہوشیار تھی۔ کئی دن تک غور وخوض کرنے کے بعد وہ اپنی تمام بہنوں اور خادماؤں کو لے کر جیسلمیر کی طرف روانہ ہو گئی۔ جیسلمیر کے قریب ایک شہر تھا جس کا نام

لڈانو (لودرو) تھا، یہ شہر کاک دریا کے کنارے بسا ہوا تھا۔ سومل جب اس شہر میں پہنچی تو اس کے پرکیف نظاروں سے بیحد متاثر ہوئی۔ کاک کے کنارے ایک پرفضا مقام پر اس نے طلسمی محل بنوایا۔ اس محل کے چاروں طرف ایسا عمدہ اور خوشنما باغ لگوایا جس میں رنگ برنگ کے خوشبودار پھول تھے۔ باغ کے گرد ایسی عجیب وغریب بھول بھلیاں تعمیر کرائیں جن میں ایک بار داخل ہونے کے بعد نکلنا دشوار ہو جائے۔ ستونوں سے ملا ہوا شیشے کا ایک طلسمی تالاب بنوایا، جسے دیکھ کر اچھے اچھے دنگ رہ جائیں۔ محل کے دروازوں پر چاروں طرف چار ایسے خوفناک شیر بنوائے جن کی ہیبت ناک صورت اور آسمان کی طرف اٹھی ہوئی گردن دیکھ کر بہادروں کے بھی حواس باختہ ہو جائیں۔ دیوان خانے میں سات ایسے خوشنما جھولے ٹنگوائے جن میں سے چھ جھولے کچھ سوت کی نازک رسیوں میں بندھے ہوئے تھے اور ایک جھولا مضبوط رسی سے، پہلے چھ جھولوں کے نیچے ایسے خطرناک گڑھے کھدوائے جو بظاہر معلوم نہیں ہوتے تھے۔

جب یہ طلسمی محل ہر طرح بن سنور کر تیار ہو گیا تو تمام بہنیں اور خادمائیں سولہ سنگار کر کے اس میں اس طرح رہنے لگیں جیسے مکڑیاں خوبصورت جالے تیار کر کے شکار کی تلاش میں بیٹھ جائیں۔ پورے شہر میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص باغ، تالاب اور شیروں وغیرہ کے خطرات سے بچ کر صحیح سلامت مومل کے جھولے تک پہنچ جائے گا تو مومل اسی کی ہو جائے گی۔

لڈانو شہر ایک بڑا تیرتھ تھا، دور دراز ملکوں کے بیوپاری اور راج کمار وہاں آتے رہتے تھے، جب ان میں مومل کے حسن و جمال کا چرچا ہوا تو بہت سے مال و متاع لے کر طلسمی محل کی طرف جوق در جوق آنے لگے۔

طلسمی محل کے دروازے پر ایک بڑا نقارہ رکھا ہوا تھا۔ جس کو بھی مومل کے حاصل کرنے کی خواہش ہوتی، وہ اس نقارے پر چوٹ مارتا۔ نقارے کی چوٹ کی آواز سنتے ہی مومل فوراً ہی سب کو تیاری کا حکم دیتی۔ سب سے ہوشیار خادمہ "ناتر" تھی، جس کو باہر بھیجا جاتا، اور وہ نو وارد کو اپنے ہمراہ لے آتی اور تھوڑی دیر کے بعد غائب ہو جاتی۔ مہمان یا تو بھول بھلیوں میں ہی کھو جاتا یا پھر طلسمی تالاب، خوفناک شیروں کی مڈھ بھیڑ اور دوسرے ہیبت ناک مناظر کی تاب نہ لاتا، اور اپنے سارے ہیرے جواہرات اس سحر آفریں محل کی نذر کر کے جب بمشکل تمام باہر آتا تو مایوس ہو کر بیراگی بن جاتا اور مومل کے فراق میں جنگل جنگل مارا مارا پھرتا اور اس طرح ایک نہیں کئی ایک محبت کے ماروں نے اپنی تقدیر آزمائی کی، لیکن ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگا۔ بیشتر نے محل کے اندر اور باہر تڑپ

تڑپ کر جان دے دی اور دریائے کاک کے کنارے ان کی یادگاریں باقی رہ گئیں۔

اسی زمانے میں سندھ کے تھر علاقے کی عنان حکومت سومرا سرداروں کے ہاتھوں میں تھی۔ اس خاندان کا ایک حاکم ہمیر سومرو ۱۴۰۰ء میں تخت پر بیٹھا۔ اس کا پائے تخت امر کوٹ تھا۔ اس کے تین وزیر تھے: ڈونر بھٹی، سنڑ وڈ ماچانی اور رانا مینڈھرو۔ ان کو وہ ایک پل کے لئے بھی جدا نہ ہونے دیتا۔ آخر الذکر کی بہن ہمیر سومرو کو بیاہی گئی تھی۔ چاروں یار عیش وعشرت کے شائق تھے۔ وہ وزیادہ وقت سیر و سیاحت اور شکار وغیرہ میں گذارتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ لوگ ہرنوں کے شکار کے لئے روانہ ہوگئے، اوران کے تعاقب میں بہت دور تک نکل گئے۔ اتفاق کی بات کہ جنگل میں ان کی ملاقات ایک سادھو سے ہوئی۔ اس کی وضع قطع اور شکل وصورت میں کچھ ایسی کشش تھی کہ یہ لوگ بصد عزت واحترام اس کے قریب گئے۔ رانا مینڈھرو نے بڑے ادب سے اسے سلام کیا اور بڑی عاجزی سے پوچھا ''مہاراج! خیر تو ہے۔ آخر آپ اس سنسان و بیابان میں زندگی کیوں بسر کر رہے ہیں؟'' سادھو نے ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد جواب دیا ''میں بھی کبھی تم لوگوں کی طرح راج کمار تھا لیکن اب کاک کا مارا ہوا ایک سادھو ہوں!'' رانا نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا ''مہاراج! براہ کرم یہ تو بتایئے کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟'' جوگی نے کسی گہری سوچ میں ڈوب کر ایک سرد آہ بھری اور بولا ''مومل کے حسن و جمال نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے۔ کبھی میں اس کے دیدار کرنے کے لئے کاک گیا تھا لیکن ان سحر آفریں حسیناؤں کے سامنے میری ایک نہ چلی۔ سارا مال ومتاع قربان کر دیا۔ اور آخر کار لڈانو نے کو خیر باد کہہ کر ان بیابانوں میں آ گیا۔''

یہ دردناک داستان سن کر چاروں یار حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ جیسے یہ کہہ رہے ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک کو یہ عہد کر لینا چاہئے کہ جیسے بھی ہو، مومل کو ایک بار ضرور دیکھیں گے! جوگی سے اجازت لے کر چاروں دوست کاک کی طرف روانہ ہوگئے اور تین چار دن کے سفر کے بعد ایک شام کو منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

مومل کو ان چاروں کی آمد کی خبر رات ہی کو مل گئی تھی۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنی خاص خادمہ ناتر کو آراستہ پیراستہ کر کے ان کی مزاج پرسی کے لئے بھیجا۔ ناتر نے ان کے روبرو آ کر بڑے ادب سے سلام کیا اور ہر ایک کے سامنے تھالی میں کچھ چنے اور الجھے ہوئے سوت کے گچھے پیش کئے۔ رانا کے علاوہ سب نے چنے کھائے اور لگے الجھے ہوئے سوت کو سلجھانے۔ رانا نے چنوں کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ البتہ تھالی اٹھا کر اپنے گھوڑے کے سامنے رکھ دی اور الجھے ہوئے گچھے کے ٹکڑے ٹکڑے

کر کے ایک ہار سا بنا کر گھوڑے کے گلے میں ڈال دیا۔ پھر بڑے تیکھے انداز میں ناتر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "جا کر اپنی مالکن کو یہ سب کچھ بتا دینا!" رانے کی یہ روش دیکھ کر ناتر کے ہوش و حواس گم ہو گئے، مومل سے آ کر جو کچھ دیکھا تھا کہہ دیا۔ مومل نے رانا کو پرکھنے کے لئے حلوے کا تھال بھجوایا۔ حلوا دیکھتے ہی رانا نے بڑے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے ناتر سے کہا "تمہاری مالکن نے کیا ہمیں عورتوں میں شمار کیا ہے، جو یہ زنانہ کھانا بھیجا ہے؟" تیسری مرتبہ مومل نے کئی قسم کا کھانا تیار کروایا اور سب میں تھوڑا تھوڑا زہر ملوا دیا ۔ جب ناتر بڑے اہتمام سے یہ کھانے لے کر آئی تو کہنے لگی "یہ کھانے ہماری مالکن نے آپ کے لئے بطور خاص اپنے ہاتھوں سے تیار کئے ہیں اور درخواست کی ہے کہ براہ کرم مزہ لے لے کر کھائیں"۔ ہمیر اور اس کے ساتھ لقمہ اٹھانے ہی والے تھے کہ رانا نے انہیں ٹوکا۔ دو تین نوالے پاس ہی کھڑے ہوئے ایک کتے کو ڈالے جو انہیں کھاتے ہی مر گیا۔ یہ دیکھ کر ہمیر اور اس کے ساتھ غصے میں آ کر بولے "چلو اپنے وطن لوٹ چلیں! یہ جان لیوا جگہ ہمارے لئے موزوں نہیں"۔ رانا نے جواب دیا "آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنا بہادروں کا کام نہیں"۔

ناتر نے مومل کے پاس جا کر تمام واقعات بیان کئے اور بڑی عاجزی سے درخواست کی کہ رانا جیسا عقل منداور حسین و جمیل راج کمار مشکل ہی سے ملے گا، بہتر ہے کہ مومل اسے ہمیشہ کے لئے اپنا لے۔ مومل نے یہ سن کر ناتر کو بڑی حقارت سے دیکھا اور کہنے لگی "گستاخ! اپنی زبان بند رکھ۔ میں دنیا کو خود پر ہنسنے کا موقعہ نہ دوں گی۔ جا اور اس سے کہہ کہ اگر ایسا ہی عقل منداور بہادر ہے تو آ کر اپنا نصیب آزمالے"۔

جب چاروں دوستوں تک مومل کا یہ پیغام پہنچا تو سب سے پہلے ہمیر کمر بستہ ہوا، اور ناتر کے ہمراہ چلنے لگا۔ جیسے ہی باغ کے دروازے سے نکل کر بھول بھلیوں میں قدم رکھا تو ناتر گم ہو گئی۔ ناتر کے غائب ہوتے ہی ہمیر نے ادھر ادھر بھٹکنا شروع کیا۔ طلسمی محل کے مختلف خوفناک مناظر نے اس کا دل ہلا دیا۔ آخر کار وہ بمشکل گرتا پڑتا جائے قیام پر پہنچا، اور دوستوں سے کہا "اگر میری بات مانو تو مومل کا خیال دل سے نکال دو!" رانا نے جواب دیا "اچھا آپ نے تو اپنا نصیب آزما لیا۔ اب ذرا ہم لوگوں کو بھی موقع دیجئے"۔

دوسری اور تیسری رات ہمیر کے دوسرے دوستوں کا بھی وہی حشر ہوا، جو ہمیر کا ہوا تھا۔ آخر چوتھی رات کو رانا تیار ہوا۔ طلسمی محل کے اندرونی اور بیرونی مناظر نے اسے بھی بہت زیادہ ڈرایا لیکن وہ دلیر ہمت نہ ہارا۔ جس وقت وہ پراسرار چشمے کے کنارے پہنچا تو کچھ گھبرا سا گیا۔ لیکن جلد ہی خود

پر قابو پاتے ہوئے اس نے جیب سے ایک چھالیہ نکالی اور اس کو چشمے کے اندر پھینکا۔ اس طرح اسے معلوم ہو گیا کہ یہ مصنوعی چشمہ محض ایک فریب ہے وہ آگے بڑھتا ہوا محل کے خاص دروازے تک پہنچا۔ مومل بالائی جھروکوں سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ فوراً ہی اس نے ایک مخصوص خادمہ کو محل کے دروازے پر رانا کے استقبال کے لئے روانہ کیا۔ جو اسے دیوان خانے میں لے گئی، اور بڑے تپاک سے بولی ''آپ جب تک اس جھولے پر آرام فرمائیں میں اپنی مالکن کو خبر کر آؤں''۔ ایک ہی قسم کے سات کھٹولے دیکھ کر رانا کو کچھ شک ہوا۔ سوچنے لگا کہ ہو نہ ہو اس میں بھی کوئی راز ہے۔ اس لئے بیٹھنے سے پہلے کمان کو ہر ایک کھٹولے میں پھنسا پھنسا کر آزمانے لگا۔ پھر نیچے بچھے ہوئے قالین اور غالیچے ہٹا کر ان خوفناک غاروں کو بھی دیکھتا رہا، جن میں چمکتی ہوئی تیز برچھیاں لگی ہوئی تھیں، تاکہ جھولے سے گرنے والا زخموں سے چور چور ہو جائے۔ رانا کو معلوم ہو گیا کہ صرف ساتواں جھولا اس قابل ہے کہ اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ لہٰذا اچھل کر اسی جھولے میں بیٹھ گیا۔ اور مومل کا انتظار کرنے لگا۔ جب مومل نے یہ رنگ دیکھا تو مجبوراً ایک باندی کے ذریعے رانا کو یہ پیغام بھیجا کہ ''اب مہربانی کر کے اوپر آ جاؤ''۔ رانا جب باندی کے ساتھ بالا خانے پر پہنچا تو دیکھا کہ کتنی ہی حسینائیں ایک جیسے زرق و برق لباس میں بنی ٹھنی صف بہ صف بیٹھی ہوئی ہیں۔ رانا ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ سوچنے لگا کہ نہ جانے ان میں مومل کون ہے۔ وہ ابھی اسی فکر میں کھویا ہوا تھا کہ اسے ایک بھونرا اڑتا ہوا دکھائی دیا۔ یہ بھونرا مومل کے بالوں کے اردگرد منڈلا رہا تھا۔ عقلمند رانا نے جب مومل کا پتہ چلا لیا تو بڑی محبت سے اس کی طرف بڑھا۔ مومل پہلے سے اس کی عقل مندی اور بہادری کی قائل تھی، اس آخری آزمائش نے اس کے دل کو موہ لیا۔ آگے بڑھ کر بڑے والہانہ انداز سے کہنے لگی ''اے بہادر دلدار! تو نے مجھے جیت لیا۔ میرے نزدیک آ، تاکہ میں تجھے گلے سے لگا سکوں''۔ رانا کی ساری رات مومل کی ہم آغوشی میں گذری۔ صبح کو وہ اپنے یاروں سے ملنے کے لئے مومل سے رخصت ہونے کو تیار ہوا۔ لیکن مومل اس کی جدائی برداشت کرنے کو تیار نہ ہوئی۔ آخر بمشکل تمام عہد و پیماں اور قول و اقرار کے بعد رانا کو مومل نے الوداع کہا۔

رانا نے اپنے دوستوں کو پورا قصہ سنایا۔ سب نے اس کی خوش نصیبی پر اظہار حیرت کیا۔ ہمیر کہنے لگا ''ہمیں بے حد خوشی ہے کہ تمہیں مومل جیسی یکتائے روزگار حسینہ کا قرب نصیب ہوا۔ میری دلی آرزو ہے کہ ایک مرتبہ میں بھی اسے دیکھ سکوں۔ رانا نے جواب دیا۔ ''مجھے آپ کا حکم بسر و چشم منظور لیکن مومل ہرگز ایسی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوگی۔ اگر واقعی آپ کی ایسی خواہش ہے تو

بھیس بدل کر چلئے۔ ممکن ہے کامیابی ہو جائے''۔ ہمیر پر یہ بات ناگوار گذری۔ لیکن سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ مجبوراً ایک گوالے کا بھیس بدل کر رانا کے ساتھ ہولیا۔ مومل صبح ہی سے رانا کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ بڑے خلوص و محبت سے استقبال کے لئے آگے بڑھی۔ لیکن جب رانا کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھا، تو تعجب سے پوچھنے لگی ''یہ کون ہے؟'' رانا نے جواب دیا ''یہ میرا ہی آدمی ہے'' مومل ہمیر کی شکل وصوت سے موقع کی نزاکت کو بھانپ گئی۔ کہنے لگی کہ اس سے کہو کہ جا کر میری بھینس کا دودھ دوھے''۔ ہمیر مومل کا یہ حکم سن کر بڑا اسٹ پٹایا۔ لیکن مجبوراً اسے اس کام کے لئے جانا پڑا۔ اول تو اس نے کبھی اس قسم کا کام کیا نہ تھا۔ دوسرے بھینس بھی اتنی شریر قسم کی تھی کہ ہمیر کو اس پر قابو پانا دشوار ہو گیا۔ بمشکل وہ بھینس کے تھنوں سے تھوڑا بہت دودھ نکالنے میں کامیاب ہوا۔ اسے کچھ ایسا غصہ آیا کہ دودھ کو نوکروں میں تقسیم کر کے بغیر کسی اطلاع دیئے محل سے باہر آ گیا۔

ہمیر سومرو کو اپنی بے عزتی پر رانا کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا۔ ایک قاصد کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ''تمہارے ساتھی وطن واپس لوٹ رہے ہیں۔ اگر ساتھ چلنا ہو تو آ جاؤ۔ ورنہ گھر کے لئے جو سندیسا بھیجنا ہو بھیج دو''۔ رانا نے قاصد کو یہ جواب دے کر واپس کر دیا کہ ''مومل کی محبت ہی میرے لئے سب کچھ ہے اور اب یہی میرا وطن ہے'' مومل نے جب یہ سنا تو بڑے پیار سے بولی ''خواہ مخواہ اپنے ساتھیوں سے برگشتہ ہونا ٹھیک نہیں۔ بہتر تو یہ ہوگا کہ تم خود جا کر ان سے ملو، اور خوشی خوشی الوداع کہو''۔ رانا نے مومل کی یہ بات مان لی لیکن جیسے ہی وہ اپنے دوستوں کے پاس آیا، انہوں نے مل کر اسے ایک اونٹ کی پیٹھ سے جکڑ دیا اور آن کی آن میں امر کوٹ روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر رانا کو نظر بند کر دیا۔

مومل کی جدائی میں رانا کا برا حال ہو گیا۔ ادھر مومل بھی شب و روز بےچین رہنے لگی۔ آخر چند مصاحبین کے مشورے پر ہمیر نے رانا کو آزاد کر دیا لیکن یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ اب مومل کی شکل بھی نہ دیکھے گا۔

رانا مومل کے بغیر ماہی بے آب بنا ہو تھا۔ جیسے تیسے جدائی کے چند دن گذارنے کے بعد ایک رات وہ اپنے تیز رفتار اونٹ پر سوار ہوا اور اپنی پیاری مومل سے جا ملا۔ ملاقات کا یہ سلسلہ یونہی چوری چھپے جاری تھا کہ ایک دن صبح جب رانا کاک سے لوٹ کر امر کوٹ گیا تو اتفاقیہ طور پر اس کے کپڑوں میں کاک کی سرخ سرخ مٹی لگی رہ گئی۔ اس کی بیوی نے جب یہ دیکھا تو سمجھی کہ شاید سیر وشکار میں رانا زخمی ہو گیا ہے۔ رانا سے کچھ کہے سنے بغیر اس کی اطلاع ہمیر کو کر دی۔

ہمیر سومرا نے چھوتے ہی کہا" یہ رنگ تو کاک کی مٹی کا ہے" رانا کی وعدہ خلافی پر اسے بہت غصہ آیا۔اس نے اونٹ کے پیروں میں میخیں ٹھکوادیں اور رانا کو دوبارہ قید و بند میں ڈال دیا۔

رانا کو قید و بند میں دیکھ کر اس کی بہن کو بیحد صدمہ ہوا۔ جب اس کے سرتاج ہمیر سومرا نے اس کی غمگین صورت دیکھ کر پوچھا،تو اس نے بڑی منت سماجت کرتے ہوئے یہ درخواست کی کہ " جیسے بھی ہو، میرے بھائی کو فوراً آزاد کردو!" ہمیر نے اپنی چہیتی بیوی کا دل رکھنے کے لئے رانا کو معافی دے دی۔

رانا آزاد ہو کر پھر مومل سے ملنے کے جتن کرنے لگا۔ موقع ملتے ہی جب وہ اپنے پیارے اونٹ کے پاس گیا تو اس کی حالت زار دیکھ کر بے حد رنجیدہ ہوا۔لیکن فوراً ہی خیال آیا کہ اسی نسل کا ایک دوسرا اونٹ ہے: جو اسے با آسانی کاک پہنچادے گا۔

مومل رانا کا انتظار کرتے کرتے کچھ ایسی بے قرار رہنے لگی تھی کہ اسے سانس لینا بھی دوبھر تھا۔اس کی بڑی بہن سومل نے جب یہ دیکھا کہ مومل دن رات تڑپتے گذارتی ہے تو اس کا دل بہلانے کیلیئے وہ رات کو رانا کا بھیس بدل کر ساتھ سونے لگی۔

رانا جب غیر متوقع طور پر رات کو مومل کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ کسی کے ساتھ سوئی ہوئی ہے۔ پہلے تو خیال آیا کہ تلوار کے ایک ہی وار میں دونوں کا کام تمام کردے۔ پھر مومل کی من موہنی صورت دیکھ کر نہ جانے کیا سوچا۔اور پلنگ کے قریب نشانی کے طور پر اپنا خوبصورت عصا رکھ دیا اور الٹے پاؤں واپس آ گیا۔

صبح کو جب مومل سو کر اٹھی تو دیکھا کہ رانا کا عصا اسکے پاس رکھا ہوا ہے،اسے فوراً خیال آیا کہ رات کو رانا میرے پاس آیا ہوگا،لیکن مجھے کسی دوسرے کے ساتھ ہم آغوش دیکھ کر واپس لوٹ گیا ہوگا۔

مومل نے رانا کی غلط فہمی مٹانے کے لئے کئی قاصد بھیجے اور دوسرے بہت سے جتن کیے،لیکن رانا قابو میں نہ آیا۔مومل کا جینا محال ہو گیا۔رات دن وہ اسی فکر میں رہنے لگی کہ کسی طرح رانا کو دوبارہ راضی کرے۔کئی دن بے قراری میں گذار کر ایک دن اس نے تاجر کا بھیس بدلا اور امر کوٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔وہاں پہنچ کر رانا کے محلات کے سامنے ایک عالیشان کمرہ بنوایا۔ کچھ دن بعد رانا سے ملاقات ہوئی اور راہ و رسم بڑھنے لگی، یہاں تک کہ دونوں ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو گئے۔

ایک دن "چوسر" کھیلتے ہوئے جب مومل نے داؤ پھینکا تو اس کے بازوؤں سے کپڑا کھسک گیا

اور رانا نے پہچان لیا کہ یہ موہل ہے۔ اور موہل نے جب یہ دیکھا کہ اس کا بھرم کھل گیا ہے، تو رانا کے قدموں پر گر کر اپنی پاک دامنی کا یقین دلانے لگی۔ اور بڑے عجز و انکسار سے کہنے لگی "میرے پیارے! اب روٹھنا چھوڑو۔ میری خطاؤں کو معاف کر دو اور مجھے پھر اسی طرح اپنا لو!" رانا پر موہل کی اس منت سماجت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بڑی بے اعتنائی سے اسی بے قراری کے عالم میں اسے چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا اور موہل بے حد مایوس ہو کر طلسمی محل کی جانب لوٹ گئی۔

موہل نے ایک بڑی چتا جلوائی۔ اور جب ہر طرف سے شعلے بلند ہونے لگے تو وہ ان شعلوں میں کود پڑی۔ ادھر رانا کو بھی موہل کے اس ارادے کی خبر مل گئی تھی۔ جب وہ افتاں وخیزاں کاک پہنچا، تو دیکھا کہ ہر طرف آگ ہی آگ ہے۔ رانا کا دل اس آگ کی طرف کھینچنے لگا اور وہ بھی دھکتے لپکتے ہوئے شعلوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔

عمر ماروی

عمر سومرو کے زمانے میں (جو ۱۳۵۵ء سے ۱۳۹۰ء تک بتایا جاتا ہے) تھر کے علاقے میں ملیر ایک سرسبز وشاداب خطۂ تھا۔ اس خطے میں "پالنے" نام کا ایک دہقان رہتا تھا، جو مارو قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ قوم ترک وطن کر کے گجرات اور کاٹھیاواڑ کے علاقوں سے یہاں آئی تھی۔ غریب پالنے اور اسکی بیوی "ماڈوئی" سارا دن دن محنت ومشقت کرتے، اور جنگل جنگل اپنے پالتو چوپایوں کو چرا پھرا کر روزی حاصل کرتے تھے۔ ان کی گذر اوقات کے لئے جنگلی پھل پھولوں کے علاوہ دو ایک کھیت بھی تھے، جن میں وہ پھوگ نامی ایک ہاری کی شرکت میں کھیتی باڑی کا کام بھی کرتے تھے۔

پالنے کی ایک خوبصورت لڑکی تھی، جس کا نام ماروی تھا۔ ماروی اس قدر حسین تھی کہ نہ صرف ملیر میں بلکہ قرب وجوار کے علاقوں میں بھی اس کے بے مثال حسن و جمال کا شہرہ تھا۔ اور بیشتر جوان اس کی محبت کا دم بھرتے تھے۔ بچپن ہی سے پھوگ اس کے حسن و جمال کا گرویدہ تھا اور تہہ دل سے یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اس کو ہمیشہ کے لئے اپنا لے۔ جب ماروی جوان ہوئی تو پھوگ نے اس کے والدین سے اپنے رشتے کی بات چیت کی۔ لیکن وہ پہلے ہی اپنے ایک رشتے دار کھیت سے منسوب ہو چکی تھی۔ اس لئے پھوگ کو مایوس ہونا پڑا۔ پھوگ کو اپنی اس ناکامی کا صدمہ تھا، آخر یہی صدمہ جذبۂ انتقام میں بدل گیا، بغض وحسد نے اسے یہ سمجھایا کہ ماروی کو کسی طرح عمر کے پھندے میں پھنسانا چاہئے۔ یہ خیال آتے ہی اس نے عمرکوٹ کا رخ کیا، اور کسی نہ کسی طرح عمر کے دربار میں شرف باریابی حاصل کر لیا۔

پھوگ کی زبانی ماروی کے حسن و جمال کا شہرہ سن کر عمر کچھ ایسا متاثر ہوا کہ ماروی کو اپنی تحویل میں لینے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ آخر بھیس بدل کر پھوگ کے ہمراہ ملیر کی طرف روانہ ہو گیا، اور جب منزل بالکل قریب آ گئی تو ایک پہاڑی پر ٹھہر گیا۔ یہاں اس نے پھوگ سے مشورہ کیا کہ آخر کس طرح ماروی کو اغواء کیا جائے۔ پہاڑی کے نزدیک ہی چند ایسے کنویں تھے، جن پر ملیر کی عورتیں اور لڑکیاں منہ اندھیرے، ہی پانی بھرنے آیا کرتی تھیں۔ ماروی بھی اکثر اپنی سہیلیوں کے ساتھ پانی بھرنے کے لئے ادھر آیا کرتی تھی۔ حسن اتفاق کہ اس دن اس کی آنکھ بہت جلد کھل گئی، حسب معمول وہ گھڑا لے کر گھر سے نکلی، اس وقت آس پاس اس کی کوئی سہیلی نظر نہیں آئی، بادل نخواستہ وہ تن تنہا ہی گاؤں سے باہر پانی بھرنے کے لئے چلی۔ جب کنویں پر آئی تو دیکھا کہ اس کی ایک سہیلی پہلے ہی سے وہاں موجود ہے۔ ماروی ابھی اس سہیلی سے بات چیت ہی کر رہی تھی کہ اس کی نظر ایک طرف سے آتے ہوئے ساربانوں پر پڑی۔ ماروی انہیں دیکھ کر کچھ سہم گئی، چاہتی تھی کہ گھڑا بھر کر جلدی سے گھر کا راستہ لے، لیکن اس کی سہیلی نے تسلی دیتے ہوئے کہا ''ان بے چارے مسافروں سے کیا ڈرنا، یہ تو یوں ہی آتے جاتے رہتے ہیں، زیادہ سے زیادہ ہمارے پاس پانی پینے کے لئے آ سکتے ہیں!'' سہیلی کی اس بات سے ماروی کو کچھ اطمینان ہوا۔

پھوگ نے عمر کو دور ہی سے ماروی کی طرف اشارہ کر کے دکھا دیا تھا، قریب آ کر جب عمر نے ماروی کو دیکھا تو ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ پانی پینے کے بہانے کنویں کے قریب آیا، جب ماروی اسے پانی پلانے کیلئے آگے بڑھی تو اس نے فوراً اس کو اپنے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں لے لیا اور جلدی سے اونٹ پر سوار کر کے عمر کوٹ روانہ ہو گیا۔

عمر کوٹ پہنچتے ہی عمر نے ماروی کو اپنے شاہی محل میں نظر بند کر دیا، رات کو جب وہ اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ روتے روتے اس نے اپنا عجب حال بنا لیا ہے۔ عمر نے بڑے پیار بھرے لہجے میں کہا ''اب اس رونے دھونے میں کیا رکھا ہے، تم کو تو اسی محل میں رہنا ہے، میری مہارانی بننا ہے، اور دوسری رانیوں پر حکومت کرنی ہے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ تم کو سکھ سے رکھوں گا، اور تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا''۔ پہلے تو ماروی نے عمر کی کسی بات کا جواب نہ دیا، لیکن جب عمر بار بار ان ہی باتوں کو دہراتا رہا تو مجبوراً اس نے کہا ''مجھے تجھ سے اور تیرے محل سے کوئی دلچسپی نہیں، کھیت سے میرا رشتہ ازل سے ہے، بغیر اس کے میری زندگی بیکار ہے، کیا اچھا ہو کہ تو مجھے پھر ملیر پہنچا دے!'' عمر یہ سمجھا کہ ماروی دو ایک دن میں خود ہی راہ راست پر آ جائے گی، لیکن اس کا یہ خیال بے بنیاد ثابت

ہوا۔ ماروی دن رات اپنے پیارے ماروؤں کو یاد کرتی رہتی اور عمر سے اس کی نفرت بڑھتی جاتی۔ عمر روز رات کو اس کے پاس جاتا اور طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر اس کو موہ لینا چاہتا، لیکن اس کے دل میں جو غم وغصہ تھا وہ کسی عنوان کم نہ ہوا، بلکہ عمر کی خوشامدانہ باتوں سے اور بڑھتا جاتا۔

عمر نے اس کو طرح طرح کی قیمتی پوشاکوں، ہیرے اور جواہرات اور شاہانہ عیش وعشرت کا لالچ دے کر مطیع کرنا چاہا لیکن اس نے ہمیشہ یہی کہا کہ ''میری یہ پھٹی پرانی لوئی (چادر) کتنی ہی بوسیدہ کیوں نہ ہو، لیکن میں اس پرانی ریشمی اور دمکتی چمکتی پوشاکوں پر اس کو ترجیح نہ دوں گی۔ مجھے ان ہیرے جواہرات سے کہیں بہتر اپنے وطن کی خاک ہے۔ تیرے یہاں کی مرغن غذاؤں سے کہیں بہتر تھر کے وہ جنگلی پھل پھول ہیں جو میرے ہم وطن بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ اس اونچے محل سے کہیں آرام دہ میرے لئے گھاس پھوس سے بنا ہوا وہ جھونپڑا ہے جہاں میں نے ہوش سنبھالا۔ میرا جینا اور مرنا ماروؤں کے ساتھ ہے۔''

جب عمر نے یہ اندازہ لگایا کہ ماروی خوشامد سے قابو میں نہیں آتی تو قید وبند کا سہارا لیا، ماروی کو محل کے بالا خانے میں زنجیروں سے جکڑ دیا گیا اور طرح طرح کی سختیاں کیں۔ لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود وہ مستقل مزاجی سے اپنے نصب العین پر قائم رہی اور کسی قیمت پر یہ گوارا نہ کیا کہ اس کی پاکدامنی پر کوئی حرف آئے۔ ماروی قید وبند میں ہی تھی کہ برسات کا موسم آگیا اور اسے اپنے پیارے وطن کے سرسبز وشاداب مناظر یاد آنے لگے۔ ماروؤں کی یادوں کے زخم کچھ اور تازہ ہوگئے۔ ناامیدی اور مجبوری کا احساس کچھ اور بڑھنے لگا۔ آخر کار ایک دن اس نے عمر کو بلوا کر کہا ''ممکن ہے کہ ماروؤں اور ''ملیر'' کے سوگ میں یونہی تڑپ تڑپ کر جان دے دوں، اس لئے تجھ سے یہ درخواست کرتی ہوں کہ مرنے کے بعد میری لاش کو ملیر پہنچا دینا، تاکہ میرے پیارے مارو مجھے تھر کی مٹی میں دفن کر سکیں''۔ ماروی یہ کہتے کہتے بے ہوش ہوگئی اور عمر پر دفعتاً کچھ ایسا اثر ہوا کہ حرص وہوس کے بجائے خداترسی اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہونے لگا۔ فوراً ہی ماروی کو قید وبند سے آزاد کیا اور اپنی بہن کی طرح سمجھنے لگا اور اس کے ہموطنوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ آئیں اور بخیر وخوبی نیک سیرت ماروی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ ماروؤں تک جب یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے اطمینان کا سانس لیا، لیکن ساتھ ہی یہ شک وشبہ بھی ہوا کہ ممکن ہے عمر ہمیں فریب دے رہا ہو، اس لئے پہلے ایک شخص کو خیر وخبر لینے کے لئے بھیجا۔ عمرکوٹ پہنچ کر وہ شخص ماروی سے ملا اور اسے ہر طرح سے اطمینان دلایا کہ میں جاتے ہی تیرے رشتے داروں کو اپنے ساتھ لے آؤں گا۔

ماروؤں کو جب یہ معلوم ہوا کہ ماروی بخیریت ہے اور عمر واقعی اس کو واپس کرنے کے لئے تیار ہے تو وہ بہت خوش ہو کر عمر کوٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ عمر سے ملے، اس نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور بڑی عزت کے ساتھ ماروی کو ان کے حوالے کیا۔

''تاریخ طاہری'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ جب ماروی عمر کی قید سے چھوٹ کر ملیر واپس آئی تو اس کا منگیتر کھیت کچھ بدگمان سا رہنے لگا۔ اس بات کا علم نہ جانے کس طرح عمر کو بھی ہو گیا اور اسے یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری عدم توجہی سے ماروی کو نقصان پہنچے۔ لہٰذا ایک بڑی فوج لے کر ادھر آیا اور ملیر کا محاصرہ کر لیا۔ ادھر تمام مارو بھی متحد ہو کر اس کے مقابلے کے لئے صف آراء ہوئے۔ اس موقع پر عمر نے ان سے کہا کہ ''کھیت کا یہ طرز عمل جو اس نے ماروی کے لئے اختیار کیا ہے، نہ صرف تم لوگوں کی بدنامی کا باعث ہے بلکہ اس سے میری شہرت پر بھی بدنما داغ لگتا ہے''۔ اس موقع پر ماروی سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ عمر کے قریب آ کر بڑے جوشیلے انداز میں کہنے لگی ''اے عمر! ہم غریب تیری رعایا میں شامل ہیں، تو نے مجھے قریب قریب ایک سال تک اپنے محل میں قید رکھا، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں میرے پیاروں کو یقینی طور پر بدگمان ہونا تھا، اور اس لحاظ سے ان کی بدگمانی حق بجانب ہے۔ یہ لوگ تو اب اگر مجھے جان سے بھی مار دیں تو بھی موردالزام نہ ٹھیرائے جائیں گے''۔ ماروی کی یہ باتیں سن کر عمر اپنے کئے پر پشیمان ہوا، اور فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔ پھر کھیت کو اپنے پاس بلایا اور بڑے ہمدردانہ انداز میں کہا ''قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ماروی کی عفت و عصمت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے، وہ بالکل پاک ہے اور اس سلسلے میں ہندو دھرم کے مطابق جو آزمائش بھی تمہیں کرنی ہو، میں اس کے لئے تیار ہوں۔ عمر کی یہ بات سن کر ماروی بیچ میں بول اٹھی ''آزمائش تو میری ہونی چاہئے، تمہاری آزمائش سے اب ہمیں کیا سروکار'' آخرکار یہ طے کیا گیا کہ دہکتی آگ میں لوہے کی ایک موٹی سلاخ کو انگارے کی طرح سرخ کیا جائے اور پھر ماروی اس شعلہ فشاں سلاخ کو اپنے ہاتھوں سے اٹھائے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ماروی نے جب سلاخ کو ہاتھوں میں رکھا تو اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا۔ یہ دیکھ کر سب کو یہ یقین ہو گیا کہ ماروی پاکدامن ہے۔ عمر پر اس وقت کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہ بھی دھکتی آگ کی طرف لپکا، تاکہ اپنی راست بازی کا ثبوت دے، وہ بھی شعلوں کے بیچ میں سے بے خوف و خطر گذر گیا۔

سوھنی مھوال

سلاطین مغلیہ کے زمانے میں سرزمین پنجاب کے ایک شہر گجرات میں تلا نامی ایک مشہور د

معروف کمہار رہتا تھا، جو برتن سازی کے فن میں اپنی مثال آپ تھا۔ خود بادشاہ اور اسکے امراء بھی حسب ضرورت اس کے بنائے ہوئے خوبصورت برتن خریدا کرتے تھے۔ اس کمہار کے یہاں ایک لڑکی تھی جس کی پیدائش شب قدر کی متبرک رات میں ہوئی تھی۔ اوائل عمر ہی میں یہ لڑکی اپنے حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھی، اور اسی لئے اسے سوہنی کہا جانے لگا۔ جب یہ لڑکی چودہ سال کی ہوئی تو وہ چودھویں کے چاند کو بھی شرمانے لگی۔

اس زمانے میں بخارا میں ایک بڑا تاجر رہتا تھا، جس کا نام میرزا عالی تھا۔ عالی کی دیانت داری اور سخاوت کا شہرہ دور دور تک تھا۔ دنیا کا ہر عیش اسے میسر تھا۔ لیکن کوئی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے وہ کچھ مغموم رہا کرتا تھا۔

ایک دن اسے معلوم ہوا کہ کوئی اجنبی درویش اس کے شہر میں آیا ہے۔ عالی اس کی قدم بوسی کے لئے گیا، اور اپنی دلی خواہش کا اظہار کیا۔ درویش نے دعا دیتے ہوئے کہا کہ "تیری دلی مراد پوری ہوگی، خدا تجھے نرینہ اولاد سے نوازے گا۔ لیکن سولہ سال کی عمر میں وہ تجھے داغِ مفارقت دے جائے گا"۔

دس ماہ بعد میرزا عالی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس کی ولادت بھی شب قدر میں ہوئی۔ اس موقع پر اپنے نور نظر کی خوشی میں عالی نے شاندار جشن منایا، اور اس نومولود کا نام عزت بیگ رکھا۔ بڑے ہی لاڈ پیار سے اس کو پالا پوسا گیا، اور یہ کوشش کی گئی کہ جیسے بھی ممکن ہو اسے ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا جائے۔ جب عزت بیگ نے ہوش سنبھالا اور رفتہ رفتہ نوجوانی کی منزلوں میں قدم رکھا تو ہندوستان کی سیر و سیاحت کا شوق پیدا ہوا۔ باپ نے لاکھ کوشش کی کہ اس کا چہیتا بیٹا اس ارادے سے باز آ جائے، لیکن بیٹے کو کچھ ایسی دھن سمائی کہ کسی عنوان اپنی ضد سے نہ ہٹا۔ آخر کار عالی نے اسباب سفر اور ملازم و سپاہی اس کے ساتھ کئے اور ہندوستان جانے کی اجازت دے دی۔

عزت بیگ ہندوستان میں داخل ہوا اور دوسرے مقامات میں گھومتا پھرتا دہلی پہنچا۔ کچھ دن دہلی میں بڑے شان وشوکت سے گذرے۔ پھر لاہور کا رخ کیا بہت سے قیمتی تحفے تحائف خریدے اور گھر واپس لوٹنے کا انتظام کرنے لگا۔ جب گجرات شہر کے نزدیک پہنچا جو راوی اور چناب کے درمیان روح پرور وادی میں بسا ہوا تھا، تو اس کی رونق سے لطف اندوز ہونے کا خیال پیدا ہوا۔ گجرات میں داخل ہونے کے بعد شہر کے بہت سے معزز لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ایک دن اپنی

قیام گاہ پر گانے بجانے کی مجلس کا انتظام کیا۔ باہمی گفتگو میں اتفاق سے تلا کمہار کے برتنوں کا بھی ذکر نکلا۔ عزت بیگ کو یہ شوق پیدا ہوا کہ کیوں نہ کچھ اچھے برتن خرید کر اپنے وطن لے چلے۔ چنانچہ اپنے نوکر کو کچھ اچھے برتن خریدنے اس کے یہاں بھیجا۔ برتن خریدتے وقت نوکر کی نظر تلا کی حسین و جمیل بیٹی سوہنی پر پڑی۔ وہ اس کا حسن و جمال دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جب واپس آیا تو اپنے آقا کو اس کا حال بتایا، جو سنتے ہی اس کے دیکھنے کے لئے بےچین ہو گیا۔

برتن خریدنے کے بہانے عزت بیگ تلا کے ہاں پہنچا، اور جیسے ہی سوہنی کو اس نے دیکھا تہہ دل سے عاشق ہو گیا۔

عزت بیگ نے وطن جانے کا خیال ترک کر دیا، اور شہر میں ایک دکان لے کر تلا کے بنائے ہوئے برتنوں کی تجارت شروع کی۔ وہ ہر روز برتن خریدنے کے بہانے تلا کے ہاں جاتا اور اپنی محبوبہ کو ایک نظر دیکھ کر نئے برتن لیتے ہوئے واپس چلا آتا۔ سوہنی کے حسن و جمال نے اسے کچھ اس قدر بیخود کر دیا تھا کہ وہ برتنوں کو انتہائی کم قیمت پر فروخت کر دیتا، تا کہ اس کے اس روزمرہ کے معمول میں فرق نہ آنے پائے۔ رفتہ رفتہ وہ مال و متاع جو اپنے ساتھ لایا تھا دن بدن کم ہوتا چلا گیا، اور اس کے نوکروں میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

ایک رات باقی ماندہ مال و اسباب سمیٹ کر اس کے تمام نوکر غائب ہو گئے اور صبح کو جب اس کی آنکھ کھلی تو خود کو انتہائی کسمپرسی کے عالم میں پایا۔ پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور حسب معمول تلا کے یہاں سے قرض پر برتنوں کی خریداری جاری رکھی، لیکن یہ گھاٹے کا سودا آخر کب تک چلتا، قرض کی رقم بڑھتی رہی، اور تلا نے واجب الادا رقم کا مطالبہ کر دیا۔ عزت بیگ نے اسے بتایا کہ میرے نوکر مجھے دھوکا دے کر غائب ہو گئے ہیں۔ بیشک میں تمہارا مقروض ہوں۔ لیکن اس قرض کے اتارنے کی میرے پاس سوائے اس کے کوئی اور سبیل نہیں کہ میں تمہارے یہاں ملازمت کروں۔ تلا نے اس کی یہ بات مان لی۔ اور اپنے ہاں ملازم رکھ لیا۔ ہر روز گھر میں جھاڑو دینا۔ جھوٹے برتنوں کو صاف کرنا اور دریا سے چکنی مٹی لانا۔ یہ تھے اس کے فرائض جن کو وہ بڑی خوشی اور خوش اسلوبی سے انجام دیتا تھا۔

ناز و نعم میں پلے ہوئے عزت بیگ کے لئے ایک حقیر ملازم کی طرح ان کاموں کو نبھانا بڑا کٹھن کام تھا۔ لیکن اپنی محبوبہ کے عشق میں وہ سب کچھ بھول گیا تھا، اسے اکثر یہ خطرہ رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا آقا مجھے کاہل سمجھ کر نوکری سے جواب دے دے، اس لئے وہ اپنے فرائض کو بڑی

جانفشانی سے پورا کرنے کی کوشش کرتا۔ تلاّ اکثر اس کو دیکھ کر مسکرا دیتا تھا۔

کچھ دنوں کے بعد اس نے بطور ہمدردی عزت بیگ کو ان کاموں سے ہٹا کر اپنی بھینسیں چرانے کا کام سونپ دیا۔ اب وہ روزانہ بھینسوں کو لے کر دریا کے پار جاتا اور شام کو واپس آتا۔ اسی وجہ سے اس کا نام ''میہار'' (مہیوال) پڑ گیا۔ ایک دن شام کو جب وہ بھینسوں کا دودھ نکالنے میں مصروف تھا، سوہنی کسی کام سے ادھر آئی، اور یہ دیکھ کر کہ میہار دودھ نکال رہا ہے کچا دودھ پینے کی فرمائش کی۔ میہار نے بصد شوق اس کی یہ فرمائش پوری کی۔ اس وقت اس کے دل کا عالم کچھ عجب سا تھا، ہزار ضبط کرنے کے باوجود وہ اپنے دل کی بات زبان پر لے آیا۔ ادھر سوہنی بھی اس کی دل آویز شکل وصورت سے متاثر تھی۔ دونوں میں محبت کے دلی عہد و پیمان ہو گئے۔ اب سوہنی بلا ناغہ صبح شام کسی نہ کسی بہانے سے وہاں آنے لگی۔ جب تک وہ میہار کو دیکھ نہ لیتی اسے کسی طرح چین نہ آتا تھا۔

مثل مشہور ہے کہ عشق اور مشک سات پردوں میں بھی نہیں چھپتے۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں یہ بات پھیل گئی اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں یہاں تک کہ سوہنی کی ماں کو بھی معلوم ہو گیا۔ اس نے بیٹی کو بہت سمجھایا بجھایا، لیکن وہ باز نہ آئی، مجبوراً تلاّ کو خبر دار کیا اور اس نے مجبوراً میہار کو نوکری سے الگ کر دیا۔ طعن وطنز سے بچنے کے لئے اور بدنامی کے خطرے کو ٹالنے کی غرض سے گھر والوں نے جبراً وقہراً سوہنی کی شادی ڈم کے ساتھ کر دی، جو سوہنی کے قریبی رشتے داروں میں سے تھا۔

جب سوہنی دلہن بن کر ڈم کے گھر گئی تو اس نے بچشم نم نہایت عجز وانکسار سے یہ دعا مانگی کہ ''اے پردہ پوش! کوئی ایسا سبب پیدا کر کہ میں اپنے عہدِ وفا پر قائم رہ سکوں''۔ بارگاہ ایزدی میں اس کی یہ دعا قبول ہو گئی۔ ڈم رات کو ایسے گھوڑے بیچ کر سوتا کہ سوہنی کا خیال بھی نہ رہتا۔ پاکدامن سوہنی ہر دم میہار کی یاد میں بےچین رہتی، اکثر دریا کے کنارے جا کر آنے جانے والوں سے اس کا پتا پوچھتی، لیکن کوئی ایسا نہ ملتا جو اس کے میہار کا سراغ لگانے میں اس کی مدد کرتا۔ ادھر میہار کو بھی جدائی کا غم کھائے جا رہا تھا۔ کچھ دن تو وہ فقیرانہ لباس میں شہر کے آس پاس پھرتا رہا۔ پھر ایک دن پتا لگاتے لگاتے سوہنی کے دروازے پر پہنچا اور صدا لگائی۔ سوہنی اس کی آواز کو پہچان گئی اور بھیک لے کر دروازے پر آئی اپنی مجبور زندگی کا سارا حال اسے بتایا، ساتھ ہی یہ کہہ کر اسے تسکین دی کہ بہت جلد ہم ایک دوسرے سے ملیں گے، اور پھر ہمیں کوئی جدا نہ کر سکے گا۔

سوہنی کی بات سن کر میہار کو بہت کچھ سکون ہوا، لیکن جیسے ہی وہ اس کے دروازے سے پلٹا، نہ جانے کیوں طرح طرح کی نا امیدیوں کا شکار ہو گیا۔ عاجز آ کر سودائی کی طرح بیاباں در بیاباں

گھومتا رہا۔ آخر جھنگ کے نزدیک ایک پہاڑی پر پہنچا جہاں ایک پرانا غار تھا۔ غار کے باہر بیٹھ کر سادھوؤں کی طرح اس نے بھی دھونی رمائی۔ اس غار میں جو مہنت رہتا تھا، جب وہ باہر آیا تو اس نے اس اجنبی کو دیکھ کر بولا ''اگر تم جوگی ہو تو اندر آجاؤ''۔ میہار نے جواب دیا ''میں جوگی تو نہیں ہوں، لیکن اب خواہش ضرور ہے کہ جوگی بن جاؤں'' مہنت اس کی پیاری شکل وصورت دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور اسے اپنا چیلا بنالیا۔

میہار نے اپنے گرو کی اتنی خدمت کی کہ خوش ہو کر اس نے یہ دعا دی کہ ''تیرے دل کی مراد بر آئے گی''۔ تھوڑے دنوں کے بعد مہنت کی اجازت لے کر میہار پھر گجرات کی طرف لوٹ آیا، چناب ندی کے ایک کنارے پر سوہنی کا گھر تھا اور دوسرے کنارے پر میہار دھونی رمائے بیٹھا تھا۔ اس کی پاکیزہ شکل وصورت اور نیک سیرتی نے آس پاس کے ملاحوں اور گوالوں کو اتنا گرویدہ بنالیا کہ وہ اکثر اس کے پاس آکر بیٹھتے اور اپنے ساتھ مکھن اور مچھلی وغیرہ تحفہ کے طور پر لاتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں نووارد سنیاسی کا نام دور دور تک پھیل گیا، اور لوگ اس کو دیکھنے کے لئے جوق در جوق آنے لگے۔ سوہنی کو جب یہ معلوم ہوا تو یہ خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ میرا پیارا میہار ہے جو جوگی کے روپ میں آیا ہے۔ اپنی نند کی منت سماجت کرکے اس نے جوگی کو دیکھنے کی اجازت حاصل کرلی۔ دونوں ایک بار پھر ملے اور رازدرانہ طور پر طے کیا کہ ہماری ملاقات ہر روز ندی کے اس پار ہوا کرے گی۔

میہار رات کے وقت ندی کو پار کرتا، اور سوہنی پہلے ہی سے وہاں موجود ہوتی۔ میہار ہمیشہ اپنے ساتھ پکی ہوئی مچھلی بھی لاتا، دونوں بڑے شوق سے کھاتے اور پو پھٹنے سے پہلے ہی اپنی جگہوں پر واپس لوٹ جاتے۔

ایک دن میہار کو طوفان کی وجہ سے ملاحوں سے مچھلی نہ ملی، سوچا کہ خالی ہاتھ جانا ٹھیک نہیں۔ یہ خیال آتے ہی اپنی ران کو چیر کر گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا، پکایا، اور اپنی محبوبہ کے لئے حسب معمول تحفہ لے گیا۔ جب وہ اس پار پہنچا تو کافی مضمحل ہو چکا تھا۔ سوہنی اس کا یہ حال دیکھ کر پریشان ہوئی اور جب میہار نے اسے یہ سرگذشت سنائی تو سوہنی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور کہا ''تم اپنا فرض ادا کرچکے ہو، اب میری باری ہے''۔

اگلی رات اس نے میہار کا بڑا انتظار کیا، لیکن وہ نہ آیا سوچا کہ شاید زخم کی تکلیف نے اسے بے حال کردیا ہے۔ انتہائی کرب اور بےچینی کے عالم میں وہ کہیں سے ایک گھڑا لائی اور اس کے سہارے

ندی کو پار کیا۔ جب میہار نے اس کو اپنے پاس دیکھا تو باغ باغ ہو گیا، لیکن اس کی حالت ایک پا شکستہ راہی جیسی ہو گئی تھی، اس لئے اس نے مجبوراً یہی فیصلہ کیا کہ فی الحال سوہنی واپس چلی جائے۔

سوہنی ہر روز رات کو بن ٹھن کر دریا پر آتی اور بغیر کسی خوف و ہراس کے گھڑے کی مدد سے اسے عبور کرتی۔ میہار کی دھونی کی روشنی اس کے لئے چراغ راہ کا کام دیتی۔ جب وہ میہار کے پاس سے واپس آتی تو گھڑے کو کہیں چھپا دیتی تا کہ کسی دوسرے کو اس کا علم نہ ہونے پائے۔

ایک رات سوہنی کی نند آہٹ پا کر جاگ گئی، اس نے سوہنی کو گھر سے جاتے ہوئے دیکھا تو چپ چاپ خود بھی اس کے پیچھے لگ گئی، اور اس طرح ساری حقیقت سے واقف ہو گئی۔ صبح اپنے بھائی سے رات کا ماجرا بیان کیا۔ سوہنی کو لاکھ ڈرایا دھمکایا، طرح طرح کی سختیاں کیں۔ لیکن اس نے اپنے معمول میں فرق نہ آنے دیا۔ آخر کار جب گھر والوں نے دیکھا کہ سوہنی کسی طرح باز نہیں آتی تو یہ طے کیا کہ ایسی عورت کو عبرتناک سزا دینی چاہئے۔

سوہنی جہاں گھڑا چھپایا کرتی تھی، اس کی نند نے وہ جگہ دیکھ لی تھی۔ ایک دن اس نے وہاں جا کر پکے گھڑے کے بجائے ایک کچا گھڑا رکھ دیا، جو رنگ و روغن میں پکے گھڑے ہی کی طرح تھا۔ اس دن کی رات ایک طوفانی رات تھی۔ آسمان پر کالے کالے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ طوفان کی وجہ سے دریا کی خوفناک لہریں مست کالے ناگ کی طرح بل کھا رہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش ہونے لگی، بجلی کی کڑک چمک اور بادلوں کی گھن گرج، عجیب خوفناک سماں تھا، جیسے قدرت سوہنی کو یہ تنبیہہ کر رہی ہو کہ آج کی رات دریا میں داخل ہونے کا خیال ترک کر دے۔ ادھر سوہنی کے دل میں بھی اس بھیانک منظر کو دیکھ دیکھ کر مختلف قسم کے خیال آرہے تھے، لیکن وہ اپنی دھن کی پکی تھی، اس لئے جی کڑا کر کے حسب معمول گھڑا لے کر دریا میں داخل ہوئی۔ جب بیچ بھنور میں پہنچی تو گھڑا ساتھ چھوڑ چکا تھا، پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری، کچھ دیر بازوؤں اور پیروں کی مدد سے تیرنے کی کوشش کرتی رہی، لیکن جب یہ دیکھا کہ پیر اور ہاتھ جواب دے چکے ہیں، اور وہ عنقریب ڈوبنے والی ہے، تو زور زور سے میہار کو آوازیں دینے لگی۔ میہار دیر سے اس کی آمد کا منتظر تھا، جب اسے یہ معلوم ہوا کہ سوہنی ایسی جان لیوا مصیبت میں گرفتار ہے، تو بے چین ہو کر آس پاس کے ملاحوں کی منت سماجت کرنے لگا، لیکن خوفناک طوفان کو دیکھتے ہوئے کوئی بھی سوہنی کو بچانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ ادھر اس کی اپنی حالت زخمی ران کی وجہ سے کچھ ایسی نازک تھی کہ چلنا پھرنا دوبھر تھا، مجبوراً ہر طرف سے مایوس ہو کر خود کو بھی دریا کی بپھری ہوئی لہروں کے

حوالے کر دیا۔ خدا جانے کس طرح وہ ہاتھ پاؤں مارتا ہوا سوہنی کے نزدیک پہنچ گیا۔ ڈوبنے سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے بغل گیر ہو گئے، اور چند لمحوں کے بعد طوفانی لہروں نے انہیں موت سے ہم آغوش کر دیا۔

رسالے کے مختلف سروں پر ایک نظر

سر کلیان

''کلیان'' ایک راگنی کا نام ہے، جو عام طور پر سورج غروب ہونے کے بعد گائی جاتی ہے۔ معنوی اعتبار سے اسے سکھ اور خیر کا وسیلہ سمجھا جاتا ہے۔ جدید موسیقار اس کو ''کلیان ٹھاٹھ'' بھی کہتے ہیں۔ اس ٹھاٹھ (Head) میں جو راگ اور راگنیاں شامل ہیں، ان کے نام یہ ہیں۔

ایمن کلیان، شدھ کلیان، بھوپ کلیان، ہمیر، کیدارا، چھابانٹ کا مود، شام کلیان، ساونی کلیان اور جیت کلیان وغیرہ۔

اس سر میں شاہ نے خداوند تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے رموز و نکات بیان کئے ہیں۔ اس سر کی بنیادی خصوصیات ''وحدت الوجود'' اور ''وحدت الشہود'' یا ''ہمہ اوست'' اور ''ہمہ از اوست'' کے مظہر ہیں۔

سر یمن کلیان

''یمن'' کے لغوی معنی ہیں دل کو قابو میں رکھنا۔ عام طور پر اس راگنی کو ''ایمن کلیان'' کہا جاتا ہے، جو بنیادی طور پر کلیان ٹھاٹھ سے تعلق رکھتی ہے اور اکثر رات کے وقت گائی جاتی ہے۔

اس سر میں شاہ نے عام فہم تشبیہات و استعارات کے ذریعے بڑے موثر اور محاکاتی انداز میں جذب و شوق کے ان مرحلوں کا ذکر کیا ہے، جن سے ایک طالب حقیقی کو گذرنا پڑتا ہے۔ راہ طلب کی ایذا پسندی اس سر کی بنیادی خصوصیت ہے۔ شاہ اس ایذا پسندی کو نہ صرف عرفانِ نفس کا ذریعہ سمجھتے ہیں بلکہ محبوب حقیقی کو پا لینے کا وسیلہ خیال کرتے ہیں۔ زندگی کی عملی دشواریاں ان کے نزدیک وہ آزمائشیں ہیں جن سے دوچار ہونے کے بعد انسان میں عشق کا حقیقی سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔

سر کھنبھات

گجرات میں خلیج کھنبھات کے نزدیک کھنبھات نامی ایک شہر ہے۔ یہ راگنی وہیں کے کسی

موسیقار کی ترتیب دی ہوئی ہے، اس کو ''کھماچ'' بھی کہتے ہیں۔ یہ عام طور پر رات کا ایک پہر گذرنے کے بعد گائی جاتی ہے۔

اس سر کے بیت غالباً شاہ کے عہدِ جوانی کی تخلیق ہیں، جب ان پر عشق مجازی کا غلبہ تھا۔ چاند اور چاندنی راتوں کا پر کیف سماں اس سر کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

اس سر میں شاہ نے اس والہانہ عقیدت و محبت کا بھی اظہار کیا ہے، جو آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ اس سلسلے میں شاہ نے چاند کو ایک قاصد مانا ہے جو ان کے دل کی باتیں مدینہ طیبہ میں جا کر بیان کرے، اور اس طرح انہیں بھی روضۂ اقدس پر شرف باریابی حاصل ہو۔

سر سورٹھ

یہ کھماچ ٹھاٹھ کا ایک مشہور راگ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کاٹھیاواڑ کے علاقہ سوراشٹر میں اس کی ابتدا ہوئی۔ اس لئے اس کو سورٹھ کا نام دیا جاتا ہے۔ سوراشٹر نام کا ایک راگ بھیروں ٹھاٹھ میں بھی شمار ہوتا ہے۔

اس سر میں شاہ نے رائے ڈیاچ کی موسیقی نوازی اور بیجل جیسے لافانی موسیقار کی ''جاں طلبی'' کا ذکر کیا ہے۔ مفصل طور پر اس عجیب وغریب واقعے کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔

روحانی طور پر اس سر میں شاہ نے رموز و نکات بیان کئے ہیں۔ ان کا تعلق جذب و شوق کی ایک ایسی وجدانی کیفیت سے ہے، جس کی طرف مولانا رومی نے اس طرح اشارہ کیا ہے:

نیم جاں بستاند و صد جان دھد
آنچہ در وھمت نیاید آن دھد

سر آسا

ایک راگنی کا نام ہے۔ اس سر میں شاہ نے حرص و ہوس سے بچنے اور نفس کو قابو میں رکھنے کی تلقین کی ہے۔ شاہ انسان کو ایسی امیدوں، آرزوؤں اور امنگوں کی تلقین کرتے ہیں، جو بامقصد اور بااصول زندگی گذارنے کے لئے کی جائیں۔ رموز و کنایات اور شاعرانہ اشارات کی مدد سے شاہ نے انسانی قلب ونظر کو اعلیٰ نصب العین کی طرف رجوع ہونے کی دعوت دی ہے۔

سر پربھاتی

پربھاتی ایک مشہور راگنی ہے، جو صبح کے وقت گائی جاتی ہے۔

اس سر میں شاہ نے لس بیلا کے ایک سخی حاکم سپڑ کی تعریف کی ہے۔ یہ حاکم شاہ کے زمانے میں نہ تھا، بلکہ شاہ نے اس کے اوصاف حمیدہ کا شہرہ سنا تھا۔ شاید اس لئے انہوں نے معنوی طور پر اس سر میں ان خوبیوں کا ذکر کیا ہے، جو ایک نیک دل انسان کو حیات جاوداں بخشتی ہیں۔

سر رامکلی

اس نام کی کوئی راگنی موسیقی میں نہیں ہے۔ اس سر میں شاہ ان جوگیوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے ساتھ موصوف کو بھی کچھ دن رہنے کا اتفاق ہوا تھا۔ شاہ نے ان جوگیوں کی جیتی جاگتی تصویریں اس سر میں پیش کی ہیں۔ وہ تعلق خاطر جو شاہ کو ان سنیاسیوں اور آدیسیوں سے رہا تھا، اس کا ذکر انہوں نے مختلف طریقوں سے کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ نے قریب قریب بارہ ماہ ان کے ساتھ گذارے۔ پہاڑ کے غاروں میں گذر بسر کرتے تھے جہاں عارضی طور پر وہ پوربی جوگی قیام پذیر تھے۔

سر کھاہوڑی

اس نام کی کوئی راگنی نہیں۔ یہ نام مضمون کی مطابقت سے دیا گیا ہے۔ اس سر میں شاہ نے سیلانی بن باسیوں، سادھوؤں، جوگیوں اور کوہستانوں میں زندگی بسر کرنے والے بیراگیوں کی مختلف صفات بیان کی ہیں۔ دراصل کھاہوڑی ان بلند حوصلہ اور مستقل مزاج جوگیوں کو کہا جاتا ہے جو پہاڑی علاقوں اور گھنے جنگلوں میں بین بجا کر کالے ناگوں کو قبضے میں کرتے ہیں۔

سر پورب

اس نام کی کوئی راگنی موسیقی میں نہیں ہے۔ شاہ نے اس سر میں ہندی شاعری اور سندھ کے دیہی رسم ورواج کے مطابق کوّے کو ایک قاصد کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس سر کی پہلی داستانوں میں کانگا یا کوّے کا بار بار ذکر آیا ہے، دوسری داستان میں ان پوربی جوگیوں کا ذکر ہے جن سے شاہ کی راہ ورسم رہی۔ معنوی طور پر یہ دوسری داستان یعنی سر رامکلی ہی کا ایک جزو معلوم ہوتی ہے۔

سر بلاول

موسیقی کی جدید تقسیم کے لحاظ سے اس کو بلاول ٹھاٹھ کہتے ہیں، اس ٹھاٹھ میں بہت سے راگ راگنیاں شامل ہیں۔ بلاول کلیان ٹھاٹھ کا ایک راگ بھی ہے۔

اس سر کی پہلی تین داستانوں میں شاہ نے سمہ سردار جادم جکھرو کے جود وسخا اور دلیری کی

تعریف کی ہے۔ باقی ماندہ چار داستانوں میں شاہ نے اپنے ایک عقیدمند کے کردار کی چند جھلکیاں بڑے دلچسپ انداز میں پیش کی ہیں۔ ان جھلکیوں کی نمایاں خصوصیت وہ ظرافت ہے، جو طنز ومزاح کا خوش گوار امتزاج رکھتی ہے۔

سر سارنگ

"سارنگ" ایک راگ ہے جو برسات کے موسم میں گایا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اگر اس کو اصلی تال وسر میں گایا جائے تو بارش ہونے لگتی ہے۔ موسیقی کے راگ راگنیوں کی جدید تقسیم کی رو سے اسے کافی ٹھاٹھ سے وابستہ کیا جاتا ہے۔

اس سر میں شاہ نے برسات کے موسم کی رنگارنگیوں کا ذکر بڑے فنکارانہ انداز میں کیا ہے۔ سندھ کے لئے برسات کا ہونا واقعی بہت اہم ہے۔ شاہ نے اس اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے بارش سے پہلے عام کسانوں کی حالت کا عکس پیش کیا ہے۔ اس سے بخوبی یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ شاہ کو سندھ کی دیہی زندگی اور سادہ و رنگین مناظر فطرت سے کتنا لگاؤ تھا۔ اس سر میں وہ ایسی پر کیف امنگوں اور آرزوؤں کا ذکر کرتے ہیں جو خاص طور پر موسم برشگال سے منسوب ہیں۔

سر سری راگ

یہ ایک پوربی ٹھاٹھ کی راگنی ہے، اس کو سراگ بھی کہتے ہیں۔ اس کے گائے جانے کا وقت شام کو ۸ بجے سے ۹ بجے تک بتایا جاتا ہے۔

اس سر میں شاہ نے بحری مسافروں، ملاحوں اور کشتیوں وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس دنیا کو وہ ایک متلاطم بحر اور انسانی زندگی کو کشتی تصور کرتے ہیں۔ جس طرح بحری مسافروں کو طرح طرح کے طوفانی خطرات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اسی طرح انسان کے لئے بھی قدم قدم پر مصیبتوں کا سامنا ہے۔ ایک عمدہ، مضبوط، صاف ستھری اور حفاظتی انتظامات رکھنے والی کشتی بہت سے خطرات سے دوچار ہونے کے باوجود پار اتر جاتی ہے، بشرطیکہ ملاح دوراندیش اور ماہر ہو۔ ٹھیک اسی طرح اگر کسی انسان کی زندگی صدق وصفا کی آئینہ دار ہو اور کسی خدا رسیدہ ہستی کو اپنا ناخدا بنالے تو جہد للبقا کی منزلیں اس کے لئے آسان ہوجاتی ہیں۔

سر سامونڈی

اس نام کی کوئی راگنی نہیں ہے۔ صرف سمندری موضوعات کی مناسبت سے اس کو یہ نام دیا گیا ہے۔

اس سر میں شاہ نے ان بنجاروں اور بحری تاجروں کی زندگی کا عکس پیش کیا ہے جو بہت سے خطرات کے باوجود دور دراز بحری سفر اختیار کرتے ہیں۔ ان کے گھر کی عورتیں اور محبوبائیں طرح طرح کی منت سماجت کرتی ہیں، چاہتی ہیں کہ جدائی کے صدمے نہ برداشت کرنے پڑیں اور ان کے سرتاج ہمیشہ ان کے پاس ہی رہیں۔ لیکن جب وہ اپنی مرضی سے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں، تو ان عورتوں کے نرم و نازک دلوں میں مختلف قسم کے خیالات آتے رہتے ہیں۔ ہجر و وصال کے درمیانی وقفے میں صنف نازک کے احساسات و جذبات کی عکاسی شاہ نے جس عمیق مشاہدے کے ساتھ کی ہے، اس نے اس سر کی قدر و قیمت کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔

سر کاموڈ

ایک مشہور راگنی کا نام ہے۔ اس کا تعلق دیپک راگ سے بتایا جاتا ہے۔ اس سر میں شاہ نے نوری اور جام تماچی کے تعلق خاطر کو واضح کیا ہے۔ تمثیلی طور پر نوری کو ''مطلوب'' اور جام تماچی کو ''طالب'' تسلیم کیا ہے۔ لیکن طالب و مطلوب کے اس رشتے کو شاہ نے کچھ اس طرح پیش کیا ہے کہ جیسے مطلوب وہ عاجز و ناچیز انسان ہو جسے خود شناسی کا ادراک کامل حاصل ہو۔ اور طالب وہ خالق حقیقی ہے جو بہت سی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے ''مخلوق'' کی ان خامیوں کو نظر انداز کر دے جو اس کی سرشت میں موجود ہیں۔

سر سسی آبری

اس نام کی کوئی بھی راگنی برصغیر کی موسیقی میں نہیں ہے۔ یہ نام صرف موضوع کی مناسبت سے دیا گیا ہے۔

اس میں شاہ نے اس عشقیہ داستان کے رموز و نکات بیان کئے ہیں جو سرزمینِ سندھ کے مشہور و معروف قصے ''سسی پنہوں'' سے تعلق رکھتے ہیں، ان رموز و نکات کی ماورائی تشریح اس طرح کی جاتی ہے۔

عشق پابندِ جسم و جاں نہ رہا   اپنی ہستی پہ چھا گیا جب خود
فاصلہ کوئی درمیاں نہ رہا   کوہ و صحرا بھی ہو گئے ناپید
کوئی تصدیق کا گماں نہ رہا   مرحبا وصلِ شاہد و مشہود

....

کبھی تو نالہ پر جوش ہوجا کبھی خود ہی سراپا گوش ہوجا
بہر صورت مٹا دے اپنی ہستی بہر عنواں حریفِ ہوش ہوجا
نگاہ دوست تیرا خوں بہا ہے یہی مفہومِ تسلیم و رضا ہے

....

ڈوب اپنے ضمیر کے اندر صحبتِ دیگراں سے کیا حاصل
اے تمنائے جلوۂ جاناں صرف آہ و فغاں سے کیا حاصل
مسلک ِ عشق شانِ درویشی کرّ و فرِ جہاں سے کیا حاصل

....

راز رسوائے اشک و آہ نہیں راز داں جز دل تباہ نہیں
کھودیا جس نے تیرے پنہوں کو وہ خودی طالب گواہ نہیں
خیر اتنا تو ہوگیا ثابت خود فریبی دلیلِ راہ نہیں

سر معذوری

اس نام کی ایک لوک دھن سندھ میں گائی جاتی ہے۔ اس سر میں سسی کی بیکسی اور ناچاری کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس سر میں شاہ نے تزکیۂ نفس کے مرحلوں کا ذکر سسی پنہوں کی عشقیہ داستان کی تمثیلوں کے ساتھ کیا ہے۔ سسی پر راہ طلب میں جو مصیبتیں پڑیں، ویسی ہی ناقابل برداشت اور صبر شکن دشواریاں ان ''طالبان حق'' کو بھی پیش آتی ہیں جو اس پرفریب دنیا میں ''صدق و صفا'' کی تلاش کرتے ہیں۔

سر دیسی

یہ اساوری ٹھاٹھ کی ایک راگنی ہے۔ اس سر میں شاہ نے تمثیلی طور پر یہ ظاہر کیا ہے کہ اگر طالب حقیقی نے نفس امارہ پر قابو نہ پایا تو اس کو ویسے ہی صدمے برداشت کرنے پڑیں گے جیسے سسی کو کیچی اونٹوں کی طرف سے غافل رہنے کے نتیجے میں برداشت کرنے پڑے۔ شاہ نے نفس امارہ کو اونٹ کے مصداق قرار دیا ہے۔

سر کوھیاری

اس سر کا تعلق کوہستانی لوک گیتوں سے ہے۔ چونکہ پنہوں کا وطن مکران کے کوہستانی علاقے سے تھا، شاید اسی مناسبت سے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔ ویسے کوہیاری مستعمل لوک گیتوں کی مشہور دھن بھی ہے جو کوہستانی علاقوں کے لوگوں میں بہت مقبول ہے۔

اس سر میں شاہ نے کوہستانی راستوں اور کوہ وبیاباں کے مختلف مناظر کی عکاسی کی ہے۔ کوہستانی نباتات وجمادات کے بہت سے ایسے نام اس سر میں آتے ہیں جو عام لوگوں کے لئے غیر مانوس ہیں لیکن شاہ کے عمیق مشاہدے سے ان کا قریبی تعلق تھا۔

سر حسینی

یہ ایک مشہور عربی وفارسی آمیز طرز ہے۔ جس میں امام حسینؓ اور دوسرے شہیدان کربلا کے مرثیے گائے جاتے ہیں۔

اس سر میں شاہ نے ان مصائب کا ذکر کیا ہے جو سسی کو پنہوں کی خاطر درپیش آئے۔ اور آخر کار اس کی موت کا باعث بنے۔ سسی نے راہ طلب کی جان لیوا مشکلات کو اسی صبر واستقلال سے برداشت کیا جس صبر واستقلال سے حضرت امام حسینؓ اور ان کے رفقاء نے کربلا کی اذیتوں کو جذبہ تسلیم ورضا کے تحت قبول کیا۔

سر لیلا چنیسر

اس نام کی کوئی راگنی موسیقی میں نہیں ہے۔ یہ نام موضوع کی رعایت سے دیا گیا ہے۔
اس سر میں شاہ نے لیلا چنیسر کی عشقیہ داستان کی طرف اشارے کئے ہیں۔ ان اشاروں میں حرص وہوس سے بچنے کی تلقین ہے اور صدق وصفا کو اپنانے کی نصیحت۔

سر مومل رانو

سندھ میں ایک بہت ہی میٹھی لوک دھن ''سر رانو'' کے نام سے مستعمل ہے۔ ویسے اس سر کے نام کی موضوع سے بھی مطابقت ہے۔

اس سر میں شاہ نے مومل رانو کی پراسرار عشقیہ داستان کے رموز ونکات بیان کئے ہیں۔ بنیادی خصوصیت اس میں یہ ہے کہ شاہ نے عشق حقیقی کے والہانہ جذب وشوق کے مرحلوں میں طالب ومطلوب، شاہد ومشہود اور عاشق ومعشوق کے درمیان فرق وامتیاز اٹھادیا ہے۔

سر برووسندھی

''برو'' ایک راگنی کا نام ہے۔اس راگنی ہی میں کچھ تبدیلی کر کے ''برووسندھی'' نام کی راگنی ترتیب دی گئی ہے۔

اس سر میں شاہ نے عشق الٰہی کی ترغیب دی ہے۔عاشق کی بیچارگی اور نیازمندی کا ذکر، روح کی اپنے رب کی تلاش وتجسس میں بےچین رہنے کی کیفیت اور حقیقی محبت کے دائمی سرور کا بیان شاہ نے بڑے موثر انداز میں کیا ہے۔

سر ڈھر

موسیقی میں اس نام کی کوئی راگنی نہیں۔''ڈھر'' کے معنی ایک قسم کی نغمگی اور شعریت کے ہیں، یا وہ وادی جو ریگستان کے کوہستانی سلسلوں کے درمیان ہو۔

اس سر میں مختلف مضامین کے ابیات شامل ہیں جو معنوی اعتبار سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

سر گھاتو

اس نام کی کوئی راگنی نہیں ہے۔یہ نام موضوع کی مطابقت سے دیا گیا ہے۔''گھاتو'' لفظ کے معنی شکاری کے ہیں۔چونکہ اس سر میں ماہی گیروں کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے سر کا یہ نام مناسب سمجھا گیا۔

اس سر میں شاہ نے ان سات ماہی گیروں کا ذکر کیا ہے، جو کلاچی (کراچی) کے قریب رہا کرتے تھے۔چھ بڑے بھائی کافی تندرست تھے لیکن سب سے چھوٹا کچھ کمزور تھا۔چنانچہ وہ گھر پر رہتا اور باقی بھائی مچھلیوں کا شکار کھیلنے صبح سمندر میں داخل ہوجاتے اور شام کو گھر واپس آتے۔

ایک مرتبہ غروب آفتاب تک وہ واپس نہ آئے۔ساتویں چھوٹے بھائی کو بڑی تشویش ہوئی۔ تلاش وتجسس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سب ایک طوفانی گرداب میں پھنس کر غرقاب ہوگئے اور انہیں ایک بڑے نہنگ نے لقمہ اجل بنادیا۔

چھوٹا بھائی عقلمند تھا۔اس نے نہنگ کو مارنے کے لئے لوہے کا ایک بہت بڑا پنجرا بنوایا۔اس کے چاروں طرف لوہے کے نوک دار کانٹے لگوائے اور پنجرے کو موٹے رسوں سے باندھ کر سمندر میں ڈال دیا۔کنارے پر اپنے بہت سے ساتھیوں کو رسے تھامنے پر مامور کیا اور خود اس پنجرے میں بحفاظت بڑے بڑے بھالے لے کر بیٹھ گیا۔نہنگ نے جیسے ہی اس پنجرے کا رخ کیا، قریب آتے ہی بہت سے کانٹے اس کے جسم میں چبھ گئے۔ساتھیوں نے رسے کھینچنے شروع کردیئے اور

کنارے کے قریب لا کر اسے بھالوں سے ہلاک کر دیا، پھر پیٹ چاک کر کے انسانی جسموں کے باقی ماندہ حصے نکالے اور انہیں اپنے رسم ورواج کے مطابق دفن کر دیا۔

سر کاپائتی

اس نام کی کوئی راگنی موسیقی میں نہیں ہے۔ اس سر میں شاہ نے چرخا کاتنے والیوں کا ذکر کیا ہے۔ روحانی طور پر چرخے کو اس زندگی اور چرخا کاتنے والیوں کو ''سالکوں'' سے مشابہت دی ہے۔ شاہ کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ انسان کو عملی طور پر جہد للبقا میں اس طرح حصہ لینا چاہئے کہ اس کے اعمال خالق حقیقی کی خوشنودی کا باعث ہوں۔ زندگی خواہ غریبی وتنگدستی میں گذرے یا امارت نصیب ہو، اصل مقصد وہ جدوجہد ہے جو انسان کو زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی طرف رجوع کرتی ہے۔

سر رپ

اس نام کی کوئی راگنی نہیں ہے۔ رپ کے معنی بہت بڑی مصیبت یا اس دشمن کے ہیں جس کو دیکھ کر دل دہل جائے۔

اس سر میں شاہ نے ہجر وفراق کی کیفیات کو بڑے سوز اور دل گداز انداز میں بیان کیا ہے۔ عام انسانی احساسات وجذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے شاہ نے جس موثر لب ولہجے میں غم وفراق اور صدمات ہجر کا اظہار کیا ہے ان سے ایک طرف تو شاہ کی اپنی جوانی کی عاشقانہ محرومیاں ظاہر ہوتی ہیں اور دوسری طرف ان رموز ونکات کا بھی ادراک حاصل ہوتا ہے جن سے تمام انسانوں کا واسطہ پڑتا رہتا ہے۔

سر کارایل

اس نام کی کوئی راگنی موسیقی میں نہیں ہے۔

اس سر میں شاہ نے چند خوبصورت پرندوں کا ذکر کیا ہے۔ ان پرندوں میں مور، سارس یا بگلا اور ہنج (ہنس) کو بطور خاص پیش کیا گیا ہے۔

سر ماروی

اس نام کی بھی کوئی راگنی موسیقی میں نہیں ہے۔ یہ نام موضوع کی مناسبت سے دیا گیا ہے۔

اس سر میں شاہ نے نہ صرف حب الوطنی، حریت پسندی اور اعلیٰ ظرفی کا درس دیا ہے، بلکہ روحانی طور پر اس ''عہد میثاق'' کی یاددہانی بھی کی ہے جو تمام روحوں نے ابتدائے آفرینش میں کیا

تھا۔خالق حقیقی کی طرف سے ''الست بربکم'' اور روحوں کی طرف سے ''قالوا بلیٰ'' کے اشارے ان ہی ازلی عہد و پیمان کی نشان دہی کرتے ہیں۔

عمر ماروی کی داستان وادیٔ سندھ کی ایک مشہور داستان ہے۔اس داستان کو مختلف سندھی شاعروں اور ادیبوں نے اپنے اپنے طور پر بیان کیا ہے۔

سر سوھنی

یہ مارواٹھاٹھ کی ایک مشہور راگنی ہے، جو سوز و گداز سے بھرپور ہے، بعض محققین نے اس کو ٹوڈی ٹھاٹھ سے وابستہ کیا ہے۔

اس سر میں شاہ نے مشہور و معروف عشقیہ داستان ''سوہنی مہیوال'' کی جھلکیاں پیش کی ہیں۔ یہ جھلکیاں ان روحانی رموز و نکات کی آئینہ دار ہیں جن کی تشریح اس طرح کی جاتی ہے:

جستجو، اضطراب، سوز دروں جز محبت یہ زندگی کیا ہے؟
بحر ہستی سے سیر ہو نہ سکی کون جانے یہ تشنگی کیا ہے؟

....

ایک مسلسل تپش مری ہستی موت بھی مجھ کو سازگار نہیں
اکثر اوقات خلوتِ شب میں ایک پل بھی مجھے قرار نہیں
اک خلش سی ہے سعی لا حاصل ہائے میں پھر بھی سوگوار نہیں

....

دیکھ کر جلوہ ہائے رنگا رنگ حسن کا اعتبار کون کرے
اے خوشا عیش لذت غم یار خواہش وصل یار کون کرے
موت سے پہلے کیوں نہ مرجاؤں موت کا انتظار کون کرے

....

ہیں ابھی کتنے مرحلے باقی اے غمِ انتظار کیا معلوم
حشر کا دن تو پھر بھی ہے نزدیک دوریِ وصلِ یار کیا معلوم

....

سندھی دوھے کی ہیئت اور مأخذ

شاہ لطیف نے اپنے دوھوں میں عام طور پر جس اسلوب بیان سے کام لیا ہے اس کا مأخذ راجستھان کے ''ڈھولا مارو'' دوھوں کو بتایا جاتا ہے، پروفیسر جھمٹ مل بھاونانی نے اپنی قابل قدر تصنیف میں ''ڈھولا مارو'' دوھوں اوران کے اثرات کو اس طرح پیش کیا ہے۔

۱۔ ڈھولا مارو دوھے .... ۱۳۰۰ء سے پہلے

۲۔ کبیر داس کے دوھے .... ۱۴۰۰ء سے ۱۵۵۸ء تک

۳۔ سورداس کے دوھے .... ۱۴۸۴ء سے

۴۔ میراں بائی کے دوھے .... ۱۵۲۷ء سے ۱۶۳۰ء تک

۵۔ شاہ لطیف کے دوھے .... ۱۶۸۹ء سے ۱۷۵۲ء تک

''ڈھولا مارو'' دوھوں کی تعداد قریب قریب دو ہزار بتائی جاتی ہے۔ یہ دوھے مختلف قلمی نسخوں میں جودھپور، بیکانیر، جیسلمیر اور جیپور وغیرہ کے سرکاری کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

''ڈھولا مارو'' راجستھان کی ایک عشقیہ داستان ہے، جس کا زمانہ قریب قریب ایک ہزار برس پہلے کا ہے۔ وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ سب سے پہلے ان دوھوں کو کس نے نظم کیا، بہرصورت اس بات پر سبھی مورخ اور محقق متفق ہیں کہ سب سے پہلے اس قسم کے دوھے راجستھان، گجرات، کاٹھیاواڑ، کچھ، سندھ اور زیریں پنجاب کے علاقوں میں گھومتے پھرتے فقیروں، ڈوموں اور عوامی موسیقاروں نے ترتیب دیئے تھے۔ کشلا بھ نامی ایک راجستھانی شاعر نے سولھویں صدی سے پہلے ان دوھوں کو ازسرنو بنایا، سنوارا، اور انکی مدد سے بہت سی ''چوپائیاں'' بھی تخلیق کیں۔

''ڈھولا مارو'' دوھوں کا اثر سندھی شعرا پر بھی پڑا ہے۔ لیکن ایک خاص بات جو سندھی شعرا کے دوھوں میں ملتی ہے وہ انکی جدت طرازی ہے۔ اس جدت طرازی کی مثالیں قاضی قاضن، شاہ کریم اور دوسرے قدیم شعراء کے یہاں تو کم ہیں۔ البتہ شاہ لطیف کے یہاں ہیئت اور اسلوب کے کئی ایسے تجربے ملتے ہیں جو سندھی دوھوں کو ڈھولا مارو دوھوں سے ممتاز کرتے ہیں۔

جس طرح عربی، فارسی اور اردو شاعری میں فن عروض کو برتا جاتا ہے اسی طرح سنسکرت سے نکلی ہوئی زبانوں کی شاعری میں چھند ودیا یا چھند شاستر کا عمل دخل ہے۔ شاہ لطیف نے بھی اپنے کلام میں چھند ودیا ہی کے ترنمی سانچوں (Musical patterns or feet) سے مدد لی ہے۔

ترنمی سانچوں کوفنِ عروض کی اصطلاح میں ''ارکان'' کہتے ہیں اور اسے چھندودیا کی رو سے ''گن'' کا نام دیتے ہیں۔ فنِ عروض میں ارکان کی مدد سے اوزان ترتیب پاتے ہیں، اور چھندودیا میں گنوں کی مدد سے چھند بنتے ہیں۔

ہندی اور راجستھانی دوھوں میں عام طور پر دو مصرعے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مصرعہ ''دل'' کہلاتا ہے۔ مجموعی طور پر ہر ایک دوھے میں ۴۸ ماترائیں ہوتی ہیں اور چار چھندوں سے ترتیب پاتا ہے، ان میں سے ہر ایک چھند کو ''پد'' بھی کہتے ہیں۔

دوھوں میں عام طور پر قافیہ کا اعلان ہر ایک دل (مصرعے) کے آخر میں ہوتا ہے، لیکن ایسے بھی دوہے ملیں گے جن میں یہ پابندی نہیں۔ دوھوں کی کئی قسمیں ہیں، اور ان میں مختلف قسم کے چھنداستعمال کئے جاتے ہیں۔ چند مشہور قسموں کے نام یہ ہیں:

بھرمر۔ سبھرامر۔ شربھ۔ نثر۔ ہنس۔ گید۔ کچھپ اور سرپ وغیرہ۔

ان تمام قوموں میں قافیہ کا التزام ہر ایک مصرعے کے آخر میں ہوتا ہے، ان کے علاوہ وہ قسمیں بھی ہیں جن میں قافیے کی جگہ بدل جاتی ہے۔ مثلاً

سورٹھا چھند کے دوھے۔ اس قسم کے دوھوں کا رواج سب سے پہلے سوراشٹر (راجستھان) میں ہوا تھا، سورٹھا چھند کے دوھوں میں قافیہ کا التزام اس طرح ہوتا ہے:

سائی صورت غین　　　سائی صورت عین کی
اوئی عین کی عین　　　سمن نقطہ دور کرو

اس قسم کے دوھوے تلسی داس نے بھی کہے ہیں۔ سندھی کے قدیم شعراء مثلاً قاضی قاضن اور شاہ کریم کے یہاں بھی اس کی مثالیں نظر آتی ہیں۔ شاہ لطیف نے بھی ایسے دوھے کہے ہیں، جو اس ہیئت پر پورے اترتے ہیں۔ راجستھانی اور سندھی دوھوں میں اس ہیئت کو اکثر کئی اور طریقوں سے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً مندرجہ بالا دوھے کو اس طرح بدل سکتے ہیں:

سائی صورت غین،　　　سائی صورت عین کی
سمن! نقطہ دور کرو　　　اوئی عین کی عین

اس قسم کے دوھوں کو ''انت میل'' دوھا کہتے ہیں۔ سندھی شعراء میں ایسے دوھے سب سے پہلے (دسویں صدی ہجری میں) قاضی قاضن نے کہے، لیکن راجستھانی شعراء میں اس کا رواج بہت

پہلے سے تھا۔ اگر مندرجہ بالا دوہے کو اس طرح پیش کیا جائے تو ''مدھیہ میل دوھا'' بن جاتا ہے۔

سائی صورت عین کی — سائی صورت غین
اوئی عین کی عین — سمن نقطہ دور کرو

قاضی قاضن، شاہ کریم اور شاہ لطیف کے یہاں اس ہیئت کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔

شاہ لطیف نے اپنے کلام میں قدیم ہندی اور راجستھانی چھندوں کے کچھ اور نمونے بھی پیش کیے ہیں۔ ان چھندوں میں رکپال چھند، چوپائی چھند، چندرائن چھند، ات بروا چھند، مالتی چھند اور جات چھند یا کنڈ لکا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہندی شاعری میں اس قسم کے چھندوں کی چند مثالیں دیکھئے:

بنا وچارے جو کرے سو پاچھے پچھتائے
کام بگاڑے آپ نو جگ میں ہوت ہنسائے
جگ میں ہوت ہنسائے چت میں چین نہ آوے
کھان پان سمان راگ رنگ من نہیں بھاوے
کہہ گردھر کو رائے دکھ کچھ ٹرت نہ ٹارے
کھٹ کھٹ ہے دن رات کیو جو بنا وچارے

(جات چھند یا کنڈ لکا)

....

رام سمجھ رحمان سمجھ لے — دھرم سمجھ ، ایمان سمجھ لے
مسجد کیسی مندر کیسا — ایشور کا استھان سمجھ لے

(چوپائی چھند)

دوہے کے مستعمل اوزانِ ترکیبی سے ہٹ کر بھی شمالی ہند اور راجستھان کے قدیم شعراء نے بہت کچھ کہا ہے۔ کہیں کہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے عربی و فارسی فن عروض نے ہندی چھند ودیا سے ایسا تعلق قائم کر لیا ہے کہ بظاہر کوئی فرق و امتیاز باقی نہیں رہا ہے، جیسے:

سکھی! پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں

(امیر خسرو)

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جب شروع شروع میں مسلمان فاتحین برصغیر میں داخل ہوئے اور یہاں حکومت کرنے لگے تو بہت سے اہل فن بھی اس ملک کی طرف رجوع ہوئے۔ پہلے تو دربار داری کا سلسلہ چلتا رہا، اور ایک متعین مذہبی نقطۂ نظر کے تحت ادبی تخلیقات وجود میں آتی رہیں، لیکن بعد میں اسلامی تصوف اور ویدانتی فلسفۂ حیات کے امتزاج سے کئی ایسی مذہبی تحریکیں بیدار ہوئیں جنہوں نے دربار داری سے الگ تھلگ ہو کر بھی علم و فن کی بڑی خدمات انجام دیں، اور کئی ایسے صاحبِ کمال پیدا ہوئے جنہوں نے شعر و شاعری کی ایک نئی طرح کی بنیاد ڈالی۔ اس کے خدوخال کچھ ایسے دلکش تھے کہ نہ صرف حکومت وقت نے ان کی سرپرستی کی بلکہ زبان و بیان کی سادگی اور مقامی رنگ آمیزی نے عوام الناس پر بھی گہرا اثر کیا۔ مثلاً اکبری دور میں تلسی داس، عبدالرحیم خان خانان اور میراں بائی وغیرہ کو عروج حاصل ہوا۔ عبدالرحیم خان خاناں کے دوھوں کی مقبولیت کا اندازہ تو اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ دوھے آج بھی ہندی کلاسیکل شاعری میں شمار ہوتے ہیں۔

خان خانان کا سندھ سے بڑا قریبی تعلق رہا ہے۔ اکبر کے عہد میں سندھ کو زیرنگیں کرنے والا یہی تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ سندھ کے چند ممتاز اہل فن کی رسائی اکبر کے دربار میں بھی ہو گئی۔ ادھر خان خانان کے شاعرانہ مزاج کا اثر سندھی شاعری پر بھی پڑا۔ اس کے بہت سے دوھے سندھ میں مقبول ہو گئے۔ اس توسل سے بھی تلسی داس وغیرہ کا کلام سندھ کے تصوف پسند عوام تک پہنچا۔ تلسی داس کے شاعرانہ مزاج میں کبیر داس اور سور داس وغیرہ کے اسلوب بیان کی بازگشت ہے، اس لئے انداز بیان میں وہی بے ساختگی اور جذب و مستی ہے جو ان لوگوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ مثلاً

تلسی طلب نہ چھوڑئے موت رزق سب ساتھ
کیا جگت سے روٹھنا، قلم اسی کے ہاتھ

تلسی داس کے اس دوھے سے پتا چلتا ہے کہ ہندی اور فارسی کی آمیزش سے ایک نئی زبان بن رہی تھی جو بہت پہلے عوام الناس میں جڑ پکڑ چکی تھی۔ لیکن اس کے برگ و بار میں کوئی ایسی یکسانیت نہ تھی جس کی بناء پر سوائے بھاشا کے اسے کوئی اور نام دیا جا سکے۔ رامائن میں تلسی داس نے جو زبان استعمال کی ہے اس کی حدیں بھی سنسکرت اور فارسی کے اثرات کو کم کرتی ہوئی مختلف پراکرتوں سے جا ملتی ہیں۔ سندھی دوھوں میں قاضی قاضن سے شاہ تک اور اس کے بعد جو عوامی زبان استعمال کی گئی وہ بھی ایک لحاظ سے عربی و فارسی کے غلبے کے خلاف صدائے احتجاج تھی۔ کچھ مختلف متصوفانہ تحریکوں اور خصوصاً مہدوی تحریک نے سولہویں صدی کے ابتدائی زمانے

الناس کو اپنی طرف بہت زیادہ متوجہ کیا تھا۔ یہ متصوفانہ تحریک سید محمد جونپوری کے توسل سے قاضی قاضن تک پہنچی اور انہوں نے اس کی تبلیغ و تلقین کے لئے عربی و فارسی سے ہٹ کر سندھی زبان کا سہارا لیا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے دوھوں میں بھی سندھی زبان کو بڑے موثر انداز سے استعمال کیا۔ قاضی قاضن کے بعد سندھی زبان کا شعری ذخیرہ دن بدن بڑھنے لگا اور عوام و خواص نے تہہ دل سے اس کو اپنانا شروع کیا۔

شاہ کے دوھوں یا ابیات کی زبان بھی اسی سندھی زبان کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ شاہ کے مجموعہ کلام کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ بیشتر عربی و فارسی کے الفاظ سندھی میں ایسی نفاست سے استعمال کئے گئے ہیں کہ ان کی اجنبیت باقی نہیں رہتی بلکہ معنوی مطابقت اور صورتی یکسانیت کلام موزوں کے تاثر کو دوبالا کر دیتی ہے۔

سندھی کے کچھ ناقدین اور محققین شعر و ادب نے شاہ کے دوھوں کو اوزان شعری سے آزاد بتایا ہے لیکن جدید تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شاہ نے اپنے تمام ذخیرۂ شعری میں نہ صرف مستعمل اوزانِ شعری کو برتا بلکہ بہت سے ایسے تجربے بھی کئے جو عام شعری اوزان کو وسعت دیتے ہیں اور اسلوب بیان کے چند نئے انداز پیش کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ شاہ کے کلام کو از سر نو جدید تحقیقات کی روشنی میں پرکھا جائے۔ اب تک جو تحقیقی و تنقیدی مواد شاہ کے مجموعہ کلام پر نظر آتا ہے اس کا بیشتر حصہ شاہ کے کشف و کرامات اور کلام پر محض طائرانہ جائزوں سے متعلق ہے۔ یہ درست ہے کہ شاہ کی روحانی حیثیت واقعی اس قابل ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے لیکن ساتھ ہی یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ ان کے کلام کی فنی خوبیوں کا تجزیہ کچھ اس طرح کیا جائے کہ وہ غلط روایات جو شاہ جیسے عدیم المثال شاعر سے وابستہ کر دی گئی ہیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔

شاہ کے ابیات کے متعلق میری ذاتی رائے یہ ہے کہ ان میں سنگیت ودیا، چھند ودیا اور عربی و فارسی فن عروض کے موٹے موٹے اصولوں کی پیروی مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ بہت سے ابیات تو ایسے ہیں جن کی ہیئت شاہ کے ہمعصروں اور شاہ سے پہلے کے صوفی شاعروں نے بھی برتی ہے۔ ساتھ ہی ایسے ابیات بھی کچھ کم نہیں جن میں شاہ نے اسلوب بیان کے نئے اور متنوع تجربے کئے ہیں۔ یہ شاہ کی جدت طرازی تھی جس نے زبان و بیان کی وسعت کے لئے کچھ اور ترنمی سانچے وضع کیے۔ ان ترنمی سانچوں (Musical Patterns) کا کیا نام ہو سکتا ہے؟ سر دست اس سے مجھے

بحث نہیں، لیکن جہاں تک مہذب ترنم (Cultured Lyricism) کا تعلق ہے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ شاہ نے فطری امنگ اور اپج کے باوصف فنی التزامات کو بڑی نفاست سے برتا ہے۔ اس کی ایک وجہ اور بھی سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ شاہ کا ربط وضبط اس دور کے نہ صرف ارباب علم وفضل سے تھا بلکہ شمالی ہند اور دوسرے دور دراز علاقوں کے ارباب فن سے بھی قریبی تعلق رہا تھا، اس لئے بنیادی طور پر جن خارجی عناصر کو شاہ کے شاعرانہ مزاج میں جذب ہونے کا موقع ملا ان میں وہ عنصر بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہے جو شاہ کریم جیسے باکمال صوفی شاعر سے آپ کو ثقافتی ورثے کے طور پر ملا تھا۔ شاہ کریم کا عارفانہ کلام سندھی ادبیات میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور وہی عارفانہ جذبہ شاہ کے یہاں زیادہ بھرپور طریقہ پر موجود ہے بلکہ ایک منظوم ثقافتی تاریخ بن گیا ہے۔

سندھی کافی اور اس کا ارتقا

''کافی'' سندھی شاعری کی مقبول عام صنف سخن ہے۔ یہ صنف سخن لوک گیتوں کی ایک قسم ہے جو سندھی شاعری میں زمانۂ قدیم سے رائج ہے، سندھی ادب کے قریب قریب تمام محققین اب تک یہ کہتے آئے ہیں کہ ''کافی'' کے موجد شاہ لطیف ہیں، انہوں نے ہی اس کو ''وائی'' کے نام سے سندھی شاعری میں داخل کیا۔ پیر حسام الدین راشدی نے اپنے ایک محققانہ اور فاضلانہ مقالے میں یہ کہا ہے کہ شاہ لطیف ''کافی'' کے موجد نہیں ہیں کیوں کہ شاہ لطیف کا زمانہ ۱۶۸۹ع سے ۱۷۵۲ع تک کا ہے۔ اس زمانے سے قریب قریب ڈیڑھ صدی پہلے سندھ میں ایک صوفی بزرگ شیخ لاد تھے، جو موسیقی کے بہت زیادہ شائق تھے، اور اکثر کافیاں گایا کرتے تھے۔ یہ بزرگ سندھ کے قدیم شہر ''پاٹ'' کے رہنے والے تھے۔ پاٹ کے مردم خیز خطے سے کئی ایسے صاحب کمال پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے بڑا نام پایا۔ ان صاحبِ کمال لوگوں میں حضرت قاسم ابن یوسف سندھی، شیخ طاہر محدث سندھی، شیخ مبارک سندھی اور حضرت مسیح الاولیاء شیخ عیسیٰ جنداللہ شطاری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ شیخ لاد بھی انہیں بزرگوں کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔

پیر صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ شیخ لاد کے متعلق جب یہ ثابت ہے کہ وہ کافیاں گایا کرتے تھے، تو اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ وہ مختلف سندھی شعرا کی کافیاں گاتے ہوں گے، لیکن چونکہ سندھ کی ادبی تاریخ میں ان کافیوں کی مثالیں ہمیں نہیں ملتیں، اس لئے شاہ لطیف کو موجد سمجھا جاتا ہے۔

شاہ لطیف کی کافی یا وائی ہیئت اور مواد کے اعتبار سے کچھ ہندی گیتوں سے ملتی جلتی ہے۔

وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ گیتوں کا رواج سب سے پہلے کس زبان میں ہوا، بہر حال جہاں تک سنسکرت سے پیدا ہونے والی مختلف زبانوں کا تعلق ہے، یہ بات یقینی ہے کہ گیت زمانۂ قدیم سے گائے جاتے رہے ہیں اور عام الناس کو ان سے خاص دلچسپی رہی ہے۔

گیت اور بھجن کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا اصل زمانہ چودھویں صدی بکرمی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب بھگتی کی تحریک ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلی تھی۔ پرکاش پریم، وحدت الوجود اور متصوفانہ خیالات نے ہندوستانیوں کے دل پر ایسا رنگ جمایا کہ ہر کسی کے لئے رام، رحیم، کرشن اور کریم ایک ہو گئے۔ اس تحریک نے ایسی پرکشش شخصیتیں پیدا کیں جنہیں مختلف مذہبوں، عقیدوں اور فرقوں کے لوگوں نے اپنا کہا اور اپنا سمجھا۔ بھگتی تحریک کے زور پکڑتے وقت سنسکرت جیسی پروقار زبان عوام سے بچھڑ چکی تھی۔ عوام ایک آسان اور چلتی ہوئی زبان بولتے اور سمجھتے تھے۔ بھگتی کی تحریک نے اپنے پرچار کے لئے اسی عوامی زبان (پراکرت) کو ذریعہ اظہار بنایا۔ اسی زبان میں بھگت کبیر، گرونانک، رائے داس، سورداس، تلسی داس اور میرابائی وغیرہ نے انمول گیتوں کو جنم دیا۔ ان گیتوں کے ذریعہ بھگتی مت کا پرچار کیا گیا اور یہی وہ گیت ہیں جنہیں ''بھجن'' کہتے ہیں۔

شاہ لطیف سے پہلے کے سندھی شعراء نے ان گیتوں یا بھجنوں کا کہاں تک اثر قبول کیا، اس کے بارے میں وثوق سے نہیں کہا جاسکتا، تاہم یہ حقیقت ہے کہ بھگتی اور جوگ یوگ کی تحریکوں نے سادھو سنتوں کے توسل سے سندھ کے صوفی شعراء اور عوام کو بہت کچھ اپنی طرف کھینچا۔ ہوسکتا ہے کہ چند صوفی شعراء نے اس قسم کے عوامی گیتوں کو سندھی زبان کے اندر ''کافی'' کی صورت میں رائج کیا ہو، لیکن ہمارے قدیم ادب کا ذخیرہ چونکہ مفقود ہے، چنانچہ آج تک ہمیں اس کی کوئی مثال نہیں مل سکی ہے۔

شاہ کے مجموعہ کلام کے قریب قریب تمام سروں کے آخر میں ایک یا ایک سے زائد وائی کا ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شاہ کو یہ صنف سخن بہت عزیز تھی۔ شاہ نے اس صنف سخن میں نہ صرف اپنی تمثیلی شاعری کا جوہر پیش کیا ہے بلکہ لب و لہجے میں ایسی بے ساختگی بھی پیدا کی ہے جو مترنم ہونے کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔

احمد چاگلا نے (جنہوں نے پاکستان کے قومی ترانے کی دھن مرتب کی ہے) ایک سیمری بھجن میں ایمن کلیان کی دھن پائی ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق وادیٔ سندھ میں چھ اور پانچ سروں کے

سرگم زمانہ قدیم سے مستعمل ہیں، جس سے ایشیا اور یورپ کا جنوبی حصہ ایک ہی تہذیب سے وابستہ معلوم ہوتا ہے۔

شاہد احمد دہلوی نے پاکستانی موسیقی کا جائزہ لیتے ہوئے ایک مقالے میں لکھا ہے کہ لوک گیت یا عوامی گیت ہمارے دیہاتوں کی وسیع آبادی کے گیت ہیں، جن میں دیہاتی زندگی اور قدرتی مناظر کا دل دھڑکتا ہے۔ یہ گیت اگرچہ فنی لطافتوں سے عاری ہوتے ہیں مگر ان کی سادگی میں وہ لطف ہوتا ہے جو ترقی یافتہ پرکاری میں کمیاب ہے۔ سرحد کا ٹپا، لوبھا اور پنجاب کا ماہیا، ہیر، مرزا صاحباں اور سندھ کا رانو، کوہیاری اور جموں کی پہاڑی وغیرہ اتنی دلکش دھنیں ہیں کہ ہمارے مجلسی راگ جو صدیوں سے نکھرتے چلے آرہے ہیں ان کے آگے پھیکے پڑ جاتے ہیں۔ دراصل ہماری ترقی یافتہ موسیقی اور شاعری کی جڑ انہی لوک گیتوں میں ہے۔

اغلب ہے کہ شاہ لطیف جیسے عوام پسند شاعر نے اپنے علاقے کے ''لوک گیتوں'' سے متاثر ہو کر ہی کافی یا وائی کو اپنایا ہوگا اور پھر نو بہ نو شعری تجربات، فطری امنگ اور تخلیقی اپج نے ان کو وہ سوز و ساز عطا کیا ہوگا جو آج تک زندہ و پائندہ ہے۔ ایسے سندھی شعراء بہت ہی کم ہونگے جنہوں نے اس صنف سخن میں طبع آزمائی نہ کی ہو۔

شاہ نے سندھی کافی کا نام ''وائی'' کیوں رکھا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب یقینی طور پر نہیں دیا جاسکتا۔ مجھے تو کم از کم اپنے طور پر تلاش بسیار کے باوجود کوئی ایسی شہادت نہیں مل سکی جس کی بناء پر وثوق سے کچھ کہا جاسکے، تاہم ایک بات ذہن میں آتی ہے، وہ یہ کہ شاہ کے سب سے پہلے استاد میاں نور محمد جو ہالا میں رہتے تھے، شاہ کی سیرت سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے ہالا کو خیر باد کہہ کر ''وائی'' نامی ایک گاؤں میں سکونت اختیار کرلی تھی جو بھٹ شاہ سے نسبتاً زیادہ قریب تھا۔ میاں نور محمد سے شاہ کو قلبی تعلق تھا۔ ظاہر ہے کہ اس تعلق کی بناء پر ''وائی'' میں شاہ کی آمد و رفت ہوتی ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ وائی میں جو لوک گیت گائے جاتے ہوں شاہ نے ان کو کسی ذہنی محرک کے طور پر قبول کیا ہو اور اس طرح اپنے گیتوں کے لئے وائی کا نام منتخب کیا ہو۔ بہر صورت واقعات و شواہد خواہ کچھ بھی ہوں شاہ کی جدت پسند طبیعت سے یہ اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے کہ موصوف شاعرانہ تجربات میں ندرت کے قائل تھے۔

فن موسیقی میں ''کافی ٹھاٹھ'' کو ایک جداگانہ حیثیت حاصل ہے۔ شاہ کے زمانہ میں بھی اس ٹھاٹھ کی راگ راگنیاں گائی جاتی ہوں گی۔ ندرت خیال کا کرشمہ سمجھ لیجئے یا وسعت بیان کا تقاضا کہ

شاہ نے یہی مناسب سمجھا ہوگا کہ فن موسیقی کے اس کافی ٹھاٹھ سے قطع نظر اپنے گیتوں کو''وائی'' کے نام سے پکارا جائے۔

ہندی اور دوسری علاقائی زبانوں میں جو گیت لکھے گئے ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ تال اور سر کے اندر بڑے موثر طریقے پر گائے جاسکتے ہیں۔ یہی بات شاہ کی وائی کے لئے بھی کہی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہیئت کے اعتبار سے شاہ کی وائی بہت زیادہ ہندی گیتوں سے ملتی جلتی ہے۔ امیر خسرو سے پہلے اور ان کے بعد ہندی گیتوں میں جو تجربے ہوئے ان میں فن موسیقی کو خاص طور پر برتا گیا ہے۔ گیت اور اس کے سنسکرت مصدر ''گی'' (بمعنی گاتا) کی قدامت ویدک زمانے سے کم نہیں۔ سنسکرت ادب میں اس کا وجود شام وید سے ثابت ہے جو سنگیت کا اولیں صحیفہ ہے۔

جس طرح ہندی گیتوں میں ٹیپ یا ''ستھائی'' کی تکرار ہوتی ہے اسی طرح عام طور پر سندھی کافی یا وائی میں بھی پورے ایک مصرعے یا اس کے کسی خاص جز کی تکرار ہوتی ہے۔ اس تکرار کے درمیان جو مصرعے دیئے جاتے ہیں ان کی تعداد کم سے کم دو ہوتی ہے۔

ستھائی یا ٹیپ سے پہلے آنے والا مصرعہ کچھ ہم قافیہ سا ہوتا ہے تاکہ مخصوص قسم کی مترنم صوتی ہم آہنگی سے گیت کا لطف دوبالا ہوجائے۔ بہت سے گیتوں میں ٹیپ کے مصرعے کی تکرار تو ہوتی ہے لیکن درمیانی مصرعوں کی تعداد متعین نہیں ہوتی، جیسے:

لاگہ اساڑہ چلی پرویا بھورے بدرا چھائے

کرے کلیل پچھیرا بن میں گوالا شور مچائے
جھیل کنارے بگلا ڈولے سارس دوڑ لگائے
چھائیں مائیں کھیلیں بالک گورا ڈھول بجائے

لاگہ اساڑھ چلی پرویا بھورے بدرا چھائے

شاہ نے وائی کی ہیئت میں اکثر و بیشتر گیتوں کی ڈگر کو قائم رکھا ہے لیکن بہت سے ایسے تجربات بھی کیے ہیں جن کی مثال ہندی گیتوں میں مشکل سے ملے گی۔ کہیں کہیں تو یہ تجربے اردو یا فارسی غزل سے اتنے قریب ہوگئے ہیں کہ بظاہر کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ غزل کی ہیئت سے قطع نظر نظم کی دیگر اصناف مثلاً مثلث، مربع، مخمس، مسدس اور مستزاد وغیرہ کی ملی جلی شکلیں بھی نظر آتی ہیں۔

وائی اپنے مزاج کے اعتبار سے لوک گیتوں کا نعم البدل تو خیر ہے ہی؛ غزل سے بھی اس کی ہیئت کسی قدر ملتی جلتی ہے۔ جس طرح غزل کے مطلع میں دونوں میں عام طور پر ردیف کا استعمال ہوتا ہے اور بغیر ردیف کے صرف قافیے کے اہتمام سے بھی غزلیں کہی جا سکتی ہیں۔ وائی میں ردیف کا استعمال شاہ نے بہت ہی کم کیا ہے ورنہ عام طور پر تو صرف قوافی کی صوتی ہم آہنگی ہے۔ غزل کے آخر میں عام طور پر شاعر اپنا تخلص استعمال کرنے کے لئے مقطع کہتا ہے۔ ''سید کہتا ہے'' یا ''لطیف کہتا ہے'' کا استعمال اکثر و بیشتر ان کی وائی میں ہوا ہے۔ کہیں کہیں ''کہتا ہے'' کے بغیر صرف سید یا لطیف کو محض تخلص کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ مقطع اور مطلع کے درمیان جو اشعار غزل میں کہے جاتے ہیں ان میں دوسرے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ یہ لازمی نہیں کہ اشعار کے مضامین میں کوئی تسلسل ہو، البتہ بعض غزلیں ایسی بھی نظر آتی ہیں جن میں کسی حد تک یہ تسلسل قائم رہتا ہے۔ وائی میں بھی قافیے کی ہم آہنگی کے علاوہ معنوی دروبست کا کچھ یہی عالم ہے۔

نمایاں فرق جو غزل اور شاہ کی وائی میں ہے وہ یہ کہ گیت کی طرح وائی میں بھی تخاطب عام طور پر ''محبوبہ'' کی طرف سے ہوا ہے۔ یہ تخاطب علاماتی طور پر شاہ نے ان محبوباؤں سے منسوب کیا ہے جو وادیٔ سندھ اور راجستھان کی رومانی داستانوں سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ اس تعلق کی کیفیت کچھ اس قسم کی ہے جس کی طرف ''حافظ'' نے اس طرح اشارہ کیا ہے۔

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست　　　　تو خود حجاب خودی ''حافظ'' از میان برخیز

شاہ نے اپنی حیثیت کو ایک مبصر، ایک دانائے راز، ایک عینی شاہد اور ایک ازلی ہمدرد کے طور پر پیش کیا ہے۔ کہیں کہیں شاہ کی یہ حیثیت وائی کے دوسرے کرداروں کی معنویت میں ایسی مدغم ہو جاتی ہے کہ جداگانہ انفرادیت کا سراغ مشکل سے ملتا ہے۔

شاہ کے زمانے کی اردو فارسی غزلوں اور سندھی کافی یا وائی میں مضامین اور موضوعات کا فرق بھی ایک بڑا فرق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ امیر خسرو وغیرہ نے بہت پہلے یہ کوشش کی تھی کہ غزلوں میں مقامی رنگ آمیزی بھی ہو، لیکن امیر خسرو اور ان کے چند پیروؤں کے بعد یہ روش فارسی اثر و نفوذ کے سامنے نہ ٹک سکی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عہدِ مغلیہ کے پہلے دو سلاطین بابر اور ہمایوں کے زمانے میں فارسی غزل کا غلبہ رہا۔ اکبر کے عہد میں کچھ مزاج بدلا، لیکن اس تبدیلی نے بھی غزل پر کوئی اثر نہ ڈالا بلکہ دوہوں اور دیگر ہندی اصناف سخن کو نوازا۔ جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگ زیب کے زمانے میں فارسی کا اثر کچھ اور بڑھ گیا۔ البتہ دکن کے چند شعراء مثلاً سلطان محمد قطب شاہ ہاشمی، وجہی اور ولی دکنی وغیرہ نے مقامی روایات کو اردو غزلوں میں بڑی نفاست سے پیش کیا ہے۔

شاہ نے وائی میں جو موضوعات و مضامین پیش کئے ہیں ان کا خمیر سندھی ثقافت سے تیار ہوا ہے۔ شاہ کو یہ ثقافتی ورثہ امیروں کی حویلیوں اور حکمرانوں کے درباروں سے حاصل نہیں ہوا بلکہ اس کی رنگارنگی، بوقلمونی اور سحر آفرینی سندھ کے دیہی عوام سے اور ان کی پسندیدہ کہانیوں، ہرے بھرے کھیتوں، تپتے صحراؤں اور پھوس کی جھونپڑیوں میں گونجتے ہوئے لوک گیتوں سے متعلق ہے۔

شاعری اور تنقید

شاعری کیا ہے؟ انسانی زندگی سے اس کا تعلق کیوں ہے؟ تنقید، تقریظ، تبصرہ یا تجزیہ کہاں تک اس کا ساتھ دے سکتا ہے؟ یہ اور اسی قسم کے بہت سے سوالات شاید اسی وقت سے پیدا ہوتے رہے ہیں جب سے مختلف زبانوں میں شعر و شاعری کا آغاز ہوا۔ کسی نے اسے مقدس دیوانگی سمجھا، کسی نے ہیجان جذبات کا وسیلہ قرار دیا اور کسی نے ترجمانِ حقیقت کہہ کر پکارا۔ کوئی انسانی زندگی کی تفسیر کہہ کر مطمئن ہوگیا، کوئی الٰہیاتی کھلونا سمجھتا رہا، کوئی محیط امواج تخلیق کا لقب دیتا رہا، کوئی حسن ظاہری کا پرتو خیال کرتا رہا، کوئی انبساط روحانی کہہ کر خوش ہوگیا اور کوئی دنیا کی تمام اشیاء کو محبوب و پسندیدہ بنا دینے کا ذریعہ تصور کرتا رہا۔ کسی کو اس کا آغاز و انجام وجدان میں نظر آیا، کسی کو اس کی غنائیت سے محبت ہوگئی، کسی کو اس میں حیرت ہی حیرت محسوس ہوئی، کسی کو وہ ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل دکھائی دی، کسی کو اس پر فردوس معانی کا گمان ہوا، کسی کو سلسبیل بازگشت کہہ کر تسکین ہوئی، کسی کو اس میں وہ بلیغ افسانے سننے کو ملے جو موسیقی کے ساتھ ترتیب دیئے گئے ہوں۔ کسی کو اس کے الفاظ میں وہ کشش نظر آئی جو افعال میں نہیں ہوتی اور کسی کو وہ ایک رفیق بے خلل دکھائی دی۔ یہ اور ایسے ہی مختلف نظریات فن شاعری کی مقبولیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ کون کس نظریے سے اتفاق کرتا ہے یہ اپنی اپنی طبیعت کی بات ہے۔ شاید طبیعتوں کے اختلاف ہی کا نتیجہ ہو کہ ہر زبان میں ہمیں مختلف قسم کا انداز بیان رکھنے والے شعراء نظر آتے ہیں۔ امراؤالقیس کا لب و لہجہ دوسرے عربی شعراء سے الگ تھلگ ہے۔ حافظ، عمر خیام اور رومی وغیرہ فارسی شاعری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ملٹن، ورڈس ورتھ، ٹینی سن، کیٹس اور ٹی ایس ایلیٹ وغیرہ انگریزی شاعری میں اپنی اپنی انفرادیت کے مالک ہیں۔ سورداس، تلسی داس، بھگت کبیر، میراں بائی اور عبدالرحیم خانخاناں وغیرہ ہندی شاعری میں اپنی اپنی خصوصیات کے اعتبار سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ سندھی شاعری میں شاہ کریم، شاہ عنایت، شاہ لطیف، سچل سرمست اور سامی وغیرہ کا کلام مختلف خوبیوں کا مالک ہے۔ کچھ ایسی ہی جداگانہ کیفیت ولی دکنی، میر تقی میر، غالب اور اقبال وغیرہ کے اشعار میں موجود ہے۔

''نوالس'' کا کہنا ہے کہ ''ہماری زندگی کے تمام واقعات مواد ہیں جن سے ہم جو چاہیں بنا سکتے ہیں''۔ ہربرٹ ایلس نے اسی بات کو کچھ بدلے ہوئے انداز میں یوں کہہ دیا کہ ''جو کچھ دنیا میں ہوسکتا ہے بیان کیا جاسکتا ہے لیکن ضرورت ایسے آدمی کی ہے جو اس کو بیان کرنا جانتا ہو۔'' بیان کی بات آتی ہے تو زبان کا مسئلہ بھی سامنے آتا ہے، جس کے متعلق ورڈس ورتھ کی رائے یہ ہے کہ ''ہر شاعر کے الفاظ یا زبان کا خزانہ مخصوص ہوتا ہے جس سے دوسرے بہت کم واقف ہوتے ہیں'' یہاں مجھے اس سے بحث نہیں کہ کسی شاعر کے مخصوص ذخیرۂ الفاظ سے دوسرے کسی حد تک واقف و ناواقف ہوتے ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ بات زیادہ اہم ہے کہ الفاظ وافعال دونوں انسانی قوت کے یکساں مظاہر ہیں۔ اور اس لحاظ سے ایک بلند پایہ شاعر کا کلام حیات آمیز بھی ہوتا ہے حیات آموز بھی۔ یا کارلائل کے الفاظ میں یوں کہہ لیجیے کہ ''درحقیقت یہ کسی قوم کے لئے بہت بڑی بات ہے کہ اس کو ایک زبان مل جائے یعنی اس میں ایک ایسا آدمی پیدا ہو جو موسیقی کے ساتھ وہ تمام باتیں بیان کرتا ہو جس کو اس قوم کا دل چاہتا ہو''۔

انسانی زندگی سے شاعری کا تعلق محض اس لئے دائمی نہیں کہ وہ انسانی زندگی کی تفسیر ہے یا اس کی افادیت کے لئے آلۂ کار ہے، بلکہ اس لئے کہ زندگی میں جو چیز یاد رکھنے کے قابل ہے وہ اس کی شاعری ہے۔ یہ شاعری جب شادی وغم، بیم ورجا اور تحیر وتعجب کے احساسات کی گہرائیوں کو سمیٹے ہوئے نرم ونازک الفاظ کا جامہ پہن کر ہمارے سامنے آتی ہے یا حسن ومحبت کی روحانی نغمگی بن کر کانوں میں مسحور کن رس گھولنے لگتی ہے، تو ہم اس کی جاوداں افادیت کے خود بخود قائل ہوجاتے ہیں۔

ڈاکٹر آئی۔ اے۔ رچرڈس کا کہنا ہے کہ

''Poetry is not the thing which can be verified''

اگر اس قول کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو شاعری پر تنقیدی نظر ڈالنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ میرا خیال ہے رچرڈس نے یہ بات شاعری کی اس اثر آفرینی کے پیش نظر کہی ہے جو اکثر بغیر کسی پس وپیش کے دل ودماغ پر محویت کا عالم طاری کردیتی ہے، ورنہ ان تنقیدی تصانیف کا کیا جواز جو موصوف سے منسوب ہیں۔ رہا یہ مسئلہ کہ شاعری پر تنقید کی جائے تو اس کا بنیادی نقطۂ نظر کیا ہو؟ اس مسئلے میں مختلف مدرسہ ہائے فکر کا طرز عمل مختلف ہے۔

قدیم عربی شعراء کا یہ دستور تھا کہ جب بازار عکاظ میں ان کا اجتماع ہوتا تو حسب موقع وہ کسی صاحب علم وفن کو اس اجتماع کا صدر بناتے، پھر تمام شعراء باری باری سے اپنا کلام سناتے، اور آخر

میں صدران کے کلام کی خوبیاں بالتفصیل بیان کرتا۔ اس عمل کو اس دور کی اصطلاح میں تقریظ کہا جاتا ہے، یہ رواج کافی حد تک فارسی اور اردو کے مشاعروں سے بھی وابستہ رہا ہے۔

یونانی مفکروں میں ارسطو کو اس لحاظ سے بڑی اہمیت حاصل ہے کہ اس نے شاعری کو نقد و نظر کے معیار پر جانچنے کی باضابطہ کوشش کی اور شاعری کے متعلق بہت سی ایسی باتیں کہیں جنہیں اب بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ''کیا تم شاعر کا مطلب سمجھنے میں غلطی نہیں کرتے ہو جبکہ اس کو صرف معلم اخلاقیات کی حیثیت میں دیکھنا چاہتے ہو! شاعری کا مقصد ہیجانِ جذبات ہے، نہ کہ تعلیم و تربیت''۔ ارسطو کے اس قول سے ناقدین شعر و ادب کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ خاص طور پر ان ناقدین فن کو جو محض رسمی طور پر ''فن برائے زندگی'' کے قائل ہیں اور جن کے نزدیک، زندگی صرف چند بنیادی تقاضوں کو پورا کرنے کا نام ہے یا بالفاظ دیگر وہ زندگی کو ایک ایسی مشین سمجھتے ہیں، جس کی کل ان کے اپنے ہاتھوں میں ہو، حالانکہ اگر بنظر غائر زندگی کے سلسلۂ لامتناہی کو دیکھا اور سمجھا جائے تو بڑے سے بڑے، اعلیٰ سے اعلیٰ تخلیقی صلاحیتیں رکھنے والے فنکار کے لئے بھی یہ ناممکن ہے کہ وہ اسے پوری طرح اپنے فن میں جذب کر سکے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی ایک خطۂ زمین کے رہنے والوں یا قریب قریب یکساں تہذیبی روابط رکھنے والوں کی زندگی کا عکس کم و بیش کسی کے تخلیقی شاہکاروں میں نظر آ جائے۔

نرم و نازک اور بے نام احساسات کو زندگی کا غلام نہیں بلکہ تمام شعبوں پر حاوی سمجھتے ہوئے شاعرانہ طور پر بیان کرنا کتنا نازک کام ہے، اس کا اندازہ بھلا کسی معلم اخلاقیات کو کیا ہو سکتا ہے؟ ''دوسرے لوگ جھوٹ زیادہ بہتر طریقے پر بول سکتے ہیں لیکن شاعرانہ صداقت کا اظہار سوائے شاعر کے اور کوئی نہیں کر سکتا''۔ Mac Neice نے شاید یہ بات اس کام کی نزاکت ہی کو مدنظر رکھتے ہوئے کہی ہے۔ اور اس کام کی نزاکت ہی ہے جو اکثر تنقید و تبصرے کی متحمل نہیں ہوتی تاوقتیکہ تنقید و تبصرہ کرنے والا اپنی انفرادیت کو اس شاعرانہ دروں بینی میں گم نہ کر دے۔ بین جونسن (Ben Jonson) نے کہا ہے کہ

''To Judge of poets is only the faculty of poets''

لیکن ہربرٹ ریڈ کا خیال ہے کہ شاعری اور تنقید دو بالکل مختلف مشغلے ہیں اور ایک کا حیطہ متعلقہ و نقطۂ نظر دوسرے سے قطعی مختلف ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہربرٹ تنقید نگاری کی صلاحیتوں کا معترف نہیں۔ وہ تو کہتا ہے کہ ''ہمیں ایک شاعر کو پرکھنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے لیکن ان تمام استعارات کی گیرائی اور گہرائی کو دھیان میں رکھتے ہوئے جو اس کی شاعری کا

لازمی جز ہیں''۔

عام طور پر کسی بڑے شاعر کے کلام پر تنقید وتبصرہ کرنے والے اس شاعر کے شاعرانہ حسن بیان کا تجزیہ کئے بغیر دوسروں کی تنقیدی تحریروں کے مطابق کوئی رائے اخذ کر لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تنقید میں وہ تخلیقی شان باقی نہیں رہتی جو کسی ادبی شاہکار کے لئے از حد ضروری ہے۔

ارسطو نے شاعر کو صرف معلم اخلاقیات سمجھنے سے اس لئے انکار نہیں کیا ہے کہ اسے اخلاقی اقدار کی تعلیم وتربیت سے انحراف ہے، بلکہ وہ تو یہ ایک سیدھی سی بات اس لئے کہہ گیا ہے کہ شاعر پہلے شاعر ہے اور بعد کو کچھ اور، یا شاعری پہلے ہیجانِ جذبات کا وسیلہ ہے اور بعد کو کچھ اور۔ یہاں ایک بات اور پیدا ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اگر ہیجان جذبات کے توسل سے اخلاقی اقدار کا کچھ کام بن جائے تو کیا مضائقہ ہے! لیکن ''سونبرن'' کی یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ''شاعر کا اصلی مقصد روحانی خوشی یا غم کو الفاظ کے حسن کے ذریعے ظاہر کرنا ہوتا ہے، نہ کہ اخلاقی خوبیوں کی وساطت سے''۔

اخلاقی اقدار انسان اور انسانیت کے لئے ازبس ضروری ہیں اور ان کا خیال رکھنا لازمی بھی ہے، لیکن جب بات شاعری اور شاعر کے لئے ہو تو اخلاقی اقدار کا مسئلہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے اور ہیجانِ جذبات کا معاملہ خود بخود اولیت حاصل کر لیتا ہے۔ مختلف زبانوں کے قابل قدر شعراء کے یہاں ایک دو نہیں ہزاروں ایسی مثالیں مل سکتی ہیں جن میں کوئی اخلاقی درس نہیں لیکن پھر بھی ان کی حیثیت نا قابل فراموش ہے اور صدیاں گذر جانے کے بعد بھی ان سے ''ہیجانِ جذبات'' کا مقصد پورا ہو رہا ہے۔ ''ایڈگر ایلن پو'' نے اسی مقصد کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ''روح کے پردے میں ہمارے احساسات کو جو کچھ محسوس ہوتا ہے اس کی تشریح کو فنِ لطیف کہتے ہیں''۔ اسکاٹ جیمس (Soctt James) کا کہنا ہے کہ

''What the artist has been able to construct
the critic must be able to reconstruct.''

جب تک ایک تنقید نگار میں یہ صلاحیت نہ ہو کہ وہ کسی ادبی شاہکار کی روح میں اتر سکے اس وقت تک تنقید کا حق ذرا مشکل ہی سے ادا ہوتا ہے۔ اور صرف روح میں اترنے سے بھی کام نہیں بنتا بلکہ ایک مرحلہ تاثرات کو نئے سرے سے ترتیب دینے اور پیش کرنے کا اور بھی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک تنقید نگار شعر کے بنیادی محرکات اور شاعر کے پر اسرار ذہنی عوامل کو تو کسی حد تک سمجھ لیتا ہے لیکن جب خود ان ذہنی عوامل، شاعرانہ محرکات اور اپنے تاثرات کی شیرازہ بندی کرنا چاہتا ہے تو بری طرح

ایک خاص درجہ رکھتی ہے۔

اس دور کے بڑے بزرگ اور قابل صد احترام عالم حضرت علامہ آئی۔آئی قاضی صاحب، سابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی اور ان کی جامع صفات وکمالات اہلیہ محترمہ ایلسا قاضی صاحبہ نے حال ہی میں شاہ کے کلام کا ایک مستند اور معتبر ٹیکسٹ ترتیب دیکر اور شاہ کے منتخبہ کلام کا انگریزی منظوم ترجمہ ایک عالمانہ تنقیدی تعارف کے ساتھ پیش کر کے ایک تاریخی کام سرانجام دیا ہے، جس کے لئے سندھی ادب اور سندھی ثقافت کے ساتھ ساتھ عالمی ادب کے اصحاب نقد ونظر ان کے گرویدہ احسان رہیں گے۔

ترجمے کی اہمیت اور دشواریاں

ہر زبان کے ادب میں ادبی تراجم کو بھی خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ ایزرا پاؤنڈ نے کہا ہے کہ ''جو دور تخلیقی ادب کے لحاظ سے عظیم ہوتا ہے وہ ترجموں کے لحاظ سے بھی عظیم ہوتا ہے''۔ اس عظمت کا اطلاق اردو ادب کے موجودہ تخلیقی دور اور ادبی ترجموں کے دور پر ہوتا ہے یا نہیں، اس سے مجھے بحث نہیں لیکن جہاں تک اردو ادب میں ترجمہ کئے ہوئے ادب کے اضافہ کا سوال ہے، میں بغیر کسی پس وپیش کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اردو ادب کے تخلیقی دور کو زیادہ سے زیادہ ادبی صلاحیتیں عطا کرنے میں ادبی تراجم نے بڑا کام کیا ہے۔

ادبی تراجم کا کام کئی باتوں کے اعتبار سے اہم ہے۔ انسانی زندگی کے رنگا رنگ تجربوں کو اخذ کرنے، اور مختلف علاقوں کے ثقافی اقدار کو جذب کرنے، دیگر زبانوں کی اعلیٰ ادبی صلاحیتوں اور اہل ادب کے نقطۂ نظر کو اپنی زبان کے مزاج کی مطابقت سے قبول کرنے، ادبی فکر ونظر اور تخلیقی لگن میں زیادہ گہرائی اور گیرائی پیدا کرنے، ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کو مختلف زبانوں اور مختلف ملکوں کی ادبی روایات سے باخبر رکھنے اور زبان کو طرح طرح کے ادبی تجربوں کے قابل بنانے میں ادبی ترجموں کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ اور اس لحاظ سے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اردو ادب میں ان گنت ادبی ترجموں سے جو اضافے ہوئے ہیں وہ کافی حد تک تخلیقی ادب کے لئے سازگار ثابت ہوئے۔

ادبی ترجمے کا کام جتنا اہم ہے اس سے کہیں زیادہ دشوار بھی۔ ایک زبان بولنے والوں کے فکری رجحانات، دوسری زبان والوں کے انداز فکر سے کافی حد تک مختلف ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف فکری رجحانات مختلف ہوتے ہیں بلکہ انداز بیان بھی مختلف ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں مترجم کو کئی قسم کی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہ آزمائشیں شعر وشاعری کے میدان میں نثری ادب کو

بہت پیچھے چھوڑ جاتی ہیں۔ نثر میں تو کھینچا تانی کے کم وبیش الفاظ سے کام چلایا بھی جاسکتا ہے لیکن شاعری اس قسم کی کھینچا تانی کر روادار کیسے ہوسکتی ہے؟ یہ تو اپنے اوزان کے معاملے میں اتنی سخت گیر ہے کہ ذرا سی کمی وبیشی بھی اسے گراں گذرتی ہے اور سارے کئے دھرے پر پانی پھر جاتا ہے۔

ادبی ترجموں کے لئے مترجم سب سے زیادہ بھروسہ ان خیالات پر کرتا ہے جن کا اظہار کسی ادبی شاہکار میں کیا گیا ہو۔ لیکن شاعرانہ تخیل کچھ ایسی رمزیت، اشاریت اور پیچیدہ تاثرات لئے ہوئے ہوتا ہے کہ مترجم جب تک اس کی حقیقی ایمائیت کو نہ پائے اس وقت تک اس کے لئے وہ ایک عجیب وغریب معمہ بنا رہتا ہے۔ اور اگر اس معمے کو وہ کسی نہ کسی طرح حل بھی کر لے تو فکر و جذبے کی نادر آمیزش جس سے شعری تخلیق وجود میں آتی ہے وہ اس کے لئے ایک منفرد اور مستقل حیثیت اختیار کرلیتی ہے۔ اس حیثیت کو اول تو کسی دوسری زبان میں ویسی ہی آب وتاب کے ساتھ منتقل کرنا ناممکن العمل ہے، پھر بھی اگر کسی نہ کسی طرح اس کو ممکن العمل بنایا بھی جائے تو ''ایک جان دو قالب'' والی بات ذرا مشکل ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ کبھی تو دوسرا قالب پر کشش نہیں رہتا اور کبھی قالب کی کشش باقی رہتی ہے تو جان میں وہ جان باقی نہیں رہتی جو اس قالب کو صحیح معنوں میں جاندار بنا سکے۔

ایک اچھے مترجم کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مختلف زبانوں کے مزاج اور ان کی ادبی اقدار سے پوری طرح واقف ہو اور تحقیق وتجسس کی ایسی اعلیٰ صلاحیتیں رکھتا ہو کہ کسی ادبی شاہکار کو دوسری زبان میں منتقل کرنے سے پہلے اس کی روح کو پا سکے۔ اس روح کو پالینے کے بعد اسلوب بیان کی الجھنیں کافی حد تک کم ہوجاتی ہیں اور مترجم کا کام نسبتاً آسان ہوجاتا ہے، بشرطیکہ ترجمہ کرتے وقت وہ اپنے دل و دماغ پر اسی قسم کے احساسات و جذبات طاری کرلے جس قسم کے جذبات و احساسات اس شاہکار کی تخلیق کا سبب بنے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مترجم اپنے آپ کو ہر طرف سے بے نیاز کر کے وقتی طور پر اصل فنکار کے حسیاتی وجود میں گم کردے۔

شاہ لطیف کے ضخیم مجموعۂ کلام کو منظوم اردو ترجمے کی حیثیت سے پیش کرنا کتنا دشوار تھا، اس دشواری کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب اردو کے ذخیرۂ الفاظ اور اظہار بیان کے مترنم سانچوں کی گنجائش کے مطابق شاہ کے شاعرانہ اور متصوفانہ افکار زیادہ سے زیادہ بہتر طور پر اشعار میں ڈھالنے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ کام بیحد مشکل تھا اور اس مشکل کا مجھے شدید احساس بھی تھا، لیکن ''مشکلے نیست کہ آساں نشود'' کے مصداق میں نے اپنے ذوق شعری پر بھروسہ کرتے ہوئے اس

کام کا آغاز کر دیا۔

ابتدائی تجربوں میں مجھے بیک وقت کئی باتوں کا خیال رکھنا پڑا۔ ان باتوں میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ میں دل سے یہ چاہتا تھا کہ منظوم ترجموں میں شاہ کے ابیات اور وائیوں کی نغمگی بھی موجود ہو اور وہ روح بھی باقی رہے جو ان کے کلام کا حقیقی حسنِ معنوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے لفظی ترجمے سے گریز کیا اور اپنی تمام تخلیقی کوششیں معنوی خوبیوں کو گرفت میں لانے پر صرف کر دیں۔ ہوسکتا ہے کہ کہیں کہیں ان معنوی خوبیوں پر میرے ذوق شعری کو وہ گرفت حاصل نہ ہوئی ہو جو شاہ کے کلام میں پنہاں ہیں۔ اس کی ذمہ داری کچھ تو تنگی وقت پر ہے اور کچھ اردو کے شعری ذخیرۂ الفاظ پر۔ اردو شاعری میں عام طور پر جن الفاظ کی الٹ پھیر رہی ہے وہ کبھی کبھی میرے اظہار بیاں کے لئے ناکافی ثابت ہوئی۔ جبکہ مجھے یہ بھی خیال تھا کہ غیر مانوس فارسی تراکیب اور ثقیل الفاظ کے استعمال سے پرہیز کی جائے، کیونکہ صرف الفاظ کی بازی گری کا نام خواہ اور کچھ بھی ہو شاعری نہیں ہوسکتا۔

شاہ کی شاعری کا مزاج کچھ اس قسم کا ہے کہ اس میں عوامیت کے باوجود اعلیٰ شعری خصوصیات بھی موجود ہیں۔ ان شعری خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ شاہ نے اپنے وسیع مشاہدے اور سیر و سیاحت کے طفیل ہر قسم کے ثقافتی عوامل کو اپنے فن میں بڑی نفاست سے جذب کیا ہے۔ اس طرح وادیٔ سندھ کی چھوٹی بڑی اہم، غیر اہم، ان گنت چیزوں کے نام ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ایک ایک چیز کے کئی کئی نام ہیں اور شاہ نے ان ناموں کو حسب موقع استعمال کیا ہے۔ اس کے برعکس جب ہم ان چیزوں کے نام اردو میں تلاش کرتے ہیں تو اکثر نہیں ملتے اور کچھ ملتے بھی ہیں تو اتنی کمی کے ساتھ کہ بار باران کا استعمال اس خوبی سے نہیں ہوسکتا جس کی توقع کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اونٹ اور کشتی کو لیجئے۔ ان دونوں کو وادیٔ سندھ کی بود و باش سے بڑا قریبی تعلق رہا ہے۔ شاہ نے ان دونوں کو اپنے کلام میں ہر جگہ نیا نام دے کر استعمال کیا ہے۔ اس طرح کسی ایک نام کی تکرار بھی نہیں ہوتی اور نہ حسن کلام میں کسی قسم کا نقص پیدا ہوتا ہے، بلکہ صوتی تاثر اور حسن شاعری دوبالا ہو جاتا ہے۔ لیکن اردو میں ان دونوں کے لئے گنتی ہی کے چند نام ہیں اور ان چند ناموں میں ایسے صرف دو ایک ہی ہیں جنہیں استعمال کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں تکرار سے نہیں بچا جاسکتا۔ رہا ان چیزوں کے ناموں کا مسئلہ جو سرزمین سندھ کے لئے ہی مخصوص ہیں، تو ان کے لئے مجھے مجبوراً انہیں کو استعمال کرنا پڑا ہے۔ کہیں کہیں ایسا بھی ہوا کہ بیشتر ناموں کا تلفظ میرے خیال سے اردو شاعری کے لئے کچھ بوجھل ثابت ہوا، لیکن ان

ناموں کو بالکل ہی نظر انداز کرنا میں نے مناسب نہ سمجھا بلکہ یا تو مترادفات کا سہارا لیا یا پھر انہیں اس طرح استعمال کیا کہ جو اردو الفاظ ان کے ساتھ استعمال کیے جائیں وہ کچھ اس قسم کے ہوں جن میں وہ کسی حد تک نبھ سکیں۔

سندھی زبان کا ماخذ سنسکرت ہے، اور سنسکرت کے الفاظ کا لب ولہجہ عربی و فارسی کے لب و لہجے سے میل نہیں کھاتا۔ سندھی میں بھی بیشتر ایسے الفاظ ہیں جن کا تلفظ اردو کے حروف تہجی سے اول تو ادا ہی نہیں ہو سکتا اور کسی طرح ادا کرنے کی کوشش بھی کی جائے تو صوتی ہم آہنگی میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ نثر میں تو کسی حد تک ان کی اجنبیت گوارا ہو سکتی ہے۔ لیکن نظم کا مزاج ایسی کسی جدت کا ذرا مشکل ہی سے روادار ہوتا ہے۔

ابتدائی ترجموں میں اظہار بیاں کے لئے میں نے مختلف بحروں کے تجربے کئے ہیں۔ ان تجربوں سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ایک ہی سر میں مختلف بحروں کے داخل ہونے سے صوتی یکسانیت باقی نہیں رہتی اور شعری تسلسل میں بھی کچھ گرانی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے وائیوں کے علاوہ زیادہ تر ابیات کو میں نے دو ہی بحروں میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ جن سروں میں ابیات کچھ کم ہیں ان کے لئے ایک ہی بحر کو استعمال کیا ہے اور کہیں کہیں دوسری بحر کو بھی شامل کر لیا ہے۔

وائی کے لئے مجھے گیتوں کی عام فہم زبان زیادہ مناسب معلوم ہوئی۔ اس صنف سخن میں زیادہ تر ہندی کے الفاظ استعمال کے گئے ہیں۔ وائی کے معاملے میں ایک جدت میں نے اور بھی کی ہے۔ وہ یہ کہ شاہ کی طرح اس کی تکنیک کے مختلف تجربے کئے ہیں۔ کہیں کہیں ان تجربوں نے اردو غزل کی صورت اختیار کر لی ہے، ویسے عام طور پر گیتوں کی کیفیت زیادہ ہے۔

شاہ لطیف سندھی کے وہ پہلے اور شاید آخری شاعر تھے جن کے کلام میں سندھی زبان کی قریب قریب تمام خوبیاں موجود ہیں، بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ سندھی زبان صرف اس لئے زندہ رہی ہے اور رہے گی کہ اس میں شاہ لطیف جیسے عدیم المثال شاعر کا دل آویز کلام موجود ہے۔ اس کلام کی دل آویزی کو کسی دوسری زبان میں منتقل کر دینا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ اس ناممکن کو میں نے جس حد تک ممکن بنانے کی کوشش کی ہے اس میں میری وہ عقیدت پیش پیش ہے جو مجھے شاہ کے کلام سے ہے۔ اردو زبان و ادب سے دلچسپی رکھنے والے اس پر خلوص کوشش کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے، اس کا علم مجھے نہیں ہے اور نہ اس سلسلے میں کچھ کہنے کی گنجائش ہے۔

سُرکلیان

سر کلیان

پہلی داستان

تیری ہی ذات اول و آخر　　تو ہی قائم ہے اور تو ہی قدیم
تجھ سے وابستہ ہر تمنا ہے　　تیرا ہی آسرا ہے ربّ کریم
کم ہے جتنی کریں تیری توصیف　　تو ہی اعلیٰ ہے اور تو ہی علیم
والیِ شش جہات واحد ذات　　رازقِ کائنات، ربِ رحیم

❁

اگر اللہ پر رکھتے ہو ایماں　　رسول اللہؐ سے بھی لو لگاؤ
سمائے جس میں ان دونوں کا سودا　　کسی در پر نہ اس سر کو جھکاؤ

❁

جنہوں نے دل سے اس یکتا کو مانا　　محمدؐ کو بصد اخلاص جانا
نہ ان کو کوئی گمراہی کا خطرہ　　نہ ان سے دور ہے ان کا ٹھکانا

❁

کامل ایماں کے ساتھ جس نے بھی　　دل سے مانا زبان سے مانا
جس کی خاطر بنی ہے یہ دنیا　　اس محمدؐ کا مرتبہ جانا
فوقیت اس کو دوسروں پہ ملی　　اپنی ہستی کو اس نے پہچانا
جس نے اس قادر حقیقی کو　　وحدہٗ لا شریک گردانا

❁

ہیں ازل ہی سے بے نیازِ الم　　راز دارانِ جلوۂ معبود
گمراہی دور ہی رہی ان سے　　مل گئی ان کو منزلِ مقصود
واقفِ وحدتِ احد ہو کر　　ہو گئے ایک شاہد و مشہود

۞

پرتو حسنِ دوست ہے جن پر ان کے دل روشنی سے ہیں معمور
اپنی دنیا الگ بسائی ہے خوف و رنج و غم و الم سے دور

۞

قتیل ذکرِ الااللہ ہیں وہ ہوئے جو واقفِ اسرار وحدت
حقیقت آشنا ہے روح ان کی بذات خود ہیں وہ خضر طریقت
سکوتِ معرفت اُن کے لبوں پر نگاہوں میں مسافت ہی مسافت
ہمیشہ بے نیازِ عیش و عشرت ''لطیف'' ان عاشقوں پر حق کی رحمت

۞

مقامِ کشتگانِ تیغ وحدت کمالِ آدمیت اوجِ ایماں
''لطیف'' اس راستے پر جو چلے ہیں وہی ہیں صاحبِ ایمان و عرفان

۞

کشتۂ ''وحدۂ'' ہوئے جو لوگ ان کو ''اِلّا'' نے کردیا دو نیم
خوف سے جرأت آزما نہ ہوا پھر کسی اور کا سرِ تسلیم

۞

جسم موجود ہے تو سر غائب سر اگر مل گیا تو جسم نہیں
کچھ بھی اس کے سوا نہیں معلوم منزلِ دوست میں ہیں اہل یقیں

۞

وحدۂ لا شریک کے عاشق سن سکا تو نہ اپنے دل کی پکار
جب ترے سامنے وہ آئیں گے ضبط ہو جائیگا تجھے دشوار

۞

وحدۂ لا شریک کا سودا فکرِ سود و زیاں سے برتر ہے
ہے یہی تیری منزلِ مقصود اور تو خود ہی اپنا رہبر ہے
کاش وہ تشنگی ملے تجھ کو جس کا انعام حوضِ کوثر ہے

وحدۂ لا شریک شرطِ وفا　　رہِ ہموارِ منزلِ توحید
جس کسی نے دوئی کو اپنایا　　اپنی منزل سے ہو گیا وہ بعید

ہو گئے ایک مل کے ذات و صفات　　مٹ گیا فرق عاشق و معشوق
ہم ہی کوتاہ بیں رہے ورنہ　　وہی خالق ہے اور وہی مخلوق

کبھی وحدت کی تنہائی میں کثرت　　کبھی کثرت کے ہنگاموں میں وحدت
مگر ان سارے ہنگاموں کی تہ میں　　بس اک محبوب ہے اور اس کی صورت

غیر محدود ہے جلال اس کا　　دھر آئینۂ جمال اس کا
آپ رہبر ہے آپ ہی راہی　　ختم خود اس پہ ہے کمال اس کا
اس کا احساس ہر جگہ ہر وقت　　کہ ہمہ گیر ہے خیال اس کا
روح انساں میں جلوہ فرما ہے　　پر تو حسنِ بے مثال اس کا

خالقِ حسن کائنات ہے خود　　خود ہی اس کائنات کا محبوب
آپ ہی اپنا آئینہ ہے وہ　　خود ہی طالب ہے اور خود مطلوب

آپ ہی دوست آپ ہی دشمن　　آپ آغاز آپ ہی انجام
اصل میں اک حقیقت من و تو　　درمیاں لاکھ پردۂ اوہام
زندگی، موت، سانس، دل کی پھانس　　کون جانے ہیں تیرے کتنے نام

یہ صدا اور بازگشت صدا　　اصل دونوں کی ایک جیسی ہے
اپنی آواز کی دوئی پہ نہ جا　　کہ سماعت فریب دیتی ہے

قصر ہے ایک اور در لاکھوں ہر طرف بے شمار ہیں روزن
مجھ کو ہر سمت سے نظر آیا جلوہ گر ایک ہی رخِ روشن

مظہر حسنِ ذاتِ باقی ہے اے محبت ترا ہجومِ صفات
جلوۂ حسن یار ہر شے میں جلوۂ حسنِ یار کی کیا بات

وائی

ہر کوئی اپنے ساجن کی کرتا رہتا ہے پوجا
گن ہیں جس کے بول بول میں نینوں میں ہے نیہا

ساجن پہلے جان گئے جو میں نے چت میں سوچا
گن ہیں جس کے بول بول میں نینوں میں ہے نیہا

سنو ''لطیف'' کی لے کو اس میں بھید ہے اس کے من کا
گن ہیں جس کے بول بول میں نینوں میں ہے نیہا

دوسری داستان

وہ عیادت کو چل کے آئے ہیں آ گئی راس مجھ کو بیماری
دیکھ کر مجھ کو ایسی حالت میں رنج و غم ان پہ ہو گیا طاری
برسرِ دار ہو کے دیکھی ہیں میں نے ان کی بھلائیاں ساری

نہیں ان چارہ سازوں میں بصیرت کہو ان سے نہ میرا جی جلائیں

اذیت ہے مسلسل چارہ سازی پلاتے ہیں دواؤں پر دوائیں
جو سولی ہی کو اپنی سیج سمجھیں وہ کیوں مرنے سے آخر جی چرائیں

❁

دیکھیں چلتا ہے کون اے سکھیو ہم کو سولی نے پھر پکارا ہے
انہیں جانا پڑے گا آخر کار جنہیں ساجن کا نام پیارا ہے

❁

کہہ رہی ہے پکار کر سولی دیکھنا اب قدم نہ پیچھے ہٹے
عاشقو! دعویٰ وفا ہے غلط گر رہِ دوستی میں سر نہ کٹے

❁

سر سے پا تک خلوصِ عزم شعار
جلوۂ بے نقاب سے دو چار
سولی ہے ایسے عاشقوں کا سنگھار
سر بریدہ رہیں گے سارے یار
یہی روز ازل سے ہے اقرار
سولی ہے ایسے عاشقوں کا سنگھار
تیز نیزوں کی دیکھ کر یلغار
مانتے ہیں "لطیف" کب وہ ہار
سولی ہے ایسے عاشقوں کا سنگھار

❁

دار و دیدار کی نوید سنی مرحبا کشتگان جلوۂ یار
اوج کی انتہا پہ جا پہنچے مطمئن ہوگئے خلوص شعار

❁

بر سر دار طالب دیدار اور کہتے ہیں کس کو اوج مقام
مڑ کے دیکھا نہیں کبھی پیچھے آگے بڑھتے رہیں گے گام بہ گام

تمنا دار کی دل سے نہ جائے
کہ ہوگا دار سے دیدار حاصل
محبت ہر قدم پر رہنما ہو
تو پھر کچھ بھی نہیں ہے تجھ کو مشکل

چھری پیوست ہو جانے دو پہلے
ابھی پوچھو نہ انجام محبت
ہم آہنگ سرود زیست کر لو
غم محبوب و آلام محبت

کسی کے ہاتھ میں ہے اس کا قبضہ
نہیں خود موردِ الزام خنجر
رخِ محبوب کی نظارگی سے
لرز جاتا ہے یہ لوہا بھی اکثر

اس کے خنجر کو کند رہنے دو
دھار اس کی نہ تیز ہو پائے
جب چلانے لگے مرا محبوب
ہاتھ کچھ دیر کو ٹھہر جائے

خنجر اس شاہدِ حقیقی کا
گوشت کیا ہڈیوں کو چیر گیا
خنجرِ شاہدِ حقیقی سے
تنِ عاشق کا بند بند جدا

رہِ محبوب ہے شمشیر کی دھار
دمِ شمشیر سے ہرگز نہ ڈرنا
بہت کمیاب ہے یہ دولتِ عشق
تم اپنے زخم کا چرچا نہ کرنا

تمہیں بھی جان دینا ہے تو آؤ
کہ مشتاقِ شہادت صف بہ صف ہیں
یہاں سے کون گذرا ہے سلامت
کہ سب اس دیس میں خنجر بکف ہیں

محبت ہے مجھے ان قاتلوں سے
جو رکھتے ہیں کفِ نازک میں خنجر
رواں ہوں سوئے میدانِ شہادت
کہ اک مدت سے بارِ دوش ہے سر

جو آگے بڑھ گئے جاں دے چکے ہیں — کئی سر آچکے ہیں زیرِ خنجر
جو پیچھے رہ گئے ہیں بڑھ رہے ہیں — کہ ان کو بھی شہادت ہو میسر
نہ اس منزل کو تم آساں سمجھنا — بڑھے آگے تو سر ہو گا زمیں پر
یہ ہے وہ میکدہ بہتا ہے جس میں — لہو بھی بادۂ گلرنگ بن کر

اگر ہے جرعۂ مے کی تمنا — تو اس پیر مغاں کے در پہ جاؤ
قریبِ ہر خمِ مے عاجزی سے — تم اپنے کاسۂ سر کو جھکاؤ
اگر ہو سر فروشِ مے پرستی — تو بہر جرعہ یہ بازی لگاؤ
یہ مستی سر کے بدلے میں ہے سستی — اٹھو آگے بڑھو ساغر اٹھاؤ

اگر ہے جرعۂ مے کی تمنا — تو اس پیر مغاں کے در پہ جاؤ
جو کہتا ہے ''لطیف'' اس کو سنو تم — سر اپنا کاٹ کر خم سے ملاؤ
خریدو اسکے بدلے تم یہ سودا — نہ خالی ہاتھ جام مے اٹھاؤ

جہاں بکتی ہے، اس کوچے میں جاؤ — اگر ہے جرعۂ مے کی تمنا
رموزِ مے فروشی ہیں نرالے — کوئی سمجھا انہیں کوئی نہ سمجھا
خمار چشم جاناں کی، قسم ہے — یہ سودا، سر کے بدلے بھی ہے سستا

جہاں بکتی ہے، اس کوچے میں جاؤ — اگر ہے جرعۂ مے کی تمنا
ملامت، تہمت ہستی، شہادت — عجب دستور ہے اس مے کدے کا
اگر اک کوزۂ مے تم کو مل جائے — تو ہر قیمت پہ یہ سودا ہے سستا

وہاں دولت نہ کام آئے گی ''سید'' جہاں کونین ہے جرعے کی قیمت
قریبِ خم پہنچ کر جان دیدو یہی اک کامرانی کی ہے صورت

غذائے عاشقاں ہے، زہر قاتل اسے وہ دیکھ کر، ہوتے ہیں شاداں
فدائے ہر ادائے قاتلانہ نثارِ جنبشِ زنجیرِ زنداں
چھپائے ہیں دلوں میں زخم کاری تبسم ریز ہیں لب ہائے خنداں

جو تیرا دل مصائب سے، ہے خائف نہ کر بادہ پرستی کی تمنا
رگوں سے کھینچ لے جو، روح ساری مبارک ہے مزہ اس جام مے کا
جو سر کو کاٹ کر بھٹی پہ رکھ دیں انہیں کو راس آتا ہے یہ سودا

نہیں ہے جرأت رندانہ جن میں انہیں زیبا نہیں مے کی تمنا
وہ ساقی آئے گا خنجر بکف جب تو فوراً رنگ اڑ جائیگا ان کا
انہیں زیبا ہے شغلِ جرعہ نوشی جنہیں منظور اپنے سر کا سودا

ہوا ہے پارہ پارہ جسم ان کا الگ ہے دیگ میں ایک ایک ٹکڑا
ہتھیلی پر جو سر کو لے کے اٹھے انہی کو زیب دیتی ہے تمنا

ابلتے ہیں یہاں دیگوں میں ٹکڑے کھڑکتی ہے یہاں ہر دم کڑھائی
جہاں یہ حال ہو اہل طلب کا وہاں کیا چارہ سازوں کی رسائی

طلب گار سر رنداں ہے ساقی نہ جانے مغبچے کیا مانگتے ہیں

بہر عنواں تمنائے محبت بہر صورت جنونِ سرفروشی
"لطیف" ان عاشقوں کی جاں نثاری لطیف اِن عاشقوں کی گرم جوشی

نہیں ان عاشقوں کو سر کی پروا خلوص دل ہے بارِ سر سے بہتر
کہیں اچھی ہے جلدو استخواں سے محبت کی شمیمِ روح پرور

فقط سر دے کے کب ہوتا ہے سودا نہ سمجھو اتنا ارزاں عاشقی کو
یہ نعمت اے ہجوم سر فروشاں مقدر ہی سے ملتی ہے کسی کو

گراں ہے عاشقوں کا قطرۂ خوں ٹپکنے میں ہے اس کی قدر و قیمت
نگاہ ناز جاناں جلوۂ دوست محبت کرنے والوں کی عبادت

وائی

مدھ پی کے میں نے اپنے پیارے ساجن کو پہچان لیا
یہ پریت کا ناتا کرکے میں نے جانے کیا کیا جان لیا
ساجن کو پہچان لیا
اس پار کی اگنی ہے من میں، جس پار سے میں نے گیان لیا
ساجن کو پہچان لیا
یہ جگ ہے دو دن کی مایا، ساجن ہم نے یہ مان لیا
ساجن کو پہچان لیا
کہے "لطیف" کہ تو ہی تو ہے، یہ سارا جگ چھان لیا
ساجن کو پہچان لیا

تیسری داستان

آگ دل میں لگا کے چھوڑ گئے تابِ غم آزما کے چھوڑ گئے
چارہ سازوں سے اب کسے امید تم ہی اپنا بنا کے چھوڑ گئے

ایک تیرے سوا مرے قاتل کون ہے جس کو چارہ ساز کہیں

میرا ہادی مرا حبیب ہوا مل گیا ایک مہرباں مجھ کو
لے گیا اپنے ساتھ درد مرا دے کے آرامِ جسم و جاں مجھ کو

درد اس کا شدید تر ہو جائے جس کا محبوب چارہ گر ہو جائے
اور کوئی ہو چارہ ساز اگر چارۂ درد بے اثر ہو جائے
اس کو حاجت نہیں مسیحا کی جس پہ محبوب کی نظر ہو جائے

جب سے محبوب چارہ ساز ہوا ہو گیا دور دل کا ہر آزار
وہی غمخوار بن کے آیا ہے ہم سمجھتے رہے جسے قہار
ایک انعام ہے دلِ پر خوں ایک نعمت ہے زخم خنجر یار
ہاتھ اس کا رگوں پہ رہتا ہے آشنائے نفس ہے وہ ہشیار

کیا تڑپنا کراہنا کیسا نغمہ زن ہیں رگیں مثالِ رباب
وہی مرہم عطا کرے گا مجھے جس نے دل کو کیا جلا کے کباب
اس کا شکوہ کریں کہ شکر کریں خود ہی راحت ہے اور خود ہی عذاب

رہ عزت ہو یا رہِ ذلت میں ہوں اور شوقِ جادہ پیمائی
کرے گمراہ یا بنے رہبر سر فرازی ملے کہ رسوائی

راز دارانہ طور پر اس نے عاشقی کے رموز سمجھائے
دولت صبر دی کہ درد مرا چارۂ درد خود ہی بن جائے
لے کے بیٹھا ہوں جنس عجز و نیاز آج تک خود نہ سامنے آئے

اس کے در پر جھکی ہے جس کی جبیں اور در ہوگئے سب اس پر حرام
تو بھی اس کے حضور سر کو جھکا دل میں کب تک یہ آرزوئے سلام

اس قدر بھی وہ بے نیاز نہیں ہر نظر میں پیام ہوتا ہے
لب جاناں خموش رہ کر بھی کتنا شیریں کلام ہوتا ہے

تو کرم کو سمجھ رہا ہے ستم یہ ہے تیرا قصورِ کم بینی
تو نے تلخی کہا اسے ورنہ اس کی ہر بات عین شیرینی

جو دانستہ تجھے اپنا بنائے کہاں وہ شکوۂ غم لے کے جائے

تجھ کو جس کی بڑی تمنا ہے آپ ہے وہ ترا تمنائی
ذکر جس کا تری زباں پر ہے خود ترے ذکر کا ہے شیدائی
دشنہ در دست اور قند بلب ہائے اے دوست تیری خود رائی

مسکرا کر کبھی پکارا تھا میرے محبوب نے مجھے اک بار
پھر مرے دل میں عمر بھر کے لئے رہ گیا اس کا درد بے آزار

میں نے صبحِ الست دیکھی تھی — تابش جلوۂ رخِ جاناں
چٹکیاں لے رہا ہے رگ رگ میں — آج تک اس کا دردِ بے درماں

جنہیں تیری محبت کی لگن ہے — انہیں شکوہ نہیں رنج و بلا کا
وہ سب سے پوچھتے ہیں مسکرا کر — کہاں ہے ہاتھ اپنے دلربا کا
دلیلِ قرب ہے ان کی شہادت — یہی جینا ہے بس اہلِ وفا کا

نویدِ قتل شیوہ دلربا کا — ترا مسلک تہِ شمشیر رہنا
اجل کا سامنا کر، یہ کہاں تک — خودی سے پائے در زنجیر رہنا

خوف کیسا عتابِ جاناں سے — اس کی نفرت میں بھی محبت ہے
مہرباں ہو کہ بدگماں ہوجائے — جو تعلق ہے وہ غنیمت ہے

قتل کے بعد قتل سے پہلے — اپنے مقتول کی نگہداری
کیوں نہ ہو اس کے زخم خوردہ کو — راحتِ روح ایسی دلداری

خود نگہدار اور خود قاتل — کیوں مرے چارہ ساز، یہ کیا ہے؟
پیار کرنا عتاب بھی کرنا — ناز ہے یا نیاز، یہ کیا ہے؟

کیسی دوری کہاں کی نزدیکی — رمزِ محبوب دیکھتے جاؤ
رفعتِ دار یا فراقِ یار — جو بھی حصے میں آئے اپناؤ

وائی

وہی بپتا میں کام آئے میرا روگ مٹائے
وہی دیالو اپنی دیا سے میری دھیر بندھائے
نیارے روپ دکھائے میرا روگ مٹائے
وہی نردھن کا رکھوالا دیکھ ریکھ کو آئے
دکھیا من بہلائے میرا روگ مٹائے
وہی آئے دکھ لے جائے تو جیون سکھ پائے
پھر جی مرا گھبرائے میرا روگ مٹائے
کہے "لطیف" کہ مجھ کو سکھیو چنچل پریتم بھائے
نینوں سے برمائے میرا روگ مٹائے

❁❁❁

سُريمن

سر یمن

پہلی داستان

تو میرا درد، میری دوا، میرا چارہ ساز تجھ سے چھپا نہیں مری درماندگی کا راز

میں جانتا ہوں مرے چارہ گر کہ تیرے سوا نہ راس آئے گی دل کو کسی کی چارہ گری
مرے حبیب، مرے چارہ گر، مرے مالک علاج ہے مرے غم کا تیری ہی چارہ گری

تیری ہر اک خلش مرے حق میں دوا ہوئی ورنہ جہاں میں کس کو دوا سے شفا ہوئی

فریبِ چارہ گری میں مریض آ نہ سکا جو درد تو نے دیا تھا کوئی مٹا نہ سکا

دیکھتے کیا ہو خنجر مارو اپنا ہاتھ اٹھاؤ گھائل کردو، جان بھی لے لو، میری آن بڑھاؤ

ہاتھ اٹھاؤ خنجر مارو، مجھ کو موت گوارا ہے
کہہ نہ سکوں گی میں یہ کسی سے تم نے مجھ کو مارا ہے

کھینچو تیر کماں سے فوراً مارو ہاتھ اٹھا کر
صرف تمہاری ہو جاؤں گی میں فتراک میں آ کر

ناوک افگن جہاں وہ ہوتا ہے　　ہوش ہر چارہ ساز کھوتا ہے

❁

ہو بڑا ہی کرم مرے محبوب　　تو اگر خود کرے مجھے گھائل
عمر بھر زخم کھائے اور نہ ہو　　دل کسی چارہ ساز پر مائل

❁

کوئی دیکھے وہ آخری منظر　　تیر جب اس کا دل میں لگتا ہے
اور کچھ دیر اس کا دیوانہ　　موت کی گود میں سسکتا ہے

❁

آہنی تیر جسم میں اُترے　　اور عشاق ہوگئے گھائل
چار سو زخم خوردہ جسم ہی جسم　　خون آلودہ ہر طرف بسمل
اپنے زخموں کے آپ ہی مرہم　　چارہ سازوں سے بے نیاز ہے دل
کاش ان سربریدہ لوگوں سے　　اک شبِ قرب ہو مجھے حاصل

❁

قرب ان زخمیوں کا ہو اک رات　　درد بھی جن کا جاں نواز ہوا
خلوتِ روح میں بسا اوقات　　عشق خود ان کا چارہ ساز ہوا

❁

زخمیوں کا یہ کلبۂ خاموش　　اور مسلسل کراہنے کی صدا
شام ہی سے ہر ایک بسمل کو　　مرہمِ زخم ِ دل کا فکر رہا

❁

آج پھر زخمیوں کے مسکن سے　　آئی اندوہ ناک ایک صدا
چارہ سازوں نے اپنے ہاتھ بڑھائے　　اور ہر زخم کھول کر دیکھا

❁

ہائے یہ زخم خوردگانِ وفا　　شکر فرما بصد شکیبائی
قرب منزل نہیں انہیں درکار　　ان کا مسلک ہے جادہ پیمائی

تذکرے کشتگانِ شوق میں ہیں درد کی دلنواز لذت کے
لبِ خاموش اس کے شاہد ہیں ہیں وہ راز آشنا محبت کے

جس کی فطرت میں ہوتن آسانی جس کی آرام سے گذرتی ہے
کیا خبر اس کو خستہ حالی پر بے بسی کتنے وار کرتی ہے
ایک کروٹ بھی لے نہیں سکتا ٹیس زخموں کی جب ابھرتی ہے
رات اس با وفا کی رو رو کر یادِ محبوب میں گذرتی ہے

زخمِ دل سے جنہیں فراغت ہے درد رہتا ہے ان کے دل سے دور
کیا خبر ان کو کس اذیت سے لوٹتے ہیں زمیں پر رنجور
دائمی کرب، مستقل آزار جسم زخموں کی یورشوں سے چور
پھر بھی ثابت قدم محبت میں رات بھر اشکباریاں دستور

مری ماں! یہ آرائشِ اشکباری یہ بہرِ نمائش غم و بے قراری
نہیں نام اس کا محبت شعاری کجا یادِ جاناں کجا آہ و زاری

وائی

کیا اس کو کوئی مٹائے یہ روگ ہے میرے من کا
مرے دل میں درد سجن کا
اے چارہ سازو! جاؤ لیجاؤ دوائیں اپنی
یہ گھاؤ ہے مجھ برھن کا
مرے دل میں درد سجن کا
وہ جی کا جیارا آئے جیون کا روگ مٹائے

دن آئے پریت ملن کا
میرے دل میں درد سجن کا

۞۞۞

دوسری داستان

اے چارہ گر تجھے مرے غم کی خبر کہاں — جو چارۂ فراق ہے وہ چارہ گر کہاں
میرے ہر ایک درد کا درماں ہے وہ حبیب — اس کے بغیر چارہ گری میں اثر کہاں

۞

ہم دردمند چارہ گروں سے الجھ پڑے — جتنے بھی تھے علاج کے در بند ہو گئے
آخر کہیں سے ڈھونڈ کے لائے اُسے یہاں — وہ آئے، اہل درد تنومند ہو گئے

۞

بے اعتدالیوں سے نحیف و نزار ہیں — خودسر ہیں اور چارہ گری کے شکار ہیں

۞

بے اعتدالیاں ہوں تو کیا چارہ گر کرے — پرہیز ہی نہ ہو تو دوا کیا اثر کرے

۞

کیا ان اپاہجوں کو کسی چارہ گر سے کام — ان کو دوا سے اور نہ دوا کو اثر سے کام

۞

وہ آئے درد و رنج و الم خواب ہو گئے — ناقابل شفا تھے شفایاب ہو گئے

۞

افسوس! چارہ گر مرا درماں نہ کر سکے — یعنی علاج دیدۂ حیراں نہ کر سکے

۞

ہر بوالہوس فریب ہوس میں جو آ گیا — وہ ترکِ اعتدال سے نقصان اُٹھا گیا
فطرت سے جس کو روحِ توانا عطا ہوئی — وہ خوش نصیب ہر غمِ ہستی پہ چھا گیا

۞

اپنے محبوب سے اگر ہے پیار — سیکھ لے پہلے چور کے اطوار
رات بھر جاگنا ہو کام ترا — نیند کا سکھ نہ ہو تجھے درکار
تھک بھی جائے جو دوڑ دھوپ سے تو — دل نہ ہو دوڑ دھوپ سے بیزار
اک ترے دل میں اک زباں پر ہو — خوفِ تعزیر، جرم سے انکار
ٹکڑے ٹکڑے ترے اگر اُڑ جائیں — نہ کرے ان کے راز کا اظہار

❁

اپنے گھر سے نکال کر مجھ کو — چارہ سازوں نے جب کیا مطعون
جس نے بھی دیکھا مجھ کو ٹال دیا — اس قدر بہہ چکا تھا زخم سے خون
اس نے آ کر مجھے بحال کیا — اس کے لطف و کرم کا ہوں ممنون

❁

چارہ گر آکے بیٹھے ہی تھے ابھی — کہ وہ صورت بھی سامنے آئی
بازوؤں میں سکت ہوئی محسوس — اور دل میں نئی توانائی
میرا دکھ درد ہوگیا سب دور — میں نے دیدار سے شفا پائی

❁

آپ زخمی کیا مرے دل کو — آپ زخموں کا اِندمال کیا
غمزدہ روح، ناتواں دل کو — دولتِ قرب سے بحال کیا

❁

بن گئی میری جان پر آخر — یہ نہ سمجھے مری پریشانی
جا کے محبوب کو بتاؤں گا — اپنے چارہ گروں کی نادانی

❁

چارہ گر رائگاں ہے چارہ گری — جا، بگڑنے دے میری حالت کو
درد جس نے عطا کیا ہے مجھے — شاید آجائے وہ عیادت کو

❁

چارہ سازوں میں بیٹھنا سیکھو پھر نہ ہوگا کبھی کوئی آزار
راس آئے گا ان کا قرب تمہیں جو بدلتے ہیں فطرتِ بیمار

❀

چارہ سازوں میں رات دن رہنا ہائے یہ بے بسی یہ بوالعجبی
ذلتِ اہل درد چارۂ غم ننگِ اہلِ وفا دوا طلبی

❀

داغ کر جسم اور تڑپایا کن نگہبانوں سے مارا ہے
مجھ کو نادان چارہ سازوں نے اپنی نادانیوں سے مارا ہے

❀

ہو گئیں چارہ سازیاں ناکام وہی محبوب دکھ مٹائے گا
ہاتھ رکھے گا جب مرے دل پر دل کو آرام آ ہی جائے گا
اس نے جس کی مزاج پرسی کی دکھ نہ پھر اسکے پاس آئے گا

❀

کر چکے اہل درد جب فریاد مہرباں چارہ گر نظر آیا
پڑ گئی جان ناتوانوں میں وہ جہاں جلوہ گر نظر آیا

وائی

کرنا میری رکھوالی
اے پیارے ساجن میرے
مرتی ہوں درد سے تیرے
نردوش ہے جیون میرا
چپتا ہے مجھ کو گھیرے
مرتی ہوں درد سے تیرے
بیٹھی ہوں آس لگائے
مرے دن اب تو ہی پھیرے
مرتی ہوں درد سے تیرے

تیسری داستان

مسلسل بے کلی فریاد پیہم
بڑی سفاک ہے یہ یادِ خوباں
جلا کر راکھ کردیتی ہے دل کو
یہ چنگاری ہے کتنی شعلہ ساماں
مری اس بات کے شاہد ہیں دونوں
یہ جوئے اشکِ گرم و آہِ سوزاں

لبوں پرنالہ ہائے جانستاں ہیں
تو دل میں شعلۂ سوزِ محبت
تمہیں اس کا یقین آئے نہ آئے
تم آکر دیکھ لو خود میری صورت

نہ پوچھو التہابِ سوزِ ہجراں
کبابِ سیخ، دل ہو یا جگر ہو
اسے امید کیا چارہ گروں سے
تمہارے لطف پر جس کی نظر ہو

لیا جس وقت کہنی کا سہارا
مرے محبوب نے اک تیر چھوڑا
کمر میں ہو گیا پیوست پھر وہ
پروں کے ساتھ میرے تن میں اُترا
گذر کر قلب سے پہنچا جگر تک
مرے قلب و جگر کو اس نے چیرا
نہیں امید کچھ چارہ گروں سے
سہارا رہ گیا ہے اب اسی کا

وہ اس کا سنسناتا تیر توبہ
وجود اپنا دگرگوں میں نے پایا
یہ پوچھے جا کے اس دلبر سے کوئی
کہ اب ہاتھوں کو کچھ آرام آیا

دوبارہ سنسناتا زنزناتا
جگر کے پار اسی کا تیر پہنچا
بالآخر یوں ہوا پیوست دل میں
کہ پھر کھینچے سے بھی باہر نہ آیا

کچھ ایسا کس کے تو نے تیر مارا — کہ لگتے ہی جگر کے پار پہنچا
تجھے میں نے مرے بھولے شکاری — بڑا مشاق تیر انداز پایا

کبابِ سیخ اک مدت سے ہوں میں — رگ و پے میں ہے اب تک سنسنی سی
مرے محبوب تو نے پھونک دی ہے — کلیجے میں میرے ایک دھونکنی سی

پسند ان کو ہے کیوں سوزِ محبت — یہ رازِ عشق پروانوں سے پوچھو
مزا آتا ہے کیا جلنے میں آخر — ذرا انِ سوختہ جانوں سے پوچھو

اگر تم بھی ہو پروانوں میں شامل — تو آؤ اور یہ شعلہ بجھاؤ
ہزاروں، آنچ پر اس کی جلے ہیں — مزا جب ہے کہ تم اس کو جلاؤ
کہیں ظاہر نہ ہوجائیں کسی پر — رموزِ عاشقی دل میں چھپاؤ

اگر تم بھی ہو پروانوں میں شامل — تو اِن شعلوں میں آکر کود جاؤ
جلو اس آگ میں جب تک ہے جینا — لگی اپنی نہ غیروں کو دکھاؤ

اگر تم بھی ہو پروانوں میں شامل — تو شعلے دیکھ کر واپس نہ آؤ
یہ جلتی آگ اس محبوب کی ہے — جھجکتے کیوں ہو فوراً کود جاؤ
یہ بے نوری یہ بے سوزی کہاں تک — بڑھو سب خامیاں اپنی مٹاؤ

ابھی کچھ جمع پروانے ہوئے تھے — وصالِ شمع کی ٹھانے ہوئے تھے
کوئی ان سوختہ جانوں سے پوچھے — رخِ تاباں پہ دیوانے ہوئے تھے

شباہت زرد پھولوں کی طرح ہے
دہکتی آگ پر منڈلا رہے ہیں
صلائے عام ہے یہ شمع کی لو
پتنگے راستہ دکھلا رہے ہیں

بجھاؤ آنسوؤں سے آتشِ تن
نہیں ان کے سوا غمخوار کوئی
میسر ہو اگر عزلت نشینی
تو پھر منزل نہیں دشوار کوئی
یہاں اہلِ جہاں سے دل لگا کر
نہ پائے گا سراغِ یار کوئی

بشر کو تو نے اے تنور عرفاں
سراپا سوختہ ساماں بنایا
کسی کو بھی ترے ایندھن سے میں نے
کبھی مل کر جدا ہوتے نہ پایا
بہر عنوان اے محبوب تو نے
محبت کرنے والوں کو جلایا

رہِ عرفان میں جو سالک دلِ فولاد رکھتے ہیں
انہیں اے دوست! آہنگر ہمیشہ یاد رکھتے ہیں

کان میں پھر ہے دھونکنی کی صدا
برسرِ کار ہے وہ آہن گر
اُٹھ رہے ہیں مجاز کے شعلے
ڈالتا جا رہا ہے وہ اخگر
مجھ سے اے میرے دھونکنی والے
اب نہ جانا کہیں جدا ہو کر
پارہ پارہ نہ ہو کے رہ جائے
خام لوہا دہکتے شعلوں پر

ڈر گئے شعلۂ محبت سے
آگ سے دور ہی رہے اکثر
حیف صد حیف دھونکنی والو
کون کہتا ہے تم کو آہن گر

کچھ تعجب نہیں بنا دے وہ
تمہیں فولاد سے بھی محکم تر
پہلے سر کو بناؤ تم سنداں
پھر بتائیں نشانِ آہن گر

جذبۂ جاں کنی بڑھائے جا تو کہ سنداں ہے چوٹ کھائے جا

ادھر دھونکنی ہے وہ چنگاریاں ہیں محبت کی سب شعبدہ کاریاں ہیں

دیکھ یہ شعلۂ محبت ہے جل کے بجھتا ہے، بجھ کے جلتا ہے
کیسے ہر آرزوے ہستی کو مسکراتے ہوئے نگلتا ہے

آج پھر آگئے وہ صیقل گر آب آنے لگی ہے تیغوں پر

صیقل گرِ عشق آگئے جب فولاد سے زنگ اُڑ گیا سب

زنگ اترتا ہے جل کے لوہے سے دھونکنی اپنی چال چلتی ہے
دیکھ کر صورتیں ہتھوڑوں کی جیسے سنداں کو چوٹ کھلتی ہے
بھیڑ آہن گروں کی ایندھن پر دیکھئے کتنے رخ بدلتی ہے

نہ ہونگی ان کی تیغیں زنگ خوردہ یہ صیقل گر ہیں اپنے فن میں پختہ

وائی

مٹ جائے نراشا میری آجائے پریتم پیارا
وہ میرے جی کا جیارا
دیجائے دکھیا من کو جیون کا سکھ دوبارا
وہ میرے جی کا جیارا
آتا ہے یاد وہ ساجن روتا ہے من بے چارا

وہ میرے جی کا جیارا

مرے پیاسے من کو اس کی آشا ہے امرت دھارا

وہ میرے جی کا جیارا

روگی کا روگ مٹائے ساجن کا ایک اشارہ

وہ میرے جی کا جیارا

چمکیلی چھب دکھلا کر چمکاتا ہے جگ سارا

وہ میرے جی کا جیارا

سب دور ہوئیں بپتائیں جب اس نے مجھے پکارا

وہ میرے جی کا جیارا

❁❁❁

چوتھی داستان

بیک جام دو طالبِ کیف و مستی — نہیں ہے یہ دستورِ بادہ پرستی
وہی ہے سزاوار قرب الستی — رہا جس کے دل میں نہ احساسِ ہستی

❁

بیک جام دو تشنہ کا مانِ الفت — یہ دستور ہے مانعِ وصلِ جاناں
بجز جانگدازی بجز جاں نثاری — میسر نہیں اتصال محبّاں

❁

بیک جام دو تشنہ کا مانِ مستی — طریقہ نہیں ہے یہ اہلِ وفا کا
شریکِ صراحی مغنی و شاعر — مگر فرق کتنا ہے صوت و غنا کا
محبت میں تفریقِ ہستی نہیں ہے — محبت میں تقسیم مستی نہیں ہے

❁

بڑے فتنہ گر ہیں حریفانِ کثرت
انہیں دیکھ کر مجھ کو ہوتی ہے حیرت
مرے ہمنشیں ہیں وہ سرشار فطرت
جنہیں زندگی ہے تمنائے وحدت

مرا دل وہاں ہے جہاں جلوہ گر ہیں
حدیں جزو وکل کی مٹا دینے والے
ذرا سی نگاہِ محبت کی خاطر
سروں کو خوشی سے کٹا دینے والے

یقیناً ہیں وہ ہستیاں برگزیدہ
جنہیں زہر کا گھونٹ بھی انگبیں ہے
بڑے شوق سے پی، ملے تجھ کو جو کچھ
کہ ہر جام ان کا خمار آفریں ہے

بفیضِ طریقت بحسنِ عقیدت
بڑھے ساقیا تیرے کوچے کی عزت
پلانا ذرا تشنہ لب راہیوں کو
چھپا کر نہ رکھنا شرابِ محبت

پلا تشنہ لب راہ گیروں کو ساقی
چھپا کر نہ رکھ یہ شرابِ محبت
وہ جرعے جو تو ان غریبوں کو دے گا
غمِ زندگی بھی نہیں ان کی قیمت

تشنج سا ہے ان کے کام و دہن میں
مگر زہر پینے سے ہے کتنی رغبت
وہ ان چند جُرعوں سے کب سیر ہوں گے
خموں سے نہ بھرتی ہو جنکی طبیعت
سرور ان کو آتا نہیں ذحتِ زر سے
یہ ہیں ساقیا تشنہ کامانِ الفت

خموں میں بھری ہے شرابِ بہاراں
فضا کیف پرور ہوئی جارہی ہے
بلا نوش ہیں سربکف آج ساقی
بلانے کو بادِ شمال آرہی ہے

صبوحی کو آتا رہے جوش ساقی
بھٹکتے رہیں صاحبِ ہوش ساقی
برستی رہے بادہ آلود شبنم
سحر خیز ہیں تیرے مے نوش ساقی

✿

بلا نوش رندوں سے پالا پڑا ہے
ہوسِ جاوداں میرے ساقی رہے گی
یہ پی جائیں گے جس قدر پی سکیں گے
مگر تشنگی پھر بھی باقی رہے گی

✿

جان لیوا تھا اذنِ عام ان کا
کیا خطا اس میں بادہ نوشوں کی
بادہ نوشوں پہ آگیا الزام
رہ گئی بات مے فروشوں کی

✿

یہ بلا نوش مر بھی جائیں اگر
بات آئے نہ کوئی اس کے سر
کون جانے بغیر ساقی کے
کیسی گذرے غریب رندوں پر

✿

وہ بلا نوش مر گئے آخر
آزمائے گی اب شراب کسے
وہ وفا کیش دوست ہی نہ رہے
اب تری خود سری کی تاب کسے

✿

ان بلانوش مے پرستوں کو
یہ نہ سمجھو شراب نے مارا
ہائے اس کا کلام زہرہ گداز
ان کو جس کے خطاب نے مارا

✿

اپنے ساقی کا اے بلا نوشو!
راس آئے گا آسرا تم کو
خم ہے مینا ہے جام و ساغر ہیں
اب ہے درکار اور کیا تم کو

✿

زیرِ خنجر بھی ناؤ و نوش میں گم
جاں نثارانِ مے پرستی ہیں
کیا کمی ان کو کیف و مستی کی
واقفِ رازِ کیف و مستی ہیں

✿

زہر نوشی سے جو نہ گھبرائے
خوش رہے ان سے اہلِ میخانہ
سید ان کا ہجومِ طوفان خیز
اور ساقی کا ایک پیمانہ
موت کے بعد بھی بسا اوقات
تشنہ رہتی ہے روحِ رندانہ

سرفروشی ہے شیوۂ رنداں اتنے مانوس ہیں شہادت سے
ان کے نزدیک قیمت ساغر کہیں افزوں ہے سر کی قیمت سے

شراب ہر اک خم میں منفرد ہے جدا ہر ساغرِ مے کی ہے رنگت
تری چشمِ کرم کو جانتے ہیں بخوبی مے کشانِ حسنِ فطرت
''لطیف'' اس خم کدے میں کاسۂ سر فقط اک جرعۂ مے کی ہے قیمت

ملو ان برگزیدہ ہستیوں سے سبق آموز مے خواروں کو دیکھو
سراپا شعلۂ جان سوز ہیں یہ محبت کے خریداروں کو دیکھو

بجائے ساغرِ مے چشم پُرنم عطا کرتے ہیں شب بیدار ساقی
مگر اس فیض سے محروم ہوں میں مری تشنہ لبی اب تک ہے باقی

وائی

مرا انگ انگ مسکائے، مرے دوارے ساجن گائے
دن پریت ملن کے آئے
دن ڈھلتے ہی مرے ساجن، کتنی سندرتا لائے
دن پریت ملن کے آئے
پھر بھاگ نے کایا پلٹی، برھا کے روگ مٹائے
دن پریت ملن کے آئے
وہ پاس ہے میرے من کے، جگ جس کو دور بتائے
دن پریت ملن کے آئے

کہتا ہے ''لطیف'' کوی، یہ دیالو کی دیا سہائے
دن پریت ملن کے آئے

❀❀❀

پانچویں داستان

بے نیازِ ہجوم راہگذار راز دارانِ منزلِ مقصود
رہ روان طریقِ عشق و وفا جاوداں ان کا سایۂ مسعود
اے خوشا پاکبازی و رندی ہوگئے ایک شاہد و مشہود

❀

ذکرِ حق سے جو بھید ان پہ کھلے کب کسی اور کو بتاتے ہیں
سانس جیسے رگوں میں پھرتی ہے جزو وکل میں وہ یوں سماتے ہیں

❀

پاگئے کچھ تو ہوگئے غمگیں کچھ نہ پایا تو شاد کام رہے
بس وہی اہلِ معرفت کہلائے خود سے بیگانہ جو مدام رہے

❀

کیا کہوں رمزِ صاحبِ عرفاں کوئی اس کے رموز کیا جانے
اپنی ہستی سے جنگ ہو جس کی دشمنوں کو جو دوست گردانے

❀

مرد عارف وجود خاکی کو کسوتِ آئینہ بناتا ہے
پھر اس آئینے میں رخِ محبوب اپنا جلوہ انہیں دکھاتا ہے

❀

نذرِ آتش کریں کلاہ خودی ورنہ اہلِ صفا نہ کہلائیں
اہلِ دل کے لئے نہیں ہوتیں حسرتیں، خواہشیں، تمنائیں

سر پہ رکھتے ہو تم کلاہ اگر آؤ اپناؤ عارفوں کی آن
ڈھونڈ لاؤ وہ ساغرِ زہر اب جس کے پینے سے کچھ ملے وجدان

اسم اعظم ہو یا ہو ذکرِ جلی ہے بہر طور ایک ہی مفہوم
جیسے ہوتا ہے سیپ میں موتی ہے یونہی دل میں ذاتِ نامعلوم
غیر کے در سے کچھ نہ پائے گا اس کے در سے جو ہوگیا محروم

رقص میں، محورِ خودی پر ہے فہم و ادراکِ ابنِ آدم کیا؟
اک ترنّ شعبدہ گری کے سوا میرے مولا! بساطِ عالم کیا

موجزن چشمۂ حقیقت ہے محو طالب شعورِ کثرت میں
مجھے اقوالِ پیر رومی اور ڈالتے جا رہے ہیں حیرت میں
کیوں یہاں رونما ہوا انسان اک معما کہ خواب ہے یہ جہاں

موجزن چشمۂ حقیقت ہے اور طالب شکار کثرت ہیں
پیر رومی کے جاودان اقوال رہنمائے رہِ حقیقت ہیں
دیکھ کر اپنی منزل مقصود کتنے خاموش اہلِ حیرت ہیں

محو طالب شعورِ کثرت میں موجزن چشمۂ حقیقت ہے
بے حجاب آئیں سامنے تو کہوں کیا ہیں وہ اور کیسی صورت ہے

دوستو! خوب دلنشیں کرلو قولِ رومی کہ بیش قیمت ہے
محو طالب فریبِ کثرت میں موجزن چشمۂ حقیقت ہے
ختم اپنے وجود کو کر دے گر طلبِ گارِ حسنِ وحدت ہے

❁

دوستو! خوب دل نشیں کرلو قولِ رومی پیامِ راحت ہے
محو طالب فریبِ کثرت میں موجزن چشمۂ حقیقت ہے
جس نے دیکھی وہ ہستیِ مطلق وہ مجسم سکوتِ حیرت ہے

❁

ذکر اس کا ہے بزمِ رومی میں ذات جس کی دلیل وحدت ہے
محو طالب فریبِ کثرت میں موجزن چشمۂ حقیقت ہے
توڑ دے ہجر کے در و دیوار گر تجھے آرزوئے خلوت ہے

❁

جو بظاہر ہیں ننگ اہلِ جہاں ان کا باطن ہے چشمۂ عرفاں
ان کے لب پر ہے وردِ حقانی اور سینے میں عشق کا پیکاں

❁

لب سراسر سکوتِ بے پایاں دل ہی دل میں کسی کا ذکر بھی ہے
صرف دکھ درد کی کتاب نہیں ان کے حصے میں لوحِ فکر بھی ہے

❁

وادیٔ بے نہایت عرفاں تنگنائے حیات کی منزل
عرفانِ خدا کو دنیا میں جز الف کچھ نہ ہو سکا حاصل

❁

درمیاں پردۂ دوئی نہ رہا مل گئی جس کو قربتِ رحماں
رہروِ تنگنائے ہستی پر راہِ دشوار ہو گئی آساں

❁

کیوں ہو تم رات دن ورق گرداں وہ سبق یاد کیوں نہیں کرتے
حرفِ آغاز ہے الف جس کا ورد سے جس کے جی نہیں بھرتے

❁

بد نصیبی کی انتہا ہے یہ		علم کچھ نہ ہوسکا حاصل
راہِ الفت نہ مل سکی تجھ کو		اور خود گم ہے عقل کی منزل
جز عزازیل کوئی کیا جانے		لذتِ سوز و عشرتِ غمِ دل

❁

وہ عزازیل عاشقِ صادق		سرخرو کر گیا جسے انکار
آپ اپنی ہی آگ میں سوزاں		آپ اپنی شراب سے سرشار

❁

وہ سبق جو پڑھا تھا روز اوّل		ایک بھی سطر اس کی یاد نہیں
یہ اسی بھول کا ہے خمیازہ		کوئی مجھ سا بھی بے سواد نہیں

❁

حاصلِ فکر و غور کچھ بھی نہیں		تو ہی تو ہے بس اور کچھ بھی نہیں

❁

نہ رہا کوئی پردۂ حائل		صلۂ جستجوئے حق پایا
راز دارِ ازل سے ہوں دو چار		یاد بھولا ہوا سبق آیا

❁

بات وہ جس سے قلبِ انساں کو		گمرہی سے نجات ہوتی ہے
ہیچ ہر بات سامنے اس کے		بس وہی بات بات ہوتی ہے

❁

دل میں سوزِ نہاں نہیں رکھتے		زہر ہستی پیئے ہی جاتے ہیں
ہائے یہ خود فریب اہلِ خرد		ظلم دل پر کیۓ ہی جاتے ہیں

❁

لازمی امتیازِ میم و الف		گمرہی کی دلیل اس سے گریز
خلوتِ فکر میں رہے لب پر		بس یہی ایک لے ترنم ریز

۞

وہی لوگ کہلائے روشن سواد الف کے سوا کچھ نہیں جن کو یاد

۞

خود فریبی ہے لذت گفتار جذبِ کامل ہے رفعتِ کردار
گمرہی کے قریب جو لے جائے دور اس سے وہ علم ہے بیکار

۞

اس میں ہو کر میں غرق مٹ ہی گیا لا و اِلّا کا فرق مٹ ہی گیا

۞

روشنائی کا مصرفِ بیجا کاغذوں پر یہ نقش فرمائی
منزلِ شاہدِ حقیقت دور راہزن یہ عبارت آرائی

۞

کیوں لگایا ہے سامنے ناداں تہ بہ تہ کاغذوں کا یہ انبار
فائدہ کیا ورق الٹنے سے ایک ہی لفظ ہے تجھے درکار
صرف چلہ کشی سے کب ہو گا حسنِ محبوب کا تجھے دیدار

۞۞۞

وائی ۔ا

جیون آشا من کو کھینچے
ساجن آؤ راہ دکھانے روک ٹوک سے جیا نہ مانے
میں ساجن کی بنوں دُلاری
ہم دونوں کے بیچ میں کوئی بادھا پائے نہ آنے
روک ٹوک سے جیا نہ مانے

تکوں سہارا کیوں میں کسی کا
کیا لینا ہے اب اوروں سے پریتم جب پہچانے
روک ٹوک سے جیا نہ مانے

کیا اچھا ہو پیا کی ہو کر
انگ انگ کو کروں نچھاور آئے پیا منانے
روک ٹوک سے جیا نہ مانے

مرنے سے کب ڈرتی ہوں میں
پریت کی ریت پرمرتی ہوں میں ملن کے روپ سہانے
روک ٹوک سے جیا نہ مانے

وائی۔۲

میرا کہنا بھول نہ جا جوبن دو دن کی مایا
بھور بھئے ہر پاپن کی درگت ہوتے دیکھ دشا
جوبن دو دن کی مایا
[illegible] کا [illegible] ہوا پریتم کو اس نے کھویا
جوبن دو دن کی مایا
سکھیو یہ جھوٹا بندھن نیند کا نینوں سے ناتا
جوبن دو دن کی مایا
کوری آنکھوں کاٹے رین میت وہی میرے تن کا
جوبن دو دن کی مایا
آدھی رات ہے دور ہٹا نیند کی نینوں سے چھایا
جوبن دو دن کی مایا

چھٹی داستان

ہم غریبوں کی بے نوائی کو　　لحنِ داؤد ہے نوا اس کی
زیرِ پائے سمندِ ناز ہیں ہم　　شہسواری ہے باد پا اس کی

❁

لحن داؤد ہے فضاؤں میں　　دیدنی کیفیت ہماری ہے
زیرِ پائے سمند ناز ہیں ہم　　خود نگر اس کی شہ سواری ہے

❁

میرے قابیل تیرا تیرِ نظر　　اپنے مستوں پہ ظلم ڈھاتا ہے
کر کے گھائل نہ جانے کتنوں کو　　جرأت شوق آزماتا ہے

❁

میرے قابیل تیرا تیرِ نظر　　ہم فقیروں کو کر گیا گھائل
ہمیں اک تیر کی بھی تاب نہ تھی　　دوسرا مارنے سے کیا حاصل

❁

تیر ہائے نظر ترے قابیل　　کر رہے ہیں ''لطیف'' کو گھائل
کیا خبر ان کو درد کیا شئے ہے　　جن کو تیری رضا نہیں حاصل

❁

میں نے دیکھا ہے اے مرے قابیل　　تو نے تیکھی نظر سے تیر چلائے
دوسرے تیر کی ضرورت کیا　　وار پہلا ہی جب نہ خالی جائے

❁

تیر جب وہ کمان میں کس لیں　　اپنا سینہ سپر بناؤ تم
ناوک افگن ہے عشوۂ خوباں　　سامنے آ کے زخم کھاؤ تم
منزلِ دار حاصلِ دارین　　آؤ کامل یقیں سے آؤ تم

جب وہ اپنی کماں میں تیر کسیں　　اپنا سینہ سپر بنا لینا
ناوک افگن ہے جنبشِ مژگاں　　صبر سے زخم دل پہ کھا لینا
رہ کے ثابت قدم محبت میں　　مدعائے حیات پا لینا

وہ کسی نے کماں میں تیر کسا　　آگے آ جاؤ تان کر سینہ
جب درِ دوست پر پہنچ جاؤ　　دل میں رکھنا نہ تم کوئی کینہ

کہیں ایسا نہ ہو مرے محبوب　　مجھ پر تو وار کرکے پچھتائے
میری ہستی میں ہے تیرا پرتو　　تیر تیرا تجھے نہ لگ جائے

ہائے اس نازنیں کی تیر کشی　　جس میں ہمت نہ تھی وہ ہار گیا
آ گئی راس جن کو مہر و وفا　　اُن کو پہلا ہی تیر مار گیا

تیر لرزا ہوا میں اور لگا　　میں بھی اپنی جگہ سے ہل نہ سکا
کاش اک بار وہ جری محبوب　　پھر مرے دل پہ ہو کرم فرما

ہدف تیر بن گئے عاشق　　خیر ہو عرصۂ محبت کی
سامنے جو بھی آ گیا "سید"　　تیر نے دی صدا ہلاکت کی
بر درِ دوست خاموش بر لب　　کوئی حد چاہیے تھی حیرت کی

کار زارِ وفا میں کٹ جانا　　عاشقوں کا سنگار ہوتا ہے
کس تمنا سے سر بریدۂ عشق　　قاتلوں پر نثار ہوتا ہے

نعرہ زن عرصۂ محبت میں اس طرح ہو کہ بازگشت رہے
برسر دار بھی اگر جائے پھر بھی اپنی زباں سے کچھ نہ کہے
عشقِ افعی مزاج کے انداز° وہی سمجھے گا جو گزند سہے

آئے وہ عرصۂ محبت میں جو نصیحت ''لطیف'' کی مانے
قاتلوں کی خوشی اسی میں ہے پیش کر دیں سروں کے نذرانے
عشق افعی مزاج کے انداز کوئی کیا جانے مبتلا جانے

دوستو! عرصۂ محبت ہے اپنے سر کی نہ تم کرو پروا
باطلِ کم نگاہ کیا جانے ہے سرِ دار راہِ دارِ بقا
سانپ ہے عشق یہ وہی جانے جو اسے جسم سونپ دے اپنا

بڑھو آگے بشانِ لاہوتی کود کر عرصۂ محبت میں
ختم کر دو فسانۂ ہستی کیا ہے اب زندگی کی الفت میں
عشق ہے سانپ یہ وہی جانے زہر اس کا ہو جس کی قسمت میں

جسم اور روح کے تعلق کو لازمی ہے قریب تر ہونا
کھیل سمجھو نہ عشق کو یارو شرط ہے صاحبِ نظر ہونا
سر بہ نیزہ ہیں رہروانِ طلب طالبِ دوست سوچ کر ہونا

وائی

برھا کی ریت کٹھن ہے
میں پاپن ہوں میں پاپن
جو سیج پہ بھی نا سوئیں

نینوں سے نندیا کھوئیں
بے چین رہیں جو تجھ بن
میں پاپن ہوں میں پاپن

پریمی کو نیند نہ آئے
ساجن کی یاد ستائے
وہ جاگے تارے گن گن
میں پاپن ہوں میں پاپن

کیا بات سمجھ میں آئے
جب پریت کی ریت سہائے
دوبھر ہو جائے جیون
میں پاپن ہوں میں پاپن

❀❀❀

ساتویں داستان

ہر تمنائے طالبِ وحدت ذکرِ اللہ سے مچلتی ہے
روح ان کی بس ایک آہ کے ساتھ جسدِ خاک سے نکلتی ہے

❀

عمر بھر بے قرار رہتے ہیں عاشقوں کے لئے کہاں آرام
کبھی محبوب نے جو شکوہ کیا پھر نہ آسودگی کا لیں گے نام

❀

تم تنومند اور توانا ہو عاشقوں کی ہے کیا یہی پہچان
وصل محبوب کے لئے بے تاب ان کا دل، ان کی روح، ان کی جان
اور اک شاہد ازل کے سوا ان کی نظروں میں ہر حسیں انجان

❀

موجزن ہے اگر رگوں میں لہو — دعویٰ عشق سر بسر بے کار
زرد چہرہ ہے طالبوں کا نشاں — زیب و زینت انہیں نہیں درکار
سیم و زر راہِ عشق میں حائل — سرفروشی ہے عشق کا معیار

❀

درد سے آشنا جو لوگ نہیں — عاشقی ان کے بس کا روگ نہیں

❀

دیکھنا چھپ کے جلوۂ محبوب — طالبوں کے لئے ہے نازیبا
ان کا شیوہ ہے یہ تن آسانی — جن کو رہتی ہو جان کی پروا

❀

آرزو مثل دار ہے گویا — انتہا موت سے عبادت ہے
عمر بھر اس کا منتظر رہنا — رہ رو شوق تیری فطرت ہے

❀

خود تمنا کرے کوئی ورنہ — ان کو دیکھے جو ہیں تمنائی
نا شناس غمِ وفا ہے تو — حیف تجھ کو طلب نہ راس آئی

❀

راہِ خوباں میں بیٹھ جا عاشق — ہو نہ تو ان کے در سے روگرداں
ان سے وابستہ تیری ہر تقدیر — اور وہی تیرے درد کا درماں
ان کے در کے بغیر ناممکن — عرصۂ زندگی میں امن و اماں

❀

راہ خوباں میں بیٹھ جا عاشق — ہوں گے وہ تیرے حال کے پرساں
ان کا یمن قدم ہی رہبر ہے — ان کی چشم کرم ہے فیض رساں

❀

منزل عشق ہے درِ محبوب — سجدہ ریزی کرو عقیدت سے

کیا عجب تم پہ مہرباں ہو جائے اور نوازے تمہیں محبت سے
کاش مل جائے خوب وزشت کاراز تمہیں اس رہبر حقیقت سے

❁

جسم کو پارہ پارہ کر لینا جب نظر آئے صورتِ خوباں
سرخرو تو بھی ہو محبت میں تجھے حاصل ہو قربِ محبوباں

❁

تجھے اس راہ میں ملیں گے بہت ساقیانِ حسین سبو بردوش
سر کی بازی لگا کے حاصل کر جام مے جو کرے تجھے مدہوش

❁

تم سر راہِ انتظار کرو خود پلائیں گے وہ شراب تمہیں
شرط یہ ہے نہ ہو کسی عنوان ان حسینوں سے اجتناب تمہیں

وائی

یہ بات کبھی نہ بھولوں
سندر ہیں میرے ساجن
جب پیار کسی سے کرنا
بپتاؤں سے مت ڈرنا
پریتم کے دوارے جا کر
سو بار چڑھوں سولی پر
سکھ پائے میرا جیون
سندر ہیں میرے ساجن
جو پریت کی ریت کو مانے
بھید اس کا کوئی نہ جانے
ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں

پھر بھی نا بھید بتاؤں
میں ہاروں اپنا تن من
سندر ہیں میرے ساجن

❀❀❀

آٹھویں داستان

ٹھیس اپنے وقار کو نہ لگا ان کے کوچے میں بار بار نہ جا
رہگزاروں میں تو دیے نہ جلا راہ گیروں کو داغِ دل نہ دکھا
لب خاموش و حیرت ابدی راز کیف و مسرّت ابدی

❀

ذکر بے سود ہے دواؤں کا چارہ سازوں کی فکر ہے بے جا
چارہ سازوں کی فکر ہے اس کو جس کے دل کو کسی کا درد ملا

❀

جس کے دل کو کسی کا درد ملا اس کی حالت ہوئی نحیف و نزار
شہد سے بڑھ کے ہے مگر اے دوست درد مندوں کو تلخیٔ آزار

❀

بس وہی چارہ سازِ قلب و نظر جس نے بخشی ہے درد کی اکسیر
تیری ہر بات اے مرے محبوب میرے حق میں نوشتۂ تقدیر
جب بھی کوئی امید بر آئی تیرے بیمار نے شفا پائی

❀

مثلِ ناقہ بقدرِ تشنہ لبی تم بھی پی لو کہ خود پلاتا ہے
فیض اس کی سبیل سے ورنہ کون اپنی رضا سے پاتا ہے

❀

جو رموز نفی نہیں سمجھا راز اثبات کیا وہ سمجھے گا
وہ تو اظہر ہے پر جو ناداں ہے غیب کی بات کیا وہ سمجھے گا

مہرباں ہو وہ جوہری جن پر چمک اٹھیں وہ مثلِ لعل و گہر

اپنے کوزے کو کوزہ گر جیسے آزماتا ہے دل کو وہ دلبر
جو بھی اس نے عطا کیا مجھ کو میں نے سمجھا اسی کو شیر و شکر

ظاہرا بے رخی ہوئی تو کیا رشتۂ روح ٹوٹ سکتا ہے!
زیست مشقِ ستم سہی لیکن دامنِ صبر چھوٹ سکتا ہے!

گر وہ ترکِ تعلقات کرے پاس تم کو رہے محبت کا
جوڑ لو اس کو رشتۂ جاں سے ٹوٹ جائے جو تار الفت کا
وہ اذیت بھی دے اگر کوئی تم سمجھنا پیام راحت کا

صبر کیا ہے دلیلِ رحمت ہے قہر آلودگی قیامت ہے
بھر لے دامن میں عجز کی دولت عجز ہی جوہر شرافت ہے

اپنی نظریں جھکاکے دیکھ ذرا قہر آلودگی قیامت ہے
جادہ پیمائے معرفت کے لئے عجز ہی پاے استقامت ہے
بردباری ہے مشک کی مانند یہ ضمیرِ بشر کی نکہت ہے

ذائقہ شیوۂ تحمل کا خوگرِ آہ و نالہ چکھ نہ سکا
متکبر شکست سے دو چار منکسر فاتحِ ضمیر رہا

عجز کو جس نے اختیار کیا
اس کی گذری سدا فراغت میں
شکوہ سنجِ غمِ جہاں کو مگر
ہاتھ آیا نہ کچھ شکایت سے

گر کسی نے برا کہا بھی تمہیں
تم رہو اپنی خاموشی میں مگن
فتنہ پرور فگندہ سر آخر
کینہ پرور سدا تہی دامن

گر کسی نے برا کہا بھی تمہیں
تم رہو اپنی خامشی میں مگن
قول ''سید'' کا جس کو یاد رہا
بن گیا موم اس کا تن اور من

بات کہنے سے کچھ نہیں حاصل
دل میں رکھنا ہی اس کا اچھا ہے
جس قدر بھی کمان کھینچو گے
اتنا ہی ٹوٹنے کا خطرہ ہے

شکوے سن کر بھی تو رہے خاموش
تیرے ہادی کی یہ ہدایت ہے
سرخروئی ہوئی اسے حاصل
اپنے پر آپ جس کو قدرت ہے

لاکھ شکوے ہوں تم سے دنیا کو
دل میں رکھو زباں سے کچھ نہ کہو
اہل دنیا سے کیا تمہیں امید
کچھ بھی تم سے کہیں خموش رہو

کچھ کہے کوئی تم سے یا نہ کہے
تم ادب کوش ادب نواز رہو
بس اسی میں ہے شان استغنا
آپ ہی اپنا احترام کرو
دوسروں کی سند سے کیا حاصل
خود نگہدار و خود شناس بنو

چشمہ زندگی نے یاد کیا ختم ہونے لگی ہے تیرہ شبی
جا کے ساحل پہ ڈال دے ڈیرا تاکہ باقی رہے نہ تشنہ لبی

جن کو صحبت ہے باعثِ آزار ان کی محفل میں تو نہ ہو شامل
ان سے حاصل نہیں کچھ اس کے سوا کہ تجھے کچھ نہ ہو سکے حاصل

عمر بھر میں انہیں کے پاس رہو جن کی صحبت میں عین راحت ہے
خیمہ زن ہو وہاں تنِ خاکی سایہ افگن جہاں محبت ہے

وائی

ساجن پہ جاؤں واری
میں ہوں برھا کی ماری
پریتم کے دوارے ہوں گے
کتنے ہی پریم پجاری
میں ہوں برھا کی ماری
تم سندر ہو ساجن
کہتی ہے دنیا ساری
میں ہوں برھا کی ماری
میں نینوں سے لگاؤں
چرنوں کی دھول تمہاری
میں ہوں برھا کی ماری
کہتا ہے "لطیف" کوی یہ
پریتم کی شوبھا نیاری
میں ہوں برھا کی ماری

سُرکھمبات

سُر کھمبات

پہلی داستان

مکمل اس کا فیضِ عام سب پر مگر ہوتی رہی مجھ سے برائی
وہ شرمندہ کرے آ کر نہ مجھ کو ہمیشہ جس نے کی مجھ سے بھلائی

❁

صبحِ روشن ہے تیری پیشانی اور دل چشمۂ محبت ہے
تیرے آنے کی منتظر ہوں میں تو جو آئے تو عین راحت ہے
ہیچ ہے تیرے سامنے خورشید مہ و انجم کی کیا حقیقت ہے

❁

میرے محبوب کو ذرا اے چاند مجھ پہ بیتی ہے جو بتا دینا
جو ٹپکتا ہے دیدۂ تر سے جا کے پیغام وہ سنا دینا
کاش خلوت میں ایک بارِ آئے اور نہ پھر چھوڑ کر مجھے جائے

❁

پیار سے مجھ کو دیکھنے والے ہر شکایت تیری گوارا ہے
میری خلوت میں آ کے جا نہ کہیں تو مری روح کا سہارا ہے

❁

اے مری ناقۂ صبا رفتار تجھ کو در پیش ہے طویل سفر
چاندنی رات اور بسیط فضا کتنی پرکیف ہے یہ راہگذر
مڑ کے پیچھے نہ دیکھنا ہر گز سوئے محبوب گامزن ہو کر
مجھ کو جانا ہے اس کے پاس ابھی حرف آئے نہ عہد و پیماں پر

چاندنی رات راستہ ہموار زورِ ہمت ہے اب فقط درکار
اے مری راز دار تیز قدم ہو کسی پر نہ راز کا اظہار
سوئے محبوب گامزن ہو جا اے مری ناقۂ صبا رفتار

کیف پرور ہے یہ شبِ مہتاب اور پھر تیری راہ بھی ہموار
کوئی تیرے سوا نہیں ہمدم اولیں عشق، دور منزلِ یار
دیدہ دل میں جس کے جلوے ہیں اس کی فرقت ہے باعثِ آزار
اس قدر تیز چل کہ لوٹ آئیں رونما جب ہوں صبح کے آثار
کوئی تیرے سوا نہیں ہمدم اے مری ناقۂ صبا رفتار

آج پھر چودھویں کا چاند ابھرا منتظر ہوں کسی کے آنے کی
دل مسرت سے لہلہاتا ہے کوئی پروا نہیں زمانے کی

آج پھر چودھویں کا چاند ابھرا شام سے انتظار تھا اس کا
صبحِ نو کی نوید دینے کو وہ حسیں دوست میرے گھر آیا

محرمیّت صلائے عام نہیں درمیاں ایک حدِّ فاصل ہے
لوگ جس کو ہلال کہتے ہیں درحقیقت وہ ماہِ کامل ہے

کہاں وہ اور کہاں تو! ماہِ کامل ترے حق میں قیامت اس کا جلوہ
کہ حسنِ جاودانی کے مقابل ٹھہر سکتا نہیں حسنِ دو روزہ
ترے اس عمر بھر کے ماحصل سے کہیں بڑھ کر ہے اس کا ایک لمحہ

❁

ضیائیں لاکھ ہوں شمس و قمر کی　　بغیر اس کے وہی تیرہ شبی ہے

❁

نہیں اے چاند تو اس کے برابر　　کہاں تو اور کہاں محبوب میرا
دوامِ حسن اس کا روئے روشن　　رہینِ منتِ شب نور تیرا

❁

یہ تیری روشنی اے چاند مجھ کو　　نہ ہونے دیگی حاصل قربِ دلبر
ہمیں تو راس آتی ہیں وہ راتیں　　ملیں ہم جن کی تاریکی میں چھپ کر

❁

مرے دل کو تھی امیدِ ملاقات　　کیا تھا جسم کو اپنے معطّر
مگر یہ انتظارِ شوقِ پیہم　　کہ خوشبو اُڑ گئی کافور بن کر

❁

برا ہو اے مہ شب تاب تیرا　　نہ دیکھوں شام ہی سے تیری صورت
ملوں محبوب سے تاریکیوں میں　　میسر ہو مجھے قربت ہی قربت

❁

مرے محبوب کو دیکھا ہے تو نے　　کہاں وہ اور کہاں تو! ماہِ کامل
بہت دیکھے ہیں مد و جزر تیرے　　تغیر ہے تری فطرت میں داخل
تو اک شعلہ دہن اور شعلہ رو ہے　　مگر نظّارہ اس کا سیر حاصل

❁

کچھ اس انداز سے ہر سمت دیکھا　　خمار آلودہ آنکھ اس نے اٹھا کر
مہ و خورشید و انجم تھر تھرائے　　ہوئی حیرت سی طاری کہکشاں پر
رخِ جاناں کے جلوؤں کے مقابل　　مری نظروں میں ہے ہر جلوہ کمتر

❁

جب آدھی رات کو اس نے دکھایا نقابِ رخ اٹھا کر اپنا چہرہ
قمر نے کہکشاں کو ساتھ لے کر لگایا نیلگوں دریا میں غوطہ

رخِ محبوب کی صباحت دیکھ جیسے روشن ہو صبح کا تارا

جدھر ہے نور افشاں وہ ستارہ ادھر محبوب میرا جلوہ گر ہے
نہیں اس کی رواداری میں تلخی وہ روحِ انگبیں و نیشکر ہے
ستاروں کی طرح ہیں خال اس کے رخِ تابندہ مانندِ سحر ہے
بغیر اس کے مری شب زندہ داری فقط بے کیفیِ قلب و نظر ہے

وائی۔ ۱

سکھی میں جاؤں اس کے دوار
جی کو پیا بن چین نہ آئے

کب تک بیٹھی سوگ مناؤں
تڑپے آٹھ پہر گھبرائے
جی کو پیا بن چین نہ آئے

بیکل ہیں اب تیرے میت
سینے میں گھٹ کر رہ جائے
جی کو پیا بن چین نہ آئے

کالے کوسوں اس کا دیس
کوئی کیسے پیدل جائے
جی کو پیا بن چین نہ آئے

ابلا کھا ہے من میں یہی
جا کر اس کا دیس بسائے
جی کو پیا بن چین نہ آئے

وائی۔۲

میں یاد جنہیں کرتی تھی
میرے آنگن میں آئے

پھولوں کی مہک سانسوں میں
خوشبو میں جسم بسائے
میرے آنگن میں آئے

میں ہوں اک پریم پجارن
چھب پریتم ہی کی بھائے
میرے آنگن میں آئے

کتنے سندر ہیں ساجن
یہ بات اب کون بتائے
میرے آنگن میں آئے

کہتا ہے ''لطیف'' کوی یہ
پریتم کی پریت سُہائے
میرے آنگن میں آئے

وائی۔ ۳

میں اپنے پیا کو مناؤں اے رات اگر تو ٹھہرے
اس اندھیاری میں جل کر
جیون کی جوت جگاؤں اے رات اگر تو ٹھہرے
دھونی پیارے پریتم کی
تن من میں آج رماؤں اے رات اگر تو ٹھہرے
دکھ میرا کوئی نہ جانے

کیا دنیا کو سمجھاؤں اے رات اگر تو ٹھہرے
کوئی کھوٹ رہے نا مجھ میں
اس کی داسی بن جاؤں اے رات اگر تو ٹھہرے
کہتا ہے "لطیف" کوی یہ
جیتے جی پریت نبھاؤں اے رات اگر تو ٹھہرے
ہے مرگ ترشنا جیون
میں پریت سے پیاس بجھاؤں اے رات اگر تو ٹھہرے
آشا کے سپن سہانے
بیاکل من کو بہلاؤں اے رات اگر تو ٹھہرے
اس پاپ کی نگری سے میں
اب پیا ملن کو جاؤں اے رات اگر تو ٹھہرے

❁❁❁

دوسری داستان

فلک پر فروزاں ہو اے چاند جب تو نظر ڈالنا پہلے اس مہ لقا پر
بتانا اسے حال ہم عاجزوں کا یہ کہنا کہ جیتے ہیں تیری رضا پر
نہیں جسم وجاں میں وہ تاب وتواں اب مگر پھر بھی قائم ہیں عہدِ وفا پر
تجھے بھیجتے ہیں سلامِ محبت نگاہیں جمائیں ہیں حسن رجا پر

❁

گذر میرے محبوب کے بام و در سے جو محرم مرے شوقِ بے تاب کا ہے
سنا اس کو اے چاند پیغام میرا کہ تو واقفِ حال اہلِ وفا ہے
نہیں کوئی دنیا میں میرا سہارا جدائی کے ماروں کا تو آسرا ہے

❁

مہکتی ہوئی زلفِ خوابِ شبستان　　فضائیں خنک، بوئے کافور پرّاں
یہ خوشبو میں لپٹا شبابِ زمستاں　　سماں کیا سہانا ہے اے ماہِ تاباں
یہاں درد رنجوری و رنج دوری　　وہاں اضطراب اور پہلوئے جاناں

کوئی ناقۂ تیز رفتار یا رب　　کہ ہو اس کے در تک میسر رسائی
مجھے اس سے محروم رکھے گی کب تک　　یہ دشواریٔ راہ و بے دست و پائی

مجھے لذتِ قرب سے آشنا کر　　تری انجمن سے بہت دور ہوں میں
غمِ ہجر کا کوئی آخر مداوا　　غمِ ہجر سے سخت رنجور ہوں میں

تڑپتے ہیں دل میں رموزِ معانی　　کہاں ہے مرا رازدارِ محبت
مری خانہ ویرانیوں کی قسم ہے　　کبھی آ بھی جا اے بہارِ محبت

ادھر اس کی ضد کا یہ عالم کہ توبہ　　ادھر پے بہ پے شورشِ باد و باراں
اِدھر سینے میں دل ٹھہرتا نہیں ہے　　ادھر ہے کجاوے سے ناقہ گریزاں
جدھر ہمسفر ہو چکے ہیں روانہ　　ادھر تک رہی ہے بصد یاس و حرماں

کوئی ناقہ نہ راہوار کوئی　　کیسے چل کر تمہارے پاس آؤں
کوئی صورت کہ میں ترے در تک　　رات ہی رات میں پہنچ جاؤں

اے مری ناقۂ صبا رفتار　　مجھ کو پہنچا دے ان کے پاس ابھی
ورنہ تجھ کو بھی راکھ کر دے گی　　لب پہ آتے ہی آہِ نیم شبی

دوسروں کے لئے خس و خاشاک — اور کھلاتا رہوں تجھے چندن
اے مری ناقۂ صبا رفتار — دور ہے میرے دوست کا مسکن
رات ہی رات میں وہاں پہنچا — ہے جہاں روے یار جلوہ فگن

❁

اب تامل نہ ہو ذرا اس میں — دیکھ اے میری ناقۂ غمخوار
سامنے ہے رہِ دیارِ حبیب — رات پر کیف راستہ ہموار

❁

تجھ کو جس خاندان سے نسبت ہے — فرض اس خاندان کی عزت ہے
فرق آئے نہ چال میں تیری — تو وفا کیش و نیک طینت ہے

❁

میں نے اس کو درخت سے باندھا — تاکہ یہ اسکی کونپلیں کھائے
حیف یہ خوگر خس و خاشاک — خس و خاشاک ہی اسے بھائے
اس کی ضد کا کوئی ٹھکانا ہے — ایسے ضدی کو کون سمجھائے

❁

حرف آئے نہ باد پائی پر — اے مری ناقۂ صبا رفتار
چل! کہ اس کارواں سے مل جائیں — میرا محبوب جس کا ہے سالار

❁

اے مری ناقۂ صبا رفتار — بیش قیمت مہار لاؤں گی
زر و لعل و گہر کے ہاروں سے — تیری گردن کو میں سجاؤں گی
ڈالیاں نرم نرم، مہندی کی — اور چند تجھے کھلاؤں گی
شرط یہ ہے کہ پاس ساجن کے — رات ہی رات میں پہنچ جائے

❁

یہ مری رازدار رنج والم — میری خوددار و خودنگر ناقہ
جو نہ کھاتی ہے اور نہ پیتی ہے — اور جس کو پسند ہے فاقہ

جا رہی ہے وہ جانبِ محبوب خوگرِ رنج و فقر و فاقہ ہے
سر کی پروا نہ تن کا ہوش اسے میری ناقہ عجیب ناقہ ہے

ساتھیوں کا یہ مجمعِ خورسند اور یہ شاخہائے خوشبودار
اپنے گلّے میں خرم و شاداں اور دل میں وہی غمِ دلدار
ریت پر نقشِ پا نہ چھوڑے گی یہ مری ناقۂ صبا رفتار
ماں! تجھے بد گمانیاں کیوں ہیں خوفِ افشائے راز ہے بیکار

بور ہو یا درخت کی کونپل اب کوئی چیز یہ نہ کھائے گا
میرے محبوب کے تحائف کو اتنی جلدی یہ بھول جائے گا؟
رات کھاتا رہا جہاں چندن وہ چمن اس کو یاد آئے گا
یہ مرا اشترِ وفا طینت گن اسی باغبان کے گائے گا

کیا ہوا آج میری ناقہ کو اپنی حالت یہ کیا بنائی ہے
شاید اس نے روا روی میں کہیں کوئی زہریلی چیز کھائی ہے

کھیت کی لہلہاتی بیلوں میں اس نے دانستہ اپنا منہ ڈالا
مشتعل ہو کے آ گئے دہقان اور وہ ڈرپورک بھاگ بھی نہ سکا
آخر کار اُشترِ نادان اپنی وارفتگی کو بھول گیا

شہد جس کو سمجھ رہا ہے تو درحقیقت وہ بیل ہے مسموم
کہیں ایسا نہ ہو اسے کھا کر تجھ کو رہنا پڑے سدا مغموم

ناقۂ دل کو ہے یہی درکار کوئی مضبوط سی بناؤ مہار
لہلہاتی ہیں ہر طرف بیلیں کتنی خوش رنگ کیسی خوشبودار
لگ گئی اس کو ان کی چاٹ اگر ہاتھ آئے گی پھر نہ یہ زنہار

ناقۂ بے مہار پر عائد لاکھ پابندیاں ہوں سب بیکار
ایسی بیلوں کی اس کو عادت ہے زہر جن کا ہے باعث آزار

اس سے پہلے کہ اے مری ناقہ! میرے ہاتھوں میں تازیانہ ہو
گامزن ہو مرے اشارے پر تو رہ راست پر روانہ ہو

یہی ''کھمبات'' کا جزیرہ ہے ڈالو چاروں طرف نظر، دیکھو
ہر طرف دعوت تماشا ہے حسنِ مطلق کو جلوہ گر دیکھو

دیکھ اے میری ناقۂ ناداں مجھے تجھ سے بڑی شکایت ہے
ہر طرف ڈالیاں ہیں چندن کی ''آک'' سے کیوں تجھے یہ رغبت ہے
جس نے اونٹوں کو کردیا مسموم تجھ کو اس بیل سے محبت ہے!

میری ناقہ ہے تند و شوخ و شریر دوستو کردو اس کو پا بہ رسن
اسے کھانے کو جب بھی دیتی ہوں ہوتی ہے اس کو دیکھ کر بدظن
لاد دو اس پہ کوئی بار گراں ورنہ اس کا یہی رہے گا چلن

سینہ زنجیر سے جکڑ ڈالو اور پیرن میں رسیاں باندھو

میرے قابو میں یہ نہیں اے ماں! — دوں کہاں سے میں تازہ پھل اس کو
بات کس کی بھلا وہ مانے گی — اپنے آقا کا جس کو پاس نہ ہو

❁

لگ گئی کس کی بددعا تجھ کو — اے مری ناقۂ سبک ساماں
بند آنکھیں کئے ہوئے اپنی — کیوں ہے کولھو کے گرد تو گرداں

❁

پابہ زنجیر کر دیا میں نے — پھر بھی مجھ سے گریز پا ہی رہی
توڑ کر قید و بند کو ناقہ — سوئے محبوب تیز پا ہی رہی

❁

مَیں نے کیں لاکھ کوششیں لیکن — اس نے چھوڑی نہ اپنی خود رائی
ہوگئے میرے سب جتن بیکار — جانے کس دلربا کی یاد آئی

❁

سخت نفرت ہے اس کو چندن سے — اور بیکار ہیں گلِ مشکیں
اس کو بھاتے ہیں جنگلی پودے — عود و عنبر سے کوئی انس نہیں

❁

میں تو حیراں ہوں کہ یہ ناقہ — صاف پانی پیئے نہ چندن کھائے
جنگلی بوٹیاں اگر مل جائیں — عود و عنبر کے بھی قریب نہ جائے

❁

دل نشیں خوشہ ہائے رنگا رنگ — اور وہ شاخہائے بیش بہا
ایک پتا بھی جس کا ہو انمول — کیا ہو اندازہ اس کی قیمت کا
جا کے اس باغ میں میری ناقہ! — کتنا نقصان ہائے تو نے کیا

❁

دولت بے شمار کے بدلے — مدعا میں نے اپنا پایا ہے
اشترِ لاجواب و لاثانی — ہاتھ خوش قسمتی سے آیا ہے

یہ کجاوے کو جب اٹھائے گا رشک بادِ صبا کو آئے گا
راز دارانہ مخلصانہ مجھے اپنے محبوب سے ملائے گا
کوئی اس کی نہیں مثال کہیں بھید کیا اس کا کوئی پائے گا

اس کو مرغوب الائچی ہے بہت کتنا خوش ہو کے ان کو کھاتا ہے
اور پھر مجھ کو آن واحد میں جا کے محبوب سے ملاتا ہے

وائی۔۱

ماں! بھید ہے یہ مرے من کا رکھتی ہوں سجن سے آشائیں
تڑپائیں جو مجھ برھن کو
راتیں نہ وہ لوٹ کے پھر آئیں رکھتی ہوں سجن سے آشائیں
جو اپنے پیا کے ساتھ کٹیں
اے کاش مجھے پھر مل جائیں رکھتی ہوں سجن سے آشائیں
جھانکوں میں جھروکوں سے من کے
چھب اپنی پریتم دکھلائیں رکھتی ہوں سجن سے آشائیں
کس طرح ''لطیف'' کی رات کٹے
وہ یاد آ کر جب تڑپائیں رکھتی ہوں سجن سے آشائیں

وائی۔۲

کب آئے سندیسوں پر ساجن کب آشاؤں سے ملے پیا
راتوں کو لہو کے چھینٹوں سے نینوں میں من کی جوت جگا

کب آشاؤں سے ملے پیا
دکھلائی نہ جس نے پیٹھ کبھی   رن برھا کا اس نے جیتا
کب آشاؤں سے ملے پیا
ساجن ہوں جس کے پردیس   وہ کیوں نہ سنائے نیر کتھا
کب آشاؤں سے ملے پیا

وائی۔۳

دھتکارو   یا   للکارو   آئی ہوں سرن تمہاری
تم سیدھے منہ بھی نہ بولو
میں جاؤں واری واری
آئی ہوں سرن تمہاری
جگ چھان لیا ہے میں نے
ہے تو ہی تو گردھاری
آئی ہوں سرن تمہاری

سُرسورٹھ

سُر سورٹھ

پہلی داستان

چنگ آراستہ کئے ''چارن'' منتظر تھا کہ رائے ''ڈیاچ'' آئے
اور یہ اس کے موہ لینے کو راگ عہدِ الست کا گائے

۞

مانگتا کب ہے درہم و دینار اس کا مطلوب ہے سر سردار
دور ہے دیس اس مغنّی کا آ رہی ہے صدائے پراسرار
کاٹ لے نے نواز اگر چاہے اب تو سر سے رہا نہیں سروکار

۞

مجھ غریب الدیار سائل کو تیرے نام و نشاں سے کیا نسبت
میں کہاں اور کہاں ترا رتبہ خاک کو آسمان سے کیا نسبت
پھر بھی کچھ عرض حال کرنا ہے تجھ سے سر کا سوال کرنا ہے

۞

سن لے ''سورٹھہ'' کے خوبرو سرتاج اک انوکھا سوال لایا ہوں
نرغۂ دشمناں میں ہوں لیکن تیرا سر مانگنے کو آیا ہوں
جلد سائل کو سرخرو کردے ورنہ محروم آرزو کردے

۞

سردیاں قہر ہیں مرے نزدیک گرمیاں بھی نہیں ہیں مجھ کو ٹھیک
سن لے میرے رباب کی فریاد اور دے دے جو مانگتا ہوں بھیک
کچھ تو آجائے میری جھولی میں ڈال دے منہ سے پان ہی کی پیک

۞

اپنے دریوزہ گر مغنی کو جسم اور جان دی
والی جنت عدن مجھ کو نار دوزخ سے تو بچا لینا
دور سے تیرے پاس آیا ہوں سرخروئی کی آس لایا ہوں

❁

اضطراب آفریں صداؤں میں آرزوئے قرار لایا ہوں
چھوڑ کر میں ہر ایک در پیارے آج تیرے حضور آیا ہوں

❁

بھاڑ میں جائیں اور دروازے لو لگائے ہوں میں ترے در سے
میرے پیارے ''کماچ'' کا آہنگ تیرے دیوار و در سے جب برسے
کاش تو بھی ہو گوش بر آواز ہو عیاں راز ساز مضطر سے

❁

پیاری 'سورٹھ' کے خوبرو سرتاج میری جھولی کی بھی رہے کچھ لاج
چھوڑ کر میں ہر ایک دروازہ سر جھکائے ہوں تیرے در پر آج

وائی

راج پاٹ کو بھینٹ چڑھایا 'ڈیاچ' نے سیس کٹایا
راجہ نے ہر رانی چھوڑی سارا راج گنوایا
'ڈیاچ' نے سیس کٹایا
ہاتھ میں جب 'کماچ' لئے پردیسی 'چارن' آیا
ایسا رنگ جمایا
'ڈیاچ' نے سیس کٹایا
دور دور تک پھیل گیا دیالو راجہ کا نام
بن گیا اس پریمی کے ہاتھوں 'بیجل' کا بھی کام
سب کچھ دان میں پایا
'ڈیاچ' نے سیس کٹایا

دوسری داستان

دور سے 'جونا گڑھ' میں آیا ہے   اک عجیب و غریب موسیقار
مضطرب شہر ہوگیا سارا   سن کے اس کے رباب کی جھنکار
ہوگئی سب پہ بیخودی طاری   نغمے کی لے سے ہوگئے سرشار
کون جانے وہ ایک قاتل ہے   صرف راجا کے سر کا سائل ہے

گونج اٹھا ہے نشہ آور ساز   دیکھ 'بیجل' ہے زمزمہ پرداز
خود فراموش ہو گیا راجا   سن کے سائل کی سرمدی آواز
اور آخر طلب کیا اس کو   خلوتِ خاص میں بصد اعزاز
مٹ گیا فرق ما و تو یکسر   سوزِ نغمہ ہوا اثر انداز
بھید کیا تھا کسی کو کیا معلوم   کس طرح دونوں ہوگئے ہمراز

رنگ محلوں سے آگیا راجا   سن کے اس نے نواز کا نغمہ
خلوت خاص میں طلب کر کے   آخر کار اس نے حکم دیا
اسپ تازی و زینِ پرجوہر   میری جانب سے دو اسے تحفہ
کیا خبر تھی کہ ساز گار نہیں   کوئی سوغات اس کو سر کے سوا

ہو کے خوش نے نواز 'چارن' کو   بخشے راجہ نے قیمتی انعام
لیکن اس نے کہا کہ اے سلطان   مجھ کو ہے صرف تیرے سر سے کام
مال و زر کی کمی نہیں مجھ کو   ان سے کوئی خوشی نہیں مجھ کو

تھیلیوں کی نہیں مجھے حاجت   ہوں مبارک یہ تجھ کو اے سردار
اپنے اس مال و زر کو واپس   مجھ کو ہے صرف تیرا سر درکار

میں فقط تیرے سر کا طالب ہوں   ہاتھی گھوڑے مجھے نہیں درکار
مانگتے ہیں جو ہاتھ پھیلا کر   وہ کوئی اور ہوں گے موسیقار

فطرۃً تو ہے ایک موسیقار   تو نے پایا ہے فن وراثت میں
مائل ارتعاش کردے آج   کوئی نغمہ مری سماعت میں

گم ہوں اس سوچ میں کہ اے 'بیجل'   کیا ہے یہ ساز اور یہ آواز
کس لئے اتنی دور سے آیا   کاش معلوم ہو مجھے یہ راز

دور سے تیرے پاس آیا ہوں   اب نہیں واپسی کے امکانات
مال و زر کی ہوس نہیں مجھ کو   اور ہی کچھ ہیں میرے احساسات
پیاری 'سورٹھ' کے خوبرو سرتاج   کاش سمجھے تو میرے دل کی بات

وہ نہیں ملک و مال کا سائل   اس کے دل میں ہے اور ہی کچھ بات
چاہتا ہے 'ڈیاچ' سے کرنا   خلوتِ خاص میں بسر اوقات

کیا امیر اور کیا غریب یہاں   وہ تو سب کا ہی جان لیوا ہے
اس کی زد سے بچے کوئی کب تک   صبح و شام اس کو سر کا سودا ہے

آگئے جب گرفت میں تیری   ہوگئے خاک اہلِ تخت و تاج
کاش پھر آئے تو نہ اے سائل   تیری آمد ہے یا اجل کا راج

وائی

اے البیلے چارن تو نے کیسا راگ سنایا
مجھ کو مست بنایا
جو تو میرا سیس نہ مانگے دے دوں لاکھوں دان
اے البیلے چارن تو نے میرا من برمایا
مجھ کو مست بنایا
کہتا ہے یہ 'لطیف' ہمیشہ دیکھوں تیری اور
اے البیلا چارن تو نے اپنا رنگ جمایا
مجھ کو مست بنایا

❁❁❁

تیسری داستان

صحدم باکمال 'بیجل' نے — جانے کس دھن میں راگ اک گایا
جب سنا کاخ و کو میں راجہ نے — اس کو یہ راگ اس قدر بھایا
بے حجابانہ اس مغنی کو — شوق سے اپنے پاس بلوایا
بولا اے میرے اجنبی مہماں — ایک کیا تجھ پہ لاکھ سر قرباں

❁

بیٹھ ڈولی میں اور اوپر چل — صحدم یہ پیام آیا ہے
تجھ کو اونچے محل میں راجہ نے — دیکھ کس شوق سے بلایا ہے
عین ممکن ہے وہ کرم کردے — آپ ہی اپنا سر قلم کر دے

❁

جا رہا ہے محل میں وہ سائل — چھیڑنے ہی کو ہے پھر اپنا ساز

ڈر ہے کر دے نہ بام و در مسمار — اس کے نغموں کا فتنہ زا اعجاز
سر اٹھائے نہ شور و شر بن کر — دفعتاً سحر آفریں آواز
مٹ ہی جائے گا شہر جونا گڑھ — اس کو ہونے دو زمزمہ پرداز
چال ایسی چالے گا وہ 'بیجل' — سر ہی لے کر ٹلے گا وہ 'بیجل'

❁

درمیاں سائل اور سخی کے ہے — اور کیا چیز ماورائے ساز
گونجتی ہے جو تار میں اکثر — ان کی روحوں میں ہے وہی آواز
کہہ رہا ہے کوئی سلام تجھے — تو کہ سائل ہے آج اس در کا
تجھ کو کیا ہو گیا بتا 'بیجل' — کیوں تقاضا 'ڈیاچ' کے سر کا
اور اگر ہے یہی ترا ارماں — تیرے ارمان پر یہ سر قرباں

❁

کیسے کیسے سخی ملے مجھ کو — زخم دل کا نہ بھر سکا کوئی
چھان مارا ہے میں نے 'گربیلہ' — سر کا وعدہ نہ کر سکا کوئی

❁

سر تو اپنے ہی بس میں تھا ورنہ — اور اگر کچھ طلب کیا ہوتا
ہو کے اپنے سوال سے محروم — ہم کو بدنام کر دیا ہوتا

❁

سر کو تجھ پر نثار کرتا ہوں — لے یہ ناچیز استخواں لے جا
نہیں ایفائے عہد میں تاخیر — تو جہاں چاہے اب وہاں لے جا
یہ ترے کام آسکے شاید — جان حاضر ہے جانِ جاں لے جا

❁

ہو سکے کیا برابری تیری — میں کہاں اور کہاں ترا اعجاز
سر ہے حاضر کہ ہیں کہیں بہتر — میری رگ رگ سے تار ہائے ساز

اور کیا دوں میں تجھ کو نذرانہ — سن کے یہ تیری سرمدی آواز
سر مجھے بارِ دوش ہے لے جا — ہے نہیں مجھ کو یار دوش پہ ناز

ایک سر کیا جو لاکھ سر ہوتے — وہ بھی قربان ساز پر ہوتے
لاکھ سر دے کے اے مغنی ہم — تیرے ممنون کس قدر ہوتے

سر کا نذرانہ اس کو کیا دشوار — جو فدائے کمال ہو جائے
کوئی ایسی عطا ہو سائل پر — جو عدیم المثال ہو جائے

لاکھ مشکل سہی مگر اے 'ڈیاچ' — وہ عطا کر جو چاہتے ہیں تار
کر چکا ہوں سوال اب سر کا — لوٹ کر جاؤں گا نہ میں زنہار
دیکھنا چاہتا ہوں اے فیاض — آج میں تیرے فیض کا معیار

سر بھی دینا قبول تھا اس کو — بڑھ کے 'خادم' سے تھی سخا اس کی
پوچھتا تھا 'ڈیاچ' 'بیجل' سے — درحقیقت جو تھی رضا اس کی
نیستی ہے کہ رازِ ہستی ہے — دل کی مستی عجیب مستی ہے

شہر میں جب 'ڈیاچ' کے آیا — وہ مغنی لئے ہوئے اک چنگ
دونوں عالم تھے گوش بر آواز — ہر طرف تھی صدائے خوش آہنگ
رائے سے سر طلب کیا اس نے — دے دیا اس نے بے دریغ و درنگ
مسکراتی ہے آج اس کی ماں — ناز کرتے ہیں اس پہ نام و ننگ

وائی

سیس تو تیرا ہو چکا اے 'چارن' مہمان
دینا ہے کچھ اور بھی بن مکھ مانگے دان

اے چارن مہمان

'بیجل' اب نہ چھپائیو مجھ سے من کی بات
جونا گڑھ میں لے چلوں تجھ کو اپنے سات
واروں لاکھوں سیس میں سن کر تیری تان

اے چارن مہمان

لاج نہ جائے پریم کی چاہے سر کٹ جائے
سب کچھ تجھ پہ واروں پھر بھی چین نہ آئے
کہتا ہے جو 'لطیف' ہمیشہ رکھیو اس کا دھیان

اے چارن مہمان

دینا ہے کچھ اور بھی بن مکھ مانگے دان

چوتھی داستان

کتنی پرنور ان کی آنکھیں ہیں بام و درجن سے جگمگاتے ہیں
کون جانے کہ مصلحت کیا ہے جو یہ سائل محل میں آتے ہیں
بادشاہانِ وقت کس کے لئے سر جھکاتے ہیں سر کٹاتے ہیں

تو کہ ہے سائل خجستہ قدم تیری آمد پیام رحمت ہے

بسکہ ہوں راز داں ترے فن کا   مجھ پہ ظاہر تری حقیقت ہے
جو بھی پڑ جائے تیری جھولی میں   جانتا ہوں بہت غنیمت ہے

❁

تیرا مضراب تار ساز پہ تھا   رگِ گردن پہ چل رہی تھی چھری
چھین لی سحر آفریں ہو کر   تیرے نغموں نے زندگی میری
اے مغنی مگر تری فطرت   مطمئن ہی رہی، چہ بوالعجبی

❁

نغمہ زن ہے یہ تار کی آواز   یا ہے در پردہ اور کوئی راز
خود مغنی ہے صاحب اعجاز   ورنہ کس کام کے یہ تار یہ ساز

❁

میرے دل میں اتر گئی ہر تان   ایک سر کیا ہزار سر قربان
لیکن ایسی عطا سے کیا حاصل   اور کچھ مانگتا مرے مہمان
بے بضاعت ہے ٹوٹنے کے بعد   آب و گل کا مجسمہ، انسان

❁

جسم کے ساتھ یا جدا کر کے   بول کس طرح اپنا سر دوں میں
مجھ کو تیرا خیال ہے سائل   یوں تو دینے کو بحروبر دوں میں
میں کہاں اور کہاں ترا اعجاز   کاش ہو جاؤں تیرا مونسِ راز

❁

کچھ سمجھ کر ہی برمحل اس نے   چھیڑ دی اک بڑی سریلی تان
جانے کیا چاہتا تھا وہ 'چارن'   سر کا ملنا تو تھا بہت آسان۔

❁

تجھ پہ سب کچھ نثار اے 'جاجک'   تیرا نغمہ عدوے حرص و آز
کاٹ لے سر کو اور خوش ہو جا   پھر نہ آنا تو اپنا لے کر ساز
پھر رہی ہے اجل تعاقب میں   کھل گیا مجھ پہ تیرے فن کا راز

اب یہ گردن ہے اور یہ خنجر ہے
اور ترے روبرو مرا سر ہے
جس کی خاطر سفر کیا تو نے
کوئی ایثار اس سے بڑھ کر ہے
ملک مانگا نہ مال و زر مانگا
جانے کیوں تو نے صرف سر مانگا

دستِ 'بیجل' میں اک انوکھا ساز
اور اس ساز کی عجب آواز
ہوگیا رائے 'ڈیاچ' پر ظاہر
سائل خوش گلو کے فن کا راز
اس کو اپنا بنا کے چین آیا
سر کی بازی لگا کے چین آیا

چل بسا رات وہ مہاراجہ
سوگوار اس کی راجدھانی ہے
ایک سورٹھ پہ ہی نہیں موقوف
اشکبار آج ہر جوانی ہے
جوناگڑھ میں بلا کا ماتم ہے
نوحہ خوانی ہی نوحہ خوانی ہے
جانے کیا کر گیا وہ موسیقار
خاک میں مل گیا گلِ 'گرنار'

ہاتھ ملتا ہے لے کے سر 'چارن'
کچھ نہ لیتا تو سب سے بہتر تھا
اس سخی 'ڈیاچ' نے دیا جو کچھ
صرف پاسنگ کے برابر تھا
لے کے آیا ہے سر کو اب واپس
حوصلہ دیکھیئے تو 'بیجل' کا
بڑھ گیا 'ڈیاچ' کی سخاوت سے
اور بھی اشتیاق سائل کا

کہہ رہے ہیں کہ مر گئی سورٹھ
اب نہ وہ انتظار ہے نہ عذاب
سب نشیب و فراز گونج اٹھے
ہو گئے نغمہ ریز چنگ و رباب
نغمہ و حسنِ جاوداں باقی
ورنہ سب کچھ خیال ہر شے خواب

راگ باقی رہا نہ رنگ کوئی — 'ڈیاچ' کے بعد مرگئی سورٹھ
اس جہانِ فریب ساماں سے — دل گرفتہ گذر گئی سورٹھ
پائے گا آ کے کیا ادھر 'بیجل' — کس کو لوٹائے گا یہ سر 'بیجل'

وائی

تو جدا ہوگیا ہائے ہائے — کیسے تجھ کو یہ سورٹھ بھلائے
آج خاموش ہیں ساز تیرے
تو ہی ساز حقیقت بجائے
جو محبت کے نغمے سنائے — کیسے تجھ کو یہ سورٹھ بھلائے
کر گیا کیسا جادو وہ 'بیجل'
جو سپوتوں کے بھی ہوش اُڑائے
کون تھا جو ترا سر کٹائے — کیسے تجھ کو یہ سورٹھ بھلائے
چھاتیاں کوٹتی ہیں اب اپنی
کون سکھیوں کو قابو میں لائے
پیار سے انکے جی کو لبھائے — کیسے تجھ کو یہ سورٹھ بھلائے

سُرآسا

سر آسا

پہلی داستان

ابتدا ہے نہ انتہا کوئی　　کیا لگائے ترا پتا کوئی
بے شریک و عدیل و بے ہمتا　　تجھ سا پایا نہ دوسرا کوئی

❀

خواہش وصل جان ہستی ہے　　نہ خودی ہے نہ خود پرستی ہے
روئے جاناں سے مثلِ پرتو گل　　عالم رنگ و بو میں مستی ہے
صد صنم خانۂ خیال اب تک　　سجدہ گاہ فریب ہستی ہے
پھر بھی حسن و جمال سے ہر سو　　اس کی وحدانیت برستی ہے
نظر مشرکانہ کیا جانے　　زندگی جلوۂ الستی ہے

❀

خود کو سمجھا ہے شرک سے خالی　　اور پھر بھی یہ خود پرستی ہے
کچھ خبر بھی ہے تجھ کو اے ناداں　　اس کی ہستی سے تیری ہستی ہے
اہلِ عرفان کا ہر نفس غافل　　محرم جلوۂ الستی ہے

❀

عبد و معبود کے تعلق میں　　ابتداء ہے نہ انتہا کوئی
وہ ہمیشہ کو گم ہوا آخر　　کر سکا اس کی جو رضا جوئی

❀

کرئی تکریم ہے نہ اب تعظیم　　وہ کہاں اور کہاں جبیں سائی
عارفوں نے وہ جلوہ گاہِ جمال　　ماورائے دل و نظر پائی

میں ترا عبد ہوں مرے معبود　　شرک و الحاد سے مجھے کیا کام
خلش انگیز آرزو تیری　　میرے قلب و نظر میں صبح وشام

تجھ میں جب تک ہے ذوقِ خود بینی　　تیرا شوقِ نماز بے توقیر
بھول جا اپنے آپ کو پہلے　　زیب دے گی زباں کو پھر تکبیر

وہ وظیفے نہ وہ نمازیں ہیں　　خود فراموش سی طبیعت ہے
جب سے دل پر ہے عشق کی یورش　　کتنی بے کیف ہر عبادت ہے

گر نہیں دل میں شوقِ وارفتہ　　تیرے کس کام یہ جبیں سائی
کیا کسی نے کبھی شرر کے بغیر　　صرف پھونکوں سے آگ بھڑکائی

بانیٔ جلوہ زار ہست و بود　　اس کو شاہد کہوں میں یا مشہود
چشم خود بیں حجاب ہے ورنہ　　وہ ہے ہر ایک شکل میں موجود
اس کا عرفاں سہل ہو جائے　　فہم و ادراک ہوں اگر مفقود
بے خودی کے بغیر ناممکن　　بختِ بیدار و طالع مسعود
ماورائے خرد ازل سے ہے　　نوع انسان کی منزلِ مقصود

وائی

موہے اکیلے چین نہ آئے　　برھن رین نہ کاٹی جائے
برھا کے دکھ کیسے جھیلے
کوئی کب تک نیر بہائے

برھن رین نہ کاٹی جائے

کس پربت چت چور چڑھے ہیں
مجھ کو کوئی راہ سجھائے

برھن رین نہ کاٹی جائے

انجانے سے آس نہ ٹوٹے
جیون جب تک بھی بھٹکائے

برھن رین نہ کاٹی جائے

من میتوں کی یاد ہی من میں
پریت ملن کی آس جگائے

برھن رین نہ کاٹی جائے

❁❁❁

دوسری داستان

یہی بہتر نکال دو آنکھیں نذر زاغ و زغن کروں آنکھیں
تاکہ وقتِ سحر نہ دیکھ سکیں جلوۂ یارِ پرفسوں آنکھیں
تابہ حد نظر اسے دیکھا جب ہوئیں مائلِ دروں آنکھیں

❁

صبح دم آب و دانہ سے پہلے جس نے پائی نویدِ جلوۂ یار
اس کو ہر آرزو سے بہتر ہے اس عدیم المثال کا دیدار
جسم و جاں جس کے روبرو ہوکر بھول جاتے ہیں زیست کا پندار

❁

ہائے آنکھوں کی حسرت دیدار صبح سے پہلے ہوگئیں بیدار

منتظر ہیں بہ آرزوئے دوام — کب نظر آئے حسنِ جلوہٗ یار
خوب تھا اس کا جلوۂ بے رنگ — کتنی رنگینیاں ہوئیں بے کار

❁

مستیٔ چشمِ جاوداں سی ہے — کوئی وارفتگی نہاں سی ہے
کششِ عشق اور کیا ہو گی — ہر تمنّا جواں جواں سی ہے
کس کو دیکھا کہ آج آنکھوں میں — اک چمک جیسے ارغواں سی ہے
کون جانے کہ ان کی بیتابی — اک پراسرار داستاں سی ہے
کیا بتاؤں 'لطیف' اس کا راز — نگہ دوست مہرباں سی ہے

❁

صرف دکھ درد کی رفاقت ہے — ان کی عادت عجیب عادت ہے
دوسروں کے لئے ان آنکھوں میں — جانے کیوں اتنی جاذبیت ہے
بے سنان و سپر انہیں درپیش — کار زار غمِ محبت ہے

❁

سوچتا ہوں کہ دیدۂ حیراں — ایک آتشکدہ ہے یا حمام
لاکھ پرنم سہی مگر اس میں — سوز ہی سوز ہے بہر ہنگام
تجھے دیکھے بغیر اے محبوب — مل سکے گا نہ اب مجھے آرام

❁

تیری آنکھیں ہیں تیغ کے مانند — جو کئی زخم ڈال دیتی ہیں
لیکن اکثر دلوں پہ پڑتے ہی — سارے دکھ درد ٹال دیتی ہیں

❁

سرگیں اور سرمے سے خالی — تیری آنکھوں کا ہے عجب دستور
اپنے مدہوش جاں نثاروں پر — ان کا ہر ایک وار ہے بھرپور

❁

تیری آنکھوں کی مسکراہٹ میں ہم نے چاندی کی سی چمک دیکھی
تو جو آیا ہماری آنکھوں نے تیرے قدموں کی چاپ تک دیکھی
تو جو سویا تو خوب ہم جاگے تیرے چہرے پہ کیا دمک دیکھی

تیری آنکھوں نے میری آنکھوں کو عشوۂ و ناز بھی سکھایا ہے
عشق نے روٹھنے کا یہ انداز میرے پیارے تجھی سے پایا ہے

لاکھ روکا مگر ان آنکھوں نے میرے پیارے تجھی سے پیار کیا
اپنے راز و نیاز کی خاطر ہائے بے موت مجھ کو مار دیا

یہ جھگڑنے کو ہیں سدا تیار ان کے لڑنے کے ہیں عجب اطوار
ان پہ ساون کو رشک آتا ہے جب لرزتے ہیں آنسوؤں کے تار
نت نئی آن بان سے دیکھا میں نے آنکھوں کو برسرِ پیکار

بے ادب ہوگئی ہیں کیا آنکھیں منتہائے نظر سے پیار نہیں
غیر سے جن کی آشنائی ہو ایسی آنکھوں کا اعتبار نہیں

عید کیسی بغیر آنکھوں کے عید آنکھوں سے ہی عبارت ہے
یہ نہ ہوتیں تو کون کہہ سکتا زندگی کتنی پرمسرت ہے

جس میں رہتا ہے جان کا خطرہ وہی انداز اختیار کیا
مجھ سے پوچھے بغیر آنکھوں نے جانے کس کس کا اعتبار کیا
جہاں چلتی نہیں کسی کی بات پھر اسی رہ گذر سے پیار کیا
ہائے کس راہ گیر کی خاطر روح کو وقف انتظار کیا

وہ بلا نوش حسن ہستی ہیں رات دن غرقِ کیف و مستی ہیں
کوئی دیکھے تو میری آنکھوں کو جو گھٹا کی طرح برستی ہیں
جو کئی بار سیر ہو کر بھی جلوۂ یار کو ترستی ہیں

تو ہی مجھ پر اگر ترس کھائے آرزو میرے دل کی بر آئے
گوہرِ دل کی قدر جانے کون کاش تیری نگاہ پڑ جائے
جس کے پرتو سے زندگی میری تیری احسان مند کہلائے
ہائے کس منہ سے روبرو تیرے مدعا اپنا کوئی دہرائے
عقل گم ہے کہ تیری رحمت کو دلِ وارفتہ کیسے اپنائے
یہ بھی کیا کم ہے گر تصور میں تجھ کو محو خرام سا پائے

تو نے چھوڑا انہیں جہاں پیارے محوِ حیرت رہیں وہی آنکھیں
تجھے دیکھا تھا پہلی بار جہاں ڈھونڈھتی ہیں تجھے وہیں آنکھیں
نذر زاغ و زغن انہیں کرتی اور پڑتیں اگر کہیں آنکھیں

جس طرف دیکھتی ہے یہ دینا تو ادھر چشم شوق وا نہ کرے
تیرے راز و نیاز ہیں کچھ اور کیوں کرے تو بھی جو زمانہ کرے

میری آنکھوں میں تازگی آئے ان کا دیدار ہی غنیمت ہے
اور اگر وہ ہوں مجھ سے روگرداں پھر بھی ان سے بڑی محبت ہے
دل کی آنکھوں سے کوئی دیکھے تو ہر ادا ان کی خوبصورت ہے
کوئی ان کے سوا کسے دیکھے کب کسی غیر میں وہ غیرت ہے

عشق کے مشورے سے آنکھوں نے میرے دل کو وہاں پھنسایا ہے
جس جگہ عارفوں نے حیرت سے نطق کو سربمہر پایا ہے

وائی ۔۱

کہاں رہیں گے تجھ بن ساجن یہ دکھیارے نین
تو ہی پالن ہار ہے، ان کا تجھ سے ہے سکھ چین
پاؤں بنا کر ان کو پریتم ڈھونڈوں گی دن رین

وائی ۔۲

پیا ملن کو چلی ہوں سکھیو رکھیو میرا دھیان
کیسے ہانکوں اونٹ کو اپنے باگ ہے ان کے ہاتھ
مڑ جاتے ہیں پاؤں ادھر کو چاہیں جدھر کو ناتھ
بھاگ میں ہے سو بھوگ رہی ہوں میں برھن انجان
رکھیو میرا دھیان
ان کے دوار کی داسی ہوں میں، ٹوٹ نہ جائے آس
کہے 'لطیف' وہ آ جائیں گے، کبھی تو میرے پاس
ان پہ بھروسہ ان کا سہارا جب تک جان میں جان
رکھیو میرا دھیان

تیسری داستان

بند کرلے یہ ظاہری آنکھیں سر خوشِ بادۂ مجاز نہ ہو
جس حقیقت کا نام ہے عرفاں اس حقیقت سے بے نیاز نہ ہو
چشم و دل معتبر نہیں جب تک ان کے پردے میں کوئی راز نہ ہو

❁

اشکِ گلگوں سے پہلے دھو آنکھیں اے طلبگار حسنِ جلوۂ یار
سدِ راہِ طلب ہے گرد مجاز سیر حاصل ہو کس طرح دیدار

❁

اپنی سانسوں کو مشکبار کروں اپنے سینے کو جلوہ زار کروں
انتظار وصال یار کیا اہتمام وصال یار کروں

❁

وہ سپیدی ہو یا سیاہی ہو مجھے دونوں ہی سے محبت ہے
میرے پیارے تیری حضوری میں نہ کوئی رنگ ہے نہ صورت ہے

❁

عشق آنکھوں میں جب ہوا پیدا خواہشِ وصل ہوگئی مقبول
عاشقوں کے لئے نہیں ہوتے اہتماماتِ علت و معلول

❁

بھول کر شاہد حقیقی کو آرزوئے مجاز کرتی ہے
آہ نیرنگیٔ مجاز تجھے عشق سے بے نیاز کرتی ہے
دیکھ تو ان کی بے ثباتی کو جن حسینوں پہ ناز کرتی ہے

❁

کتنا بے حس بنا کے چھوڑ گیا — حسنِ عشوہ طراز تو دیکھو
روئی کی طرح دھن رہی ہے تجھے — آرزوے مجاز تو دیکھو

❁

ایک ہی ضربِ لاالہ میں بس — جسم سے جان کو جدا پایا
میرے پیارے ترے بغیر یہاں — اور کوئی نہ آسرا پایا
جھانک کر جس نے روح میں دیکھا — صرف تجھ کو ہی اے خدا پایا

❁

محوِ حیرت ہوں بام و در سارے — حشر برپا ہو مرغزاروں میں
اس حقیقت کا ہو اگر اظہار — آگ لگ جائے کوہساروں میں

❁

دل وہیں ہے جہاں ہے وہ پیارا — اب نفی ہے، نہ ہے کوئی اثبات
چشم حیراں اسے کہاں پائے — دیدنی کب ہے اس خدا کی ذات
اس کے راز و نیاز کا عالم — سربسر ماورائے امکانات
میری سعی و طلب سے بالاتر — اس عدیم المثال کی ہر بات
بے خودی آرزو کا شیرازہ — اور خودی انتشارِ احساسات

❁

دیکھیے اس کے حسن کا فیضان — جس نے آنکھوں کو کردیا حیران
ایسی حیرت یہاں نصیب کسے — جان و دل اس کی دین پر قربان

❁

ہر تگ و دو ہے جن کی ناہموار — ایسے قلب و نظر سے کس کو پیار
وہ نہ سمجھے کسی اشارے کو — پھر رہے ہیں ادھر ادھر بیکار
خس و خاشاک سے جنہیں نسبت — کیا وہ دیکھیں گے حسن جلوۂ یار

❁

بس اسی جان نثار عاشق کو اپنی آنکھوں سے وہ لگائے گا
غم جاناں سے مضمحل ہو کر جو سلائی سا تن بنائے گا

آ کے آنکھوں میں بیٹھ جا پیارے بس مجھے تو ہی تو نظر آئے
بند کرلوں میں اس طرح آنکھیں اور کوئی نہ پھر تجھے پائے

اے مرے آشنائے راز وفا مفسدوں کو بتا نہ کوئی بات
عین ممکن ہے بات بڑھ جائے بیت جائے یہ مختصر سی رات

تیری باتوں کا اے دلِ مشتاق مفسدوں کو کوئی پتا نہ لگے
تو ہو خود اپنے راز کا محرم اس دبی آگ کو ہوا نہ لگے

آج پھر روبرو ہے جلوۂ یار ہمنشیں جرم تو نہیں دیدار
مفسدوں کو پتا بھی چل جائے فکر پھر بھی نہیں مجھے زنہار
سر بسر زخم خوردہ قلبِ حزیں سخت بے تاب دیدۂ خونبار

شر پسندوں کو ایسی عبرت ہو پھر کبھی سر نہ وہ اٹھا پائیں
دوسرے کے لئے جو کھودا ہے آپ ہی اس گڑھے میں گر جائیں
دیکھ کر تجھ کو اے مرے پیارے اپنی کوتاہیوں پہ شرمائیں
اور پھر گھٹ کے اس ندامت میں آپ ہی اپنی موت مرجائیں

شرپسندوں سے ان کو خطرہ ہے عشق جن کا بجھا بجھا سا ہے
جس کے دل میں لگی رہے یہ آگ وہ تو خود ان کو مار دیتا ہے

اسے ڈس لے نکل کے کالا ناگ   ایسے مفسد پہ ہو خدا کی مار
سن رہا ہے ہماری باتوں کو   چپ کھڑا ہو کے جو پسِ دیوار

اے جفا پیشہ مفسدِ بدکار   تو ہمیشہ رہے ذلیل و خوار
ہو کے حائل مری محبت میں   تو نہ پھولے پھلے کبھی زنہار
تو نے رسوا کیا مجھے ناحق   روسیہ! تجھ پہ ہو خدا کی مار

میرے پیارے ترے قرینے کو   کب وہ خانہ خراب سمجھے ہیں
اپنی کوتاہئ نگاہ سے جو   رحمتوں کو عتاب سمجھے ہیں

عقل و فہم و خرد سے بالاتر   یوں تو کتنے ہی حادثات ہوئے
جو کبھی سننے میں نہ آتے تھے   چند ایسے بھی واقعات ہوئے

برتر از طول و عرج و صورت ہے   اس کی قدرت عجیب قدرت ہے
ہر اشارے میں کیا محبت ہے   وہی سمجھے جو محوِ حیرت ہے
ہر فسانے میں اک حقیقت ہے   کون جانے جو اس کی ندرت ہے
جلوۂ حسنِ یار دیکھ سکیں   اہلِ ظاہر میں کب یہ ہمت ہے
وہی دیکھے گا اس کے جلوے کو   جو ذرا صاحبِ بصیرت ہے

اس کی پہچان ہے بڑی مشکل   دیدۂ دل کو کھول کر دیکھیں
کوئی ہاتھی نہیں جسے اندھے   ہر طرف سے ٹٹول کر دیکھیں

وائی۔۱

چہرہ تو خلیل سا ہے لیکن حالت ترے دل کی ابتر ہے
اصنام خیالی ہیں دل میں تو آزر ہے تو آزر ہے

کہتا ہے 'لطیف' کہ دنیا میں ہر سو وہی حسنِ وحدت ہے
مائل بہ دوئی ہے کیوں ناداں، کیا اس کو دوئی سے نسبت ہے

ہر جلوہ اسی کا جلوہ ہے ہر صورت اسی کی صورت ہے
شاید تجھے یہ معلوم نہیں، رب تیرا سب سے بڑھ کر ہے
تو آزر ہے۔ تو آزر ہے

وائی۔۲

خدایا جدا ہو نہ مجھ سے وہ پیارا
اسی سے امیدیں اسی سے سہارا

بہت دور ہیں اس کی وہ شاہراہیں
جنہیں دیکھ آئی ہیں میری نگاہیں

اگر مائلِ لطف اس کا قلم ہو
تو لوحِ دل و جاں پہ کیا کچھ رقم ہو

نہ ہو میری قسمت میں کوئی خسارا
اسی سے امیدیں اسی سے سہارا

وائی۔۳

موت کھڑی ہے تاک میں یارو
آؤ کئے پر پچھتاؤ

ایک ہی لاٹھی سے یہ بیرن
ہانکے گی سب کے جگ جیون

زیادہ پاؤں نہ پھیلاؤ
آؤ کیے پر پچھتاؤ

سن لو غفلت کے متوالو
شیش محل میں رہنے والو
اتنا بھی مت اتراؤ
آؤ کیے پر پچھتاؤ

جائے گا جب پیا ملن کو
پہنے گا ہر ایک کفن کو
کہے 'لطیف' کوی آؤ
آؤ کیے پر پچھتاؤ

وائی۔۴

وہ فوق البشر رہنما مل گیا ہے
وسیلے سے جس کے خدا مل گیا ہے

مسیحائے ہر دوسرا مل گیا ہے
مجھے اپنا درد آشنا مل گیا ہے

ہوا اس کا دیدار آنکھوں کو جب سے
سمجھتا ہوں ہر مدعا مل گیا ہے

مرا مقصدِ زیست جس کی طلب تھی
وہ سرتاجِ مہر و وفا مل گیا ہے

مرے دیدہ و دل میں ہے جس کا پرتو
وہ خورشید صدق و صفا مل گیا ہے

چوتھی داستان

دیکھ کر بھی اسے نہ پہچانے ہائے یہ ناشناس فرزانے
فکر یوم الحساب کیا کہیے سن رہا ہوں ہزار افسانے
محرمِ راز بھی ہیں سکتے میں مصلحت کیا ہے کوئی کیا جانے
درسِ عبرت ہے ان کی محرومی حکمِ رب سے رہے جو بیگانے
آدمی زادہ ہو کہ ہو حیواں سب اسی کے ہیں تابع فرماں

❁

آدمی کی بساط ہی کیا ہے جیسے کوئی حباب پھوٹ گیا
یا کسی طائرِ پر افشاں سے دفعتاً آشیانہ چھوٹ گیا
وائے محرومیٔ دلِ ناکام سانس کا سلسلہ بھی ٹوٹ گیا

❁

بے نیازِ حیات ہو جانا اک ثبوت ثبات ہو جانا
جس کو سن کر ہو بیخودی طاری وہ انوکھی سی بات ہو جانا
دل کی گہرائیوں میں گم ہو کر آپ اک کائنات ہو جانا
مدعائے طلب ہے دل سے محو فرقِ ذات و صفات ہو جانا

❁

گر ہے تحقیقِ حسن کا ارمان دست و پا کا نہ سر پہ لے احسان
یہ ہے اک رہ گزارِ پُراسرار کام آتے نہیں یہاں اوسان
یہ ترے چشم و گوش کیا جانے اس سراپا جمال کی پہچان

❁

حسبِ معمول دن گزارے جا ہو ہی جائے گا اس کا نظارا
غور سے دیکھ سامنے تیرے ہو نہ ہو آ گیا وہی پیارا

❁

جس کے جلووں کے ہم ہیں شیدائی   خود ہمیں میں وہ جلوہ آرا ہے
کہہ دو وہم و گماں سے اب جائیں   میرے دل میں مکیں وہ پیارا ہے
جس نے اک حسن بے نیازی سے   اپنے شہکار کو سنوارا ہے

❁

دیکھنا ہے جو حسن جلوۂ یار   اپنے ہی دل میں بے حجابانہ
پہلے جمعیتِ حواس ہو پھر   ترک ہو جائے اب اور دانہ

❁

ان کے ہی حق میں امن و راحت ہے   جن میں کچھ باطنی بصیرت ہے
اک مجسم مشاہدہ ہیں وہ   دور رس جن کی محرمیت ہے
سرِ افعی بھی ان کے آگے خم   سہمی سہمی سی جن کی فطرت ہے
حق نگر ہیں سب اولیائے کرام   ان پہ بے شک خدا کی رحمت ہے

❁

دل کی آنکھیں جو کھول کر دیکھے   روبرو اس کو جلوہ گر دیکھے
پھر نہ کہلائے تو کبھی مشرک   ہر طرف حسنِ معتبر دیکھے

❁

جس کو گرداب راس آجائے   ہر کنارہ اسے کھٹکتا ہے
اپنے ہی دل میں دیکھ لے اس کو   کس لئے جا بجا بھٹکتا ہے

❁

اس طرح تو نفی کو اپنائے   شرکِ اثبات دل سے مٹ جائے
اس کے نزدیک کچھ نہیں من و تو   راس جس کو یہ بیخودی آئے
خود پرستی کا عارضی پندار   آپ ہی آپ دور ہو جائے

❁

سفرِ زیست میں بسا اوقات   پیش آتے ہیں نت نئے حالات
نور و ظلمت میں دائم آویزش   کفر و ایماں میں کشمکش دن رات

لیکن اک حق نگر موحد کو
درحقیقت ہے ایک ہی سی بات
شرک پروردہ قلب آزر میں
پائے جاتے ہیں ایسے احساسات
جن کی تہ میں دوئی نے رکھے ہیں
وصل جاناں کے چند امکانات

❁

کلمہ پڑھنے ہی سے ارے نادان
پختہ ہوتا نہیں کبھی ایمان
تو ہے مانندِ آزرِ مشرک
حق پرستی کی تجھ کو کیا پہچان
پیشِ حق خم سر نیاز ترا
دل میں موجود ہے مگر شیطان

❁

صرف ظاہر پرستیاں کب تک
اے منافق رضائے دل پہچان
تو کسی بات پر نہیں قائم
کفر تجھ میں نہ تجھ میں ہے ایمان

❁

تیری صورت کلیم جیسی ہے
اور سیرت میں سربسر شیطان
ایک ہو جائیں صورت و سیرت
تابکے یہ حماقت اے ناداں

❁

چہرہ آئینہ سے بھی روشن تر
اور دل میں بھری کدورت ہو
ایسے ظالم کے دل میں ناممکن
پرتو راز محرمیت ہو

❁

جن کے دل آشنائے وحدت ہیں
وہ سمجھتے ہیں اس کا ہر انداز
ہر طرف وادیٔ محبت میں
سن رہے ہیں اسی کی وہ آواز

❁

نت نیا حسن تیری قدرت کا
کس کو دعویٰ ہو محرمیّت کا
وہ بھی سمجھے نہ اس تغیر کو
فخر ہے جن کو تیری قربت کا

❁

جو عزازیل کی طرح 'سید'
خود پسندی ہی میں نہ کھو جائے
اس خوش اعمال کو نہیں کچھ فکر
اس پہ دوزخ حرام ہو جائے

❁

دیدہ و دل سے تو گواہی دے　　یہ مسلمان کی عبادت ہے
رخنہ اندازئ دوئی کب تک　　تو پرستار حسنِ وحدت ہے

❁

سرمہ ہوتا ہے عورتوں کے لئے　　مرد ہو کر تو کیوں لگاتا ہے
اس کی آنکھوں میں ڈال دے آنکھیں　　جو انہیں ارغواں بناتا ہے
ہر سپیدی میں ہے اسی کا نور　　جو نظر میں تری سماتا ہے

❁

پیٹ کی فکر جن کو لاحق ہے　　کیسے ان کا خواص میں ہو شمار
فارسی سیکھ لی غلاموں سے　　ہائے پھر بھی نہ بن سکے سردار

❁

جانِ جاں کے قریب تر جانا　　درد کی راہ سے گذر جانا
کیسا امروز اور کیا فردا　　نام روشن جہاں میں کر جانا

❁

جس نے لاکھوں کو کردیا اندھا　　اس اندھیرے سے کچھ فراغ نہیں
جستجو کس طرح کرے گا تو　　پاس جب تک کوئی چراغ نہیں

❁

تو نے جس کو چراغ سمجھا ہے　　وہ تو ہے صف جلوۂ خورشید
کیسے اندھوں کو اس اندھیرے میں　　اس سراپائے راز کی ہو دید

❁

کیوں لئے پھر رہا ہے تو اس کو　　تیرے حق میں چراغ ہے بیکار
ڈھونڈھ اس کو نہ جا کے اور کہیں　　خود ترے دل میں ہے جمال یار

❁

روبرو ان کے روے جاناں ہے　　کون جانے جو عہد و پیاں ہے
تک رہی ہیں اسی طرف آنکھیں　　جس طرف وہ بہار ساماں ہے

❁

یوں تو بھیگی ہوئی سی ہے ہر آنکھ
غور کیجئے تو شعلہ افشاں ہے
بیر آپس میں ہے پسِ پردہ
پھر بھی آنکھوں کا ایک ارماں ہے

شرم رکھ لی مری ندامت نے
ورنہ بے فیض تھے مرے اعمال
جن کو میں نے ثواب سمجھا تھا
بن گئے ہیں گناہ وہ افعال
مجھ سے روٹھا ہوا تھا وہ پیارا
زندگی بن گئی تھی اک جنجال
آ گئی کام خود فراموشی
اس کا لطف و کرم ہے شاملِ حال

اپنے دل سے جسے چھپایا تھا
تو نے وہ راز آشکار کیا
میرے بس میں نہیں دلِ بیتاب
کیا ستم اے فراقِ یار کیا

دشمنِ جاں یہ زرد چہرہ تھا
اب تو آنکھیں بھی بن گئیں غماز
مفسدوں کو کہاں خبر ہوتی
گر ترے غم کا راز رہتا راز

وہم کثرت کو غرقِ وحدت کر
مان لے خود پرستیوں کی ہار
راز ہے تیری کامیابی کا
بیخودی ہی میں اے تلاشِ یار

جستجو وہ کریں گی اس کی خاک
کر سکے جو نہ اس کا نظارا
ڈھونڈھنا کیا ادھر ادھر اس کو
خود مرے دل ہی میں ہے وہ پیارا
جس طرف بھی نگاہ اٹھتی ہے
مسکراتا ہے وہ جہاں آرا

ساری دنیا پہ 'میں' کا جادو ہے
'میں' کے عرفان سے مگر محروم
یہ خداناشناس کیا جانے
جو قضا و قدر کا ہے مفہوم
لا و الّا کے درمیان کیا ہے
اس کو یہ راز ہی نہیں معلوم
حق ہے الحق ہمہ صفت موصوف
چند روزہ ہے یہ دوئی کی دھوم

جاننا ان کا سخت مشکل ہے
جز غمِ عشق کوئی کیا جانے
ماورائے عدم ہیں کیا کیا راز
ان کو جانے تو بس خدا جانے

جو بھی اپنی خودی مٹائے گا
دوست اس کے قریب آئے گا
تجھ سے وہ جانِ جاں جدا تو نہیں
اپنے ہی دل میں اس کو پائے گا

میری قسمت کہ اس کو کھو بیٹھی
میری ہر سانس میں تھا جو موجود
میں ناحق اِدھر اُدھر دیکھا
خود مرے دل میں ہے مرا مشہود

دل نہ پرسوز ہو تو کیسا عشق
دور کی بات ہے وصالِ یار
جیسے ہوتا ہے گوشت کا پکنا
صرف بھوسے کی آگ پر دشوار

سوچتا ہی رہے گا ہر عاشق
راز اپنا نہیں بتائے گا
کب تک اشکوں کو اور آہوں کو
اہلِ دنیا سے وہ چھپائے گا

دل میں رکتی نہیں سجن کی بات
خود بہ خود یہ زباں پہ آتی ہے
کچھ سہارا نہیں ہے یہ مشکیزہ
موج طغیانیوں کو لاتی ہے

رگ و پے میں ہیں موجزن یارب
جانے کتنے ہی بحرِ تند و تیز
کاش ہو جائے نذرِ سوزِ دروں
اُن کی طغیانیوں کی جست و خیز

وصلِ جاناں کی راہ میں حائل
دیدہ و دل کی خود پرستی ہے
تجھ پہ طاری ہے نشۂ اثبات
تیری ہستی بھی کوئی ہستی ہے

مجھ میں جب تک شعور ہستی ہے　　شاملِ حال خود پرستی ہے
سوچتا ہوں کہ پھر کہاں جاؤں　　جب بلندی کا نام پستی ہے

اس کی ہستی ہے سر خوشِ وحدت　　ذاتِ حق کا جسے ہوا ادراک
شرط یہ ہے سرور جاں کے لئے　　دل ہو آلائش خودی سے پاک

اپنی ہستی سے ہوگئے بیزار　　آپ ہی بن گئے جمالِ یار
اے غم عشق یہ کرم ہے ترا　　مٹ گئے ہیں خودی کے سب آثار

آئینہ ہے اسی کا ہر انسان　　لیکن اس کو عوام کیا جانیں
جو ہیں خاصانِ حق فنا فی اللہ　　وہ انا الحق کا مدعا جانیں

سر بسر ناقبول ہیں اعمال　　گر نہ اس کی رضا ہو شاملِ حال

جو چراتا ہے کب بتاتا ہے　　کس کو معلوم کیا چراتا ہے
راز ہے اس کی زندگی کا یہی　　چور خود کو سدا چھپاتا ہے

کیا کرے کوئی ڈھونڈھنے والا　　لاکھ ڈھونڈھے مگر نہ پائے گا
کہہ رہا ہے کھڑا ہوا اک چور　　کون میرا پتا لگائے گا

خود پرستوں کا کفر یا اسلام　　کچھ نہیں ہے بجز خیال خام
اس دل درد مند کے قرباں　　جس نے سمجھا ہو درد کو آرام

قعرِ دریا میں چھوڑ کر مجھ کو — یہ کہے جا رہا ہے وہ پُر فن
کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں — بھیگ جائے تیرا سر دامن

❁

قعرِ دریا میں پھنس گئی ہوں میں — میرے دامن کی لاج رکھ لینا
کوئی تیرے سوا نہیں جس کا — اس ابھاگن کی لاج رکھ لینا

❁

جو شریعت کا راہبر بن جائے — اس طریقت کی شرط لازم ہے
جلوۂ شیخ معرفت درکار — نورِ وحدت کی شرط لازم ہے
تو جو چاہے کہ تر نہ ہو دامن — استقامت کی شرط لازم ہے

❁

جھوٹ کا پھل کسے ملا اب تک؟ — کہ یہ سوکھی ہوئی سی ڈالی ہے
دیکھ سنیاسیوں نے اے غافل — غیرتِ آرزو بچالی ہے
جس سے گذرے ہیں بے نیازانہ — راہ ایسی بھی اک نکالی ہے

❁

اہلِ دل کی جہاں رسائی ہے — اس جگہ عشق کی خدائی ہے
جانے کتنا عمیق ہے گرداب — جس کی تہ عرشِ کبریائی ہے
اب نہ حمد و ثنا نہ وہ تعظیم — ہر طرف بے خودی سی چھائی ہے

❁

تو ہے محرومِ لذتِ آزار — تجھ کو حاصل ہو کیا وصالِ یار
جس میں اس کی رضا نہ ہو شامل — وہ تمنا وہ آرزو بے کار

❁

وصل کی آرزو نہیں زیبا — جن کا مسلک ہے طاعتِ رحماں
زیب و زینت انہیں مبارک ہو — جن کا اس کی رضا پہ ہے ایماں

❁

زحمت انتظار سے چھوٹے دور ہر ایک اضطراب ہوا
جن کی آنکھوں میں بس گیا پیارا خواب ان کے لئے ثواب ہوا

❁

جسم تسبیح اور دل موتی نیند ان کے لئے عبادت ہے
وحدہٗ لا شریک کی خاطر جن کی رگ رگ میں سازِ وحدت ہے

❁

وہ کہاں ہے رضا و رغبت میں بدگمانی میں جو لطافت ہے
عشق کا بھید کھل نہ سکتا تھا یہ کسی غیر کی شرارت ہے
اس پہ بھی مطمئن ہے دل میرا روح پرور غمِ محبت ہے

وائی

وہ مقبول ہیں اس کے در پر، بیچ ہیں جو انسانوں میں
کوئی تو ہوگی بات انوکھی، فرسودہ خس خانوں میں

وہ اس کے نزدیک ہیں، ان سے راضی انکا پیارا ہے
جن لوگوں کو دنیا والے، گنتے ہیں بے گانوں میں
فرسودہ خس خانوں میں
چھوڑ دے اے غافل من مانی خلقِ خدا کی خدمت کر
تو بھی ہو جائے گا شامل پھر اس کے پروانوں میں
فرسودہ خس خانوں میں
اس کا راج 'لطیف' جہاں میں،جو کچھ ہے سو اس کا ہے
محلوں میں ایوانوں میں، صحراؤں میں ویرانوں میں
فرسودہ خس خانوں میں

❁❁❁

سُرپربھاتی

سُر پربھاتی

کہے گا کون پھر تجھ کو مغنی
نہیں 'بھانو' کا یہ طور و طریقہ
نہ جانے آج تجھ کو کیا ہوا ہے
نہ رکھے ساتھ گر تو ساز اپنے
کہ ٹانگے کیل پر تو ساز اپنے
سحر کے وقت چپ بیٹھا ہوا ہے

❁

تجھے او نیند کے مارے ہوا کیا؟
جو گانا ہو تو گا لے آج کی رات
نہ تو ہوگا نہ یہ اعجاز ہوگا
کہ کل ٹوٹا ہوا یہ ساز ہوگا

❁

نہیں ہے 'جاجکوں' کا یہ طریقہ
سرہانے رکھ کے اپنا ساز ناداں
تجھے بھی خوں رلائے گی یہ غفلت
ارے غافل یہ تجھ کو کیا ہوا ہے
سحر کے وقت بھی سویا ہوا ہے
کہ غفلت سے بھلا کس کا ہوا ہے

❁

سکھاتے 'جاجکوں' کا جو سلیقہ
خطا سے در گذر کر میرے راجہ
گئے منہ موڑ کر وہ یار سارے
میں بھولوں گا نہ تیرا نام پیارے

❁

اٹھا کر دوش پر بربط چلا ہے
ہمیشہ سے یہی ہے اس کا عالم
سرابوں میں بھٹکتا پھر رہا ہے
کبھی آرام 'چارن' کو ملا ہے

❁

اٹھا کر ساز سورج ڈوبتے ہی
ترے سازوں کے زنگ آلودہ ہیں تار
ترے ہم قوم شرماتے ہیں تجھ سے
ہوئے جانے کدھر 'جاجک' روانہ
لٹکتے رہ گئے چنگ و چغانہ
کہ تیری زندگی ہے سائلانہ

❁

کہیں گے کیا ترے ہم قوم تجھ کو
ندامت سے مری جاتی ہے 'لنگھی'
مغنی ہے مگر تو بے ہنر ہے
جو دکھیا تیری منظور نظر ہے

❁

مسافت دور کی ہے کیسے آؤں
یہیں تم بھیج دو، دینا ہے جو کچھ
شکستہ پا مغنی ہوں تمہارا
کہ تم ہو بے سہاروں کا سہارا

❁

چھپا کر سب سے مجھ سے بے ہنر کو
اگر اہل ہنر وہ جان لیتے
دیئے ہیں تو نے اکثر جو سہارے
تو فوراً توڑ دیتے ساز سارے

❁

جو ان کے در سے وابستہ رہے ہیں
کہ راتیں پاؤں پھیلا کر گزاریں
نہیں ان سائلوں کی ایسی عادت
رہے ان پر مسلط خوابِ غفلت

❁

وہ تیرے کاتنے کے دن کہاں ہیں
کہا تھا میں نے چرخے سے لگا دل
گئی بیکار سب تیری جوانی
مگر تو نے نہ میری بات مانی

❁

نہ جانے کل تو اے سائل کہاں تھا
یہاں اب گھومنے پھرنے سے حاصل
سخی کی سامنے جا اے سوالی
نظر آتا ہے آج اتنا پریشاں
وہیں ہے تیرے دردِ دل کا درماں
اسی در سے ہے کچھ ملنے کا امکاں

❁

اسے معلوم ہے سب حال تیرا
وہ بن مانگے عطا کرتا ہے سب کو
وہ تیرے دل کی باتیں جانتا ہے
تو اپنے منہ سے کیوں کچھ مانگتا ہے

❁

بھریں دم بھر میں سارے خشک نالے
سخی ہے وہ 'سپڑ' جنکی عطا سے
'لطیف' اس کے خزانے میں کمی کیا
اگر اس کو کچھ ان کا دھیان آئے
ہوئے ہیں شاد سب اپنے پرائے
جو پانی کی طرح موتی لٹائے

تو اپنے ساز کو تیار کرکے　　اسی سردار سے کچھ مانگنے جا
سہارا عجز کا لیکر مغنّی　　خلوصِ دل سے اس کے سامنے جا

امیدیں بھی ہیں اس سے خوف بھی ہے　　مغنّی کو مگر ہے یہ سہارا
میں کیسا بھی ہوں لیکن اپنے در سے　　نہ لوٹائیگا خالی ہاتھ پیارا

تو سائل ہے بھروسا کر سخی پر　　اٹھا سر کو نہ اس کے آستاں سے
لگالے سینہ سے چنگ و چغانہ　　کہ یہ بہتر ہیں ہر اک ارمغاں سے

جو دانستہ کہے انجان ہوں میں　　درِ جاناں پہ ہے اس کی رسائی
وہی مقبول ہے اس کی نظر میں　　جسے ہو اعتراف بے نوائی

اٹھو آگے بڑھو اے بے نواؤ!　　بلاتا ہے وہ انجانوں کو، جاؤ
نہیں ہیں تار ان کے زنگ آلود　　بجاؤ بربط و دف کو بجاؤ
بجاؤ گاؤ تم سے خوش ہے راجہ　　طریق اس کا ہے جو مانگو سو پاؤ

اسے نام و نسب سے واسطہ کیا　　کہ اس کی دین کا باعث ہنر ہے
سنا ہے میں نے انجانوں پہ اس کی　　محبت ریز اور گہری نظر ہے

جو گہری نیند میں سوئے ہوئے تھے　　انہیں اس پیارے مطرب نے جگایا
جو نغمہ حاصلِ مضرابِ جاں تھا　　وہی نغمہ زمانے کو سنایا

مغنّی نے کہیں نزدیک آکر　　اچانک نغمۂ صحرا سنایا
ہوا محظوظ جب بیلے کا راجہ　　اسے لینے کو ڈولی لے کے آیا

سخی نے اس کے دل کی بات سن کر   کرشمہ جوشِ رحمت کا دکھایا
گذشتہ رات اس مطرب نے 'سید'   خدا جانے وہاں کیا کیا نہ پایا

❁

'سپڑ' سائل سے کتنا خوش ہوا ہے   سمجھ میں اس کی جب یہ بات آئی
کہ اس انجان کے قلب و نظر پر   مصیبت بن گئی ہے بے نوائی
'سپڑ' نے اس کی باتیں مان لیں سب   سحر آسودگی کا دور لائی

❁

کمی کیا ہے اسے نغموں کی مطرب   ترا نغمہ وہ کیا خاطر میں لائے
وہ پارس اور ہم سب جیسے لوہا   جسے چاہے اسے سونا بنائے

❁

صدا ایسی ہی نہ اے سائل لگانا   عیاں جس سے تری حرص و ہوا ہو
سخی بھر دے ترے دامن کو، لیکن   ہمیشہ کے لئے تجھ سے خفا ہو

❁

اسے محبوب ہیں انجان سائل   کہ اپنے آپ کو پہچانتے ہیں
بہت خوش ان سے ہے بیلے کا مالک   نہ وہ کہتے نہ وہ کچھ جانتے ہیں
عطا اس نے کئے رہوار ان کو   تہِ دل سے جو اس کو مانتے ہیں

❁

صبحدم آکے نے نوازوں نے   اس کے در پر وہاگ گایا ہے
اور پھر اس سخی کے ہاتھوں سے   زندگی کا سہاگ پایا ہے
کون ہم بے کسوں کا داتا ہے   تیرے پیاروں سے دل لگایا ہے

❁

ہاتھ میں جن کے اس کی قسمت ہے   اس گدا کو انہیں سے ہے سروکار
کس قدر خوش نصیب ہے چارن   کہ وہ کہلا رہا ہے موسیقار

❁

بے غم یار، بے نوا، بے کار — اور کہلا رہا ہے موسیقار
کس توقع پہ ساتھ دے تیرا — وہ وفا آشنا سخی سردار
ان کی قسمت میں اس کی ڈولی ہے — جن کو محبوب لذت آزار

❁

میں فرومایہ اور تو پارس — میں گدا پیشہ تو سخی سردار
تیری خاطر یہ ساز اٹھایا ہے — یہ سمجھ کر کہ تو ہے پالنہار
مجھ سے انجان کے لئے پیارے — اشتیاق آفریں ہے تیرا پیار

❁

نیند میں بہتی جا رہی ہے رات — اے مغنی کھلی ہے راہ نجات
ماہ و انجم لٹا رہا ہے کوئی — نہ رہا کوئی صاحب حاجات
وہ کھلا ہے خزینۂ فطرت — موتیوں سے بھرے ہیں سب کے حات
ساز اٹھا، ساز اٹھا، مغنی! ساز — دے ہی دیگا سخی تجھے سوغات

❁

قسم کھا کر بذاتِ خود اس نے — سائلوں کو دیا ہے یہ پیغام
جب سبھی کچھ ہے میری قدرت میں — غیر کے در سے پھر تمہیں کیا کام
بے سلیقہ تری گدائی ہے — میرے جود و سخا پہ کیا الزام

❁

کل اسے کیسے منہ دکھائیگا — آج اگر اس کے در سے پیار نہیں
مانگ اسی سے جو روز دیتا ہے — غیر کے در کا اعتبار نہیں

❁

بھول جانا نہ اس کو اے مطرب — جانِ جاناں ہے وہ سخی سردار
عجز سے کورنش بجا لانا — اپنے بربط پہ کس کے سیمیں تار

❁

نہ کسی نے یہ ان کو سمجھایا — نہ یہ ان کی سمجھ میں آیا ہے
گرد آلودہ سائلوں کو بھی — اس نے کس پیار سے بلایا ہے

تجھ سے بیچاری کو گلا کیا ہے! اے مغنّی، تری خطا کیا ہے!
تیری ہر لے فریب سے معمور تیرا ہر ساز روح فرسا ہے
کیا ہوئی تیری شانِ استغنا اے مغنّی تجھے ہوا کیا ہے

جن سے راضی ہوا سخی سردار وہ ہوئے راگ رنگ سے بیزار
کوئی آواز ہی نہیں آتی زمزمے ہیں نہ اب وہ موسیقار
چل دیئے لے کے اپنے اپنے ساز کون جانے کہاں ہیں منگنہار

پیٹ بھرنا بھی اس کو دوبھر تھا وقت ایسا بھی اس پہ آیا ہے
جس کو معتوب جانتے تھے سب آج اعزاز اس نے پایا ہے
کہ سخی نے اسے بہ لطف و کرم اپنی ڈولی میں خود بلایا ہے

میں ہوں لوہا تری نظر پارس تو غنی میں ہوں سائلِ نادار
سونا بن جائے پل میں لوہا بھی تو اگر چاہے اے سخی سردار

میں فرومایہ ہی سہی لیکن تیرے ہی ہاتھ میں ہے میری لاج
لطف تیرا شریکِ حال رہے تو سخی اور ہم سبھی محتاج

اٹھ کے محبوب کو وھاگ سنا ڈوب جائے نہ صبح کا تارا
ہر طرح سے پرکھتا رہتا ہے مطربوں کے دلوں کو وہ پیارا

وائی

اگر آسرے پہ ہے جام کے، کسی اور در پہ نہ جا کبھی
تجھے مانگنا ہے جو مانگ لے، کہ گدا نواز ہے وہ سخی

یہی چارنوں کا سہاگ ہے، کبھی اس کی لے کو نہ توڑنا
کہ سخی 'سپڑ' کی انیسِ جاں ہے یہی وھاگ کی راگنی

جسے چاہے جان سے مار دے، جسے چاہے پار اتار دے
نہ کسی سے اس کو ہے دشمنی، نہ کسی سے اس کی ہے دوستی

ترا راز داں ہے وہ حق نگر، تجھے اس کے راز کی کیا خبر
بجز ایک حسنِ صفات کے نہیں کوئی بات بھی راز کی

یہ سنو تو بات لطیف کی، کہ اسی کے لطف و کرم سے ہے
ترے حال پر یہ نگاہ بھی، ترے ساز دل میں یہ نغمہ بھی

وائی

یہ اس رت کی ریت نہیں ہے، آ جا میرے پاس آ جا
ان گھاٹوں میں چھوڑ نہ جا تو پیارے پنہو جام مجھے

تازے تازے پھول کھلے ہیں بھینی بھینی خوشبو ہے
دیتی ہے ساری پھلواڑی تیرا ہی پیغام مجھے

وائی

یا اللہ وہ رستے ہی میں سن لیں مری پکار
جن پیاروں نے آ کر جوڑے مجھ سے پریت کے تار
رات جتوں نے کس کر باندھے اونٹوں کے پالان
میرے پیارے کو وہ لے گئے کیا جانیں کس پار

وائی

جدھر گئے ہیں کیچی پیارے، میں بھی ادھر ہی جاؤں گی
داسی ہوں میں ہوت پیا کی، ہاڑے میں سکھ پاؤں گی

باندی کی بھی باندی بن کر ان کے ناز اٹھاؤں گی
دھول ہوں ان کے پاؤں کی، میں اب کیسے لوٹ کے آؤں گی

وائی

وہی ایک شایانِ جود و سخا ہے
ہر اک آدمی اس کے در کا گدا ہے
کوئی بے ہنر یا اپاہج ہو کوئی
بہرحال بندوں پہ اس کی عطا ہے
وہ چاہے تو عزت، وہ چاہے تو ذلت
جسے جو ملا ہے اسی سے ملا ہے
عدم سے کیا اس نے تخلیق سب کچھ
وہی خالق بزمِ ہر دوسرا ہے
وہ قادر ہے، ہر شے پہ قدرت ہے اس کو
اسی کے لئے ساری حمد و ثنا ہے
انہیں پر ہوا ہے عذاب اس کا نازل
جنہیں حرصِ دولت نے بہکا دیا ہے
لطیف ایسے آقا کی تعریف کیا ہو
مقدم بہرطور اس کی رضا ہے

وائی

اسی گدا کی سخی سے ہوئی شناسائی
کہ جس کی نغمہ سرائی اسے پسند آئی
نہیں کسی کو بھی بے قدریٔ جہاں کا گلہ
دکھا رہا ہے وہ سردار شان یکتائی
نہ رہ سکے گا کوئی اس کے فیض سے محروم
کہ سب نے اسکے کرم سے مرادِ دل پائی

سُر رامکلی

سر رامکلی

پہلی داستان

تیرے یوگی، جہانِ تیرہ و تار جلوۂ نور ہیں کہ شعلۂ نار
بزمِ ہستی پہ ضوفگن ہیں وہ ان سے دنیا ہوئی ہے پر انوار
وہ نہیں جب تو زندگی کیسی زندگی سے میں ہوگئی بیزار

❁

در بدر مانگنے سے بہتر تھا ایک ہی در تلاش کر لیتے
یہ گدایانِ کوچہ گرد اے کاش کوئی جوہر تلاش کر لیتے

❁

چھوڑ کر جس نے عیش و عشرت کو آزمایا غمِ محبت کو
میں نے دیکھا اسی گداگر میں جلوہ گر نورِ حسن فطرت کو

❁

ان کے ناقوس میں ہے یہ آواز سرنگوں جس کے سامنے ہر ساز
میں تو ان کے بغیر جی نہ سکوں ان کا غم میری زندگی کا راز
یہ حقیقت شناس لاہوتی باعث درد اور درماں ساز

❁

سن کے کوئی صدائے پر اسرار میں چلی پھاند کر در و دیوار
میرے ہوش و حواس پر طاری اک خوش آیندہ لہجۂ گفتار
کون جانے کدھر گئے جوگی جستجو میں ہیں طالبِ دیدار
گریۂ انتظار نے مجھ کو زندگانی سے کردیا بیزار

ان کے نقشِ قدم کو پا لینا — عجز سے پ[illegible] کا لینا
دور افتادہ ہیں وہ بیراگی — رفتہ رفتہ پتا لگا لیں
ان کے قدموں میں عالم لاہوت — ان کے دامن میں بے بہا یاقوت

ان کے ناقوس میں جو نغمہ ہے — سامنے ان کے سیم و زر کیا ہے
اب نظر میں کوئی نہیں جچتا — میں نے بیراگیوں کو دیکھا ہے
جانے کس وقت کوچ کر جائیں — پاؤں مشرق کی سمت اٹھا ہے

تیرتھوں کو چلے گئے جوگی — ہاتھ مل مل کے رہ گئی میں ہائے
لے گئے اپنے ساتھ دل کا چین — اب مرے دل کو چین کیوں کر آئے

مست ہیں اپنے حال میں ہر وقت — اور ہر قیل و قال سے بالا
ان کے ناقوس کی صدائے بلند — طلب مال و جاہ سے بالا
جان و دل میں سما گئے وہ لوگ — سو رہی تھی ، جگا گئے وہ لوگ

ان کے ناقوس میں ہے سوز و گداز — جن سے آتی ہے سرمدی آواز
رسنِ شوق کھینچتی ہے مجھے — جس طرف ہیں وہ زمزمہ پرداز
جانتی ہوں کدھر گئے وہ لوگ — مجھ پہ ظاہر ہیں جوگیوں کے راز
جی سکوں گی نہ اب میں ان کے بغیر — کاش آجائیں پھر وہی دمساز

اک صدائے رحیل و بانگ جرس — صبحدم تھی یہاں ترنم ریز
پھر نہ جانے کدھر گئے جوگی — دے کے مجھ کو پیامِ دل آویز

ڈھونڈھتی ہوں مگر نہیں ملتے جانے ان کے قدم تھے کتنے تیز
یاد آتے ہیں اب وہ بیراگی ان کی ہر بات ہے خیال انگیز
میں فراموش کر نہیں سکتی وہ فضا وہ ہوائے عنبر بیز
میری ہستی پہ چھا گئے ہیں وہ کب ملیں گے وہ مجھ سے کم آمیز

وہ جہاں دھونیاں رماتے ہیں نفس کی ہر خودی جلاتے ہیں
اپنے ناقوس جب بجاتے ہیں جانے کتنے سرور پاتے ہیں
وہی جینے سے کرتے ہیں بیزار وہی جینا مجھے سکھاتے ہیں

مشغلہ جن کا آہ و زاری ہے میں نے ان جوگیوں سے پیار کیا
ان کی دلکش قیام گاموں نے دیدہ و دل کو بے قرار کیا
ان کے ناقوس کی صداؤں نے بارہا مجھ کو اشک بار کیا
مجھ کو بیراگیوں کی صحبت نے مائل عجز و انتظار کیا

چل دیئے وہ قلات کی جانب میں تڑپتی رہی جدائی میں
ہائے اب کیسے جی سکوں گی میں اس جنوں خیز بے نوائی میں

ان کے ہمسایوں میں رہی لیکن نہ میسر ہوا مجھے دیدار
پھر بھی طاری ہے دیدۂ و دل پر ان کے حسن و جمال کا پندار
ہائے ان شوخ جوگیوں کے بغیر میرا جینا ہے کس قدر دشوار

ہر خودی کو مٹا کے بیراگی منہ کسی اور سمت موڑ گئے
عشق کی وسعتوں میں گم ہو کر رشتۂ آب و گل کو توڑ گئے
اپنی پرکیف گوشہ گیری کا سلسلہ میرے دل سے جوڑ گئے

کون جانے وہ میرے دل آرام کیوں مجھے بے قرار چھوڑ گئے
اب مجھے زندگی سے کیا حاصل آرزوے حیات لا حاصل

سوئے، نانی، چلے گئے سوامی اب یہاں کون ہے مرا ہمراز
صبحدم آج کل نہیں ہوتے ان کے ناقوس زمزمہ پرداز
جی سکوں گی نہ اب میں ان کے بغیر تھے وہی میرے مونس و دمساز

چل دیئے ہنگلاج سے وہ لوگ جن کو نانی کی سمت جانا ہے
یہ سنا ہے کہ دوارکا جا کے انہیں دل کی مراد پانا ہے

چھوڑ کر مجھ کو چل دیئے جوگی دیدنی میری بے قراری ہے
جی رہی ہوں اگرچہ ان کے بغیر ایک لمحہ بھی مجھ پہ بھاری ہے
ان پہ قربان جسم و جاں میرے ان کی ہر ایک بات پیاری ہے

سونی سونی ہر ایک بیٹھک ہے اب وہ جوگی رہے نہ ان کا جوش
جی سکوں گی نہ اب میں ان کے بغیر اب نہ دل میں سکوں، نہ صبر، نہ ہوش

پوچھتے کیا ہو مجھ سے ان کا نشاں راز سربستہ ہیں وہ خوش اطوار
توڑ کر سب سے رشتہ و پیوند ہوگئے محوِ جستجوے یار
بے خودی میں رواں دواں پیہم انہیں رختِ سفر نہیں درکار
جی سکوں گی نہ اب میں ان کے بغیر چشم پرنم ہے طالبِ دیدار

جسم پر خاک ہاتھ میں ناقوس اور ہی کچھ ہیں جوگ کے آداب

سمتِ نانی چلے ہیں سنیاسی   کوئی دیکھے تو ان کی آب و تاب
میرے دل کا قرار ہیں وہ لوگ   رحمتِ کردگار ہیں وہ لوگ

❁

تیرتھوں کی لگن لگی من میں   دل کہیں اور کیا لگائیں گے
مجھ سی معذور جوگنوں کو وہ   ساتھ لے کر کبھی نہ جائیں گے

❁

کب روانہ ہوئے یہاں سے وہ   مجھ پر ظاہر نہ ہو سکی یہ بات
کر رہے تھے یہاں وہ بیراگی   راز دارانہ ہی بسر اوقات
سوچتی ہوں میں اب کہ ان کے بغیر   کیا رہے زندگی کے امکانات

❁

اس ساعت میں بھی تھا کوئی راز   میرے جوگی تھے گوش بر آواز
ان کے چہرے تھے مضمحل لیکن   ان کی روحیں تھیں زمزمہ پرداز
جی سکوں گی نہ اب میں ان کے بغیر   نغمہ زن دل میں ہے انہیں کا ساز

❁

مٹ گئی جز و کل کی ہر تفریق   جوگیوں نے عدم کو اپنایا
اپنے ناقوس کی صداؤں کو   ماورائے غمِ جہاں پایا
دور ہر ایک رہگزر سے دور   جادۂ حق انہیں نظر آیا
ان سے آباد دل کی بستی ہے   ان سے وابستہ میری ہستی ہے

وائی

کتنی دلکش ہے تار کی آواز   سرنگوں جس کے سامنے ہر ساز
اس کے نغموں کی دلکشی مت پوچھ   منفرد ہے وہ زمزمہ پرداز
ماورائے صفات ہے شاید   اس مغنی کے سحر فن کا راز

'سوہنی' اور 'ڈیاچ' کیا معنی — ہر نفس کے لئے ہے وہ دمساز
جس کو چاہے جلائے یا مارے — اس کی بانگِ رحیل کا اعجاز
سننے والوں پہ بے خودی چھائی — نت نئی دھن ہے نت نیا انداز
اس کی ہر لے میں دل کی بیتابی — اس کی ہر تان رح کی غماز
زہر سمجھو کہ انگبین جانو — کبھی ایسی سنی کوئی آواز

سندھ اور ہند ہی پہ کیا موقوف
کون سے دیس میں ہے ایسا ساز

دوسری داستان

ان کے دکھ درد کوئی کیا جانے — وہ ہوا خواہِ کنجِ خلوت ہیں
جانتی ہوں میں جوگیوں کا حال — وہ سراپا گمِ محبت ہیں

سن لیا پاس بیٹھ کر میں نے — جوگیوں سے تمام دل کا حال
ہائے ان کا لباس گرد آلود — اور سر پہ وہ لمبے لمبے بال
جسم و جاں کی خبر نہیں ان کو — زندگی کو سمجھتے ہیں جنجال
اہل دنیا سے چھپ کے چلتے ہیں — کوئی دیکھے تو جوگیوں کی چال

کچھ خس و خار ساتھ لاتے ہیں — اور پھر دھونیاں رماتے ہیں
میں نے دیکھا ہے جا کے ان کے پاس — کیا بتاؤں وہ کیا جلاتے ہیں
اپنے قلب و نظر کے شعلوں کو — دوسروں سے سدا چھپاتے ہیں

کون ہے جس کے درد نے مارا — کس نے گھائل کیا خدا جانے
ان کے جوش و خروش کا عالم — جز غم عشق کوئی کیا جانے
وہ شب و روز کیوں تڑپتے ہیں — جوگ کا درد لا دوا جانے
محو ہیں کس خیال میں جوگی — کس طرح کوئی دوسرا جانے
فکر و اندیشہ کیا اسے 'سید' — جو محبت کو رہنما جانے

❁

اپنے سوز و گداز کا عالم — جانے کیوں خلق سے چھپاتے ہیں
کوچۂ شوق کی گدائی میں — مدعائے حیات پاتے ہیں
یہ خدا دوست اپنے تن من کو — آتشِ عشق میں جلاتے ہیں

❁

ہاتھ میں کاسۂ گدائی ہے — دل کی ہر آرزو چھپائی ہے
دور افتادہ منزلِ جاں ہے — رازدارانہ لو لگائی ہے
دمبدم اس کا نام جپتے ہیں — روح کو جس سے آشنائی ہے
شاد ہیں یہ نجات کے طالب — اپنے دل کی مراد پائی ہے

❁

جابجا پھر رہے ہیں یہ جوگی — ان سے قائم ہے جوگ کا دستور
رام ہی رام ان کے لب پر ہے — دل میں اسی اک لگن سے ہے معمور
سب میں شامل بھی اور سب سے الگ — اتنے نزدیک اور اتنے دور

❁

خلوتِ شب نے دیدہ و دل کو — حسنِ باطن کی دلکشی بخشی
ہائے وہ دل کا مرشدِ کامل — جس نے پرسوز زندگی بخشی
ان کی جلوت میں حسن خلوت ہے — والہانہ سی محرمیت ہے

❁

دشمن رہگزار ہیں جوگی کتنے خلوت شعار ہیں جوگی
مل گئی ان کو منزل مقصود سرخوشِ وصلِ یار ہیں جوگی
یاترا سے سکون دل پایا ان کی تقدیر یک بیک جاگی
دیکھ کر جلوۂ خدا اوصاف دم بخود ہوگئے ہیں بیراگی

۞

خواہشیں ان کی ہوگئیں پوری آبِ گنگا سے شاد کام ہوئے
کوئی سمجھا نہ ان کے دل کا راز گرچہ لاکھوں سے ہم کلام ہوئے

۞

صبحدم یہ غریب بیراگی روح پرور صدا لگاتے ہیں
اٹھ کے اپنی قیامگاہوں سے دور کی بستیوں میں جاتے ہیں
عہد و پیماں کا پاس ہے کتنا دل کی وارفتگی چھپاتے ہیں

۞

یہ لنگوٹے یہ خوشنما کشکول بھید ان کا کسی کو کیا معلوم
سوے کابل چلے ہیں لاہوتی کس کے طالب ہیں یہ خدا معلوم

۞

اپنے کشکول کر لئے تیار ہورہی ہے کدھر کی تیاری
دیکھتی ہوں کہ پھر مرے سوامی کر رہے ہیں سفر کی تیاری
راز ان کا کسی کو کیا معلوم جارہے ہیں کہاں خدا معلوم

۞

دل ہے سوزو گداز سے معمور نغمہ خوانی سے ان کو رغبت ہے
رات رو رو کے کاٹ دیتے ہیں رنج بھی ان کو عین راحت ہے
ان فقیروں کا مقصد ہستی رات دن دور کی مسافت ہے

۞

وہ کہیں جھونپڑی بناتے ہیں — اور نہ اس کو بنا کے ڈھاتے ہیں
جانتے ہیں نوشتۂ تقدیر — حسبِ توفیق سر جھکاتے ہیں
ان کو عرفانِ محرمیت ہے — وہ محبت کے گیت گاتے ہیں
بھید ان جوگیوں کا جانے کون — اپنے دل کی لگی چھپاتے ہیں

اپنے دل کے حصار میں محصور — ان سے کیسے ہو باخبر کوئی
بھید زنّار کا نہ کھولیں گے — پوچھنا چاہے بھی اگر کوئی
منزلِ معرفت سے جب لوٹے — دور تک تھا نہ ہم سفر کوئی

جانے کیوں جوگیوں کو شوقِ سفر — سوئے گنگا ہے جانبِ گرنار
اور لنکا انہیں خدا جانے — لے گیا کس کے عشق کا آزار
کس کو معلوم کیوں یہ لاہوتی — ہوتے جاتے ہیں اتنے پراسرار

چل دیے ہنگلاج کی جانب — جانے کس نے انہیں بلایا ہے
کون ناوک فگن ہے پردے میں — زخم کس کا جگر پہ کھایا ہے
سرخرو ہوگئے ہیں بیراگی — من کو کس آگ میں تپایا ہے
آپ اک راز بن گئے ورنہ — پردہ ہرراز سے اٹھایا ہے

چشم پرنم ہے اور دل پرسوز — ایسے آتے ہیں جیسے دل میں راز
ان کو جوگی بھی یاد رکھتے ہیں — جو اٹھاتے ہیں جوگیوں کے ناز

آج پھر ایک شور و غوغا ہے — کون جانے کہاں کا سودا ہے
دفعتا اشتیاقِ جاناں میں — ذکر پھر سے سفر کا چھیڑا ہے

کردیا ان کی یاد نے بے چین آہ پھر میری آنکھ بھر آئی
پوربی جوگیوں کی فرقت میں پھر مری روح تن میں گھبرائی

کھول دیتے ہیں سر کے بالوں کو اور تن پر بھبوت ملتے ہیں
دور آبادیوں سے جنگل میں جانے کیا ڈھونڈھنے نکلتے ہیں
جوگیوں کے وہ پرحزن ناقوس غم ہستی کا راز اگلتے ہیں

راکھ ملتے ہیں جسم پر جوگی اور شب و روز دکھ اٹھاتے ہیں
چند کشکول، گدڑیاں، ناقوس یہی سامان لے کے آتے ہیں
کس قدر حق شناس ہیں یہ لوگ جوگ کے راز کو چھپاتے ہیں

جوگیوں میں سفر کا ذکر چھڑا اپنے سازوں کے کس رہے ہیں تار
ہر برائی سے دور رہتے ہیں یہ خدا دوستانِ خوش اطوار
راز دارانِ حسنِ وحدت ہیں ہر ادا ان کی عالم اسرار

یہ شہیداں حسن جلوۂ یار طالبان تجلّیٔ دیدار
عزم ہیں ان حسینیوں کے بلند واصل یار ہوں گے آخر کار
شادماں دشت دشت پھرتے ہیں ان کی نظروں میں ہے جمال نگاہ

ابتدا جذب شوق، ذوق طلب انتہا وصلِ شاہد و مشہود
ان پہ طاری ہے عالمِ لاہوت مل گئی ان کو منزل مقصود

ان کی آنکھوں میں ایک مدت سے نظر آتے ہیں خون کے آنسو
گیسوؤں پر ہے بارِ گرد و غبار دوش پر بارِ جاوداں گیسو
درد ان جوگیوں کی فطرت ہے اور سوز و گداز ان کی خو
اس جہاں سے انہیں تعلق کیا ذاتِ واحد میں گم ہیں یہ حق جو

۞

عمر اس طرح کیوں گزرتی ہے غم فزا کیوں ہیں ان کے ماہ و سال
بے دلی کیوں ہے بیخودی کیسی دوش پر کیوں ہیں الجھے الجھے بال
کوئی ان جوگیوں سے پوچھے تو کون سے غم میں ہوگیا یہ حال

۞

جانے ان جوگیوں نے کیوں آخر عمر دکھ درد میں گزاری ہے
میں کہ روتی ہوں یاد کر کے انہیں مجھ سے بھی ان کی پردہ داری ہے
ماں انہیں جا کے اب کہاں ڈھونڈوں ایک وحشت سی مجھ پہ طاری ہے

وائی

اپنے لئے کانٹے بوتا ہے جو غافل وقت کو کھوتا ہے
کیوں اس کو ملے ساجن پیارا جو گہری نیند میں سوتا ہے
دل اس کو بھلا کر شاداں تھا اب خون کے آنسو روتا ہے
اللہ کو جس نے یاد کیا
اللہ اسی کا ہوتا ہے

وائی

آئے ہیں پیارے بیراگی میں ان کے ساتھ ہی جاؤں گی
وہ مایا لوبھ کو چھوڑ چکے
جگ جیون سے منہ موڑ چکے

ہر سکھ سے ناتا توڑ چکے
بیراگ سے آس لگاؤں گی
میں ان کے ساتھ ہی جاؤں گی

گھر بار لٹا کے آئے ہیں
لاہوت سے دھیان لگائے ہیں
گدڑی میں لعل چھپائے ہیں
بن دیکھے چین نہ پاؤں گی
میں ان کے ساتھ ہی جاؤں گی

تیسری داستان

سوئے مشرق وہ روشنی کیا ہے — کس کے جلوے نظر میں رہتے ہیں
تیر کس درد آفریں کے نہاں — ان کے قلب و جگر میں رہتے ہیں
آؤ ان جوگیوں کو دیکھ آئیں — جو ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں
ان کی باتوں سے کچھ پتہ نہ چلا — کس جہانِ دگر میں رہتے ہیں
منزلِ معرفت نظر میں ہے — اجنبی رہ گذر میں رہتے ہیں

تجھے اپنا نہ کوئی ہوش رہے — زندگی بے خودی بدوش رہے
محرمانہ شعور لاہوتی — ساز وحدت کا پردہ پوش رہے
کاپڑی ہو کہ ہو کوئی سوامی — خود فراموش و سرفروش رہے

کس کے حلقہ بگوش ہیں جوگی — آؤ معلوم تو کریں یہ بات
بے خودی ہو کہ فاقہ مستی ہو — والہانہ ہیں ان کے احساسات

ان کی دھونی کے شعلوں سے یکسر　　خاک خس خانۂ فریب صفات
نہ ہوا و ہوس نہ حرص و آز　　اپنی دھن میں مگن ہیں وہ دن رات
نہ طلبگار نان و خواب و لباس　　نہ ہراسان گردش حالات
انس ہے ہنگلاج سے ایسا　　کہ بسر ہوتے ہیں وہیں اوقات

❁

آو سکھیو! چلو انہیں دیکھیں　　جو چھدائے ہوئے ہیں اپنے کان
میں ہوں ان کے نیاز مندوں میں　　مجھ پہ ان جوگیوں کا ہے احسان

❁

کردیا ان کی یاد نے بے تاب　　بند حجروں کو کر گئے جوگی
رام کی جستجو میں نکلے تھے　　کون جانے کدھر گئے جوگی

❁

دل ہے بیگانۂ گناہ و ثواب　　آتشِ عشق میں جگر ہے کباب
رات رو رو کے کاٹ دیتے ہیں　　روح کرتی ہے جب انہیں بے تاب
ان سے پوچھے تو کوئی کیا پوچھے　　جن کے لب کو نہیں مجالِ جواب

❁

سوئے کابل کبھی مسافت ہے　　بتکدوں میں کبھی عبادت ہے
لے کے چلتے ہیں دوش پر ناقوس　　رنج و غم سے انہیں محبت ہے

❁

توشۂ رنج و غم ہے ان کے ساتھ　　کون جانے کہاں کہاں ہیں وہ
عہد و پیماں کا پاس ہے ان کو　　محرم حسنِ جاوداں ہیں وہ
اپنے ناقوس کی صداؤں پر　　صبحدم پھر رواں دواں ہیں وہ

❁

اب کھٹکتا ہے خار کی مانند　　جس سے کل تک بڑی محبت تھی
کوچ کرنا ہی تھا جب اے سوامی　　پھر یہ حجرے کی کیا ضرورت تھی

وائی

ہے جس کے من میں مالا
وہ جوگی ہے متوالا
وہ سوامی ہے وہ سوامی
ہے جس کے کان میں بالا
وہ جوگی ہے متوالا
میں ساتھ چلی مندر میں
جگ جگ ہوا اُجالا
وہ جوگی ہے متوالا

چوتھی داستان

جس کسی کو ہو جوگ کا سودا ہر تعلق کو خیرباد کہے
ترکِ دنیا ہے رمزِ لاہوتی بس الف اور میم یاد رہے

یہ صنم خانے اور یہ ناقوس کاش ہٹ جائیں تیری راہوں سے
دیکھ ساجن تجھے بلاتا ہے کن نفاست بھری نگاہوں سے
گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی اپنا دامن بچا گناہوں سے

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی اے بشر فکر این و آں سے بھاگ
تجھے نور ازل بلاتا ہے بھاگ ہر اک غمِ جہاں سے بھاگ

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی
تجھے لازم ہے نفس کا ایثار
جسم مندر ہے اور دل حجرہ
جوگ میں ہیں یہی ترے گھر بار
در بدر ڈھونڈھتا ہے تو جس کو
جلوہ گر تیرے دل میں ہے وہ نگار

چھوڑ دے وہم کے صنم خانے
بھول جا آرزو کے افسانے
تیری راہ طلب میں حائل ہیں
بستیاں، شہر، دشت ویرانے
در بدر اس کی جستجو تجھ کو
اس سے روشن دلوں کے افسانے

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی
اپنی ہستی کو غرقِ وحدت کر
عشق کی دھونیاں رما دل میں
نفس کو بیخ و بن سے غارت کر
یاد رکھ مدعائے ذکر خفی
صرف اسی ایک سے محبت کر

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی
محرم حسنِ جاوداں ہو جا
نہ رہے فرقِ آستان و جبیں
سر بسر خاکِ آستاں ہو جا

وہ ابلتے ہیں نور کے چشمے
سوئے مشرق رواں دواں ہو جا
بن کے راز آشنائے ذکر خفی
خلوتِ خاص میں نہاں ہو جا
تیری منزل ہے عالمِ لاہوت
بے نیازِ غمِ جہاں ہو جا
تیرا مسلک غمِ محبت ہے
اپنے مسلک کا پاسباں ہو جا
مستقل اپنے دل کی آگ میں جل
آپ ہی اپنا امتحاں ہو جا

اجنبی بستیوں سے تو منہ موڑ
آئے دن کا یہ رونا دھونا چھوڑ
جوگ لے اس کے گاؤں میں جا کر
توڑ دنیا سے اپنے ناتے توڑ

جوگ لینا ہے تو زمانے سے ہر تعلق کو توڑ لے پہلے
جسم کو چھوڑ، روح کا رشتہ ذات واحد سے جوڑ لے پہلے
جس طرف منزلِ محبت ہے رخ ادھر اپنا موڑ لے پہلے

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی تہِ دل سے ہو قائلِ توحید
تیرے صوم و صلوٰۃ ہیں بے کار دل نہیں ہے جو مائلِ توحید
جوگ لینے کی آرزو ہے اگر رب کو پہچان سائلِ توحید

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی تیرِ غم قلب میں اتر جائے
جسم ہو جائے نذر سوزِ دروں آتشِ شوق کام کر جائے
کیوں نہ بن جائیں اس کے سارے کام جس کی اللہ پر نظر جائے

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی اور دل آشنائے وحدت ہو
چھوڑ دے کوچہ گردیٔ شب و روز گوشہ گیر سکونِ خلوت ہو
کیا خبر تجھ کو تیری خاموشی محرمِ راز محرمیت ہو

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی اپنے مالک سے لو لگائے جا
من کی مالا نہ ہاتھ سے چھوٹے اور یہ سنکھ بھی بجائے جا
دھول تن پر نہ ڈال اے سوامی صبر کی گدڑیاں سلائے جا

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی جا بڑے پیار سے گرو کی اور
ڈھونڈے لے ہنگلاج میں جا کر کہ وہیں ہیں کہیں ترے چت چور

کل وہ حلقہ بگوش بیراگی کر گئے کوچ کیوں خدا جانے
کیوں گئے ہیں وہ جانبِ مشرق کوئی ان کے رموز کیا جانے
کیسے آئے قرار اس دل کو جو انہیں اپنا آسرا جانے
سرخ و معصوم و مشکبو چہرے چھپ گئے ہیں کہاں خدا جانے
کتنی سنسان ان کی راہیں ہیں کتنی ویراں قیامگاہیں ہیں

❁

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی لوحِ لاہوت پر ہو تیرا نام
چھوڑ حرص و ہوا کی دنیا کو اور بن اس کا بندۂ بے دام
پیر و مرشد کے پاس جا کر سن محرمیت کا نت نیا پیغام
سفر ہنگلاج ہے درپیش اس سفر میں ہیں سنگِ رہ اوہام
گھر تری پاشکستگی کی دلیل زہرِ قاتل ترے لئے آرام
کوئی گل رنگ منتظر ہے ترا سمتِ مشرق سے آرہے ہیں پیام
عیش و عشرت کی آرزو بے سود جوگ کی شرط ہیں غم و آلام

❁

راز دارِ رضائے حق ہو کر اپنی ہستی کو تو مٹائے جا
گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی عشق کی دھونیاں رمائے جا

❁

تو ازل ہی سے طالبِ حق ہے بھول کر بھی نہ لے خودی کا نام
گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی بادۂ نیستی کا پی لے جام

❁

گر یہ چاہے کہ تو بنے جوگی کرلے اپنی ضرورتیں محدود
دل نہ جب تک ہو مائل ایثار تیری حلقہ بگوشیاں بے سود

❁

میری حالت ہے قابلِ افسوس — مجھ میں پیدا نہ ہوسکا ایثار
جوگ ان جوگیوں کو زیبا ہے — جن کا دستور بن گیا ایثار

دیکھ ان سوامیوں کی آنکھوں سے — اشکِ خوں گر رہے ہیں گام بہ گام
جوگ تیرے لئے نہیں موزوں — جوگ کا لے رہا ہے ناحق نام
جب سفر ہی کی ٹھان لی دل میں — سرزمینِ وطن سے پھر کیا کام

جن کا مسلک ہی بے نیازی ہو — ان کو اپنے وجود سے کیا کام
جوگ لیتے ہی مرگئے جوگی — لے نہ اب تو بھی زندگی کا نام
نغمۂ غم نے آشنا کر دے — تیرے کانوں کو بھی وہی پیغام

جس کو سمجھے ہیں زندگی جوگی — وہ سراسر غمِ محبت ہے
سن میری بات عازمِ مشرق — درد ہی تیرے دل کی راحت ہے

گدڑیوں اور سنکھ سیلوں سے — ہوسکے گی نہ جوگ کی تعمیل
قصرِ باطن کو ریزہ ریزہ کر — تاکہ ہو جذب و شوق کی تکمیل
دل ہو مانند شعلۂ بے دود، — ورنہ ہر رسمِ ظاہری بے سود

تیری حلقہ بگوشیاں بے سود — کوششِ رائیگاں سے کیا حاصل
سخت مشکل ہے جوگ کی منزل — جوگ کے امتحان سے کیا حاصل
تو ہے سردی سے لرزہ بر اندام — جوگ کا لے رہا ہے ناحق نام

جانے کس جستجو میں رہتے ہیں — سوئے مشرق رواں دواں جوگی

اک سراپا جمال ہے دل میں — جسے کہتے ہیں جانِ جاں جوگی
سرخروئے غمِ محبت ہیں — بے نیاز غمِ جہاں جوگی

❁

میری غفلت سے گم ہوئے جوگی — کس طرف ان کو ڈھونڈنے جاؤں
وہ مکٹ ان کے اور وہ چکرے — اب میں کس شے سے دل کو بہلاؤں
کہیں ان کا نشاں اگر مل جائے — کر کے منت انہیں بلا لاؤں
جھونپڑی چھوڑ کر کسی دھن میں — وہ گئے ہیں جہاں وہیں جاؤں
پہلے اپنا وجود گم ہوجائے — پھر یہ ممکن ہے کچھ نہ کچھ پاؤں

❁

اب کہاں جاؤں اب کسے پوجوں — کیا کروں اب یہ دھوپ اور دھانی
جا کے مندر میں دیکھتی کیا ہوں — تیرتھوں کو چلے گئے گیانی

❁

شکم آسودہ جوگ کیا جانیں — جوگیوں میں وہ ہو گیا بد نام
راہ گم کردہ وہ تہی داماں — ایسے جوگی کو جوگ سے کیا کام

❁

جوگ دل سے قبول کر جوگی — یوں دکھاوے کو اختیار نہ کر
ترک کر دے دروغ گوئی بھی — راست بازی بھی اختیار نہ کر
فکرِ روزِ جزا رہے دل میں — اس کی رحمت کو شرمسار نہ کر

❁

تو نے چھدوا لئے ہیں اپنے کان — اب نبھانا ہے جوگیوں کی آن
جان لیوا ہے یہ لگن پیارے — اور جو تجھ کو کہیں عزیز ہو جان
کیوں ہے گونگوں کی طرح اب چپ چاپ — بھید پیارے کا پوچھ لے انجان
عجز کو پیشوا بنا اپنا — عجز ہی سے ملے گا تجھ کو گیان
چھوڑ یہ احتیاط لاہوتی — عشق کا تیر دل پہ کھا نادان

❁

جس سے بن جائے آگ بھی پانی کاش مل جائے تجھ کو ایسا گیان
پریم کی دھونیاں رما دل میں ڈال دے اس چتا میں اپنی جان

کاپڑی! کان کس لئے چھدوائے تجھ کو زیبا نہیں زنانہ جوگ
فرق ہے جوگ جوگ میں جوگی کم ہی پہچانتے ہیں اس کو لوگ
اس کو دھوکے میں ڈالتا ہے رام جو نہ سمجھے کہ پیڑ ہے یا پھوگ

سن سکے یہ نہ گیان کی باتیں کان تیرے ہیں یا گدھے کے کان
بیچ کر ان کو دوسرے لے آ جن کو ہو بات بات کی پہچان
دل نہ جب تک ہو گوش بر آواز کس طرح مل سکے گا تجھ کو گیان

سوئے نانی چلا ہے کیوں نانگا تیری منزل یہیں کہیں ہوگی
جس حقیقت کو ڈھونڈتا ہے تو تیرے ہی دل میں وہ مکیں ہوگی
ایک ہوجائیں تیرے دیدہ و دل پھر کوئی جستجو نہیں ہوگی

وائی

ٹھیرے نارات کو ساجن
آیا سنسان سویرا
سجنی اب کون ہے تیرا
وہ جوگی ہیں، وہ جوگی
کیا ناتا آن سے تیرا
سجنی اب کون ہے تیرا
لائے تھے چھرا لاہوتی
جو جگ جیون پہ پھیرا
سجنی اب کون ہے تیرا

پانچویں داستان

طور سینا ہے ان کو ہر اک گام محوِ نظارہ ہیں وہ صبح و شام
رازدارِ یقین وحدت ہیں دور ہے ان سے کثرتِ اوہام
زیر پایہ جہانِ فانی ہے ان کو پیارا ہے بس خدا کا نام
مثل موسیٰ ہوئے نہ وہ بے ہوش ان کا ذوقِ نظر ہے خوش انجام
ان کے سجدوں کی محرمیت نے سن لیا کوئی دلنشین پیغام
دل ہے راز نشاط سے آگاہ دیکھنے میں ہیں سر بسر آلام
یہ ہیں نور ازل کے گرویدہ اب کسی اور سے انہیں کیا کام

❁

جسم مسجد ہے اور دل قبلہ ساز گار ان کو بزم خلوت ہے
آپ محراب آپ ہی منبر اُن پر روشن ہر اک حقیقت ہے
موجزن ان کے دیدہ و دل میں نورِ سرچشمۂ ہدایت ہے
ہر گناہ و ثواب سے بالا اے ازل تیری محرمیّت ہے
حسنِ والا صفات کی تحقیق جوگیوں کی یہی عبادت ہے

❁

بزم لاہوت سے گزر آئے اب ہے دل میں اُلوہیت کی دھوم
دیکھ کر ان کو کچھ پتہ نہ چلا راز دل کا کسی کو کیا معلوم

❁

ان کے ننگے بدن پہ خاکستر روح میں آتش محبت ہے
عیش و عصیان سے دور رہتے ہیں پارسائی ہی ان کی فطرت ہے
آپ ہی اپنی آگ میں جلنا سوزِ دل اُن کو عین راحت ہے

❁

چھوڑ یہ جوگیوں کے جاگوٹے　　اور ان دھونیوں سے ہو بیزار
آتشِ عشق میں جلا دل کو　　اے طلبگار حسن جلوۂ یار
لگ گئی جس کو معرفت کی آنچ　　مل گئی اس کو دولت دیدار

✽

صرف حلقہ بگوشیوں سے کیا　　لطف تو جب ہے سر قلم ہو جائے
نورِ عرفاں ہو راہبر تیرا　　جوگیوں میں ترا بھرم ہو جائے
مہرباں ہو وہ جانِ جاں تجھ پر　　دور سب فکر بیش و کم ہو جائے

✽

کر گئے کوچ جانب مشرق　　ساری دنیا کو چھوڑ کر جوگی
ان کے دل نے جدھر اشارہ کیا　　گامزن ہوگئے ادھر جوگی
جانے پھر اس طرف سے کب گزریں　　ہائے یہ صاحب نظر جوگی

✽

کون جانے کہ یہ روش جوگی　　کس لئے اختیار کرتے ہیں
کفر و ایماں سے ہو کے بیگانہ　　ذاتِ واحد سے پیار کرتے ہیں
ذکرِ جنت نہ فکرِ دوزخ ہے　　خواہش وصلِ یار کرتے ہیں

✽

زالِ دنیا قبیح صورت ہے　　اس سے ترکِ تعلقات کرو
دردِ ہستی نہ دردِ سر بن جائے　　حاصل اس درد سے نجات کرو
نفس کو پہلے سرنگوں کر لو　　پھر کوئی معرفت کی بات کرو

✽

اپنے ناقوس کی صداؤں سے　　مجھ پہ یہ جادو سا کر گئے جوگی
سونے سونے سے ان کے حجرے ہیں　　کیا بتاؤں کدھر گئے جوگی

✽

جوگ میں پیروِ شریعت ہیں   ان کے دل عارف حقیقت ہیں
بزمِ ملکوت و عالمِ جبروت   اس تفکر کی قدر و قیمت ہیں
جس کے فیضان سے یہ لاہوتی   سرخوش بزمِ محرمیت ہیں

❁

چھوڑ کر آج عالمِ ناسوت   جا رہے ہیں وہ جانبِ ملکوت
ان کے ناقوس کی صداؤں سے   گونج اٹھی ہے محفلِ جبروت

❁

قابلِ داد ہے دروں بینی   جا کے دیکھے نہ کابل و کشمیر
ڈھونڈھتے تھے وہ جا بجا جس کو   اپنے ہی دل میں مل گیا وہ پیر
چشم و دل کی یگانگت دیکھو   کھل گئی ان کے جسم کی زنجیر
گامزن تھے رہِ صداقت میں   جانے کب سے یہ کاپڑی رہگیر

❁

یاس و حسرت سے آشنا ہیں وہ   اپنی قسمت سے آشنا ہیں وہ
بحر و بر سے گذر گئے بے باک   ہر صعوبت سے آشنا ہیں وہ
ان کے لب پر نہیں کوئی شکوہ   رازِ وحدت سے آشنا ہیں وہ

❁

سر خوشِ وصل یار ہیں جوگی   کیا سراپا بہار ہیں جوگی
بحرِ عرفاں میں غوطہ زن ہو کر   خود یمِ بے کنار ہیں جوگی
عارفانہ ہیں ان کے پیچ و تاب   کیا انہیں فکرِ موجہ و گرداب

❁

نامرادی مراد میں بدلی   جب عدم آشنا ہوئے جوگی
اب کسی چیز کا سوال نہیں   تاجدار رضا ہوئے جوگی

❁

غمِ فردا نہ فکرِ دوش انہیں اک ہوا خواہ دم کے ساتھ رہا
سخت دشوار تھی رہ عرفاں جانِ جاں ہر قدم کے ساتھ رہا

ناسمجھ ہیں 'لطیف' وہ رہرو جو تکبر کے ساتھ چلتے ہیں
ان کی تقدیر میں ہے گمراہی گھر سے بے راہبر نکلتے ہیں

وائی

دلنشین ان کا ہر اشارا ہے
مجھ کو ان جوگیوں نے مارا ہے
موت بھی کوچۂ گدائی میں
ان کی خاطر مجھے گوارا ہے
کیسے بھائے دوئی کی بات انہیں
جن کو وحدت کا نام پیارا ہے
اڑ گئی نیند میری آنکھوں سے
جانے کس نے مجھے پکارا ہے
کس کے رازِ فرار نے اکثر
دل میں اک تیر سا اتارا ہے
ان خدا آشنا فقیروں نے
میرا ذوقِ طلب نکھارا ہے
تیری رحمت 'لطیف' پر یا رب
ایک تو ہی مرا سہارا ہے

چھٹی داستان

درد کی ٹیس دل میں اٹھتی ہے ‏ رات دن بے قرار رہتے ہیں
کس نے ان پر چھری چلائی ہے ‏ جانے کیوں سوگوار رہتے ہیں

❀

ان کے لب پر ہیں گرچہ کیا کیا نام ‏ ان کے دل میں فقط رام ہی رام
جادہ پیمائے معرفت جوگی ‏ پی چکے ہیں مئے ازل کے جام
کوئی ان سامیوں سے پوچھے تو ‏ ان کی تقدیر میں ہیں کیوں آلام
بال کیوں اس قدر بڑھائے ہیں ‏ بن گئے کس کے بندۂ بے دام
یاد کرتا ہوں میں انہیں 'سید' ‏ دل کی گہرائیوں سے صبح و شام

❀

عالم بے خودی میں آئے ہوئے ‏ پیچ و تاب خودی مٹائے ہوئے
کچھ سفیدی سیاہ بالوں میں ‏ غمِ فرقت کے دکھ اٹھائے ہوئے
اور ہر وقت پیار کے آنسو ‏ ان کی آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے
ایک مدت یوں ہی بیٹھے ہیں ‏ گرد آلودہ سر جھکائے ہوئے
من کی دنیا میں ہیں مگن جوگی ‏ پریت کی دھونیاں رمائے ہوئے
کیا سروکار بزم ہستی سے ‏ وہ خدا سے ہیں لو لگائے ہوئے

❀

ان کا دل ہے خزینۂ عرفان ‏ آپ ہی اپنے کارساز ہوئے
بس گیا ان کی روح میں بھگوان ‏ پیرو مرشد سے بے نیاز ہوئے

❀

گرم و سردِ زمانہ نے ان کو ‏ کیا کہوں کس قدر ستایا ہے
خود بھی بیراگیوں نے تن من کو ‏ آتش عشق میں جلایا ہے
کس نے اس شان دلبری سے انہیں ‏ دربدر مانگنا سکھایا ہے

کس ادب سے کھڑے ہیں اسکے حضور حرفِ مطلب زباں پہ آیا ہے
فکرِ اہل و عیال سے ان کو مطلقاً بے نیاز پایا ہے

دھیان ہر نام سے لگاتے ہیں اعتبار خودی مٹاتے ہیں
یہ خدا دوست اپنے ظاہر کو نورِ باطن سے جگمگاتے ہیں
سعیٔ پیہم کے بعد بیراگی ناتھ کو اپنے دل میں پاتے ہیں

ان خدا آشنا فقیروں میں باہمی ربط و ضبط ہوتے ہیں
رچ گیا رام ان کی روحوں میں راہ چلتے ہوئے بھی روتے ہیں
جاگتے رہتے ہیں یہ ساری رات جب کہ اہلِ زمانہ سوتے ہیں

زیرِ خرقہ ہے یوں بدن ان کا خار وخس میں چھپا ہو جیسے گلاب
گنجِ عرفاں ہے بوریا ان کا اس میں پنہاں ہے گوہر نایاب

ہاتھ میں سبحہ دوش پر زنار یوں ہوئے جلوہ گر سر بازار
ہائے وہ صورتیں خمار آگیں دیکھنے والے ہوگئے سرشار

ان کے ناقوس کی صداؤں نے یاد آکر مجھے ستایا ہے
گرد آلودہ جوگیوں نے مجھے آتشِ ہجر میں جلایا ہے

وائی

آنکھوں نے مجھے الجھایا ہے
سپنوں کا جال بچھایا ہے
اب دوش کسے دوں اے سکھیو

پھل میں نے پریت کا پایا ہے
بیکار دواؤں نے اکثر
برھن کا روگ بڑھایا ہے
من میت سمجھتی ہوں اس کو
جس نے سکھ چین مٹایا ہے
کہتا ہے 'لطیف' سنو سکھیو
پلٹی پریتم نے کایا ہے

❁❁❁

ساتویں داستان

جانے کس کے اسیر ہیں جوگی — آپ اپنی نظیر ہیں جوگی
فاقہ مستی کے راز دار ہیں یہ — کتنے روشن ضمیر ہیں جوگی
کوئی ان کا، نہ یہ کسی کے یار — رنج و غم کی نفیر ہیں جوگی
کنج خلوت ہیں ان کو ویرانے — دم بخود گوشہ گیر ہیں جوگی
کوئی اس کے سوا نہیں دل میں — جس کے در کے فقیر ہیں جوگی
کیا غرض ان کو پیرو مرشد سے — آپ ہی اپنے پیر ہیں جوگی

❁

شام ہی سے وہ کیوں نہ سو جائیں — جاگنا جن کو اک مصیبت ہے
ہاں مگر وہ غریب لاہوتی — جاگتے رہنا جن کی عادت ہے
کس طرف اپنے پاؤں پھیلائیں — ہر طرف قبلۂ حقیقت ہے

❁

صبح کے وقت یا کبھی سرِ شام — یوں ہی کچھ دیر کو وہ سوتے ہیں
اور پھر اٹھ کے اپنے چہروں کو — دھول سے بار بار دھوتے ہیں

فاقہ مستی میں بھی یہ بیراگی بھیک سے بے نیاز ہوتے ہیں
کون جانے کہ رات بھر چپ چاپ وہ کسے یاد کر کے روتے ہیں

اپنی دھن میں ہیں مست بیراگی ان کی روحوں میں رام کا گھر ہے
نہ انہیں بھوک پیاس کا احساس اور نہ کوئی لباس تن پر ہے
ایسی باندھی ہیں رسیاں کس کر سخت مجروح جسمِ لاغر ہے
ان کی خاکِ بدن کا ہر ذرہ اک عدیم المثال جوہر ہے
گامزن ہیں رہِ طریقت میں کیا خبر کون ان کا رہبر ہے

نوبنو جوگیوں کے جلوے ہیں اب کسی اور بھیس میں ہوں گے
وہ یہاں سے چلے گئے افسوس جانے کس دور دیس میں ہوں گے

حرص سے بے نیاز رہتے ہیں با ادب پاکباز رہتے ہیں
خلوتِ روح میں خدا سے یہ محوِ راز و نیاز رہتے ہیں
بے تعلق جہاں سے ہیں پھر بھی کتنے در ان پہ باز رہتے ہیں

جھیل ان کے لئے سبھی دکھ درد دل اگر جوگیوں پہ وارا ہے
یہ لنگوٹی یہیں اتارے جا ان کو ننگا بدن ہی پیارا ہے

سجدۂ شوق میں جھکی ہے جبیں انہیں پابندیٔ وضو بھی نہیں
سن چکے ہیں وہی اذاں جوگی قبلِ اسلام جو ہوئی تھی کہیں
اور کوئی رہا نہ ان کے ساتھ مل گئے جب سے پیارے گورکھناتھ

جسم کو رسیوں سے باندھے ہیں اور ان کے سروں پہ صافے ہیں
ہائے یہ رازدارِ غم جوگی ان کے انداز کتنے اچھے ہیں

کیوں نہ پیارے ہوں مجھ کو بیراگی　ان کے پیغام دل بڑھاتے ہیں
لائیو ان کو میرے گھر یا رب!　جن سے دکھ درد بھاگ جاتے ہیں

ہائے یہ ان کا دیدۂ خونبار　اشک آلودہ سرخی رخسار
چھید کانوں میں زخم کی مانند　اور تن پر ردائے گرد و غبار
دم بخود، زندگی سے بے پروا　وہ کسی کے نہ کوئی ان کا یار

ان خدا آشنا فقیروں کو　جُز غمِ عشق کچھ نہیں درکار
زندگی ان کی اک ازل کی آگ　جسم و جاں صبح و شام شعلہ بار
کون جاکر کہے کہ ان کے بغیر　ہوگئی میری زندگی دشوار
کون جانے کہاں گئے جوگی　توڑ کر رشتہ ہائے قرب و جوار

بے نیازی پہ حرف آتا ہے　خلق کو اپنا رازداں نہ بنا
تیری ہستی گراں بہا ہے اسے　ہر کہہ و مہ کا آستاں نہ بنا
وصل منظور ہے تو دل کے لئے　حرص کو باعث زیاں نہ بنا
کوئی منزل نہیں تمنا کی　جادۂ عمر بے نشاں نہ بنا

کیوں کراتا ہے بندگی اپنی　تجھ کو اس برتری سے کیا حاصل
ڈھونڈھ لے روح کی توانائی　ہو کے دکھ درد کی طرف مائل
بے خودی کے بغیر اے جوگی　مل سکے گا نہ مرشدِ کامل

وائی

وہ کاپڑی گئے کہاں
کبھی یہاں کبھی وہاں

رواں دواں رواں دواں
وہ تن بدن دھواں دھواں
نفس نفس شرر فشاں
وہ کاپڑی گئے کہاں

وہ قلب و جاں کے راز داں
غم و الم کے پاسباں
کب ان کو پائے گی یہاں
یہ میری چشمِ خونفشاں
وہ کاپڑی گئے کہاں

نہ ان میں کوئی قلبہ راں
نہ ان کو فکرِ جسم و جاں
بہ فیضِ عشق بے اماں
رواں دواں رواں دواں
وہ کاپڑی گئے کہاں

آٹھویں داستان

آج تجھ پر ہیں مہرباں جوگی — کل نہ جانے ہوں پھر کہاں جوگی
ان کی صحبت بڑی غنیمت ہے — روز آتے ہیں کب یہاں جوگی
صبح سے پہلے ہی نہ ہو جائیں — اور جانب کہیں رواں جوگی
ڈھونڈھنے والوں کو بتاتے ہیں — منزلِ شوق کا نشاں جوگی
سوئے ہنگلاج جانے والے ہیں — چھوڑ کر اب یہ بستیاں جوگی
پھر یہ لمحے نصیب ہوں کہ نہ ہوں — تو کہاں اور پھر کہاں جوگی
لوٹ کر پھر نہ آسکیں شاید — ہر طرف ہیں رواں دواں جوگی

ان کی صحبت کو تو غنیمت جان　　تجھ پہ جب تک ہیں مہرباں جوگی
ان کی منزل ہے عالمِ لاہوت　　تو کہاں اور پھر کہاں جوگی
آئے ہیں اس سرابِ ہستی میں　　مثلِ آہو رواں دواں جوگی
لذتِ وصل کے تمنائی　　دردِ فرقت کے راز داں جوگی
زندگی ان کی جاودانہ سفر　　بے وطن اور بے اماں جوگی

اب نہ ہوں گی یہ بیٹھکیں آباد　　دیکھ تو ہیں کہاں وہ لاہوتی
جب بھی آجائیں تجھ کو جوگی یاد　　بیٹھ کر دل ہی دل میں رولینا

اب نہ وہ بیٹھکیں نہ وہ باتیں　　سُونی سُونی فضائے قرب و جوار
کتنی ویراں ہے رہِ پر پیچ　　کتنے سنسان ہیں در و دیوار
یہ چپ و راست ڈھیر یادوں کے　　یہ بھٹکتا سا دیدۂ خوں بار
یہ خموشی یہ رات کے سائے　　کون جانے کہاں گئے وہ یار

سامنے میرے آگئے جوگی　　اپنا جلوہ دکھا گئے جوگی
اس طرح مسکرا گئے جوگی　　مست و بے خود بنا گئے جوگی

مجھے اپنا بنا گئے جوگی　　دیدہ و دل پہ چھا گئے جوگی
جا کے پھر یاد آگئے جوگی　　کچھ نئے گل کھلا گئے جوگی

نہ صدائے جرس نہ نغمۂ ساز　　چار سو اک سکوت بے آواز
دھونیاں ہیں نہ وہ خس و خاشاک　　ہوگئے سرد کاخ و کوئے مجاز
کر گئے کوچ پوربی جوگی　　اب نہ شعلے نہ شمعِ محفلِ راز

نہ چراغِ طلب نہ دودِ چراغ　　نہ وہ خلوت نشیں نہ خلوتِ ناز
دفعتاً دل میں ہوک سی اٹھی　　پھر مجھے یاد آگئے دمساز
ہائے وہ خود شناس سنیاسی　　اہلِ عرفان و صاحبِ اعجاز

گر یہاں میرے راز داں ہوتے　　کیوں یہ مندر وبال جاں ہوتے
بندگی کی مراد بر آتی　　وہ مرے دل پہ مہرباں ہوتے
ان کے چرنوں میں جان دے دیتی　　کاش وہ آج کل یہاں ہوتے

وائی

وہ کان چھدائے بیراگی
کیوں مجھ سے ناتا توڑ گئے
دکھ درد دیا سکھ چین لیا
مجبور کیا منہ موڑ گئے
وہ سنکھ بجاتے آئے تھے
اک ٹیس سی دل میں چھوڑ گئے

نویں داستان

فاقہ مستی ہی فاقہ مستی ہے　　ان کی ہستی عجیب ہستی ہے
زندگی تشنہ کامیٔ پیہم　　دل ہوا خواہِ مے پرستی ہے
دلِ ویراں کی تہ میں پوشیدہ　　خوبصورت سی کوئی بستی ہے
ہر خودی کی سزا شکستِ خودی　　ہر بلندی کے بعد پستی ہے

نہ بدن کو ہے پیرہن درکار
نہ سفر میں عزیز توشہ ہے
گھر کو ویران کر کے نکلے ہیں
اور معمور دل کا گوشہ ہے

آب و دانہ کی جستجو کیسی
دل خدا سے لگالیا ہوتا
خانہ بردوش جوگیوں نے کاش
راہِ عرفاں کو پالیا ہوتا

کوئی کاسہ نہ کوئی گدڑی ہے
جھولیاں ہیں سو وہ بھی خالی ہیں
خانہ بردوش جوگیوں نے اب
دشت میں دھونیاں رما لی ہیں

راحت جاں غمِ محبت ہے
احتیاطاً جسے چھپائے ہیں
بے سروکار لوٹ جائیں گے
بے سروکار جیسے آئے ہیں

تشنگی میں عجیب راحت ہے
فاقہ مستی میں طرفہ لذت ہے
یہ شکم پروری و تن پوشی
جوگ سے ان کو خاک نسبت ہے
تیرے ساتھی ہیں واصل منزل
تو غبارِ رہِ ندامت ہے
تجھ سے اللہ دور ہے اب تک
ان کے حق میں نوید رحمت ہے
آج ہی مر کے دیکھ لے ورنہ
کل کو مرنا تو سب کی قسمت ہے

گاؤں گنجے پہاڑ کا تج کر
پھر روانہ ہوئے کہیں جوگی
جان دی اس گرو کے چرنوں میں
ہو گئے جس کے ہم نشیں جوگی
مل گئے رام آ گیا آرام
اتنے مایوس بھی نہیں جوگی

رات بھر بے کلی سی رہتی ہے
نیند اکثر اڑی سی رہتی ہے
پیارے آدیسیوں کی آنکھوں میں
آنسوؤں کی نمی سی رہتی ہے

شعلۂ جذب و شوق بھڑکا لے دل میں دھونی فنا کی سلگا لے
ابھی زندہ ہیں صاحبِ ناقوس ان کا سوز و گداز اپنا لے

ذات واحد کو یاد رکھتے ہیں اور مرنے کو ہر گھڑی تیار
راحت خواب جوگیوں پہ حرام انکو رہنا ہے تا ابد بیدار

خوئے مہر و وفا نہیں جس میں معتبر ہو سکی نہ اس کی بات
بے حجابانہ جو نظر آئے بے نیازِ صفات ہے وہ ذات

بہر نظارہ بند کر آنکھیں کاوشِ جستجو سے کیا ہوگا
شعلۂ آرزو میں جلتا رہ طلبِ رنگ و بو سے کیا ہوگا
ڈھونڈ اسے ہنگلاج میں جا کر گردش کوبکو سے کیا ہوگا

فائدہ کیا تلاشِ پیہم سے جب غم زیست سے فراغ نہیں
راہ میں چار سو اندھیرا ہے پاس تیرے کوئی چراغ نہیں
اپنے حجرے سے تو نکل باہر منزلِ زیست بے سراغ نہیں

کھل گیا ہے بھرم بھی آخر کار سفرِ ہنگلاج تھا بے کار
جلوۂ آفتاب کیا جانیں جو اندھیروں ہی سے رہیں دو چار
جوگیو! تم وہاں نہ دیکھ سکے جلوہ گر تھا جہاں جہاں رخِ یار

جانتے تھے کہاں ہے اس کا گھر پھر بھی شوقِ سفر نے اکسایا
کتنے خوش اعتقاد تھے جوگی ناتھ کو ہنگلاج میں پایا

کون جانے یہ جوگیوں کے سوا کہ گدائی میں بادشاہت ہے
چھوڑنا مت سلوک کو سوامی شوقِ ہجرت نوید رحمت ہے

سہل اندیش لوگ کیا جانیں اس عدیم المثال کی پہچان
در بدر جو صدا لگاتے ہیں ان کو ملتا ہے عشق سے فیضان
تا ابد ہو گئے سکوت بہ لب جب ودیعت ہوا انہیں عرفان

کیسی دھونی کہاں کے جا گوئے دل میں سوز و گداز پیدا کر
بڑھ کے لاہوت سے بھی کچھ آگے سیر حاصل کوئی نظارا کر
قرب و دوری فریب ہیں جوگی اپنے سینے کو طور سینا کر
نیستی ہی ثبوتِ ہستی ہے مر کے شانِ ثبات پیدا کر

خیمہ زن دل میں ہیں وہ بیراگی خوب عالم ہے دل کا عالم بھی
آؤ ان کے الاؤ پر چل کر آگ کچھ دیر تاپ لیں ہم بھی

لوگ ہوتے ہیں دیکھ کر حیراں جسم پر ان کے ہے عجب پوشاک
بھوک ہے بھیک جوگیوں کے لئے 'دھوپ' ہے ان کو دربدر کی خاک

یہ صدائے درا و بانگِ راحیل گمرہوں کو فریب منزل ہیں
عار ہے بھیک مانگنے سے انہیں جوگ میں جو فقیر کامل ہیں
راہ گنگا کی پوچھتا کیوں ہے دل کے نظارے سیر حاصل ہیں

شہر لاہوت کی فضا سے وہ رشتۂ زیست جوڑ دیتے ہیں

حسرت و یاس ہوں کہ وہم و گماں سب صنم خانے توڑ دیتے ہیں
جانے کیوں پھینک دیتے ہیں ناقوس اور کشکول چھوڑ دیتے ہیں

جائیں یہ گدڑیاں جہنم میں کاسے بھی ان کے خاک ہو جائیں
جوگ کی راہ میں قدم ہے تو کیا دیدہ و دل بھی راہ پر آئیں
کون جانے کہ جوگ کی خاطر سنکھ کیا کیا مصیبتیں لائیں

زندگی دے رہی ہے تجھ کو فریب زندگی سے فریب کرنا سیکھ
آخرِ شب بسوز لاہوتی آگ سی جسم و جاں میں بھرنا سیکھ

سنکھ کے ساتھ باندھنے کے لئے بٹ رہے تھے وہ درد کے دھاگے
پھر وہ بل کھولتے ہوئے اٹھے کون جانے کہ کیا ہوا آگے

پھینک مت اپنی گدڑیاں جوگی اپنے کاسے بھی آگ میں نہ جلا
ایک نعمت ہے سنکھ کی سنگت جوگ ہی جوگ جسم و جاں میں رچا

زیب تن کی ہے جس نے یہ گدڑی مہرباں اس پہ ذاتِ باری ہے
کیا بتاؤں میں خوبیاں اس کی کہ یہ ملبوس خاکساری ہے
بے بہا لعل اس کے اندر ہیں دیدنی اس کی رازداری ہے

گدڑی والے غریب بیراگی قابلِ احترام ہوتے ہیں
جن کے تن اجلے اور من میلے وہ گدھوں کے غلام ہوتے ہیں

دیکھنے میں تو گُل ہیں رنگا رنگ
سوچیے تو ہے ایک ہی سی بات
ہم نہ اس کی صفات کو سمجھے
خالقِ رنگ و بو ہے جس کی ذات

کیا کہیں اپنے سنکھ اور کاسے
کیوں یہ درویش چھوڑ آئے ہیں
ترکِ اسبابِ ظاہری کرکے
حسنِ باطن سے لو لگائے ہیں
خاکساروں کے دیدۂ تر نے
کون جانے جو گُل کھلائے ہیں

گدڑیوں کو کبھی نہیں دھوتے
دل مگر پاک صاف ہوتے ہیں
درد ہی درد ہیں یہ لاہوتی
روز و شب دل ہی دل میں روتے ہیں

جوگیوں کی عجیب باتوں کو
راز سربستۂ جہاں کہیے
فہم و ادراک محوِ حیرت ہیں
وہ زباں ہے کہ چیستاں کہیے

معنیٔ زیست تک کبھی اے کاش
کوئی امکان ہو رسائی کا
گردشِ ماہ و سال تا بہ ابد
سلسلہ ہے شبِ جدائی کا

اک معما ہے زندگی ان کی
نہ وہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں
ہم تو اس بات کو سمجھ نہ سکے
کس طرح سے یہ لوگ جیتے ہیں

وہ رہ و رسم چھوڑ دیں اپنی
حق شناسی سے تو نہ پھر جانا
چھپ گئے ہیں یہیں وہ پردیسی
تجھے لازم ہے ڈھونڈھ کر لانا

رات کو رام سے لگائیں دھیان
بھور ہوتے ہی وہ کریں اشنان
اور پھر موسمی پھلوں کی بانٹ
یہ ہے دیوانے جوگیوں کی آن

ابھی بیٹھے تھے سرنگوں سارے　　اب زمیں میں گڑے ہیں کیوں جوگی
کچھ تو دیکھا ہے ان کی آنکھوں نے　　محو حیرت کھڑے ہیں کیوں جوگی

❁

جھولیوں میں تھا کچھ نہ گدڑی میں　　ان کو دیکھا تھا میں نے خالی ھات
پھر بھی قسمت سے مل گئی مجھ کو　　ان کے در سے نہ جانے کیا سوغات

❁

تجھے زیبا ہے معتکف جوگی!　　چھوڑ کر ظاہری لباس آئے
لذت درد پر قناعت کر　　بھوک کا غم نہ تیرے پاس آئے
سانس لے تو فضا مہک اٹھے　　چار سو دور دور باس آئے

❁

ان ستاروں کے کارواں سے دور　　ماہ و خورشید و کہکشاں سے دور
کارفرمائی مکاں سے دور　　شعبدہ کاریٔ زماں سے دور
منزل عمر بے نشاں سے دور　　اعتبارات جسم و جاں سے دور
اس زمیں اور آسماں سے دور　　خلوت حسن جاوداں سے دور
حق نگر جوگیوں کا مسکن ہے　　جن سے وابستہ میرا دامن ہے

وائی

بھنبھور کو آگ لگاؤں گی　　میں ساتھ جتوں کے جاؤں گی
پردیس سے آنے والے سے　　ہوتوں کا سندیسہ پاؤں گی
یہ دنیا لاکھ دلاسے دے　　گن پھر بھی کیچ کے گاؤں گی
من میرا پریم پجاری ہے　　میں پریت کی ریت نبھاؤں گی
ساجن کے سہارے جیتی ہوں　　ساجن کے لئے مرجاؤں گی

جب تک نہ گلے مل جائے پیا
آشا سے جی بہلاؤں گی

وائی

میں پربت پربت ڈھونڈھ چکی
پر مل نہ سکا ساجن پیارا
ماں! اب اس ٹوٹے چرخے کو
کب تک مجھ سے کتوائے گی
کیا اس سے بھلا ہو گا میرا
اور تو بھی کیا پھل پائے گی
جگ چھان لیا میں نے سارا
پر مل نہ سکا پریتم پیارا

سی حرفی

الف

ان کے لب پر ہے سورۂ اخلاص — جن کو حرفِ الف سے الفت ہے
کاپڑی ہوگئے فنا فی اللہ — زندگی ان کی اب عبادت ہے
مل گیا ان کو مرشد کامل — یہ سعادت بڑی سعادت ہے

ب

بزمِ ہستی کی راحتوں کا ذکر — ان کے نزدیک بے حقیقت ہے
جن کو پیارا ہے مرشد کامل — ترکِ دنیا میں ان کو راحت ہے

پ

پیکر خستہ نذرِ آتش عشق — رنج وغم کے الاؤ ہیں دل میں
کیا تعلق کسی سے اب اُن کو — کون جانے جو گھاؤ ہیں دل میں

ت

تیزگام رہِ توکل ہیں وہ ازل سے ہیں راسخ الایمان
کوئی توشہ نہیں ہے ان کے پاس ان کے سر پر ہے سایۂ رحمان
مطمئن ہیں ہر ایک عالم میں مل گیا ہے گرو سے سچا گیان

ث

ثبت ہے دل پہ نقش عہدِ وفا جاں و دل سے کسی پہ مائل ہیں
کیا خبر ان کے دیدہ و دل میں کسی کے سوز و گداز شامل ہیں
وہ کمر بستہ رہرو لاہوت صرف حرفِ الف کے قائل ہیں

ج

جاں بحق ہو گئے ہیں آدیسی کردیا اپنے نفس کو نابود
خود فراموش ہو کے دیکھ لیا اپنے ہی دل میں جلوۂ معبود

ح

حیرتی ہوں میں دیکھ کر ان کو کتنے خود آشنا ہیں وہ مجذوب
دوستی اور دشمنی ان کی صرف اللہ ہی سے ہے منسوب
پیرو مرشد سے جا ملے جوگی مٹ گیا فرقِ شاہد و مشہود

خ

خوفِ حق سے ہمیشہ مہر بلب بغض دل میں نہ کوئی کینہ ہے
ہو سکے جس سے مغفرف حاصل ان کو پیارا وہی قرینہ ہے

د

دل میں سوزِ دروں چھپائے ہیں دھونیاں درد کی رمائے ہیں
جو غمِ ماسوا سے تھے منسوب دل سے وہ نقش سب مٹائے ہیں
پیرو مرشد کے والہ و شیدا پیرو مرشد سے لو لگائے ہیں

ذ

ذکر معبود میں ہیں دائم مست پاک باطن ہیں اور نیک اطوار

قتل ہوتے ہیں ملحد و مرتد ان کی تسبیح سے کہ ہے تلوار
جو سزا و جزا کا مالک ہے جاوداں اسکے عشق میں سرشار

ر

روح محکومِ قادر مطلق قلب اس کی رضا پہ راضی ہیں
اب تو وہ جاں سپرد گان وفا ہر سزا و جزا پہ راضی ہیں

ز

زندگی میں کوئی نہیں خامی زہد سے پختہ ہوگیا کردار
مخلصانہ عبادتیں ان کی ان کے جوش و خروش کا اظہار

س

سوامیوں کے لئے نہیں سونا ان کی آنکھیں ہیں نیند سے بیزار
جاگ کر رات کاٹ دیتے ہیں یہ طلبگارِ دولتِ بیدار
مل گئی ان کو منزلِ عرفاں وصل مرشد سے ہو گئے سرشار

ش

شرع کے جان و دل سے ہیں پابند کاپڑی پیر و طریقت ہیں
مطمئن ہیں وہ صاحب ایماں جن کے دل عارف حقیقت ہیں
کتنے خوش بخت ہیں وہ خوش اعمال جو سزا وارِ عیش جنت ہیں

ص

صبر کرنا انہوں نے سیکھا ہے ان کے غم کا یہی مداوا ہے
رہگذارِ حیات میں اکثر ان کو ثابت قدم ہی پایا ہے

ض

ضامن قرب دوست تنہائی اب انہیں واسطہ ہے خلوت سے
من کی دنیا میں ہیں مگن جوگی ہو کے آگاہ ہر حقیقت سے
لذت دردِ جاوداں پائی خود فراموشی محبت سے

ط

طالبوں کو کوئی خیال تو ہے جاودانہ ہے جستجو اُن کی
کیوں نہ ہو جائیں فنا فی اللہ کہ اسی میں ہے آبرو اُن کی
حسن و حق کی تلاش ہے ان کو کاش پوری ہو آرزو اُن کی

ظ

ظاہری طور پر بھی ہیں دین دار ان کا باطن بھی سربسر ایماں
شعر و نغمہ سے ان کو ملتا ہے اک نیا کیف اک نیا وجدان
وہ خدا جو ہے واحد و قہار اس کی پہچان انکو ہے آسان
انکا سوز و گداز کیا کہیئے جان کو وہ نہیں سمجھتے جان

ع

عارفوں کی عجیب ہے ہر بات آپ قاتل ہیں آپ درماں ساز
جانتے ہیں وہ صاحب اوصاف فکرِ بیم و رجا میں ہے کیا راز
درمیانہ روی کا آئینہ ان خدا آشناؤں کی تگ و تاز

غ

غم زدہ کس قدر ہیں سنیاسی پھر بھی حرص و ہوا سے ہیں آزاد
نورِ مشرق سے آشنا ہو کر فکرِ صبح و مسا سے ہیں آزاد
کوئی دل میں نہیں خدا کے سوا کشش ماسوا سے ہیں آزاد
روح پرور صدا لگاتے ہیں آتش غم سے دل جلاتے ہیں

ف

فکر حق میں فنا ہیں آدیسی آشنائے خدا ہیں آدیسی
امتحانِ فراق کیا کہیئے درد میں مبتلا ہیں آدیسی
کیوں نہ ہم ان کے ہمنوا ہو جائیں روح پرور صدا ہیں آدیسی

ق

قریب منزل ہے اور لاہوتی حسنِ ملکوت سے ہے دل معمور

ان کا مسکن ہے عالمِ ناسوت قربتِ غیر اب نہیں منظور
ان کی معجزنما نگاہوں نے کوئی دیکھا ہے جادۂ پر نور

ک

کرکے اللہ کی رضا جوئی کاپڑی کورنش بجا لائے
دست بستہ بہ دیدۂ خونبار حسن جاناں کے روبرو آئے
کون جانے انہوں نے در پردہ کتنے انعام غیب سے پائے

گ

گرمیٔ شوق آن کی ہجرت ہے بس یہی جوگ کی علامت ہے
انہیں دیر و حرم سے کام نہیں لا مکاں سے جنہیں عقیدت ہے
صرف اللہ سے وہ ڈرتے ہیں صرف اللہ سے محبت ہے

ل

لامکاں ہو گئے ہیں لاہوتی کرکے راز و نیاز کی باتیں
اب ہمیشہ زباں پہ رہتی ہیں قادر و کارساز کی باتیں
محرمیت ہی محرمیت ہیں ان کے سوز و گداز کی باتیں

م

محرمِ وصلِ جانِ جاں جوگی گم ہیں لاہوت کی محبت میں
نیک اعمال دل نشیں کردار اب تو شامل ہیں ان کی فطرت میں
جاگ کر رات کاٹ دیتے ہیں ذکرِ حق کی دوام لذت میں

ن

ناز پروردۂ غمِ محبوب خود فراموش و بے اماں جوگی
کیا خبر کس کا پاسِ فرماں ہے سوئے نانی ہیں پھر رواں جوگی

و

وہ وفا کیش و حق نگر جوگی وصل کی آرزو میں جیتے ہیں
بھید ان کا کسی کو کیا معلوم جانے کس جستجو میں جیتے ہیں

ہ

ہر گناہ و ثواب سے آزاد　　آشنائے رموزِ وحدت ہیں
کاپڑی موت سے نہیں ڈرتے　　راز دار غمِ محبت ہیں
کوئی دیکھے تو کتنے پراسرار　　یہ ہوا خواہ محرمیت ہیں

ی

یادِ اللہ میں ہیں وہ مشغول　　فکرِ دنیا ہے دردِ سر ان کو
دور ہر راہِ معصیت سے دور　　پیش ہے پھر کوئی سفر ان کو
پیر و مرشد کی جستجو میں کہیں　　لے گئے پھر دل و نظر اُن کو

❋❋❋

سرکھاھوڑی

سر کھاھوڑی

پہلی داستان

حاصلِ مدعا کو ڈھونڈ لیا
بندگی نے خدا کو ڈھونڈ لیا
کرکے کھاھوڑیوں نے ذکرِ خفی
عشق کی انتہا کو ڈھونڈ لیا
وسعت لا مکاں میں گم ہو کر
جانِ ہر دوسرا کو ڈھونڈ لیا

❀

عشق جن کا خدا رسیدہ ہے
میں نے ان عاشقوں کو دیکھا ہے
ان کے اسرار کا بتائے کوئی
جن کے سر دروں پہ پردہ ہے

❀

جن کو دیکھا ہے میں نے محو شہود
ان کی صحبت عجیب صحبت ہے
ان کے ساتھ ایک شب بسر ہو جائے
وصل جاناں جنہیں ودیعت ہے
موج و طوفاں سے پار کرتے ہیں
قرب ان کا بہت غنیمت ہے

❀

سوے کہسار گامزن پایا
بھید ان 'ڈوتھیوں' کا کیا معلوم
محو نظارہ ہیں سرابوں میں
کس لئے روز و شب خدا معلوم

❀

پوچھ لے راز آشناؤں سے
ان خوش آواز ڈوتھیوں کا راز
کس طرح ڈُتھ تلاش کرتے ہیں
دشت و کہسار میں بصد اعجاز

❀

دور افتادہ ڈُتھ ملے کیسے دل تن آسانیوں پہ مائل ہے
صبح سے رہ نورد ہیں ڈوتھی اور تو شام کو بھی غافل ہے

❁

وادیٔ کوہسار میں اکثر تپشِ آفتاب ہوتی ہے
جل رہے ہیں، انہیں نہ جانے کیوں آرزوے عذاب ہوتی ہے
اے محبت تری لگن شاید التہاب التہاب ہوتی ہے

❁

اک مسلسل نجات کی دھن میں ماورائے حیات جاتے ہیں
اور چمکتے ہوئے سرابوں میں راحتِ بے حساب پاتے ہیں
ہم سفر کی غنودگی پر وہ پیچ کھاتے ہیں سٹ پٹاتے ہیں
راز کی بات ہے کوئی اس میں ڈوتھی کیوں اتنے دکھ اٹھاتے ہیں

❁

دیکھتے ہیں کسی کو جب غافل دفعتاً پیچ و تاب کھاتے ہیں
کس کو معلوم ان سرابوں میں کس لئے اتنے دکھ اٹھاتے ہیں
جانتے ہیں رموز عشق مگر احتیاطاً انہیں چھپاتے ہیں

❁

جسم ان کے غبار آلودہ دشتِ غم میں رواں دواں ہیں وہ
راز افشا کیا نہیں کرتے اہلِ دنیا سے بدگماں ہیں وہ

❁

عشق کھاہوڑیوں کی فطرتِ ہے درد ان ڈوتھیوں کی راحت ہے
ان کا سرمایۂ حیات ہے کیا دردِ الفت غمِ محبت ہے

❁

آئی آواز کوہساروں سے کوئی کھاہوڑی ہو تو آ جائے
منتظر بزمِ محرمیت ہے سرگذشت وفا سنا جائے

ان کو ڈتھ کی کمی نہیں کوئی
حسب توفیق مل ہی جاتے ہیں
راز داران معرفت ہیں جہاں
دور وہ منزلیں بتاتے ہیں

مقصد زندگی ہے ڈتھ کی تلاش
سہل ان کا اصول ہوتا ہے
ڈوتھی بن کر پہاڑ پر جانا
صرف ان کو قبول ہوتا ہے
جن خدا آشنا فقیروں پر
رحمتوں کا نزول ہوتا ہے

مر مٹے ہیں خدائے واحد پر
ڈتھ کا ملنا ہے اب انہیں آساں
وہ گھروں میں کبھی نہیں رہتے
چھان مارے ہیں سیکڑوں میداں
چشم پرنم نگاہِ غم آلود
ڈوتھیوں کی ہے بس یہی پہچاں

بال بکھرائے پیٹھ پر مشکیں
ان کا عالم عجیب عالم ہے
کوئی دیکھے تو ان کی جست و خیز
ڈتھ ہی ڈتھ کی صدائے پیہم ہے
کہہ رہے ہیں کہ جا رہی ہے رات
دور 'ڈونرے' ہیں وقت بھی کم ہے

ڈتھ کی دھن میں مگن ہیں صبح و شام
ڈوتھیوں پر حرام ہے آرام
دشت، کہسار، وادیاں، میدان
جادہ پیمائی ہے بس ان کا کام
زندگی ہے رواں دواں ہر وقت
محوِ نظارہ ہیں بہر ہنگام
محرمِ لامکاں ہیں کھاہوڑی
کہ سمجھتے ہیں عشق کا انجام
محرمِ رازِ زندگی ہیں وہ
سہل ہی ان پہ زیست کے آلام

تشنہ کام سراب عشق ہیں وہ
ان کی راہیں ہیں ریگزاروں میں

سنگ ریزوں سے پیر چھلنی ہیں — جادہ پیما ہیں کوہساروں میں
ایک تیرے سوا مرے پیارے — کون ہے ان کے غم گساروں میں

❋

جانتے ہیں وہ منتاے طلب — زحمت انتظار سے واقف
ہر سحر ہے انہیں پیام سفر — سختیِ کوہسار سے واقف

❋

سر بسر دشمن تن آسانی — کس کو معلوم کب وہ سوتے ہیں
ان کو ڈتھ کی تلاش رہتی ہے — کب وہ بیکار وقت کھوتے ہیں
چھوڑ کر اپنی دھونیاں ڈوتھی — ننگے پاؤں روانہ ہوتے ہیں
سعیِ پیہم سے پیار ہے ان کو — نت نیا انتظار ہے ان کو

❋

پاؤں میں ہیں شکستہ چاکھڑیاں — اور چہرے نہ جانے کیوں مغموم
اشک آنکھوں میں آرزو دل میں — بھید ان کا کسی کو کیا معلوم
ان کو حاصل وہ محرمیت ہے — جس سے ہر آگہی رہی محروم

وائی

میں برکھا رت بن جاؤں
نینوں سے نیر بہاؤں
جب پیا ملن کو جاؤں

کاٹوں دن رات سفر میں
انجانی پریت ڈگر میں
میں لوٹ کے پھر نہ آؤں
جب پیا ملن کو جاؤں

ہر وقت 'لطیف' ہے کہتا
مجھ کو ہے دھیان اسی کا
گن اس کے ہی میں گاؤں
جب پیا ملن کو جاؤں

دوسری داستان

جن کو گنجے پہاڑ کی آواز
دے گئی ہے پیامِ پراسرار
ہوگئے ہیں وہ لوگ لاہوتی
چھوڑ کر اپنے سارے کاروبار

اڑ گئی نیند ان کی آنکھوں سے
بس گیا جن میں انتظار اس کا
ہوگئے بے نیاز سود و زیاں
پڑ گیا جن پہ بھی غبار اس کا

ہوگئے سر بسر وہ لاہوتی
مل گئی جن کے دل کو بینائی
جانے کس جستجو میں کھوئے گئے
چھوڑ کر جسم و جاں کی خود رائی
حرصِ دنیا پہ آگئی غالب
عزمِ راسخ کی ہمت افزائی
راز سربستہ کر گئی ظاہر
ان کے قلب و نظر کی یکتائی
دے رہی ہے پیام جست و خیز
عشق پروردہ کوہ پیمائی

ہر جھلک سنگلاخ کی ان کو
دیکھنا بے قرار کرتی ہے
وسعت کوہ کو نظر ان کی
کس تمنا سے پیار کرتی ہے
لیکن اے دوست جستجو ایسی
دل کو پر انتشار کرتی ہے
ہر شکست غرور انساں کو
کس قدر کامگار کرتی ہے

کھینچتا ہے وہ کوہِ پراسرار جس کو بھی اس کا ہو گیا دیدار
اس کی راہوں پہ چلنے والو بڑھو اب یہاں سے ہے لوٹنا دشوار

❀

فہم و ادراک سانپ کے مانند پیدا کرتے ہیں دل میں اک ہیجان
ہاں مگر اس نے انگبیں پایا جو بھی اس راہ میں ہوا حیران

❀

محرم لا مکاں ہیں کھاہوڑی اپنی دھن میں رواں ہیں کھاہوڑی
دم بخود ہیں یہاں پرندے بھی کیا بلند آشیاں ہیں کھاہوڑی
شعلۂ عشق آتش افشاں ہے حسن کے رازداں ہیں کھاہوڑی

وائی

میں برھن جیسی بھی ہوں پر اس کی ہی داسی ہوں
اس آری جام سجن کے چرنوں کی دھول بنی ہوں
انجانی کیچ ڈگر میں میں ساری رات پھری ہوں
کہتا ہے 'لطیف' ہمیشہ میں اس کی پریت لڑی ہوں
یہ جیون دین ہے اس کا میں داسی جو اس کی ہوں
جس پردیسی کے کارن پربت پربت بھٹکی ہوں

❀❀❀

تیسری داستان

محو آہ و فغاں ہیں کھاہوڑی کیا ہوا ہے انہیں خدا معلوم
جب سے یہ ہو گئے ہیں لاہوتی دل میں ہے کوئی دردِ نامعلوم
بند ہیں ان کے چشم و گوش و زبان راز ان کا کسی کو کیا معلوم

❀

رسم و راہ زمانہ سے بیزار — کوئی منزل نہیں انہیں درکار
پاؤں کی گرد کوہ و صحرا ہیں — سنگ ریزوں سے پاؤں خوں افشار
جن کی منزل ہے عالمِ لاہوت — ان کو آساں ہے جادۂ دشوار
راہ پیمائے معرفت ہیں وہ — ان کو معراجِ عشق ہے سرِ دار

دل کے سوز و گداز میں جلنا — ہر ثوابِ عظیم سے بہتر
محرمانہ غلط روی اکثر — جادۂ مستقیم سے بہتر

رہ رووں کا ہجوم گھبرا کر — لوٹ آیا رہِ حقیقت سے
طے کیے جا رہے ہیں دیوانے — جادۂ دوست کو عقیدت سے
ان کو فکر تعینات نہیں — آشنا ہیں رموزِ وحدت سے

گامزن جادۂ یقین پر ہیں — ان کا دل ہے امین سوز و گداز
چاہے کس سمت سے پکارے کوئی — وہ ہمیشہ ہیں گوش بر آواز

ان کے اونٹوں کی خاک پا سے پوچھ — کن کڑی منزلوں سے آئے ہیں
ان حقیقت شناس لوگوں نے — دور دیسوں سے دل لگائے ہیں

ساری دنیا کو چھان مارا تھا — تھک کے اب سو گئے ہیں وہ تہِ خاک
روندتے جا رہے ہیں لوگ انہیں — ہائے یہ اختتامِ عبرتناک

میں نے پوچھا تو بولے وہ بیباک — یہ سفر ہے بڑا ہی عبرتناک
ان کڑی منزلوں کی وحشت کا — چند لوگوں کو ہو سکا ادراک
راہ میں خشمگیں شکاری ہیں — جو بھی تنہا گیا ہوا وہ ہلاک

جانتے ہیں کہ گمرہی کیا ہے رہبری کیا ہے رہزنی کیا ہے
تارکِ دوجہاں ہیں کھاہوڑی اب انہیں کوئی خوف ہی کیا ہے

لگ گئی آگ اس بیاباں میں وہ کہیں گاہِ رہزناں نہ رہی
ہو گئے ایک طالب و مطلوب کوئی دیوار درمیاں نہ رہی

نوحہ خواں ہیں اداس ویرانے وہ شکاری کہاں گئے جانے
اب نہ وہ جال ہیں نہ کتے ہیں صرف باقی ہیں چند افسانے
جانے پھر کب یہاں سے گذریں گے وہ بیاباں نورد دیوانے

ایسے لوگوں سے دور رہنا تم جن کا مسلک دروغ گوئی ہو
بیٹھ ایسوں میں جن کی صحبت میں حسن و حق کے سوا نہ کوئی ہو

کاش باقی رہے نہ کوئی یار حسرت کوے یار مٹ جائے
کتنی دل کش ہے وہ اندھیری رات جس میں ہر رہ گزار مٹ جائے

فطرت حسن حسنِ فطرت ہے نہ کوئی رنگ ہے نہ صورت ہے
ظلمت شب سپیدۂ سحری اس دوئی میں بھی رازِ وحدت ہے

طلب حسن میں گناہِ عظیم روح پر چشم و گوش کا احساں
آہ یہ رہگزارِ پراسرار جس میں ہو جاتے ہیں خطا اوساں
پا نشینانِ کوے جاناں کو میں نے دیکھا ہے سر بسر حیراں
سہل اندیش لوگ کیا جانیں حسنِ مشکل پسند کی پہچان

جستجوے دوام سے پیدا روح میں ارتعاش کرتے ہیں
کوہساروں پہ خیمہ زن ہو کر ڈوتھی ڈتھ کی تلاش کرتے ہیں

کون جانے کب آئیں گے ڈوتھی ڈتھ کی خاطر ادھر بصد ارماں
جن میں کل خیمہ زن تھے کھاھوڑی آج وہ کوہسار ہیں ویراں

وائی

اپنا کے انہیں تو نے نادان، کب اپنے آپ کو پہچانا
اب ڈھونڈھ رہی ہے کیا اس میں بیکار ہے تیرا کاشانہ
گران کے ساتھ چلی جاتی، تجھ پر یہ مصیبت کیوں آتی
تو ان کے الاؤ سے لوٹ آئی، لازم تھا اسی میں جل جانا
دل ریت کی صورت بیٹھ گیا، اب سانسیں آہیں بھرتی ہیں
رگ رگ میں چبھن سی ہوتی ہے اف تیرا تڑپنا تڑپانا
تو سمجھی تھی وہ اپنے ہیں چھوٹے گا نہ ان کا ساتھ کبھی
لیکن تری چاہت سے ان کو پایا ہے میں نے بیگانہ

وائی

جو گہری نیند میں سوتی ہے وہ ناداں سب کچھ کھوتی ہے
دکھ دیکھو تو اس برھن کا جو پیا سے بچھڑ کر روتی ہے
جو دیکھو نیند سے بوجھل ہیں کب ان میں من کا موتی ہے
وہ ساجن کو کیا دیکھیں گی یہ غفلت جن میں ہوتی ہے
ان ہوتوں ہی کے ساتھ گئی جو تیری جیون جوتی ہے
اب یاد انہیں کر کے پیاری تو خون کے آنسو روتی ہے
کہتا ہے 'لطیف' کہ مل جائے
جو تیرے من کا موتی ہے

سُر پورب

سر پورب

پہلی داستان

عجز سے اس کے پاس جا کاگا   پیارے ساجن کے پانو پڑجانا
اس کی دیوار ہی پہ دم لینا   راستے میں نہ دل کو بہلانا
میں نے جو راز تجھ کو سونپا ہے   وہ کسی اور کو نہ سمجھانا
بیٹھ کر اس کے پاس اے کاگا   تم اسے بار بار دُہرانا
اور پھر لے کے وصل کا پیغام   میری جانب خوشی سے لوٹ آنا
جو بظاہر ہے دور افتادہ   اس کو مجھ سے قریب تر لانا

میرا پیغام لے کے جا کاگا   زیب دیتا ہے تجھ کو بس یہ کام
بیٹھ کر شاخ پر سنا کاگا   میرے پیارے کا پھر کوئی پیغام
جو گئے تھے قلات کی جانب   آنے والے ہیں پھر وہ دل آرام
جا انہیں اپنے ساتھ ہی لے آ   تجھ کو پہچانتے ہیں وہ گلفام

کون جانے چلے گئے کس دیس   سوئے محبوب پرفشاں ہو جا
اے وفادار و دل نشیں قاصد   تو ہی میرا خبر رساں ہو جا
جو رستی نہیں ترستی ہیں   تو ان آنکھوں کا ہم زباں ہو جا

میرے پیارے چلے گئے پردیس   کاگا جا لے کے آ کوئی پیغام
اپنے ازارو ز سے کرادوں گی   میں پروں پر ترے سنہرا کام

بیٹھ کر اس درخت پر کاگا — اپنی بولی میں کچھ سنائے جا
بول کس حال میں ہیں وہ پیارے — ان کی باتیں مجھے بتائے جا
ہر گھڑی جن کی راہ تکتی ہوں — ان سندیسوں سے دل بڑھائے جا

میرے آنگن میں بیٹھ کر کوا — مجھ کو پہنچا رہا ہے تیرا سلام
دل کا آرام ہیں تیری باتیں — روح کی ہے غذا ترا پیغام

جھونپڑی پر جو آکے بیٹھا تھا — بولو کس نے اسے اڑایا ہے
تم نے سوچا نہ یہ مری سکھیو! — کس کا پیغام لے کے آیا ہے
ہائے تم نے اڑا کے کوے کو — مجھ ستم کش پہ ظلم ڈھایا ہے

آ تجھے دل نکال کر دے دوں — جا کے تم اس کے سامنے کھانا
جب وہ دیکھیں تو یہ کہیں پیارے — ہو گا ایسا بھی کوئی دیوانہ

بائیں جانب کی شاخ پر کوا — رازدارانہ کہہ گیا اک بات
کاتنے بیٹھی تھی جو دکھیاری — پھینک کر پونی مل رہی ہے ہات

تمہیں غارت کرے خدا سکھیو — بھاڑ میں جائے کاتنے کا کام
چپ تو ہو جاؤ تاکہ میں سن لوں — جانے کس حال میں ہیں دل آرام
بائیں جانب کی شاخ سے کوا — دینے آیا ہے پھر کوئی پیغام

کون ایسے میں کات سکتی ہے — چھا گئے صحن پر غم و آلام
بائیں جانب کی شاخ پر کوا — دے گیا آکے جانے کیا پیغام

آ کے بیٹھا ہے شاخ پر کوا
پھر سجن کا سلام لایا ہے
اب نہ کاتے کوئی سکھی چرخہ
سن تو لوں جو پیام لایا ہے

❁

جھوٹ کب بولتے ہیں وہ کوّے
جو ساجن کے وطن سے آتے ہیں
بیٹھ کر اونچی اونچی شاخوں پر
اس کی باتیں مجھے بتاتے ہیں
میں سمجھتی ہوں ان کی فریادیں
اور وہ پیغام جو سناتے ہیں
باوفا ہیں 'لطیف' یہ پنچھی
جو مرے رنج و غم مٹاتے ہیں

❁

تیری آوز سنتے ہی کاگا!
روح دکھ درد بھول جاتی ہے
نافۂ مشک ہے زباں تیری
تجھ سے بوے بہار آتی ہے
تیری دلدوز و دلنشین آواز
جانِ جاں کا پیام لاتی ہے
اپنے پیارے کی بات سن سن کر
آرزو تازگی سی پاتی ہے
دفعتاً عالم تصور میں
بزمِ محبوب جھلملاتی ہے

❁

کیوں پڑا ہے زمین پر کاگا!
کچھ بتا یہ تجھے ہوا کیا ہے
جو تجھے ناگوار تھی ابتک
اب وہ گرمی تجھے گوارا ہے
دیکھ کر تیری مردنی پیارے
سارے کوّوں نے غل مچایا ہے

❁

راستے سے نہ لوٹ آنا تھا
تجھے ساجن کے پاس جانا تھا
میں نے تجھ کو دیا تھا جو پیغام
یاد کرکے اسے سنانا تھا

❁

میرے کاگا یہ تیری جست و خیز
دل نشیں، غم ربا، خیال انگیز
دیکھ کر تجھ کو اس دو شاخے پر
ہوگئی میرے دل کی دھڑکن تیز
تو جو پیغام لے کے جاتا رہے
آتا جاتا رہے وہ کم آمیز

❁

جا کے پیارے سے یہ کہو کاگا!
کیوں یہ پردیس تم کو بھائے ہیں
کونسی ہے وہ ایسی مجبوری
جو یہاں اتنے دن لگائے ہیں
اس دکھی دل کی بھی خبر ہے کچھ
دن مصیبت کے جس پہ آئے ہیں

آج پھر مجھ کو دینا ہے کاگا!
ایک خط اپنے جانِ جاں کے نام
چھپ چھپا کر تم اس کو دے دینا
خود پڑھائے کسی سے وہ گلفام
دل یہ کہتا ہے آئیگا وہ ضرور
سن کے دردِ فراق کا پیغام

کیوں نہ اترا زمین پر کوا
آخر اس میں تھی راز کی کیا بات
اڑتے اڑتے یہ کہہ گیا مجھ سے
آنے والے ہی ہیں وہ خوش اوقات

آ مرے پاس بیٹھ جا کاگا!
میں سنوں تیرے میٹھے بول
حال ہے کیا وطن میں پیاروں کا
لا یہاں لا کے ان کے خط کو کھول

خط جو لایا ہے آج تو کاگا
اس نے کتنی تسلیاں دی ہیں
میں انہیں بار بار پڑھتی ہوں
جتنی باتیں بھی اس نے لکھی ہیں

کب وہ قاصد ادھر کو آئیں گے
اور خوشی کی خبر سنائیں گے
راہ پیارے کی تک رہی ہوں میں
کب وہ آ کر گلے لگائیں گے
یہ جدائی کا درد یہ پردیس
مجھ کو کب تک یوں ہی رلائیں گے

تیرے کہنے کا مجھ پہ احساں ہے
اس مصیبت میں میرے کام آنا
دیس پیارے کا ہے جدھر کاگا!
صبحدم تو ادھر کو اڑ جانا

ادب و عجز و انکسار کے ساتھ　　اس کو یہ بات جا کے سمجھانا
اور تجھ سا نہیں کوئی محبوب　　جانتا ہے تو سب کے دل کو خوب

❁

جانے کیا کیا پیام لایا ہے　　آج پھولا نہیں سمایا ہے
میری آنکھوں میں بیٹھ جا آ کر　　کیوں سر شاخ مسکرایا ہے
جو کسی سے نہ ہوسکا کاگا　　تو نے وہ کام کر دکھایا ہے

❁

میں نے کوے سے جب کہا آنا　　حال پیارے کا پُچھ سنا جانا
بولا کوّا کہ وہ نہیں غافل　　ہاں جدائی میں تم نہ گھبرانا

❁

کوئی کتا ہو یا کوئی کوّا　　حال اس کا مجھے سنا جائے
اس پہ قربان جاؤں میں سو بار　　جو بھی پیارے کے دیس سے آئے

❁

پیٹ کی فکر میں ہے وہ کوّا　　مردہ لاشیں تلاش کرتا ہے
کیا وہ پہنچائے گا مرا پیغام　　جو تن آسانیوں پہ مرتا ہے

وائی

توڑوں گی نہ جوگ سے میں ناتا
جوگی کی بات نبھاؤں گی
یہ کہہ گئے پیارے آدیسی
میں ہنگلاج کو جاؤں گی

رہتے ہیں وہیں وہ بیراگی
پورب میں کھوج لگاؤں گی
جس تیرتھ کو کل دیکھا تھا
میں آج بھی دیکھ کے آؤں گی

دوسری داستان

شوق وارفتہ لے چلا مجھ کو دل میں اک آرزوے دید لئے
جانے کب وہ نگاہ پڑ جائے پھر رہا ہوں یہی امید لئے

❁

سوامیوں کو ہے عشق کا آزار درد و غم نے انہیں گھلایا ہے
نہ کوئی غم نحیف ہونے کا نہ انہیں بھوک نے ستایا ہے
دلنشیں ہیں وہ بولتی آنکھیں جنہیں ہنستے ہوئے اٹھایا ہے
ایک ہی بار دیکھ کر مجھ کو جو بھی دکھ درد تھا مٹایا ہے

❁

جو تن آسانیوں کا عادی ہے اس کو کیا حق ہے سوامی کہلائے
کیا ملے گا گرو سے اس کو گیان دو قدم بھی جو چل کے تھک جائے
چند دانوں کی بھیک کی خاطر اس نے بیکار کان چھدوائے
خوش مقدر وہی ہے آدیسی موت سے پہلے ہی جو مرجائے

❁

صبحدم جن کے ذکر سے اکثر دل پر شوق ہو گیا مسرور
آخرِ شب وہ پوربی جوگی بیٹھکیں چھوڑ جا بسے ہیں دور
کس طرح اب ملے گا ان کا سراغ وہ ہیں مختار اور میں مجبور

❁

صبح ہوتے ہی پوربی جوگی چل دئے سوے منزلِ مقصود
اب نہیں بیٹھکوں میں آدیسی مشک بو ہے فضائے لامحدود

❁

سوے مشرق وہ رہروانِ طلب کس عقیدت سے بڑھتے جاتے ہیں
ننگ ہے ان کو مستقل آرام نت نئی بیٹھکیں بناتے ہیں

❁

جاکے پورب میں جا بجا میں نے لاکھ ان کا پتا لگایا ہے
لیکن ان جوگیوں کی منزل کا کس نے اب تک سراغ پایا ہے

کیوں مجھے ان سے ہو گیا ہے عشق — میں کہاں اور کہاں وہ لاثانی
عشق سے سب کو منع کرتی تھی — ہائے نکلی میں آپ دیوانی
سوئے مشرق رواں دواں سی ہے — دیدہ و دل کی خانہ ویرانی
جان لیوا ہے دل کی بے تابی — اب کہاں جاؤں اے گراں جانی

وائی

چھوڑ حلال کی روزی کو جو روز حرام کی کھاتے ہیں
سورج ڈوبتے ہی وہ کوے کاں کاں کرتے آتے ہیں
یہ آنکھوں کے اندھے پنچھی خاک سندرتا کو جانیں
سڑی گلی اور مردہ لاشیں جھپٹ جھپٹ کر لاتے ہیں
ہد ہد اور ہما کو سمجھیں چونچ کٹی چمگادڑیں کیا
دیکھ کے ہنج اور مور کو اکثر یہ بیری جل جاتے ہیں
کوئی انہیں سمجھائے کیسے وہ مورکھ کب سمجھیں گے
کوڑے کرکٹ ہی میں رہ کر جانے کیا سکھ پاتے ہیں
ان کو اپنے حال پہ چھوڑو جاننے والا جانتا ہے
دیکھیں کب تک اس جیون پر وہ یوں ہی اتراتے ہیں

وائی

اسی کی یہ تخلیق ارض و سما ہے — وہی ان میں شامل وہی ماورا ہے
جدا اس سے بے تاب ہیں دیدہ و دل — وہ پیارا جو رگ رگ میں میری بسا ہے
فریبِ نظر ہے یہ دو دن کی دنیا — وہی ابتدا ہے وہی انتہا ہے
جو سمجھے اسے جو محمدؐ کو مانے
یہ سمجھو کہ اس کا بھلا ہو گیا ہے

سُر بلاول

سُر بلاول

پہلی داستان

جن کو صدق و صفا سے نسبت ہے — اُن پہ اس جانِ جاں کی رحمت ہے
جمع ہوتی ہیں گرسنہ روحیں — سب کو عزم و یقیں کی دعوت ہے

۞

مفسدوں کو نکال کر گھر سے — کرو سلطاں سے امن و صلح کی بات
جاں فروشوں نے پائے ہیں اکثر — اس کے در سے وفا کے انعامات

۞

تیری تشنہ لبی پہ حرف نہ آئے — تجھے مل جائے گر شرابِ طہور
سب اسی کے حضور سے لینا — غیر کے سائے سے بھی رہنا دور

۞

اے سما! تو ہے تاجدار زماں — ورنہ یوں تو بہت سے ہیں سردار
جوق در جوق میں نے دیکھے ہیں — تیرے در پہ ہزاروں خدمتگار
ہر کسی کا ہے اپنا پنا ظرف — تیرے جود و سخا سے کیا انکار

۞

تیرے کس کام آئیں گے پیارے — آپ ہی توڑ دے یہ نقارے
اسے غیروں کے در سے کیا سروکار — جس کا حامی ہو ہاشمی سردار

۞

اس سے بغض و عناد تھا جن کو — پھر 'سما' نے انہیں کو دی آواز
کون ہے ہم پناہ گیروں کا — یار و غمخوار و مونس و دمساز
گر وہ امداد پر ہو آمادہ — مجھ پہ کھل جائیں مغفرت کے راز

چھا رہا ہے سکوت کا عالم — متبسم وہ روئے زیبا ہے
خوف کیا ہم پناہ گیروں کو — بے وسیلوں کا وہ وسیلہ ہے

لاکھ یورش کیا کریں، اغیار — پھر بھی ثابت قدم ہے وہ سردار
لاؤ لشکر سے وہ نہیں ڈرتا — قابل داد ہے وہ خوش اطوار
اے 'لطیف' اس کا حوصلہ تو دیکھ — روند ڈالی ہے اس نے ہر یلغار
مہربان ہے پناہ گیروں پر — وہ بہادر وہ مالکِ ہالار

جابجا خیمہ زن نہ ہو اے دوست — کوئی اچھا سا ڈھونڈھ لے تالاب
کاش اس ملک میں چلا جائے — جلوہ گر ہے جہاں وہ خوش آداب
جو ہے تیری ہی قوم کا سردار — جس کا پرتو ہے عالم اسباب
دیکھ لے وہ جسے محبت سے — اس پہ کھل جائیں رحمتوں کے باب

جو بھی اس کی پناہ میں آیا — نہ رہا اس کو خطرۂ اغیار
وہ غضب ناک ہو کے آیا ہے — بھاگ نکلا ہے لشکرِ جرار
سر کی بازی لگائی 'ابڑؤ' نے — فوج سلطاں سے ہو گیا دو چار
اور پھر جس طرف نگاہ گئی — زیرِ لب تھا تبسم پندار

کتنا خوف و ہراس تھا ہر سو — دفعتاً 'بھج' پہ جب ہوئی یلغار
چڑھ کے ہاتھی پہ جب علاء الدین — ساتھ لایا تھا لشکرِ جرار
اس کے حملے کی تاب تھی کس کو — ہاں مگر وہ مرا جری سردار
اپنی مہمان عورتوں کے لئے — کھینچ لی جس نے دفعتاً تلوار
حشر ساماں تھا جنگ کا میدان — ہو گیا جب سمہ ستیزہ کار

سائلو! تم اسی کے در پہ چلو
دجکھرے جیسا نہیں کوئی سردار
اس کے جود و سخا کا کیا کہنا
صاحب حلم، پیکر ایثار

❁

تابعِ شاہ ہو گئے فوراً
سارے قرب و جوار کے سردار
لیکن ابڑو کو کب گوارا تھا
وہ حریصانہ غلبۂ اغیار

❁

جنگلوں میں پناہ دیتا ہے
جیسے کوئی درخت سایہ دار
پیارے ابڑو کا حال بھی ہے یہی
جو ہے اک نیک دل سخی سردار
فیض اس کا مثالِ باراں ہے
جس سے سیراب ہیں سبھی نادار
کون لوٹا ہے در سے خالی ہاتھ
اس نے بخشے ہیں بارہا رہوار
کر سکیں جو برابری اس کی
اب کہاں ہیں وہ صاحب ایثار

❁

جو ہیں تیری پناہ میں ابڑو
تو ہے ان بے کسوں کا پالن ہار
کچھ کے راجہ! مگر یہ دھیاں رہے
ترک تجھ پر کریں گے اب یلغار

❁

اپنے وابستگانِ دامن کو
موج و طوفان سے پار اتارے گا
عرصۂ حشر میں رفیقوں کو
اب وہ خیر البشر پکارے گا

وائی

میں انجان رہی، غفلت میں ساری عمر گئی بیکار
تجھ کو خبر ہے سب کچھ پیارے خادم ہوں میں اے ستار
غیب کی باتیں تجھ پر ظاہر، رحم سراپا تیری ذات
مجھ میں عیب ہزاروں لیکن تیرے کرم سے کب انکار
دل ہو شگفتہ مثلِ گل تر آنکھوں کی امید بر آئے
'سید' کو ہو جائے میسر کاش مدینے کا دیدار

دوسری داستان

پھر وہی شہسوار آیا ہے   دور آسودگی کا لایا ہے
شیر کی طرح پیارے جکھرو نے   سب حریفوں کا دل ہلایا ہے
اس کی حمد و ثنا کروں کیا کیا   جس خدا نے اسے بنایا ہے

ایک جکھرو ہے قابلِ تعریف   کوئی سردار ہے نہ کوئی جام
بس وہی لائقِ ستائش ہے   یوں تو مشہور ہیں ہزاروں نام
ختم ہے اس پہ حسنِ صناعی   اس کے دلدادہ ہیں خواص و عام

وہ بیٹھی ہیں تجھی سے لو لگائے   غنیمت ہیں ترے دامن کے سائے
کوئی ایسی خبر مجھ تک نہ لائے   جو میرا غمزدہ دل توڑ جائے
تجھے میں زندہ و پائندہ پاؤں   تو اے جکھرو ہر ایک غم بھول جاؤں

یہ سب کچھ اس کے ہی زیرِ نگیں ہے   وہ جکھرو لائق صد آفریں ہے
نظر آئے بہت سردار مجھ کو   مگر اس کا کوئی ثانی نہیں ہے

جسے حاصل ہو جکھرو کی حمایت   اسے پھر اور کس کا آسرا ہو
وہاں چھوٹے کنوؤں کی کیا ضرورت   جہاں سر چشمۂ مہر و وفا ہو

ڈھونڈ لے ایک پر فضا چشمہ   اب نہ پی گھاٹ گھاٹ کا پانی
دل کو صدق و صفا پہ مائل کر   اے طلب گار فضل ربانی

رات دن اس کے میکدے میں ہجوم وہ پلاتا ہے سب کو جام پہ جام
اسکے دروازے سے نہیں لوٹا آج تک کوئی شخص تشنہ کام

کوئی دیکھے تو یہ رواداری مہرباں سب پہ ہے وہ دل آرام
وہ سخاوت میں حاتم ثانی فیض جاری ہے صبح ہو یا شام

یاد اس کو رہا نہ پھر کوئی جس کو بھی اس کا ہو گیا دیدار
راحت جاں ہے اس کا ہر پیغام پیارا جکھرو ہے قوم کا سردار

ہفت اقلیم میں ہے تو مشہور مرحبا میری قوم کے سردار
مسجدوں کے مسافروں کو بھی تو نے بخشے ہیں قیمتی رہوار
تیرے جود و سخا کا کیا کہنا کوئی دیکھا نہ تجھ سا خوش اطوار

جس نے دیکھا ہے وہ سخی جکھرو کیا رہے اس کو اور کوئی یاد
ان کا حامی ہے وہ سما سردار جن کی سنتا نہیں کوئی فریاد

کوئی ویسا نہیں ہوا ابتک سارے نبیوں کا پیشوا ہے وہ
لقب اس کا ہے ہادئ برحق سر بسر رحمت خدا ہے وہ

سندھ اور ہند میں نہیں کوئی کر سکے جو برابری اس کی
اس کے جود و سخا کا کیا کہنا سخت مشکل ہے ہمسری اس کی
تو اسی در سے مانگ اے سائل کر کے تسلیم برتری اس کی
جادۂ مغفرت دکھاتی ہے دور اندیش رہبری اس کی

وہ امیدوں کا بحرِ بے پایاں نہیں محدود چند دھاروں تک
جیسے دریائے گنگا کی موجیں ہیں دور افتادہ کوہساروں تک

چھوڑ بھی دے یہ حیلہ و حجت پیارے جکھرے کا رازداں ہو جا
گنگا جل کی جہاں روانی ہے تو اسی کوٹ میں نہاں ہو جا
یاد اللہ میں فنا ہو کر بے نیاز غمِ جہاں ہو جا

اس کے جود و سخا کا کیا کہنا وہ دل خوش خصال رکھتا ہے
اور غضبناک ہو کے بھی اکثر دشمنوں کا خیال رکھتا ہے

وائی

ہمیں ہے اسی کی رضا کا سہارا وہی راہبر اور حامی ہمارا
میں جاؤں میں جاؤں میں جاؤں میں جاؤں ادھر کاش ناقے کو لائے وہ پیارا
وہ ہادی کہ ہے نام جس کا محمد اسی کی شفاعت اسی کا سہارا
نجات اس کو ہو گی غمِ دو جہاں سے وہ کردے گا جس کے لئے بھی اشارا

'لطیف' اس کا لطف و کرم جاوداں ہے
دو عالم کو جس نے بنایا سنوارا

تیسری داستان

میرا پرسان حال تھا نہ کوئی تو نے ہی مجھ پہ التفات کیا
تیرے جود و سخا نے اے کامل کتنے ہی حاتموں کو مات کیا

پیارے جکھرو کے پاس ہی جانا — بن کے آیا ہے تو اگر سائل
عشق کی آبرو نہ کھودینا — ہو کے اب غیر کی طرف مائل
اس سخی کے سوا ہر اک در پر — تیرا عجز و نیاز لاحاصل

چھیڑ جا کر اسی کے در پر ساز — جس نے رہوار بھی کئے ہیں عطا
کتنے ننگے سروں کو ڈھانپا ہے — سایۂ حق ہے اس سخی کی ردا

کیسے کیسے غریب اور نادار — اس کے ہی در سے فیضیاب ہوئے
سائلان شکستہ خاطر پر — اس کے الطاف بے حساب ہوئے
تھیلیاں موتیوں کی آ پہنچیں — جب بھی کچھ لوگ باریاب ہوئے
دور جکھرو کا جب سے آیا ہے — رنج و حرماں خیال و خواب ہوئے

کیوں ہے اس کی عطا سے تو محروم — نہیں جس کی نوازشوں کا حساب
جن کو عریاں تنی کا شکوہ تھا — ان کے تن پر ہیں اطلس و کمخواب
تشنہ لب سائلوں کو جکھرو نے — جامِ شفقت سے کر دیا سیراب

وہ سلامت رہیں سدا یا رب — جن کے سایے میں دن گزارے ہیں
تا ابد خشک ہو نہ وہ چشمہ — جس میں لطف وکرم کے دھارے ہیں
ربط ہے جن سے دیدہ و دل کو — وہ دل آرام کتنے پیارے ہیں

ایک ٹھنڈا کنواں ملا مجھ کو — مٹ گئی ساری تشنگی میری
اس بیاباں میں بھی مرے پیارے — تو نے ہی کی ہے رہبری میری

بیکسوں اور عاجزوں کا یار — کتنے فاقہ کشوں کا پالن ہار
ہر کسی کا خیال رکھتا ہے — وہ جواں حوصلہ سما سردار

یوں تو اکثر سنا ہی کرتی تھی — سب کا ہے کارساز وہ سردار
ماں! مجھے دیکھ کر یقیں آیا — واقعی وہ سما ہے پر ایثار

پیارے جکھرو کو دیکھ کر سائل — کیوں نہ ہو جائے سرخوش پندار
ایک ہی گھونٹ میں کیا اس نے — پینے والوں کو اس قدر سرشار
جیسے اک بیقرار عاشق کو — عین خلوت میں ہو وصال یار

وہ اٹھا ہے تو آج پھر ہوگی — سونے چاندی کی ہر طرف برسات
پیارا جکھرو ہے صاحبِ ایثار — اس کے جود و سخا کی ہے کیا بات

جو ہیں بے یار و بے سر و ساماں — ان پہ ہوں گے سما کے احسانات
اس سے دامن کشاں رہیں گے جو — وہ نہ پوچھے گا جا کے ان کی بات

عمر اس کی دراز ہو یا رب — مجھ کو جس جام کا سہارا ہے
ہر نظر اس کی بے کسوں کی طرف — اک محبت بھرا اشارا ہے

آرزو تھی یہ موجِ گنگا کو — سامنے آئے وہ سما سردار
اب کھڑی ہے نیاز مندانہ — دیکھ کر اس سخی کو گوہر بار

مے کی قیمت ہزار بڑھ جائے — پر چھلکتے رہیں گے اس کے جام
نہیں لوٹا ہے تشنہ لب کوئی — جکھرو کے میکدے میں اذن ہے عام

جوش میں ہے وہ چشمۂ رحمت — موجزن کتنے آب گیر ہوئے
ان کو سیراب کردیا فوراً — جکھرو کے در کے جو فقیر ہوئے
شاہ ہو یا گدا کوئی سید — سب ہی آسودۂ ضمیر ہوئے

چوتھی داستان

دیدنی اس کی آشنائی ہے — ایک ہی در سے لو لگائی ہے
کیا کہیں کیوں 'وگند' کے سر میں — کھانے پینے کی دھن سمائی ہے!
اس گدا کے مشام جاں میں آج — اس کی بوے بہار آئی ہے
جس کے گھوڑے کی لید بھی اکثر — اس قدر پیار سے اٹھائی ہے!
کھانے پینے کے شوق میں اس نے — ہر مصیبت گلے لگائی ہے

دل کو عطار سے لگایا ہے — پاے مرشد پہ سر جھکایا ہے
جسم گندا غلیظ بدبودار — حال دانستہ یہ بنایا ہے
پھر بھی دیکھو وگند کی صورت — کیسے حلیے میں آج آیا ہے!

دیکھتا ہوں کہ دوزخی بن کر — بارہا وہ وگند آیا ہے
لیکن اکثر نگاہِ 'سید' نے — اس کو جنت نشاں بنایا ہے

کوئی دیکھے وگند کی صورت — پھر وہ مکروہ بے نماز آیا
ایسا آیا جھپٹ کے خوشبو پر — جیسے تیتر پہ کوئی باز آیا!

سُر سارنگ

سُر سارنگ

پہلی داستان

یہ دہقان کیوں ہیں اپنے جھونپڑوں میں کہوں ان سے کہ میدانوں میں آئیں
سیہ بادل برستے جا رہے ہیں چراگاہوں میں چوپاؤ کو لائیں
'لطیفؔ' اللہ کی رحمت ہو ان پر مرادیں اپنے اپنے دل کی پائیں

❁

سیہ بادل فلک پر چھا رہے ہیں مسلسل رحمتیں برسا رہے ہیں
کس و خاشاک کے پژمردہ چہرے تر و تازہ سے ہوتے جا رہے ہیں
'لطیفؔ' اس ذاتِ باری کے کرم سے یہ دہقاں زندگی سی پا رہے ہیں

❁

نہیں ان بادلوں سے پیار مجھ کو نہ ہو جب تک ترا دیدار مجھ کو
دل وارفتہ کو جن کی لگن ہے نظر آئے نہ وہ آثار مجھ کو
کہیں بہتر برستے بادلوں سے تمنائے وصالِ یار مجھ کو

❁

جب آیا دیس میں ساجن تو فوراً قرار آیا مرے قلب و جگر کو
نہ پھر باقی رہا دکھ درد کوئی سکوں دیدار نے بخشا نظر کو

❁

شمالی بادلوں کی آبیاری مٹا دیتی ہے سب کی بیقراری
وہ بیچارے ہوئے سیراب آخر مسلسل تشنگی تھی جن پہ طاری

❁

آ رہے ہیں شمال سے بادل ملک بارش سے ہو گئے آباد
میرے اللہ، میرے ساجن کو آ نہ جائے کوئی سفر پھر یاد

کوکتی ہے شمال میں کوئل ہل کسانوں نے کر لئے تیار
گلہ بانوں پہ کیف طاری ہے دیکھ کر یہ فضائے خوش آثار
ابرِ باراں کے پیرہن میں آج کتنا پرکیف ہے جمال یار

بدلیاں پھر شمال سے برسیں ہر طرف سرمئی گھٹا چھائی
ہو گئے شاد کام چوپائے ڈالی ڈالی نے تازگی پائی

اٹھ رہے ہیں شمال سے بادل اور موسم ہے برق و باراں کا
روٹھنا چھوڑ، لوٹ آ پیارے وقت آیا وفائے پیماں کا

کالے بادل شمال سے اڈے برق و باراں کی بات بن آئی
آئے پردیس سے مرے ساجن ہر طرف ہے عجیب رعنائی

چھا رہے ہیں شمال کے بادل روح پرور ہے موسمی برسات
پھر خوشی کی ترنگ میں بدلے غمزدہ سانگیوں کے احساسات

آج دل پر ہے یورشِ جذبات آ گئی یاد تیری ہر اک بات
یہ گھٹائیں یہ جھومتا ساون جاگ اٹھے خوشگوار احساسات
تو اگر پاس ہو تو اے محبوب میرے گھر صبح و شام ہے برسات

اٹھ رہے ہیں شمال سے بادل　اب مدینہ کی سمت جائیں گے
لے کے فیضانِ روضۂ اطہر　تپتے صحرا کو لوٹ آئیں گے
بات بن آئے گی سنگھاروں کی　وہ پیام بہار لائیں گے
پھیل جائے گی مشک کی خوشبو　جب فضا پر وہ آ کے چھائیں گے
دشت و در میں چہل پہل ہوگی　وہ نئی بستیاں بسائیں گے

پھر سے لبریز ہوگیا 'نارا'　بارشیں کتنی رحمتیں لائیں
بجلیاں بدلیوں کو برساتی　چوم کر روضۂ رسول آئیں
منظرِ ابرو باد کیا کہیے　پڑ رہی ہے پیا کی پرچھائیں

ہوگیا صاف دل کا آئینہ　آرزوے وصال بر آئی
ہوں گی رازو نیاز کی باتیں　صورت جانِ جاں نظر آئی

خلق کی تشنگی بجھانے کو　بدلیاں پھر سے لوٹ آئیں ہیں
بجلیاں سرمئی گھٹاؤں میں　جوے آب حیات لائی ہیں

گائیں بھینسیں ہوئیں تر و تازہ　اور بچھڑے بھی اب توانا ہیں
یہ برستی ہوئی گھٹائیں بھی　جوش رحمت کا اک بہانا ہیں

کچھ خبر بھی ہے تجھ کو اے بادل　آ بتاؤں میں راز کی اک بات
دیکھ لیتا جو میری آنکھوں کو　پھر نہ تھمتی کبھی تری برسات

سر میں بادل سے کچھ امنڈتے ہیں　اور آنکھوں میں ہے گھٹا چھائی

حسن جاناں سے ملتی جلتی ہے ابر و باراں کی شانِ رعنائی
ان نگاہوں کی منتظر ہوں میں جن کا اعجاز ہے مسیحائی

بادلوں کی اڑان ہو کہ نہ ہو چشمِ غم کی گھٹا نہیں جاتی
اے غریب الدیار دوست تری یادِ مہر و وفا نہیں جاتی
کیوں نہ روئیں سپرد گانِ وفا کششِ دیرپا نہیں جاتی

میرے پیارے یہ تیرے احسانات مٹ گئے رنج و غم کے احساسات
اس برس ہوگئی ہے پھر ہر سمت موسلا دھار موسمی برسات
اب غمِ قحط و آب و دانہ نہیں ہر طرف ہے اناج کی بہتات

بھینسیں اور گھوڑے میرے در پر ہوں عیش و آرام سب میسر ہوں
میرے پہلو میں ہو مرا پیارا اور مہکتے ہوئے سے بستر ہوں
عیش پروردہ ہوں میرے دن رات اور ہوتی رہے سدا برسات

ہوگئی باغ و راغ میں برسات جاگ اٹھے ہیں خوشی کے احساسات
تر و تازہ ہیں آج کل بھینسیں اور گھر گھر ہے دودھ کی بہتات
کوئی دیکھے 'سنگھاریوں' کا حال سب نے مکھن میں بھر لئے ہیں ہات
ہو گئے صحن و بام و در آباد ذات باری کے ہیں یہ احسانات

دیکھ پیاسوں کا حال اے بادل آج برسا دے جابجا پانی
دور ہو یہ اناج کی قلت اور ہر چیز کی ہو ارزانی
پھر 'سنگھاروں' کو تو عطا کر دے فارغ البالی و فراوانی

دیکھتی ہے صدف بوقتِ سحر آسمانوں پہ ابر باراں کو
ایک سا انتظار ہے اس کا آہوئے دشت اور انساں کو
ایک مدت سے ہے امید کرم تشنہ مرغابیاں پراں کو
کوئلیں ہوگئیں ترنم ریز دیکھ کر موسم در افشاں کو
کاش یہ پھر برس پڑے اک بار سیر کر دے زمین ویراں کو

میرے پیارے نہ بیچ بھینس کوئی خوبصورت یہ پورا گلہ ہے
اور یہ بھیڑیں لحیم ہوں کہ نحیف تجھ کو سب کا خیال رکھنا ہے
چھوڑ دے یہ فراز کے میداں تیرے حق میں نشیب اچھا ہے
اب تیرے صحن میں پیام یار آخر اے دوست آنے والا ہے

جوت کر ہل یہ غمزدہ ہاری تیری برسات کے لئے ترسے
اور تو آسمان پہ اے بادل یوں ہی منڈلا رہا ہے بن برسے!

بجلیاں بادلوں کو لے آئیں ہر طرف خوب ہو گئی برسات
سارے میدان ہوگئے شاداب فیض رحمت کے ہیں یہ احسانات

وائی

سجدے میں سر کو جھکائے ہوں
اللہ سے آس لگائے ہوں

جب صور کی آواز آئے گی
سورج کی تپش جھلسائے گی

وہ روح کہاں گھبرائے گی
جو پیارے نبی کو پائے گی

محبوب خدا کے وعدے کو
اپنا ہمراز بنائے ہوں

اللہ سے آس لگائے ہوں

❁❁❁

دوسری داستان

لاکھ کی طرح کالی کالی سی   سرمئی بادلوں کی رنگت ہے
جیسے کوئی رنگا دوپٹا ہو   ایسی ان بدلیوں کی صورت ہے
'بھٹ' ہی پر کیا کراڑ پر بھی آج   گہر افشاں سحابِ رحمت ہے

❁

آج سوے شمال برقِ تپاں   مثلِ شاخِ سمن لہکتی ہے
سبزۂ ریگزار ہے لرزاں   یا کوئی گلبدن مہکتی ہے
بھٹ پر آئے رواں دواں بادل   زندگی چار سو چہکتی ہے

❁

ہر طرف ہو رہی ہے پھر برسات   پھر 'مکھی' اور 'کراڑ' ہیں لبریز
موسم نو بہار آیا ہے   'پب' کے گرد و نواح ہیں گل بیز
کیا سہانا سماں دکھاتا ہے   ریگزاروں پہ سبزۂ نوخیز
ترہیں، 'ھڑکی'، 'گڑنگ' و 'ماکانی'   دور و نزدیک بھر گیا پانی

❁

رات بھر خم کے خم لنڈھائے ہیں   ابرِ باراں نے بے دریغ و درنگ
نغمۂ سرمدی برستا ہے   چھڑ گئے ہر طرف رباب و چنگ
ہو رہی ہے 'پڈام' پر برسات   ہائے یہ ابرہاے رنگارنگ

❁

مینہ اور نینہ کیوں مقفیٰ ہیں   یہ فقط اتفاق ہی تو نہیں!
دیکھ کر جلوۂ گریزاں کو   وقف نالہ ہے آج ابر حزیں
شاید اے دوست دیکھ کر تجھ کو   میں بھی ہو جاؤں مثلِ ابر غمیں

❁

پھر برس جائے تو کہیں بادل   یاد آجائے وہ مرا پیارا
تر بتر ہوں یہ کھیت یہ میداں   پھر ہو ان مہوشوں کا نظارا

❁

دیکھ کر ابر و برق و باراں کو   کتنی مایوس ہوگئی ہیں آج
ہائے یہ بدنصیب بیوائیں   داغِ دل دے گئے جنہیں سرتاج
وہ جہاں سر چھپائے بیٹھی ہیں   ہو نہ جائیں وہ جھونپڑے تاراج
کون ان کا ترے سوا یا رب!   رکھیو ان کے دکھی دلوں کی لاج

وائی

چرنوں پہ سیس جھکاؤں گی
ساجن کے دوارے جاؤں گی

مرے من کی آگ سلگنے دو
تن جلتا ہے تو جلنے دو
یہ اگنی میں نہ بجھاؤں گی
ساجن کے دوارے جاؤں

پائل ہے پریت کی پانوؤں میں
پریتم ہیں مری آشاؤں میں
میں ناچوں گی اور گاؤں گی
ساجن کے دوارے جاؤں گی

تیسری داستان

کیسی ساز و سرود کی رت ہے وہ اڑا ابر وہ گھٹا چھائی
موسلا دھار بارشیں لائیں مستی کیف و رنگ و رعنائی
کتنے خوش ہو رہے ہیں چوپائے دیکھ کر سبزہ زارِ صحرائی
کون دیکھے سنگھاریوں کے ٹھاٹھ وہ گلوبند اور وہ زیبائی
ہل اٹھائے ہیں پھر کسانوں نے جسم میں ہے نئی توانائی
عام ہے اب اناج اور مکھن وہ مصائب ہیں اور نہ مہنگائی
لے کے آئی ہے جلوۂ صد رنگ میرے پیارے کی شان یکتائی

❁

'رانک' اور 'ہِل' پہ ہو گئی بارش 'لوتڑی' کا نشیب بھی سیراب
دور و نزدیک بھر گیا پانی سارے دشت وجبل ہوئے شاداب

❁

میرے پیارے ابھی سکوں کیسا آ رہا ہے شمال سے طوفان
برق و باراں کی یورشیں ہوں گی چھوڑ دے یہ نشیب کے میداں
چل وہاں چل کے جھونپڑی ڈالیں برق و باراں سے ہو امان جہاں

❁

آہیں بھرتی ہے روح وارفتہ میرے پیارے تجھے خدا لائے

❁

رنگ لائی ہے آخری بارش صلۂ رنج و غم وصول ہوا
جوش رحمت کو آگیا کیسا کس کا عجز دعا قبول ہوا

❁

آئے برسات کی طرح پیارے ان کی آغوش ہوگئی آباد
جن کو آتی رہی ہے ساری عمر اپنے بچھڑے ہوئے سجن کی یاد

دل مرا شام ہی سے گھبرائے   میں ہوں بے چین کون بہلائے
جھونپڑی اور سردیوں کی رت   رات بھر تیری یاد تڑپائے
یہ ہوا یہ خنک بستر   کیسے تیرے بغیر نیند آئے
نیند آجائے تیرے پہلو میں   جنت جاودانہ مل جائے

ابر رحمت برس گیا شب کو   تر بتر ہوگئے ہیں میرے بال
صبحدم آگئے مرے ساجن   ہوگئی میری جھونپڑی خوشحال

وائی

ساری دنیا ہے شیدائی
صلی اللہ تیری زیبائی

سجدے میں ہیں دونوں عالم
شوکت کسری درہم و برہم
تیرا پر تو عرشِ اعظم
تو ہے نورِ ازل کا محرم
وہ تری جلوہ آرائی
ساری دنیا ہے شیدائی
صلی اللہ تری زیبائی

پانو کی تیری دھول بھی پیاری
قسمیں کھائے ذاتِ باری
ہر سو تیرا فیض ہے جاری
جاگ اٹھی تقدیر ہماری

بارش رحمت نے برسائی
ساری دنیا ہے شیدائی
صلی اللہ تری زیبائی

❁❁❁

چوتھی داستان

پردۂ ابر سے کبھی خورشید پیاری پیاری جھلک دکھاتا ہے
برق نے دی نویدِ کیف و نشاط دیکھ ہر ایک مسکراتا ہے
اے دلِ زار آج پھر کوئی کر کے قصدِ بہار آتا ہے

❁

'پارکر' اور 'پران' میں ہو کر اب 'عمرکوٹ' بھی وہ چھائیں
تر ہیں 'سامارہ' اور 'کامارہ' بدلیاں ڈھٹ سے پھر نکل آئیں
سبز و شاداب ہوگئے میدان رنگ کیا کیا نہ بارشیں لائیں
جا بجا سرمئی گھٹاؤں میں بجلیاں بار بار لہرائیں

❁

'ڈھٹ' سے اٹھی ہیں بدلیاں کیا کیا کتنے پرکیف ہیں یہ نظارے
چوکڑی بھر رہے ہیں چوپائے تربتر کھیت ہوگئے سارے
اس کڑک اس گرج سے ڈرنا کیا بج رہے ہیں خوشی کے نقارے
اپنی ویران جھونپڑی کو سجا دیکھ آنے کو ہیں ترے پیارے
اس کی نظروں کے سامنے ہیں ہیچ چاند خورشید اور سیارے

❁

ابر باراں کا فیض جاری ہے ہر طرف ہیں خوشی کے نظارے
یہ سنگھار اور ان کے چوپائے تیرے رحم و کرم پہ ہیں پیارے

❁

لذت چشم تر ملے تجھ کو
جاوداں تو بھی اشک برسائے
یہ برسنا بھی کیا برسنا ہے
صبح تک تو برس کے تھم جائے
بارش صبح و شام سے اے ابر
تا ابد تیرا جی نہ اکتائے

❁

رخ کسی کا ہے سوے 'استنبول'
کوئی جاتی ہے 'کابل' و 'قندھار'
اک 'سمرقند' کی طرف مائل
اک گریزاں ہے جانب 'گرنار'
عازم 'روم' ہے کوئی بدلی
اور کسی کو عزیز ہے 'ولھار'
کوئی بدلی ہوئی 'دکن' کو رواں
کوئی 'دلی' کی سمت ہے تیار
الغرض بدلیوں نے کردی ہے
برق و باراں کی ہر طرف یلغار
'سندھ' پر بھی ترا کرم ہوجائے
اے دھنی تو ہے سب کا پالن ہار

❁

پھر گھٹائیں امنڈ کے چھائی ہیں
برق و باراں کو ساتھ لائی ہیں
زندگی کے خمار خانے میں
کیف و مستی لٹانے آئی ہیں
بارش آلود ریگزاروں نے
کیسی رعنائیاں دکھائی ہیں
وہ بہاریں جو مضمحل سی تھیں
پھر پیام نشاط لائی ہیں
ہو گئے ہیں کساں پھر بشاش
کھیتیاں پھر سے لہلہائی ہیں
اب کہاں قحط، چور بازاری
ابر نے نعمتیں لٹائی ہیں
بادل آئے گراں فروشوں نے
شرم سے گردنیں جھکائی ہیں
زن و شوہر نے صلح جو ہو کر
باہمی تلخیاں بھلائی ہیں

❁

روز و شب کھوئے کھوئے رہتے ہیں
ان کی یادوں کے برق و باراں میں
یہ لگاتار روح میں رم جھم
اور جھڑی سی یہ چشم گریاں میں

❁

یورشِ بے پناہ سے وہ ابر دیکھ سوئے شمال چھایا ہے
آج اس دور دیس والے سے مجھ کو برسات نے ملایا ہے

وائی

رت برکھا کی آئی ہے
دیکھو میں نے اپنی چندریا
کسم میں آج رنگائی ہے
رت برکھا کی آئی ہے
ساونی سج دھج میں ساجن نے
سندر چھب دکھلائی ہے
رت برکھا کی آئی ہے
'لاڑ' بندھے بھیگے بچھڑوں نے
من کی مستی پائی ہے
رت برکھا کی آئی ہے
آ جا میں بے چین ہوں کب سے
ساجن تیری دہائی ہے
رت برکھا کی آئی ہے

سُر سریراگ

سرسریراگ

پہلی داستان

یاد محبوب سے گریز نہ کر　　کیا عجب وہ بھی تجھ کو یاد کرے
ہو کے خوش تیری وضع داری سے　　اپنے لطف و کرم سے شاد کرے

❁

کیا عجب وہ بھی تجھ کو یاد کرے　　یادِ محبوب سے نہ ہو غافل
سامنے اس کے جا کے پھیلا دے　　اپنے دامن کو صورتِ سائل

❁

کیا عجب وہ بھی تجھ کو یاد کرے　　یادِ محبوب سے نہ ہو غافل
بادباں جس کا دامن دل ہو　　اس کی کشتی کو مل گیا ساحل

❁

وہ طلبگار گوہر نایاب　　اور ترے دل میں کانچ کا انبار
اس کو صدق و صفا پسند ہے جب　　کس لئے پھر یہ جھوٹ کا بیوپار

❁

تیرے دل پر ہے گردِ مکر و فریب　　اور مکدّر ہے آئینہ دل کا
بادباں جس کے دل کا پاک رہا　　اس کو کیا انتظار ساحل کا

❁

کیا عجب تجھ پہ مہرباں ہو کر　　یاد کر لے تجھے ترا پیارا
تیری آنکھوں سے ہے نہاں ابتک　　ساحلِ زندگی کا نظارا
بحرِ عرفاں میں ڈال دے کشتی　　موج و طوفاں سے رہ ستیز آرا
زندگی کا یہی قرینہ رہے　　جگمگاتا ترا سفینہ رہے

چھوڑ کر میں نے گوہر نایاب　　سنگ ریزوں کا کرلیا سودا
پڑ گئے میری عقل پر پتھر　　سنگ ریزوں سے جی کو بہلایا
جب تک اس کا کرم نہ ہو 'سیدؔ'　　کیسے حاصل ہو مدعا دل کا

سنگ ریزوں سے بھرلیا دامن　　گوہر بے بہا کو چھوڑ دیا
موجِ طوفان معصیت نے آہ !　　میری کشتی کے رخ کو موڑ دیا
ہائے وہ عہد جس کو اے مالک　　اپنی غفلت سے میں نے توڑ دیا

قدر کر گوہر صداقت کی　　پڑھ مناجات حسن وحدت کی
خس و خاشاک ہیں یہ مکر و فریب　　آگ دل میں جلا محبت کی

جس میں شامل تری عنایت ہو　　بس وہی سود مند ہے سودا
میرے ہادی! ترے بغیر کسے　　ساحلِ زیست کا سراغ ملا
تند موجوں میں گھر گئی افسوس　　میری کشتی کو آکے پار لگا

بحر ہیبت فزا کی طغیانی　　شورانگیز و فتنہ ساماں ہے
ان جزیروں سے بھی بچا ہم کو　　جن کے گرد اک مہیب طوفاں ہے
زد میں اب کشتیوں کے تختے ہیں　　اے خدا! تو ہی بس نگہباں ہے

بادباں صافِ قیمتی چپو　　رسیاں بھی نئی میسر ہیں
پھر بھی یہ نیک بخت سوداگر　　اے خدا! تیرے آسرے پر ہیں

بادباں صاف، رسیاں مضبوط اور ملاح کشتیوں کے امیر
میرے ساتھی سفر پہ چل نکلے بخش دے ان کی اے خدا تقصیر
یہ خلوص و وفا کے پیکر ہیں ان کی عزت میں ہے تری توقیر

وائی

کس منہ سے میں کروں بیان ساجن کے لاکھوں احسان
اس کے گن کیا گاؤں میں جگ سے نیاری اس کی شان
ساجن کے لاکھوں احسان
جانے کیا کیا روپ دکھائے من میں رہ کر وہ مہمان
ساجن کے لاکھوں احسان
اس پیارے کی بات بڑی اس کو جو بھولے وہ انجان
ساجن کے لاکھوں احسان
جس کو سہائے پریت کی ریت یاد رہے اس کو گنوان
ساجن کے لاکھوں احسان
اپنے ہی من کی ٹیس بڑھاؤ اس اسے لگاؤ اپنا دھیان
ساجن کے لاکھوں احسان
وہ جس کو بھی پریم جتائے اس کا ہوجائے کلیان
ساجن کے لاکھوں احسان
اس کی داسی وہ بن جائے سکھی جو اپنائے نروان
ساجن کے لاکھوں احسان
جو بھی توڑے من کا جال اسے ملے گا سچا گیان
ساجن کے لاکھوں احسان
جو مانے پریم کی بات کون کرے اس کا اپمان
ساجن کے لاکھوں احسان

جو آنکھوں میں کاٹے رات سب سے الگ ہے اس کی آن
ساجن کے لاکھوں احسان
اس کو من کا میت بنالے تجھ کو بتائے یہ قران
ساجن کے لاکھوں احسان
جو بھی تجھے دے پالن ہار اس کامت کرنا اپمان
ساجن کے لاکھوں احسان
پگ پگ اپنے نین بچھائے یہی ہے پریمی کی پہچان
ساجن کے لاکھوں احسان
جگ جھوٹا ہے آؤ چھڑالو جھوٹے جگ سے اپنی جان
ساجن کے لاکھوں احسان
جی کو کتنا سکھ پہنچائے 'سید' پریم کا بردان
ساجن کے لاکھوں احسان

وائی

ساجن من میں ہیں مہمان رہی میں ان سے کیوں انجان
ان نینوں سے نین ملاؤں
جو ہیں من مندر کی آن رہی میں ان سے کیوں انجان
ملا مجھے جیون کا بھید
ہوئی جب ان کی کچھ پہچان رہی میں ان سے کیوں انجان
ان چرنوں پر سیس نواؤں
جن کی سیوا ہے نروان رہی میں ان سے کیوں انجان
وہی ہے ان کا سچا میت
ملے جو ان سے بن ابھمان رہی میں ان سے کیوں انجان

❁❁❁

دوسری داستان

یہ رنگا رنگ موجودات عالم　　بقید زیست ہیں جن کے سہارے
'لطیف' اس کا اگر لطف و کرم ہو　　تو پھر جائیں نہ کیوں یہ دن ہمارے

کٹی آنکھوں میں جن کی رات ساری　　رہا سبحان ہی جن کی زباں پر
یہ ان کی خاک در کا مرتبہ ہے　　جھکے ہیں سیکڑوں سر آستاں پر

'لطیف' اس بحر بے پایاں کے قرباں　　خزانہ جس کا ہیں انمول سوتی
چمکتے موتیوں کی جستجو ہے　　تو اس میں ڈوب کر تو ڈھونڈ موتی

نہیں ارض وسما بھی ان کی قیمت　　نہاں اس بحر میں ہیں جتنے گوہر
جو روشن بخت ہیں وہ اس کی تہ سے　　اڑا لائے نہ جانے کتنے گوہر
سوا اس بحر عرفاں کے کہیں اور　　نہ تجھ کو مل سکیں گے اتنے گوہر

اسے طوفان عصیاں کا نہیں ڈر　　میسر جس کو ایماں کا کنارا
بھنور سے وہ نکل آئے گا بچ کر　　لیا جس نے توکل کا سہارا
ملا اکثر میان قعر دریا　　وہ کامل جس نے آخر پار اتارا

زہے شب زندہ داران سحر خیز　　نظر میں جن کی ہے معبود کامل
انہیں کیا بحر طوفاں خیز کا ڈر　　ذرا سی جست اور بس وہ ہے ساحل

رواں ہیں اپنی اپنی ناؤ میں سب　　عبودیت کا لے کر ساز و ساماں
وہ ہیں سوداگراں لعل و گوہر　　کہ یہ بیوپار ہے مقبول یزداں

نہیں ہے کوئی ان سا پاک دامن مقدر سرخرو، فطرت درخشاں
عجب کیا ایسے بندوں کی بدولت میسر ہو مجھے ساحل کا داماں

❁

مبارک عزت و شانِ صداقت سلامت ساز و سامانِ صداقت
انہیں کیا خوف طوفانِ بلا کا جو روح صدق ہیں، جانِ صداقت

❁

جو بہ جو موجہائے قلزم ہیں بے خطر ہو کے کود جاتے ہیں
چیر کر سینۂ صدف غواص گوہر شاہوار لاتے ہیں
عزم و ہمت کی آب و تاب سے وہ زندگانی کو جگمگاتے ہیں

❁

بپھر کر سامنے آئی تھیں موجیں بڑی مشکل سے ہم طوفاں سے نکلے
کیا تقسیم ان کو دوستوں میں جو گوہر بحر بے پایاں سے نکلے

❁

جو پہنچے بحر بے پایاں کی تہ تک وہ نکلے گوہر شہوار لے کر
ہوئیں نظارۂ حاصل سے آنکھیں درخشاں و فروزاں مثل گوہر

❁

ادھر دلدل ادھر موجوں کی یورش میں اپنی ناؤ کو کیسے بچاؤں
اگر تیرا کرم شامل ہو یا رب! بخیر و عافیت اس پار جاؤں

❁

یہ بحر موج خیز زندگانی! ہمیشہ ورطۂ غفلت سے ڈرنا
ہزاروں کشتیاں ٹوٹی پڑی ہیں بڑا صبر آزما ہے پار اترنا

❁

یہی اک فکر دل کو رات دن ہے بہت مجبور ہیں طوفاں کے مارے
تلاطم خیز ہے یہ بحر ہستی لگے گی کس طرح کشتی کنارے

بشر کچھ اور دل میں سوچتا ہے — مگر کچھ اور فطرت کا اشارا
پھنسی گرداب میں جب کوئی کشتی — اشارے ہی سے اس نے پار اتارا
سفینوں کو تلاطم خیزیوں میں — ہمیشہ اس کی رحمت کا سہارا
عجب ہے اس کی شانِ کارسازی — بھنور خود بن گیا اکثر کنارا
شناسا گوہر عرفاں کے ہیں یہ — بچا تو ان کی کشتی کو خدارا
رواں سوے در شاہِ عرب ہے — جو معبود حقیقی کا ہے پیارا

وائی

میں پاپ میں ڈوبی پاپن — اب ڈھونڈوں کہاں کنارا
ساجن ہے مرا سہارا
روٹھے نا مجھ سے پریتم — روٹھا ہی رہے جگ سارا
ساجن ہے مرا سہارا
میں پیا کی ایک ابھاگن — مرا حال ہے جگ سے نیارا
ساجن ہے مرا سہارا
منجدھار میں میری نیا — اب کون ہے کھیون ہارا
ساجن ہے مرا سہارا
بچھڑا ہوا جیون ساگر — میں تنہا دور کنارا
ساجن ہے مرا سہارا
دکھیاروں کی بپتا میں — کام آئے پریتم پیارا
ساجن ہے مرا سہارا
یہ داسی درشن پیاسی — لیتی ہے نام تمہارا
ساجن ہے مرا سہارا

اے نردھن کے رکھوالے مرا من ہے دکھ کا مارا
ساجن ہے مرا سہارا
یہ آس بھکارن کی ہے آجائے وہ آنکھ کا تارا
ساجن ہے مرا سہارا
جب انت کال ہو جگ کا موہے سہائے پریتم دوارا
ساجن ہے مرا سہارا
آشا ہے 'لطیف' کی ہر دم رہے پیا کو دھیان ہمارا
ساجن ہے مرا سہارا

❁❁❁

تیسری داستان

سینۂ موج پر رواں کشتی اور موافق ہے آج باد شمال
لادکر کشتیوں میں چل نکلے سارے سوداگر اپنا اپنا مال
اے خدا تو ہی اب نگہباں ہے تو ہی اب آکے چپوؤں کو سنبھال

❁

کار آمد ہے بس وہی سودا اس کی نظروں میں جو قبول ہوا
بس وہی شے خریدنا اچھا جس کو لے کر نہ تو ملول ہوا

❁

نا خداؤں نے ہم کو دکھلائے جانے کتنے ہی ساحلوں کے خواب
اور وہاں کی خبر نہ دی کوئی ہے جہاں صبر آزما گرداب

❁

تیری رحمت ہے یا مری کشتی اک ذریعہ مری رسائی کا
مل گیا تیرا آسرا جن کو غم نہیں ان کو ناخدائی کا

گناہوں سے نہ کر اس کو گراں بار
یہ کشتی ہو چکی ہے اب پرانی
نہ جانے ہوگئے ہیں کتنے سوراخ
کہ تہ میں سے چلا آتا ہے پانی
توکّل کے سہارے جینے والے
ہراک شے ہے یہاں کی آنی جانی

تری کشتی میں ہیں سوراخ کتنے
چلا آتا ہے جن سے تہ میں پانی
بہت کمزور ہے مستول اس کا
ہیں اس کی رسیاں کتنی پرانی
خدا کی ناخدائی کی بدولت
اتر جائے گی دریا کی روانی

سمندر میں اُسے جس وقت ڈالے
سفینہ رنگ و روغن سے سجالے
کوئی سوراخ رہ جائے نہ باقی
پرانی رسیوں کو آزمالے
کنارا دور اور گہرا سمندر
تری کشتی ہے طوفاں کے حوالے
تجھے درپیش اک لمبا سفر ہے
سفر کے قابل اس کو تو بنالے

سامنے ہے وہ ساحل ہستی
ذکر جس کا وبال گوش رہا
کیوں خدا کو نہ تو نے یاد کیا
وقت یاد خدا خموش رہا
سب پہ طاری تھی نیند کی غفلت
اور تجھے بھی نہ اپنا ہوش رہا
وقفِ گرداب تھا سفینہ ترا
پھر بھی تو محوِ ناؤ نوش رہا

اس شکستہ جہاز کی ہو خیر
جس کو درپیش ہے طویل سفر
ان ضعیفوں کی لاج رکھ لینا
جو رواں ہیں ترے سہارے پر
دور ہیں میرے ہم سفر 'سیدؔ'
وہ پہنچ جائیں کاش 'پُر بندر'

مری کشتی! بڑھے جا سوئے ساحل ہزاروں کشتیوں کے ساتھ مل کر
ابھر کر دے رہی ہے موج اک آواز بپھر کر کہہ رہا ہے کچھ سمندر
اگر اس پار ہے تم کو اترنا تو ہو رختِ سفر بہتر سے بہتر

❁

اکھڑ جانے کو ہیں سب اس کے تختے بھنور میں آکے کشتی پھنس گئی ہے
ابھرنا ڈوبنا اور پھر ابھرنا سنبھلنے کی کوئی تدبیر بھی ہے؟

❁

ہمارے ناخداؤں کو ہوا کیا بدل کر بھیس آئے ہیں فرنگی
بتاؤ ہے کوئی ملاح ایسا کہ روکے یورش دزدانہ ان کی
وہاں تیرے سہارے پر رواں ہیں جہاں ہر ایک کشتی آکے ڈوبی

❁

تجھے کچھ فکر سامان سفر ہے کہ تیری ناؤ کے ہر سو بھنور ہے
تجھے لازم ہے ترکِ خوابِ غفلت تمنا پار اترنے کی اگر ہے

❁

خبر بھی ہے تمہیں کشتی نشینو! کہ ہر سو یورش موج بلا ہے
بھرا ناحق پرایا مال اس میں وہی آخر مصیبت بن گیا ہے
یہ کشتی کا کنارے سے بھٹکنا تمہارے خواب غفلت کی سزا ہے

❁

تمہیں کچھ ہوش اے ملاح تجھ کو کٹی ہے خوابِ غفلت میں تری رات
یہ نیند، اس پر کنارے کی تمنا نرالی ہے زمانے سے تری بات
وہاں پہنچے گا تو پوچھیں گے تجھ سے کہ اس دنیا سے کیا لایا ہے سوغات

❁

یہ طوفاں خیز موجوں کی روانی ٹھہرتے ہی نہیں پانی میں لنگر
بڑی مشکل سے ہیں ساحل سے لگتے بڑے بیڑے بھی اس طوفاں سے بچ کر

جو ہیں مانوس طوفانِ بلا سے وہی ہیں بحر ہستی کے شناور
سناتے ہیں بڑی پرہول باتیں وہ اپنے دوستوں سے پار اتر کر

بحرِ پُرہول منتظر ہے ترا کیوں یہ بے چارگی، یہ غفلت کیا
تیری کشتی بڑی پرانی ہے رنگ و روغن لگا تہ و بالا
موج کی زد میں ہے وہی کشتی جس کے کشتی نشیں ہیں بے پروا

ناخدا کر رہا ہے یہ تاکید کہ مکمل ہو سب کا زاد سفر
لطف جن پر 'لطیف' اس کا ہو وہی پہنچے عدن کے ساحل پر

خبردار اے بہادر ناخداؤ! کہ پھر طوفان کی زد میں ہے بندر
پھنسا ہے ایسے چکّر میں کنارا کہ جیسے چھاچھ ہو مٹکے کے اندر

سوگئے ہیں تمام کشتی میں پا کے فوراً اشارہ رہبر
کوئی طوفاں نہیں سمندر میں اور خطرے سے دور ہے بندر
تم بھی سو جاؤ اب تو ملاحو! چھوڑ کر اپنی ناؤ 'سید' پر

وائی

سکھیوں نے کی تیاری اب دور دیس ہے جانا
تیری نینوں میں ہے نندیا
بیٹھے ہیں سب نر ناری ساگر میں ڈالے ڈیرا
تیری نینوں میں ہے نندیا
اپنی اپنی نیا کی سکھیوں کو رہی ہے چنتا
تیری نینوں میں ہے نندیا

کر لے کچھ یاد سجن کی جیون ہے رین بسیرا
تیری نینوں میں ہے نندیا
سن اس کو کان لگا کر باجے ہے کوچ کا ڈنکا
تیری نینوں میں ہے نندیا
پریمی کی ریت نہیں ہے یوں لمبی تان کے سونا
تیری نینوں میں ہے نندیا
سچ کا پرکاش ہے تجھ میں پھر جھوٹ کو کیوں اپنایا
تیری نینوں میں ہے نندیا
رکھ اپنے مورکھ من میں اس اونچے گھاٹ کی آشا
تیری نینوں میں ہے نندیا
ہے کھیون ہارا پریتم نہیں کوئی اور بھروسا
تیری نینوں میں ہے نندیا
جتنے بھی ہیں جگ باسی اک دن ہے سب کو جانا
تیری نینوں میں ہے نندیا
اس انت کال میں سجنی نہیں ہوگا کوئی کسی کا
تیری نینوں میں ہے نندیا
کیوں نام گھڑے کا لے تو جب وہ ہے ترا سہارا
تیری نینوں میں ہے نندیا
اب کون کرے رکھوالی ٹوٹا منجدھار میں 'ترھا'
تیری نینوں میں ہے نندیا
مایا ہے آنی جانی رکھ دھیان سدا ساجن کا
تیری نینوں میں ہے نندیا
اے مایا لوبھ کی اندھی دو دن کا کھیل ہے دنیا
تیری نینوں میں ہے نندیا

ساجن کے ڈر سے تونے کب ساتھ دیا نردھن کا
تیری نینوں میں ہے نندیا
جو اپنے پتی کو چھوڑے کب دیگی ساتھ ہمارا
تیری نینوں میں ہے نندیا
جگ جیون کا ہے سپنا بہتے پانی پہ چھایا
تیری نینوں میں ہے نندیا
یہ سستی چھوڑ ابھاگن اب مان سجن کا کہنا
تیری نینوں میں ہے نندیا

چوتھی داستان

جادۂ مستقیم راہِ ازل بے نیازِ بلندی و پستی
نیک و بد کی نہیں کوئی تخصیص عام ہے فیضِ رہبر ہستی

تو امین غم محبت ہے بے نیاز غم جہاں ہو جا
ہے عنان گیر کوئی سر ازل راکب عمر بے عناں ہو جا
شیوۂ خود سپردگی سے تو دوش و فردا پہ کامراں ہو جا
خوئے تسلیم و جذبہ تحقیق ساتھ لے اور پھر عیاں ہو جا

عام یہ رسم ہے زمانے کی کہ بھلوں سے بھلائی کرتے ہیں
لیکن انکا کوئی جواب نہیں جو بروں سے بھلائی کرتے ہیں

ہے بدوں کی بدی سے دلچسپی اور نیکوں کو نیکیوں کا خیال
اپنی اپنی پسند کی ہے بات اپنے اپنے خیال کا ہے سوال

حسب دستور راہگیروں پر نظرِ التفات کرتے ہیں
ساتھ لے کر شکستہ پاؤں کو رہ دشوار سے گذرتے ہیں

نہیں ہے اس سے بڑھ کر کام کوئی بڑی نعمت ہے سودائے حقیقت
تجھے جن سے ملے ہیں نایاب گوہر وہ سوداگر ہیں دانائے حقیقت

وہی سمجھے گا حسن کا معیار جوہرِ خاص کو جو پہچانے
کس کو کہتے ہیں گوہر نایاب اس حقیقت کو جوہری جانے

وہ ہے صراف اور تو سونا نظر اس کی ہے امتحاں تیرا
طبع جوہر شناس کے نزدیک ہر زرِ کم عیار کا سودا
روح انساں پہ پرتو ظلمت جوہر دل پہ زنگ کبر و ریا

گرچہ موتی ہیں میری جھولی میں تیرا معیار ہی نرالا ہے
کہ یہ بے قدر ہیں ترے آگے سنگ ریزوں کا بول بالا ہے

جواہر کی پرکھ تھا کام جن کا نہ جانے اب کہاں وہ جوہری ہیں
یہ ان کے جانشینوں کا ہے عالم کہ سب منت کش آہن گری ہیں

خدایا وہ نہ چھوڑیں ساتھ میرا رہے ان پر ہمیشہ تیری رحمت
سوائے جوہری کے کون جانے درخشاں ہیروں کی قدرو قیمت
درِ یکدانہ کی نیرنگیوں پر لگا رکھے ہوں جو چشمِ بصیرت

کبھی تم ان کی باتوں میں نہ آنا ۔۔۔ کہ یہ صراف جھوٹے جوہری ہیں
نہیں ان کو تمیز سنگ و جوہر ۔۔۔ گرفتارِ طلسمِ زرگری ہیں
تو ان کے پاس جا، جن کی نگاہیں ۔۔۔ فریبِ دید سے یکسر بری ہیں

❁

توڑ کر اپنا بے بہا موتی ۔۔۔ وقت کو اس طرح نہ کھونا تھا
ہاتھ میں لے کے پارے پارے کو ۔۔۔ اپنی غفلت پہ تجھ کو رونا تھا

❁

توڑ کر اپنا بے بہا موتی ۔۔۔ تجھ کو غافل ہی رہ نہ جانا تھا
چن کے پلکوں سے ذرے ذرے کو ۔۔۔ جا کے صراف کو دکھانا تھا

❁

دفعتاً دستِ نازِ جاناں سے ۔۔۔ گوہرِ شاہوار چھوٹ گیا
اہل دل کی نگاہ میں اس کی ۔۔۔ بڑھ گئی قدر جب یہ ٹوٹ گیا

❁

ایسے موتی ہیں تیرے دامن میں ۔۔۔ تاک میں جن کی اک زمانہ ہے
رہزنوں کا بھی ہے وہی مسکن ۔۔۔ موتیوں کا جہاں خزانہ ہے

❁

کہہ رہا ہے یہ تیرے دل کا چور ۔۔۔ کون میری دلاوری جانے
گر کسی کی ہزار آنکھیں ہوں ۔۔۔ پھر بھی کوئی مجھے نہ پہچانے

وائی

ساجن کی یاد دلاؤں ۔۔۔ سکھیو! میں تمہیں جگاؤں
پھر بھیڑ پتنگوں کی ہو
آشا کے دیپ جلاؤں ۔۔۔ سکھیو! میں تمہیں جگاؤں
رستے میں کہیں نہ ٹھہروں

جب پیا ملن کو جاؤں سکھیو! میں تمہیں جگاؤں
پریتم کے دوارے جا کر
میں پگ پگ نین بچھاؤں سکھیو! میں تمہیں جگاؤں
جب موت کے بادل گرجیں
مرنے سے نہ میں گھبراؤں سکھیو! میں تمہیں جگاؤں
آتی ہے موت اچانک
بھید اس کا تمہیں بتاؤں سکھیو! میں تمہیں جگاؤں
آگے ہے بڑا اندھیارا
میں خالی ہاتھ نہ جاؤں سکھیو! میں تمہیں جگاؤں
گیانی ہے وہ پریتم پیارا
میں کیسے بھید چھپاؤں سکھیو! میں تمہیں جگاؤں
کیا ڈر ہو کسی بپتا کا
جب پیا سے آس لگاؤں سکھیو! میں تمہیں جگاؤں
سکھ پائے میرا جیون
پریتم کی سرن میں آؤں سکھیو! میں تمہیں جگاؤں

❁❁❁

پانچویں داستان

شکستہ بادباں پرہول موجیں مگر تم نے نہ میری بات مانی
بہ صد منت یہ سمجھاتی رہی ہیں نہ بیٹھو! اس میں کشتی ہے پرانی

❁

وہاں کیا آس موجوں سے لگائیں جہاں ہر سو بھنور آنکھیں دکھائیں

ادھر طوفاں ادھر تاریک ساحل اگر جا یں بھی اب کس سمت جائیں
تلاطمِ خیزیٔ موجِ بلا سے سفینہ کس طرح اپنا بچائیں
بجز فضل خدا کیا آسرا ہے کسے اب ناخدا کہہ کر بلائیں

ذرا اے ناخدا ہشیار رہنا تلاطم خیز ہر موج بلا ہے
وہاں ڈوبے ہیں کتنے ہی سفینے جدھر تو ناؤ کو لے کر چلا ہے
جہازوں کو کیا ہے غرق جس نے تجھے بھی اس بھنور کا سامنا ہے

بڑا خونیں سمندر سامنے ہے کہیں ٹھنڈی ہوا میں سو نہ جانا
تلاطم خیز ہے موجوں کی یورش سنبھل کر ناؤ کو آگے بڑھانا

تلاطم خیز موجوں کے شناور شعور قعر دریا رکھنے والے
بھروسہ کر خدا کی رحمتوں پر سفینہ کر حوادث کے حوالے

رموزِ قعر دریا جانتے ہیں ہلاکت خیز موجوں کے شناور
ہمیشہ جھوٹ کے سودے سے نفرت کہ ان کو دولت حق ہے میسر
سجاتے ہیں سفینہ زندگی کا متاع عجز سے راتوں کو اٹھ کر
پھر اس کو ڈال دیتے ہیں بھنور میں وہ اپنے ساتھیوں کے بن کے رہبر

خدا کے فضل سے اس پار پہنچے وہ باہمت شناور وہ دلاور
نہ گرداب فنا نے ان کو تاکا نہ موجوں نے اٹھایا ناگہاں سر

کمر باندھے ہوئے بیٹھے ہیں ساتھی مگر غفلت ہے طاری تیرے دل پر

کہاں تک تیری بے فکری کا عالم
یہ موجوں کے تھپیڑے یہ سمندر
رواں ہیں عالم وارفتگی میں
سفینے تاجروں کے سونے بندر
وہی خوش بخت پہنچیں گے سلامت
نہیں واجب کوئی محصول جن پر

❁

'لطیف' ان تاجروں پر رحمت حق
چلے ہیں لے کے جو انمول گوہر
سمندر میں ہوا کے رخ پہ ڈالا
سفینہ قیمتی سامان بھر کر
ترے عاشق ہیں اے شاہِ مدینہ
در رحمت کھلے ان تاجروں پر

❁

مرے حق میں ہو کتنی نیک یہ فال
سفینہ گھاٹ پر، محبوب گھر میں
نہ ہو پھر راہ میں کوئی رکاوٹ
رہے محبوب کی منزل نظر میں
دعا کو ہاتھ اٹھتے ہیں سر شام
مری کشتی ہے بحر پر خطر میں
خوشی کے شادیانے بج رہے ہوں
وطن میں ہوں جو رہتے ہیں سفر میں

وائی

سپنوں میں جیون بیتا
دن میں نے یوں ہی گنوائے
ساجن میں ایک ابھاگن
دکھ میرا کون مٹائے
دن میں نے یوں ہی گنوائے
آجاؤ ساجن پیارے
بیٹھی ہوں آس لگائے
دن میں نے یوں ہی گنوائے
بیٹھی ہوں یاد میں تیری
کیا اپنی دشا بنائے
دن میں نے یوں ہی گنوائے
جو کھوٹ ہے میرے من میں
ساجن ہی اُسے مٹائے
دن میں نے یوں ہی گنوائے

چھٹی داستان

وہیں 'مُرھے' کو باندھ لے کس کے جس جگہ پرسکوں روانی ہے
کسمپرسی کا ہے وہاں عالم خوب گہرا جہاں پہ پانی ہے

❁

آبگیروں کے جو شناور ہیں فکر ان کو نہیں کوئی زنہار
ہاں مگر کیسے پار اتریں گے یہ اناڑی یہ صاحب دستار

❁

خدا کو یاد کر بہر خدا تو کہیں تجھ کو نہ لے ڈوبے یہ طوفاں
نہیں آرام کا یہ وقت غافل کہ ہر سو ہے ہجومِ برق و باراں
جو بے پروا رہا ان آفتوں سے اسے ہونا پڑا آخر پشیماں
بچا ہے کون گرداب اجل سے سلامت اس کی زد سے کس کی ہے جاں

❁

عاقبت سے جو بے نیاز کرے دشمنِ جاں وہ کیف و مستی ہے
غرق ہو گا بزعم خود آخر جو ہوا خواہِ خود پرستی ہے
اس میں آتے ہیں نت نئے طوفان اے مسافر یہ بحرِ ہستی ہے

❁

نہ ٹھہرے گا کبھی دریا کا پانی نہ سوئیں گے یہ بے آرام تارے
تری غفلت کو لیکن کیا کہوں میں تجھے ہے نیند پیاری میرے پیارے
وہاں جائے گا خالی ہاتھ کیا تو جہاں خوش بخت پر دامن سدھارے

وائی

بھٹکی ہوں ڈگر ڈگر میں پگ پگ ہے مجھ کو بھاری
میں گھاٹ گھاٹ کی ماری
پہنچوں اب کیچ میں کیسے میں دور دیس کی ناری
میں گھاٹ گھاٹ کی ماری
بھید اپنا کسے بتاؤں داسی ہوں پیا تمہاری
میں گھاٹ گھاٹ کی ماری
جی بھر کے نیر بہاؤں ساجن پہ میں بلہاری
میں گھاٹ گھاٹ کی ماری

❁❁❁

سُر سامونڈی

سر ساموندی

پہلی داستان

یہ بحری تاجروں کا کارواں ہے
نہ جانے کس گھڑی لنگر اٹھائے
نہیں کچھ اعتبار ان تاجروں کا
جہاز ان کا روانہ ہو نہ جائے
انہیں سوئے دیارِ موج و طوفان
ہوائے آبگوں اکثر بلائے
ترے حق میں غنیمت یہ گھڑی ہے
کہ پھر یہ ہاتھ آئے یا نہ آئے

❁

جب ان کے ناخدا لنگر اٹھائیں
تجھے بھی ہم سفر اپنا بنائیں
ہوئے تیار کشتیبان سارے
بھری ہیں بادبانوں میں ہوائیں
بغیر ان کے نہ ہوگی کوئی رونق
رہیں گی سربسر ویراں فضائیں
نہ کر اب دیر آنا ہے تو آجا
یہ سوداگر روانہ ہو نہ جائیں

❁

ہٹوں گی اب یہاں سے میں نہ ہرگز
مجھے چاہے کوئی کتنا ہٹائے
میں ڈرتی ہوں کہیں ساجن کی نیّا
اکیلا ہی نہ مجھ کو چھوڑ جائے

❁

اکیلا چھوڑ کر جاتے ہو مجھ کو
سجن تم نے نہ میری بات مانی
جلائے گی مجھے برکھا کی اگنی
سدا روتی رہے گی یہ جوانی

❁

نہ وہ صبحیں نہ وہ شامیں سہانی
وبالِ دوش ہے اب زندگانی
نہ ساحل پر کوئی ہنگامہ ہے اب
نہ موجوں میں وہ پہلی سی روانی
لبِ ساحل پہ آجاتی ہے اکثر
کوئی بسری ہوئی رنگیں کہانی

زمانہ ہو گیا ہے راہ تکتے مگر تم لوٹ کر ابتک نہ آئے
گئے ہو تم جہاں اے جانے والو خبر اس دیس سے کوئی نہ لائے

بہت ہی دور جا پہنچے مسافر نظر میں اب بلندی ہے نہ پستی
نہ جانے کس گھڑی رخصت ہوئے تھے نہ دیکھی پھر کبھی آکر یہ بستی
انہیں کیا دامنِ ساحل کی پروا جنہیں راس آ گئی طوفاں پرستی
نہ آنے دیں گے ان کو پاس تیرے دیارِ موج و طوفاں کے بسیرے

روانہ ہوگئے بحری مسافر نہ جانے اب وہ آئیں یا نہ آئیں
بسائیں بستیاں اس پار جا کر کہاں تک ان کے غم میں جی جلائیں

موافق ہوں سمندر کی ہوائیں بھٹک کر راستے میں رہ نہ جائیں
بر آئے ان کی ہر امید یا رب! یہ تاجر منزل مقصود پائیں

رہی جانے کی ان کو اتنی جلدی کہ وہ دو چار دن بھی رہ نہ پائے
بہت دن ہوگئے مجھ کو ترستے مرے ساجن مگر اب تک نہ آئے
میں ان کی یاد میں بیکل ہوں ایسی کوئی برچھی سے جیسے چھید جائے
سدا اس پار ہی رہنا ہے جن کو کوئی ایسوں سے کیسے لو لگائے

کسی ملاح کے چرنوں کی داسی کھڑی ہے دیر سے چپو اٹھائے
چبھن دل میں ہے، آنکھوں میں ہیں آنسو سنو کیا کہہ رہی ہے سر جھکائے
'تمہاری بات کا کس کو یقیں ہے یہ قصے اب نہ تم مجھ کو سناؤ
یہ تنہائی، یہ ویرانی ، یہ راتیں ٹھہر جاؤ، خدارا اب نہ جاؤ'

بھٹک کر رہ گئی ہوں اس کنارے
ہنسی میری اڑاتا ہے زمانہ
مجھے بھی ساتھ لے جاتے خدارا
یہاں سے جب ہوئے تھے وہ روانہ

یہ حالت ہے مرے بے چین دل کی
کوئی بھٹکی ہوئی کشتی ہو جیسے
خبر کیا تھی کہ ان سے پیار کر کے
مجھے سہنے پڑیں گے رنج ایسے
بھلا بیٹھے ہیں مجھ کو میرے مانجھی
سکھی میں اپنا جی بہلاؤں کیسے

دلا سے دے رہی ہوں اپنے دل کو
مگر یاد ان کی رہ رہ کر ستائے
کئی منجدھار منہ کھولے ہوئے ہیں
خدا ان کے سفینے کو بچائے
مرے دل میں ہے کیوں طوفان برپا
ہوئی کیا بات جو اب تک نہ آئے

سہانی رت 'سروں' میں پھول آئے
'لوہیڑوں' پر جوانی آگئی ہے
فضا بدلی، چلی بادِ شمالی
خنک موسم ، ہوا میں دلکشی ہے
گئے ایسے کہ پھر واپس نہ آئے
نہیں کیا کچھ، مگر ان کی کمی ہے

گئے ایسے کہ پھر واپس نہ آئے
وہ اب آئیں تو ان سے روٹھ جاؤں
یہ تنہائی، یہ جاڑے، یہ جدائی
کہاں جاؤں میں کیسے چین پاؤں
سناؤں کس کو اپنی آپ بیتی
کسے میں اپنے سینے سے لگاؤں
نہ چھیڑا اے ماں! میرا جیون دکھی ہے
میں اپنا بھید کیا تجھ کو بتاؤں

تم آئے ہو تو اب جانے نہ دوں گی
کرو مجھ کو نہ تڑپانے کی باتیں
پسینہ بھی ابھی سوکھا نہیں ہے
ابھی سے پھر ہیں کیوں جانے کی باتیں

بہت دن ہوگئے ہیں دکھ اٹھاتے — کہیں ایسا نہ ہو دل ٹوٹ جائے
کرو سکھیو! مرے ساجن کی باتیں — کہ باتوں ہی سے شاید چین آئے

دیارِ دوست کو جا اے دل! اے دل! — عبیر آمیز ہیں جس کی فضائیں
بشوقِ آستاں بوسی بڑھے چل — خدا جانے تجھے پھر کب بلائیں

پڑی ہوں گھاٹ پر جن کے سہارے — اگر وہ چھوڑ کر مجھ کو سدھارے!

نہ بھولوں گی وہ پیاری شکل وصورت — کہ ستواں ناک اور پتلی کمر ہے
نظر میں دل کشی آنکھوں میں کاجل — مسافر کچھ تجھے اس کی خبر ہے

کبھی تو لوٹ کر آئے گا پیارا — ہوا ہو جائے گا دکھ درد سارا
اسی امید پر اب تک رہی ہوں — یہی امید ہے میرا سہارا

ہوا میں اڑ رہے ہیں ان کے پرچم — وہ دولت مند تاجر لوٹ آئے
خدا جانے اب ان کی زیب وزینت — لبِ ساحل پہ کیا کیا گل کھلائے

وائی

ساجن کی ڈگر پر مجھ کو — کوئی نہیں روک سکے گا
وہ مری جیون جوت جگانے
پردیسی پریتم آئے — کوئی نہیں روک سکے گا
وہ اپنی چھب دکھلا کر
سکھیوں کے من برمائے — کوئی نہیں روک سکے گا
میں جنگل جنگل بھٹکوں

جب تک وہ مجھے بھٹکائے کوئی نہیں روک سکے گا
میں کھوج میں ہوں ساجن کی
کوئی نہ مجھے بہکائے کوئی نہیں روک سکے گا

وائی

اس پار سے جب وہ آئیں
میں پگ پگ نین بچھاؤں ساجن کو بھول نہ جاؤں
آشاؤں سے سپنوں سے
اپنے من کو بہلاؤں ساجن کو بھول نہ جاؤں
ترسائیں نہ دن برھا کے
نینوں سے نین ملاؤں ساجن کو بھول نہ جاؤں
بیٹھی ہوں آس لگائے
سکھ پیا ملن کے پاؤں ساجن کو بھول نہ جاؤں

وائی

مجھے چھوڑ گئے ہیں ساجن
اب کیسے جی بہلاؤں کب تک یہ بات چھپاؤں
جب یاد پیا کی آئے
نینوں سے نیر بہاؤں کب تک یہ بات چھپاؤں
دکھ جیون کا دیمک ہے
میں کیسے جان بچاؤں کب تک یہ بات چھپاؤں
ماں! کون ہے میرا ساتھی
میں اپنا کسے بناؤں کب تک یہ بات چھپاؤں

آجاؤ پریتم پیارے
میں واری واری جاؤں کب تک یہ بات چھپاؤں

❁❁❁

دوسری داستان

یہ زادِ راہ کی الجھن ہے کیسی یہ سامانِ سفر کیوں ہو رہا ہے
نہ جانا میرے بنجارے نہ جانا ترا عزمِ سفر صبر آزما ہے

❁

لگن اس پار کی دل میں ہے پھر کیوں؟ نہ جاؤ میرے بنجارے نہ جاؤ
کہیں غم کھاتے کھاتے مر نہ جاؤں محبت کی قسم ہے لوٹ آؤ

❁

وہ میرے روکنے سے کیا رکیں گے لپٹ کر ان سے لاکھ آنسو بہاؤں
یہ آتش زیرپا بحری مسافر مری ماں! میں انہیں کب تک بناؤں
وہ ان کے بادباں لہرا رہے ہیں سفینے رقص کرتے جا رہے ہیں

❁

رچی ہے میرے من میں پریت ان کی بغیر ان کے میں کیسے چین پاؤں
کہیں ایسا نہ ہو وہ بھول جائیں میں ان کی یاد میں آنسو بہاؤں

❁

لبِ ساحل پہ چرچے ہو رہے ہیں کہ اب تاجر ہیں واپس آنے والے
وہ میری زندگی کا ہیں سہارا بغیر ان کے پڑے جینے کے لالے

❁

وہ کھولے بادباں چپو اٹھائے گئے ایسے کہ پھر واپس نہ آئے
رکے ہیں کون سی منزل میں تاجر خدا جانے وہاں کیا دکھ اٹھائے

❁

پھر آیا موسمِ بادِ شمالی
اٹھائے ماجھیوں نے اپنے لنگر
پھر ان کے بادباں لہرا رہے ہیں
پھر ان کو یاد آیا ہے سمندر
دلِ افسردہ کی گہرائیوں سے
اٹھے گی ایک لمبی ہوک اکثر

❁

گھروں میں شادیانے بج رہے ہیں
خوشی سے جشن سکھیوں نے منائے
جنہیں بادِ شمالی لے اڑی تھی
سفر سے وہ مسافر لوٹ آئے

❁

بلائیں لوں، خوشی کے گیت گاؤں
میں ان کی راہ میں آنکھیں بچھاؤں
وہ جب پردیس سے لوٹیں سہیلی!
تو ان کو اپنے سینے سے لگاؤں

❁

پھر آیا موسم بادِ بہاری
بڑھی قلب و نظر کی بے قراری
چلے جائیں گے پھر بحری مسافر
کھڑی ہیں کشتیاں تیار ساری

❁

انہیں میں ہوں مرے ساجن بھی اے کاش
سفینے جانبِ ساحل جب آئیں
میں ان کے بادباں پہچان جاؤں
ادھر جب کشتیوں کو وہ بڑھائیں
بڑی مدت سے ان کی منتظر ہیں
ترس کر میری آنکھیں رہ نہ جائیں
خداوندا مبارک ہوں یہ آثار
دعا ہے میرے پیارے لوٹ آئیں

❁

ہوئے جب بادباں تیار کھل کر
تو سب نے دفعتاً مستول اٹھائے
بڑھے لے کر وہ اپنی کشتیوں کو
پھریرے سے° ہوا میں لہلہائے
'لطیف' ان تاجروں پر رحمت حق
سفر جن تاجروں کو راس آئے

❁

وہ اپنے بادباں کو سی رہے تھے
اچانک کوچ کا پیغام آیا
بڑھے دریا کے جانب والہانہ
کسی گرداب کا دھوکہ نہ کھایا
بالآخر اس طرف اترے سلامت
سکون جاوداں کا راز پایا

۞

اگر حائل نہ ہو گردابِ باطل
تہِ دریا ہیں گوہر کے خزانے
پہن کر جو لباسِ فقر نکلا
وہی غواص ان کی قدر جانے

۞

یہی چرچا ہے اکثر اس کنارے
مسافر لوٹ کر اب تک نہ آئے
رہے مہجور دل کی دھڑکنوں میں
سلگتے آنسوؤں میں جگمگائے

۞

یہ ان بیوپاروں کی عورتیں ہیں
روانہ ہو چکے ہیں جو سفر پر
اب ان کا کام ہے ساگر کی پوجا
کھڑی رہتی ہیں لے کر مشک و عنبر

۞

ہوئے پورے مرے ارمان سارے
ملے پھر مجھ سے آ کر میرے پیارے
میں اب ان مانجھیوں کی ہوں پجارن
مرے کام آ گئے جن کے سہارے

۞

ہوا میں جن کے پرچم اڑ رہے ہیں
نظر آ جائیں ان کے بادباں بھی
سفر سے جن کے ساجن لوٹ آئے
خوشی ہے آج ان سکھیوں کو کتنی!

۞

لبِ ساحل پہ ہنگامے ہیں برپا
جہاں گرد و جہاں بیں آ رہے ہیں
وہ دیکھو ان کے مستولوں کے پرچم
ہوا میں کس طرح لہرا رہے ہیں

۞

لگائیں جھنڈیاں دیپک جلائے
جہاں تک ہو سکا رستے سجائے
میں ہوں اپنے خدا سے لو لگائے
وہی ساجن سے اب مجھ کو ملائے

جو اس ساگر کی سیوا کو نہ جائے　　اُسے کیوں کر محبت راس آئے
جلائے جو بھی آشاؤں کے دیپک　　وہی ساجن کو سینے سے لگائے

وائی

روکو نہ مجھے تم سکھیو!　　جاؤں گی بجن کے دوارے
ساگر میں ڈال کے ڈیرا
ساجن پردیس سدھارے　　جاؤں گی بجن کے دوارے
گھٹ گھٹ کے یاد میں ان کی
مر جاؤں نہ دکھ کے مارے　　جاؤں گی بجن کے دوارے
درد ان کا مجھے تڑپائے
تڑپوں میں سانجھ سکارے　　جاؤں گی بجن کے دوارے

وائی

کیوں چھوڑا ساتھ بجن کا
تیری ہی بھول نے بجنی　　سکھ چھین لیا تن من کا
کیوں چھوڑا ساتھ بجن کا
جا اُس کی کھوج میں ناداں　　جو ساتھی ہے جیون کا
کیوں چھوڑا ساتھ بجن کا
پردیس گیا ہے ساجن　　اب سپنا دیکھ ملن کا
کیوں چھوڑا ساتھ بجن کا
کل جیسا آج نہیں ہے　　یہ چولا تیرے تن کا
کیوں چھوڑا ساتھ بجن کا
دکھڑوں کو سننے والا　　اب کون ہے تجھ برھن کا
کیوں چھوڑا ساتھ بجن کا

وائی

ان کے ساتھ ہی جاؤں گی بنجاروں سے پیار مجھے
اپنی ناؤ کو ٹھیرالے
کھیون ہار! میں آؤں گی بنجاروں سے پیار مجھے
بھول چکیں جن کو سکھیاں
ان کی یاد دلاؤں گی بنجاروں سے پیار مجھے
پریت کی ساری بپتائیں
سہ سہ کر مسکاؤں گی بنجاروں سے پیار مجھے
ان کو یاد کروں گی میں
ان سے پریت نبھاؤں گی بنجاروں سے پیار مجھے
ساجن ایک مہا ساگر
ان کے بھید میں پاؤں گی بنجاروں سے پیار مجھے

❀❀❀

تیسری داستان

تھکی ہاری ہوں، میں بپتا کی ماری بھلا اس پار کے کیا بھید پاؤں
مجھے بھی ساتھ لے چل میرے مانجھی بھٹک کر اس کنارے رہ نہ جاؤں
یہ جانے والے میری زندگی ہیں انہیں میں کس طرح روکوں مناؤں

❀

دیا اس کو نہ سورج ڈوبنے تک کسی مانجھی کی نیّا نے سہارا
مگر جب چاہنے والے نے چاہا تو فوراً مل گیا اس کو کنارا

❀

مری سکھیوں کے ساجن آ گئے ہیں
مجھے چھیڑو نہ میری پیاری سکھیو!
یہ دن جاڑوں کے اور مانگے کے برتن
نہ جانے میرے ساجن کیوں نہ آئے
اُٹھے اک ہوک سی دل کانپ جائے
بنا ساجن کے کیا کیا دکھ اٹھائے

❁

یوں ہی تکتی رہوں گی راہ ان کی
رہا ان کا کرم مجھ پر ہمیشہ
نہ جانے میرے تن میں کھوٹ تھی کیا
اٹھا کر چل دیئے وہ اپنے لنگر
وہ کھیون ہار ان کی لاج رکھ لے
نہ چھوڑوں گی میں آشا کے سہارے
خوشی کے ساتھ میں نے دن گذارے
گئے کیوں روٹھ کر وہ میرے پیارے
تڑپتی رہ گئی میں غم کے مارے
لگا دیتا ہے جو کشتی کنارے

❁

لبوں پر بحر کا ذکر مسلسل
دیارِ دوست سے پیغام آیا
دلوں میں موج وطوفان کی صدا ہے
کوئی سوئے تلاطم کھینچتا ہے

❁

نہ بھولے اس کنارے کی نشانی
دل ان کے پاک ہیں زر کی ہوس سے
سکھی وہ لوٹ کر 'لنکا' سے آئے
وہیں آئے جہاں میٹھا ہے پانی
جواہر سے لدی ہے زندگانی
بڑے انمول موتی ساتھ لائے

❁

اٹھے لنگر سویرے ہی سویرے
تلاش سیم و زر میں سوئے 'لنکا'
ہمیشہ کام ہے موجوں سے لڑنا
یہ دریا آشنا تیرے نہ میرے
روانہ ہو گئے ہیں منہ اندھیرے
سدا ساگر میں ہیں ان کے بسیرے

❁

سحر ہوتے ہی پھر تیار ہیں یہ
کہاں تک میں کروں گی یاد ان کو
بڑے ظالم ہیں یہ بحری مسافر
مجھے تو مار ڈالیں گے یہ تاجر

❁

ہوئے تیار پھر جانے کو 'سید' یہ بنجارے سویرے ہی
اُنہیں کب راس آتا ہے کنارا سدا ساگر میں ہوں جن کے بسیرے

وہ پھر جانے کو ہیں یار اے کاش! کہیں جانے سے ان کو روک سکتی
یہ ایسے ہیں کہ ماں کی ماںتا بھی نہیں جانے سے ان کو روک سکتی

رہے تم تو سدا پردیس ہی میں سہاگن ہو کے میں نے سکھ نہ پایا
مجھے پھر چھوڑ کر جاتے ہو ساجن تمہارے بعد کیا کیا دکھ اٹھایا

پھر ان کے بادباں لہرا رہے ہیں کہیں پردیس کو پھر جا رہے ہیں
غم و رنج والم کے گھرے سائے دل بے تاب پر منڈلا رہے ہیں

دیوالی آئی اور بیوپاریوں نے سکھی پھر گھاٹ سے لنگر اٹھائے
پکڑ کر ان کے چپو پیاریوں نے نہ جانے کس قدر آنسو بہائے
اٹھائے ہیں وہ دکھ دکھیاریوں نے جنہیں سن کر زمانہ کانپ جائے

دیوالی آئی بنجاروں نے پھر سے لیا بادِ شمالی کا سہارا
بلاتا ہے پھر ان کی کشتیوں کو کوئی بھولا ہوا شاید کنارا

وائی

اے سکھیو! موری دھیر بندھاؤ مرا من ہے پریت کا مارا
کیا بھول ہوئی تھی مجھ سے
کیوں روٹھا مجھ سے پیارا مرا من ہے پریت کا مارا
ڈھونڈے ہے یہ دکھیا داسی

اب کس کا اور سہارا مرا من ہے پریت کا مارا
میں کتنے بھی دکھ جھیلوں
بسیرے بھولوں نہ سجن کا دوارا مرا من ہے پریت کا مارا
کیا ہنسنے والے جانیں
سکھیو! دکھ درد ہمارا مرا من ہے پریت کا مارا
ساجن کے پاس نہ پہنچا
جو راہی ہمت ہارا مرا من ہے پریت کا مارا
نینوں میں نیر ہوں ایسے
جیسے برکھا کی دھارا مرا من ہے پریت کا مارا

وائی

میں پربت پربت ماری میں جنم جنم دکھیاری
مرا من ہے پریم پجاری
سمجھوں میں سجن کی بھیدی پاس آئے جو کوئی ناری
مرا من ہے پریم پجاری
مرے جیون کی ہر آشا اک بجھی بجھی چنگاری
مرا من ہے پریم پجاری
پھرتی ہوں جنگل جنگل دن رات لگن کی ماری
مرا من ہے پریم پجاری
بن باسی بن کر سجنی بن جاؤں ان کی پیاری
مرا من ہے پریم پجاری

❀❀❀

سر کا موٹ

سر کاموڈ

پہلی داستان

ہزاروں عیب وابستہ ہیں مجھ سے
میں اک ملاح کی بیٹی ہوں پیارے
مجھے احساس ہے بے مائیگی کا
کہ مانندِ تنِ ماہی ہوں پیارے
کہیں ایسے نہ ہو پھرے رخی ہو
خبر ہے تجھ کو جیسی بھی ہوں پیارے
کہاں میں اور کہاں محلوں کی رانی
میں اس زمرے میں کب آتی ہوں پیارے
کہاں ذرہ کہاں خورشیدِ تاباں
'سمہ' تو اور میں 'گندری' ہوں پیارے

❁

تماچی! گھاٹ کے مالک خدارا!
نہ کرنا اپنی گندری سے کنارا
نہ لینا تم کوئی محصول، ہم سے
کہ ہر ملاح ہے غربت کا مارا
کہیں آنکھیں نہ مجھ سے پھیر لینا
دیا ہے گر محبت کا سہارا

❁

فقط یہ مچھلیاں ہیں ان کی دولت
غریب و ناتواں ہیں یہ مچھیرے
مگر یہ فخر بھی کیا کم ہے ان کو
کہ اب ہیں حاشیہ بردار تیرے

❁

یہ ان کے جال اور یہ کشتیاں ہیں
یہ ان کے ٹوکرے اور مچھلیاں ہیں
سحر کو تیرے در کی پیشیاں ہیں
پھر اس کے بعد ماہی گیریاں ہیں
خدا جانے 'تماچی جام' پیارے
تجھے اب ہم سے کیوں دلچسپیاں ہیں

❁

یہ ان کی 'کھاریاں' اور 'چھاج' تو یہ
کہ بدبو مچھلیوں کی جن سے آئے
پڑے رہتے ہیں اس پانی میں وہ بھی
سگِ آبی جہاں غوطے لگائے

جو رہتے ہوں ہمیشہ 'باندھیوں' پر
تعجب ہے انہیں دل میں بسائے
نہ صورت ان کی اچھی ہے نہ سیرت
نہ جانے کیوں وہ ان کے ناز اٹھائے

❁

کہاں تھہ ہیں اب کیچڑ میں لت پت
کہاں اب تن پہ برگِ نیلوفر ہیں
سروں پر جن کے کل تک موڑیاں تھیں
وہ اب راجہ کی منظور نظر ہیں
چلی جائیں وہاں جس وقت چاہیں
کھلے ان کے لئے محلوں کے در ہیں
سمہ نے بخش دی ہے جھیل ان کو
ستارے آج ان کے اوج پر ہیں
تماشا ہے کہ اب سارے مچھیرے
تماچی جام سے شیر و شکر ہیں

❁

بھلا بیٹھی ہے وہ اپنی حقیقت
سمہ نے جب سے بخشی ہے حضوری
محل میں رانیوں کے ساتھ اکثر
رسوماتِ حرم کرتی ہے پوری
نہ اب وہ مچھلیاں ہیں اور نہ کھارے
کہاں ہے اپنے آپے میں یہ 'نوری'
نہ جانے کس خیال و خواب میں ہے
کوئی دیکھے تو اس کی لاشعوری

❁

ہوا گرویدہ اس گندری کا ایسا
کہ رتھ میں لے کے اپنے ساتھ آیا
بطور خاص جب نوری کے ہاتھوں
سمہ نے پھول نیلوفر کا پایا

❁

ہجوم مہ و شاں میں جلوہ آرا
وہی حسنِ نگاہ شرگیں تھا
تماچی جام کی آغوش میں بھی
غرور و ناز نوری کو نہیں تھا

❁

کہاں بغض و حسد اب رانیوں میں
نیاز آگیں ہے نوری کی جوانی
سمہ سردار اس پر شیفتہ ہے
وہ راجہ ہے یہ اس کے من کی رانی

❁

سنے تھے مچھلیوں میں ہاتھ لیکن — اداؤں میں نرالی شوخیاں تھیں
تماچی جام کی ہمسائیگی سے — دلِ نوری میں کیا رعنائیاں تھیں

❁

وہ ملاحوں میں پیدا تو ہوئی تھی — مگر قسمت میں تھے اوصاف حوری
سمہ سردار نے پہچان کر ہی — اسے بخشا تھا اعزاز حضوری
'سرندے' میں نیا تاگا ہو جیسے — یوں ہی تھی رانیوں کے بیچ نوری

❁

بہت ہی خوبصورت ہے وہ نوری — نہیں 'کینجھر' میں اس کا کوئی ثانی
سمہ خود مورچھل جھلتا ہے اس پر — بنی ہے جب سے اس کے من کی رانی
تعلق کیا اسے ان مشغلوں سے — کہاں کی کشتیاں 'مُڈ' اور 'میانی'

❁

وہی مالک ہے ان گھاٹوں کا نوری — اسی کی ہے یہاں فرماں روائی
بہر صورت تجھے لازم ہے پیاری — تماچی جام کی مدحت سرائی

❁

سمہ اور سومرہ شہزادیوں کو — عبث ہے اب یہ زعمِ سرفرازی
خوشا کنجھر کی وہ نادار گندری — کہ جس نے جیت لی الفت کی بازی

وائی

راج محل سے ملاحوں میں — جام تماچی آیا
دیکھ کے اک البیلی سج دھج — نوری کو اپنایا
جام تماچی آیا
دھن دولت جنتا میں بانٹے — مایا جال کو توڑا
کنجھر کی گندری کے کارن — راج پاٹ کو چھوڑا

جانے کیا کیا کھو کر اس نے من کا موتی پایا
جام تماچی آیا
کیسے کیسے ہیرے اس نے اس گندری پر وارے
اپنے من کی جیت کے کارن جیتے داؤں بھی ہارے
دھن دولت کی چنتا کیسی سب کچھ بھینٹ چڑھایا
جام تماچی آیا

❁❁❁

دوسری داستان

نہ جانا توڑ کر میرے سہارے ترے قرباں مری آنکھوں کے تارے
ملی ہے گندریوں کی سرخروئی تری وابستگی سے مجھ کو پیارے
خوشی سے کاش ہم دونوں ہمیشہ رہیں آباد کنجھر کے کنارے

❁

بہار آتے ہی پھر بادِ شمالی سراپا مشکبو ہونے لگی ہے
درختوں کے گھنے سایوں میں پیارے یہ کنجھر ایک گہوارہ بنی ہے
میں تیرے ساتھ ہوں آب رواں پر میسر اب مجھے ہر اک خوشی ہے
کنول کے تیرتے پھولوں کی سج دھج نگاہوں میں سمائی جا رہی ہے
مجھے محسوس ہوتا ہے کہ شاید محبت مدعائے زندگی ہے

❁

سمہ کی رانیاں بن ٹھن کے آئیں تماچی نے نہ دیکھا آنکھ اٹھا کر
نہ چھوڑا ساتھ ملاحوں کا اس نے اگرچہ لاکھ تکلیفیں اٹھائیں
پھرا وہ مچھلیوں کا جال لے کر ہوائیں سارا دن کنجھر کی کھائیں

❁

ہوئی اک دوسرے کے حق میں راحت — تماچی جام اور نوری کی الفت
سمجھتے ہیں سبکسارانِ کنجھر — وہ افسانہ تھا یا کوئی حقیقت

❁

کنارہ کش رہی ہر انجمن سے — جدا سب سے تھی اس نوری کی فطرت
سے کیا اہلِ کنجھر سے تعلق — تماچی سے ہوئی جس کو محبت

❁

تماچی گندریوں پر مہرباں ہے — تماچی کارسازِ بے کساں ہے
تماچی بے نیاز جسم و جاں ہے — تماچی حاصلِ صد آستاں ہے
تماچی ہی تماچی جاوداں ہے — تماچی محرمِ کون و مکاں ہے

❁

وہ ملاحوں کا دل آرام آیا — بصد آسائش و اکرام آیا
صدا یہ جھونپڑوں سے آرہی ہے — کہ پھر پیارا تماچی جام آیا
خدا رکھے سروں پر اس کا سایہ — وہ بن کر سربسر انعام آیا

❁

تماچی جام اور تیری حضوری — یہ کیا اعجاز ہے اے چشمِ نوری
رہی باقی نہ کوئی حدِّ فاصل — مٹادی عشق نے ہر ایک دوری

وائی

گندری اس کو کون کہے گا
جام تماچی میت ہو جس کا
پاس بھی اس کو جو نہ بٹھائیں
وہ ہی اب درشن کو آئیں

پلٹی کیسی پریت نے کایا
گندری اس کو کون کہے گا
جام تماچی میت ہو جس کا
وہ راجا یہ اس کی رانی
پریم لگن کی ریت سہانی
جے جے بولے ساری جنتا
گندری اس کو کون کہے گا
جام تماچی میت ہو جس کا

❋❋❋

سُر سسئی

سر سسئی آبری

پہلی داستان

وہاں پہنچا مجھے امرِ مشیت!　　جہاں وہ آرزوئے جسم و جاں ہے
وہی ہے منتہائے سعیٔ پیہم　　کہاں ہے وہ مرا پنہوں کہاں ہے
وہ میری زندگی کا آسرا ہے　　مرے قلب و نظر کا مدعا ہے

❁

نگاہوں سے عیاں کربِ مسلسل　　لبوں پر نالہائے جانستاں ہیں
رخِ محبوب کے رنگیں نظارے　　نہ جانے کیوں تصور پر گراں ہیں
سرِ منزل کوئی دم توڑتا ہے　　محبت کے انوکھے امتحاں ہیں

❁

بجھایا اس نے جتنا تشنگی کو　　تمناؤں نے اتنا ہی بڑھایا
سسئی کو اشتیاقِ دلربا نے　　مٹا کر بھی نہ جانے کیا بنایا

❁

جھلک ہی دیکھ کر اس دلربا کی　　سوا پہلے سے بھی وارفتگی ہے
بجھائے گا اسے کیا بحرِ ہستی　　محبت کی انوکھی تشنگی ہے

❁

مرے محبوب اک جامِ محبت　　مجھے خود اپنے ہاتھوں سے پلا دے
قسم ہے مجھ کو اس تشنہ لبی کی　　سراپا تشنۂ الفت بنا دے
نہ ہو سیری کبھی وارفتگی سے　　بجھاؤں تشنگی کو تشنگی سے

❁

سسئی کو چاہیئے پنہوں کی خاطر سہے اُفتاد ہائے ناگہانی
بھرم قائم ہے جن کی تشنگی کا انہیں خود ڈھونڈھنے آئیگا پانی

بسیرے جن کے ہیں آبِ رواں پر انہیں کیوں زحمت تشنہ لبی ہے
وہ پنہوں ہے رگِ جاں سے قریں تر سسئی جنگل میں جس کو ڈھونڈھتی ہے
سن اے محرومِ رازِ خود شناسی عبث یہ شکوۂ بیچارگی ہے

سسئی ملتی رہی پنہوں سے لیکن محبت آشنا ہونے نہ پائی
رہی در پردہ کچھ بیگانگی سی بالآخر خود پرستی رنگ لائی

چلی بادِ سموم ایسی کہ جس نے ہلا ڈالا زمین و آسمان کو
کیا تعبیر پیغام اجل سے سبھی نے اس بلائے ناگہاں کو
سہارا اپنی بے تابی کا سمجھا ہر اک ذی روح نے آہ و فغاں کو
فضا میں ہر طرف چھایا ہوا غم بیاباں سوزِ غم سے خود جہنم

اگر ہے کیچ کی حسرت سسئی کو بنائے اپنا رہبر عاجزی کو
میسر ہے جسے بے لوث الفت وہ کیا جانے فریب گمرہی کو
محبت برتر از بیم و رجا ہے محبت آپ اپنا مدعا ہے

بنا کر عاجزی کو اپنا رہبر سسئی! کوہ و بیاباں سے گزرنا
رہِ الفت میں جو کچھ پیش آئے اسے بھولے سے بھی ظاہر نہ کرنا
شعورِ آبلہ پائی مبارک شعارِ کوہ پیمائی مبارک

نہ اب بھنبھور میں آنسو بہانا نہ ہاڑھے کی طرف دامن بڑھانا

(۱) ایک پہاڑ

بڑی مشکل سے ملتی ہے یہ دولت رموزِ عاشقی سب سے چھپانا
غمِ محبوب کے سوزِ دروں سے جہاں تک ہو سکے دل کو بچانا

تجھے کیوں درد کی شدت کا شکوہ ترا مسلک نہیں راحت شعاری
تجھے کیا فکر سامانِ جہاں سے ترا ساماں متاعِ خاکساری
کہاں کا بعد کیسا قرب ظاہر نہیں کچھ بھی سوائے بیقراری

وائی

تن من میں اب گونج رہا ہے کوئی سہانا گیت
آشاؤں میں رچی بسی ہے ساجن تیری پریت
آجا لوٹ کے پریتم پیارے ترس رہے ہیں نین
اب بھنبھور میں تجھ بن بالم کیسے آئے چین
کوئی نہیں سنسار میں 'آری'! مجھ برھن کا میت
آشاؤں میں رچی بسی ہے ساجن تیری پریت
تیرے بنا اے میرے گیانی' کون مرا دکھ درد مٹائے
کس کو بتاؤں اپنا بھیدی کون مری اب دھیر بندھائے
میرے لئے ہے پت جھڑ جیسی برکھا رت کی ریت
آشاؤں میں رچی بسی ہے ساجن تیری پریت

دوسری داستان

اے سسئی! کیچ دور ہے لیکن بدگماں ہو نہ رہ گزاروں سے
دور پگڈنڈیوں پہ چلتی جا تجھ کو ملنا ہے شہ سواروں سے
آرزو کو چراغِ راہ سمجھ کیوں ہراساں ہے کوہساروں سے
اس قدر بھی تو وہ بعید نہیں دیدۂ شوق نا امید نہیں

عقلِ کل بھی ہے حسنِ کامل بھی خود وہ شاہد ہے اور خود مشہود
جرأت شوق گر میسر ہو ہر قدم پر ہے منزلِ مقصود

کیچ کی سمت لے چلی مجھ کو میری افسردہ حال تنہائی
دور افتادہ اک بیاباں میں میرے پنہوں کو میری یاد آئی

میں کہاں آشنائے صحرا ہوں میرے پیارے ترا سہارا ہے
مرحلے ختم ہی نہیں ہوتے دردِ درماندگی نے مارا ہے
اف یہ بادِ سموم کی حدت بھنک رہا جس سے جسم سارا ہے
جان لیوا ہے تشنگی میری تیری خاطر مگر گوارا ہے
دشت و کہسار گونج اٹھے ہیں میں نے جب بھی تجھے پکارا ہے
کاش! میری امید بر آئے ہر طرف تو ہی تو نظر آئے

ڈھونڈھتی ہوں مگر نہیں ملتا میرے پیارے کا نقشِ پا کوئی
آتشین رہ گزر گھنے جنگل ہم سفر ہے نہ رہنما کوئی

دے سہارا مجھے مرے محبوب تجھ سے ہوں اب میں لو لگائے ہوئے
دشت گنجان اور گھنے جنگل ناگ بیٹھے ہیں پھن اُٹھائے ہوئے

ہائے اس اجنبی بیاباں میں کن مصائب سے وہ ہوئی دوچار
کیا خبر تھی کہ رنگ لائے گا آخر کار دو دلوں کا پیار

وائی

سکھیو! میں کہاں ڈھونڈھوں
موھے چھوڑ گئے پردیسی
میرے پنہوں کے سنتانی
وہ البیلے 'آریانی'
اونٹوں کو سجا بنا کر
موھے گہری نیند سلا کر
منہ موڑ گئے پردیسی
موھے چھوڑ گئے پردیسی
کیا اچھا ہو پھر آئیں
اور ساتھ مجھے لے جائیں
پنہوں کی یاد ستائے
بھید اس کا کون بتائے
دل توڑ گئے پردیسی
موھے چھوڑ گئے پردیسی

❀❀❀

تیسری داستان

نہیں منت پذیرِ کوہ وصحرا   جمالِ یار ہر جا ضوفشاں ہے
خوشا غمازئ ذوقِ فراواں   بساطِ گوشۂ دل میں نہاں ہے
یہ سچ ہے مشکلاتِ زندگی میں   تلاش دوست سب سے جانستاں ہے

❀

اگر ہے اے سسئی! درکار پنہوں   بنا اپنا کسی خلوت نشیں کو
وگر نہ عمر بھر ڈھونڈھا کرے گی   بیاباں در بیاباں اس حسیں کو

❀

اسے اپنے ہی گھر میں ڈھونڈھ ناداں
کہ پنہوں ہے چراغ زیرِ داماں
وہ تیری خلوت دل میں مکیں ہے
نہیں سرگشتۂ کوہ و بیاباں
نشانِ جلوہ گاہ یار کیا ہے
فقط اک اعتبارِ چشم حیراں

نہ لے بیکار غیروں کا سہارا
مکیں ہے تیرے ہی دل میں وہ پیارا
اسے تو در بہ در کیا ڈھونڈھتی ہے
سمجھتی ہے جسے آنکھوں کا تارا

دلیلِ معرفت کب ہیں یہ راہیں
سسئی تو کیوں پریشاں کو بہ کو ہے
وہ دُرِ بے بہا ہے تیرے دل میں
زباں پر تیری جس کی گفتگو ہے
شعور خود شناسی چاہیۓ بس
جو خود تجھ میں ہے اس کی جستجو ہے؟

ترا پنہوں ہے تیرے دل میں پنہاں
بیاباں کی طرف کیوں جا رہی ہے
ملے گا اس طرح کب 'ہوت' تجھ کو
فریبِ نو بہ نو کیوں کھا رہی ہے
'لطیف' اس کو وفا کیا راس آئے
جو فکر ماسوا میں ڈوب جائے

لگن پنہوں کی ہے جن کے دلوں میں
کہاں زیبا انہیں آوارگی ہے
سسئی کی خود فریبی ہے سراسر
کہ اس کو 'کیچ' ہی میں ڈھونڈھتی ہے

نہیں اب شکوۂ بے اعتنائی
گوارا ہے مجھے بے دست و پائی
یہ صحرا اور یہ کوہ و بیاباں
سراسر ہیں دلیلِ نارسائی
دماغ اس کا بھلا کیا ساتھ دے گا
جسے حاصل ہے دل کی پیشوائی
اسے درماندہ ہی رہنا پڑے گا
خودی جس شخص کے دل میں سمائی
جو 'آری' میں نظر آتی تھی مجھ کو
جھلک وہ روح کے نزدیک پائی
مری رگ رگ میں نغمہ زن ہے 'پنہوں'
خوشا قسمت مری خود آشنائی

خدا ناخواستہ گمراہ ہو کر خودی کی منزلوں میں کھو نہ جانا
خدا را کیچیوں کی نام لیوا سراپا دردِ حسرت ہو نہ جانا

نہ ہو آمادۂ ترکِ محبت مثالِ مشک تن من میں بسالے
تجھے لازم ہے اے درمندہ راہی محبت ہی کو تو رہبر بنالے

وائی

کت گئے ہیں میرے ساجن، کیا کروں کہاں میں جاؤں
سکھیو! یہ بھول تھی میری، اب کیسے اُن کو پاؤں
کت گئے ہیں میرے ساجن..........
میں سوتے سوتے جاگی اک ہوک اٹھی من رویا
موھے چھوڑ گئے پردیسی، میں کب تک نیر بہاؤں
کت گئے ہیں میرے ساجن..........
پریتم کا سندیسہ دے کر سکھیو! مرا من بہلاؤ
بیکل ہیں مری آشائیں بھید اپنا کسے بتاؤں
کت گئے ہیں میرے ساجن..........

چوتھی داستان

دیدنی ہے ہوس کا یہ انجام سیکڑوں راہ رو ہوئے ناکام
ہاں مگر جن کا رہنما ہے عشق ان کی منزل ہے انکا پہلا گام

عیب ہر ایک آدمی میں ہے — آدمیت کسی کسی میں ہے
جو بلا نوش ہیں وہ کیا جانیں — کیا مزہ دردِ تشنگی میں ہے
کون جانے کہ زیست کی معراج — جاں سپاری و تن دہی میں ہے

۞

بس وہی دے سکے گی میرا ساتھ — جان کو جو نہ سمجھے اپنی جان
جاؤ اب لوٹ جاؤ اے سکھیو! — کیچ کا راستہ نہیں آسان

۞

میری ہمجولیو! مری سکھیو! — وسعت کائنات ہے آگے
سہل اندیش کا یہاں کیا کام — امتحانِ حیات ہے آگے
جرأت عزم کوہ پیمائی — حد ناممکنات ہے آگے
نہ خودی ہے نہ بے خودی کوئی — آستانِ نجات ہے آگے

۞

کوہساروں سے بھاگنے والی! — یہ سکوں کس کو راس آیا ہے
سخت مشکل ہے راہ منزل دوست — کس نے گھر بیٹھے اس کو پایا ہے

۞

جاؤ پیاری سہاگنو! جاؤ — میری تقدیر میں ہے تنہائی
دے رہی ہے پیام رست و خیز — آتشیں دشت کی یہ پہنائی
پیارے پنہوں کے پیار نے مجھ کو — کر دیا وقف کوہ پیمائی
تم کو بھی پھونک لے نہ ساتھ مرے — آتشِ غم کی شعلہ آرائی
آرزوے وصال اے سکھیو! — ہائے مجھ کو کہاں کہاں لائی

۞

ماں! مجھے اب سکونِ خاطر ہے — اس کی حلقہ بگوش ہوں اب میں
میری سج دھج رہے فقیرانہ — اس کی جوگن نہ کیوں بنوں اب میں

۞

بزم خلد بریں سے بڑھ کر ہے　　ساقیا! مجھ کو تیرا میخانہ
ہوگئی اس کی زندگی سرشار　　جس نے چکھ لی، ہوا وہ دیوانہ
کون جانے کہ کیوں ہے مے آلود　　یہ مرا خرقۂ فقیرانہ

❁

بدگماں ہوگئے مرے دیور　　خیر، اے ماں قصور وار ہوں میں
گیت گائے نہ پھول برسائے　　میں نے جانا گناہگار ہوں میں
ہاں مگر اس بلوچ کا وعدہ!　　ہمہ تن محوِ انتظار ہوں میں

❁

ہائے تیرے سوا مرے پنہوں　　دل مرا اور کس کو اپنائے
میرے پیارے کیا تھا جو وعدہ　　کاش وہ تجھ کو یاد آجائے

❁

یاد کر پہلے اپنا عہدِ وفا　　اے تمنائے وعدۂ محبوب
سخت کوشی ہے عشق کا شیوہ　　ہو رہی ہے سفر سے کیوں مرعوب
صرف قول و قرار کیا معنی؟　　سرنگوں انتظار کیا معنی؟

❁

اے سسئی سن کے وعدۂ محبوب　　بھول کر بھی کہیں نہ سو جانا
تو نے دیکھا نہیں ابھی شاید　　حسن کا بے نیاز ہو جانا

❁

چشم پرنم زباں پہ تیرا نام　　دل پریشان اور ڈھلتی شام
اے تمنائے مسکنِ محبوب　　الجھنیں بڑھ رہی ہیں گام بہ گام
میں نہ لوٹوں گی، اب نہ لوٹوں گی　　لاکھ بہکائے شدتِ آلام

❁

روک سکتی نہیں سفر سے مجھے　　میری مجبور آبلہ پائی

کہہ سکے کیا مجال کوئی مجھے ناشناسِ غمِ شناسائی
میری منزل ہے مسکنِ محبوب ہمت افزا ہے جادہ پیمائی

❁

اشک آنکھوں میں پاؤں میں چھالے دل ہی دل میں گھٹے گھٹے نالے
میرے پیارے نہیں کوئی شکوہ جتنا بھی چاہے مجھ کو تڑپالے
میں ترا آسرا نہ چھوڑوں گی اے مری زندگی کے رکھوالے

❁

اے سسئی تجھ کو کون سمجھائے اب پتہ ہے نہ کچھ نشاں ان کا
تو رہی محوِ خواب اے ناداں کر گیا کوچ کارواں ان کا

❁

اہل بھنبھور لاکھ سمجھائیں وہ نہ سمجھے گی کچھ بجز محبوب
نہ ملے کاروانِ گم گشتہ رہِ الفت میں موت بھی مرغوب
یہ خلوصِ وفا، یہ صدقِ طلب ہو گئے ایک طالب و مطلوب

❁

میری ہمجولیو! مری سکھیو! مشورہ دو نہ لوٹ جانے کا
اب یہ ہی ہے تلافئ مافات غم نہیں مجھ کو دکھ اٹھانے کا
شکر ہے مجھ کو عشق نے بخشا حوصلہ خود کو آزمانے کا

وائی

تجھ بن ٹیس ہی ٹیس ہے جیون اے مرے من کے میت
ہائے انوکھا دکھ ہے پریتم، تیری میری پریت
روگی میرا تن ہے سارا
مجھ برھن کا کون سہارا

بالم تیرے سوگ نے مارا
آجا تیرا نام ہے پیارا
سن لے اے مرے سندر ساجن سانسوں کا سنگیت
ہائے انوکھا دکھ ہے پریتم میری پریت
ہوک اٹھے دکھ بڑھتا جائے
مورکھتا نے دن یہ دکھائے
بیٹھی ہوں اب آس لگائے
تو میرا دکھ درد مٹائے
مان لے بات 'لطیف' کی ساجن، ہے یہ ہی پریم کی ریت
ہائے انوکھا دکھ ہے پریتم، تیری میری پریت

❁❁❁

پانچویں داستان

منزلِ عمر بے نشاں معلوم — حاصلِ سعیِ رائیگاں معلوم
اک طرف کیچ اک طرف بھنبھور — عشق کا عزم بے کراں معلوم
کوہ و صحرا میں جستجو کیسی — اور پنہوں کا آستاں معلوم
اب مجھے ماسوا سے کیا حاصل — اور جزا و سزا سے کیا حاصل

❁

اپنی ہستی پہ چھا گیا جب خود — عشق پابندِ جسم و جاں نہ رہا
کوہ و صحرا بھی ہوگئے نا پید — فاصلہ کوئی درمیاں نہ رہا
مرحبا وصلِ شاہد و مشہود — کوئی تفریق کا گماں نہ رہا
خود شناسی خدا شناسی ہے — ورنہ ہستی صنم تراشی ہے

❁

جب میں 'بھنبھور' سے فرار ہوئی　　مطمئن روح بے قرار ہوئی
میرا 'پنہوں' مجھی میں تھا پنہاں　　بے سبب اتنی سوگوار ہوئی
اب نہ وہ درد ہے نہ وہ آزار　　وہ اسیری نہ وہ در و دیوار

❀

آپ ہی بن گئی ہوں میں 'پنہوں'　　آ گئی راس مجھ کو تنہائی
اب وہ شرم و حجاب کیا معنی؟　　لوگ کہتے ہیں مجھ کو سودائی
میری رگ رگ میں نغمہ زن محبوب　　مرحبا میری خودشناسائی
کچھ نہیں فرقِ خالق و مخلوق　　جز تماشائے شانِ یکتائی
بس وہی ایک منزلِ آخر　　اک بہانہ ہے جادہ پیمائی

❀

ظاہری علم و آگہی کب تک　　وقفِ اوہامِ زندگی کب تک
خودسپردگی اور خود ہی پنہوں ہوں　　اے غمِ عشق یہ دوئی کب تک

❀

سامنے اس کے موت بھی کیا ہے　　ہائے یہ مرحلہ جدائی کا
توڑ ڈالے نہ کوہسار کہیں　　سلسلہ جرأت آزمائی کا
اے مرے پنہوں! اے بلوچ مرے　　سامنا ہو نہ جگ ہنسائی کا
اس سے پہلے کہ جان سے جاؤں　　میں تجھے اپنے سامنے پاؤں

❀

دیکھ کر اپنی خانہ ویرانی　　رو رہی ہوں میں ان سہاروں کو
جن کے دھوکے میں آ کے مجبوراً　　کھو دیا تھا شتر سواروں کو

❀

اے وصالِ دوام کی طالب　　کچھ نہیں تیرے درد کا درماں
اپنی ہستی مٹا کے دیکھ ذرا　　کیا دکھاتا ہے دیدہ حیران
کونسی شے ہے وہ نہیں جس میں　　ذرہ ذرہ ہے مظہر جاناں

غور سے دیکھ آئینہ دل کا عکس ہے اس میں حسنِ کامل کا
راہ کیا پوچھتی ہے غیروں سے اُن کو کیا علم تیری منزل کا
پیار کی شرط ہے فقط ایثار پیار بکتا نہیں سر بازار

تیری جھولی میں ہے وہ پہلے سے مانگتی پھر رہی ہے جس کی بھیک
دیکھ اٹھا کر نقابِ ہستی کو کہ رگِ جاں سے بھی ہے وہ نزدیک

آخر کار یہ ہوا معلوم مجھ کو تیرا پتا لگانے میں
نور تیرا محیط عالم ہے کوئی تجھ سا نہیں زمانے میں

جاوداں میری سعی پیہم ہے میرا عزمِ حیات محکم ہے
اے تمنائے جلوۂ جاناں ہر طرف ایک ہی سا عالم ہے
میری ہستی ہے شعلہ زارِ طلب گل فشاں جس میں آتشِ غم ہے

کیا بتاؤں رہِ محبت میں میں نے پایا بھی کچھ تو کیا پایا
جب کسی اہلِ کیچ کو دیکھا میں نے پنہوں سمجھ کے اپنایا
اے مرے دلنواز 'آریانی' ہر طرف تو ہی تو نظر آیا

رات دن تیری جستجو مجھ کو راہبر جذبۂ محبت ہے
تیرا پرتو ہے روح وارفتہ ہر تمنا تری امانت ہے
درمیاں ہے حجابِ عشق ابھی یہ اٹھالوں تو عینِ راحت ہے

یوں بھٹکتی نہ کوہساروں میں دور ہوتا نہ مجھ سے 'آریانی'
کیا خبر تھی کہ پیار کے بدلے ہاتھ آئے گی یہ پریشانی
میں جھلک دیکھتے ہی پنہوں کی جانے کیوں ہو گئی تھی دیوانی
کچھ نہ سوچا تھا میں نے اے سکھیو! ہائے میں اور میری نادانی
دے گئے جُل مجھے مرے دیور آہ نادانی، اف پشیمانی!

وائی

میں آن پھنسی بپتا میں
پریتم موہے دھیر بندھانا
سجنا موھے چھوڑ نہ جانا

سنسان یہ پریت ڈگر ہے
کیا جانوں کیچ کدھر ہے
میرے پنہوں راہ سُجھانا
سجنا موھے چھوڑ نہ جانا

ہر گھاٹی ہے انجانی
ہو کہاں مرے آریانی
میری جیون جوت جگانا
سجنا موھے چھوڑ نہ جانا

❁❁❁

چھٹی داستان

بے قراری بڑھا گیا کوئی جسم و جاں میں سما گیا کوئی
میرا تن من جلا گیا کوئی آگ ایسی لگا گیا کوئی
سایۂ زلفِ یار کیا کہیے کتنے فتنے جگا گیا کوئی

❁

سایۂ زلفِ یار نے مارا — عارضِ تابدار نے مارا
کر کے بیخود یہ اہتمامِ وفا — اک سلیقہ شعار نے مارا
ہائے یہ رات تیرہ و تنہا — یادِ گیسوئے یار نے مارا
سر بہ سر درد لادوا بن کر — خود مرے حالِ زار نے مارا
مرگِ عاشق نہیں شہادت ہے — مطمئن ہوں کہ پیار نے مارا

❀

تجھ سے وابستہ ہر تمنا ہے — رحم کر اپنے جاں نثاروں پر
رحمت بے حساب کے قرباں — یوں خفا ہو نہ خاکساروں پر
کون ہے مجھ غریب کا والی — جی رہی ہوں ترے سہاروں پر
جان لیوا ہے کوہ پیمائی — ہو نہ جاؤں ہلاک تنہائی

❀

میں تری جستجو میں سرگرداں — رات دن صبح و شام ہوں پیارے
نظرِ التفات کے قرباں — رہروِ تشنہ کام ہوں پیارے
قہر زیبا نہیں غریبوں پر — مجھ سے نادار کم نصیبوں پر

❀

سنگدل کوہسار سے کہہ دو — میرا محبوب آریانی ہے
کیوں دکھاتا ہے تو مجھے آنکھیں — جاں بلب میری نا توانی ہے

❀

زخم ہی زخم پائے نازک میں — دید کا شوق چشم حیراں کو
راحتِ وصل کی نوید ملے — کاش میرے دلِ پُر ارماں کو
کیوں بھٹکتی ہوں کون ہے محبوب — کیا خبر وسعت بیاباں کو
ہائے گم گشتہ کچیوں کی یاد — مضطرب کیوں نہ ہو دل ناشاد

وائی

انجانی راہ دکھا کر
دکھ میرا اور بڑھا کر
موھے اپنی اور بلا کر

ترسائیں گے ساجن پیارے
لوٹ آئیں گے ساجن پیارے

مجھ برھن کو اپنا کر
پاس آ کر گلے لگا کر
نینوں سے پریم جتا کر

لے جائیں گے ساجن پیارے
لوٹ آئیں گے ساجن پیارے

❁❁❁

ساتویں داستان

تیرا ہر نقشِ پا مرے پیارے — کیچ کا راستہ دکھاتا ہے
اب سرِ راہ بیٹھنا کیسا — سعیِ پیہم پہ حرف آتا ہے
وصل اس کا نصیب ہو یا رب — جو مرے حوصلے بڑھاتا ہے

❁

ان سے کہہ دو کہ ہوں کمر بستہ — جن کو وندر کی سمت جانا ہے
راہِ دشوارِ جستجو سے گریز — آپ اپنا مذاق اڑانا ہے

❁

مضطرب ہے مری نگاہ ابھی — نامکمل ہے رسم و راہ ابھی
اے تمنائے جلوۂ جاناں — دور ہے دور جلوہ گاہ ابھی
جارہی ہوں جہاں ہے وہ غمخوار — موت آساں ہے زندگی دشوار

❁

وہ شب وصل تیرا گم ہونا — اب کہاں سے میں ڈھونڈھ کر لاؤں
اے اجل مجھ کو اتنی مہلت دے — سر خوشِ جام شوق ہو جاؤں
مرکزِ انتشارِ غم ہے دل — ایک شیرازۂ الم ہے دل

***

دیکھ اے لذتِ فراق یار — پا بہ زنجیر ہو گئی ہوں میں
وہ مختارِ جسم و جاں ہے میرا — جس کی الفت میں کھوگئی ہوں میں

***

رتبۂ مرگِ رہروانِ عشق — سہل اندیش لوگ کیا جانیں
میں نے اس راہ میں جو دیکھا ہے — وہ محبت کے آشنا جانیں

***

اب سر راہ بیٹھنا نہ کہیں — دیکھتا ہے وہ رہنما تجھ کو
دیدۂ تر سے خیر مقدم کر — گر ملے اس کا نقشِ پا تجھ کو
تیری خوش قسمتی کہ پنہوں نے — کردیا منزل آشنا تجھ کو

***

پائے درماندہ چشمِ خوابیدہ — راہِ الفت کو سازگار نہیں
عشق کا سوز و ساز کیا جانے — جو سرِ راہ اشکبار نہیں
زندگی ایک جاوداں تگ و دو — اس سے کوئی رہِ فرار نہیں
حاصلِ عشق پیچ و تابِ دوام — فرصت راحت و قرار نہیں

***

آرزو، جستجو، خلش، تگ و دو — بے بسی، درد، کرب، غم، آزار
کوہساروں کے سلسلے، توبہ — سانس لینا بھی ہوگیا دشوار
دیدنی ہے سسئی کی بیتابی — جیسے بیم و رجا میں ہو تکرار
کون جانے 'لطیف' کب ہو سسئی — واصلِ خاک، آستانۂ یار

***

بڑھتا ہی جا رہا ہے گام بہ گام — سلسلہ میری نارسائی کا
وہ خلش دے گئے مرے دیور — جس سے امکاں نہیں رہائی کا

اے نگہدار نقش پائے دوست — دل کی بے تابیاں بڑھائے جا
ان خطرناک کوہساروں میں — جرأت شوق آزمائے جا

کردیا شوق نے کمربستہ — شدتِ درد سے نہ گھبرائی
کون جانے سسئی کا عجز و نیاز — محوِ حیرت ہے ہر تماشائی
جذبِ دل کی کوئی مثال نہیں — 'ہوت' کو 'حب' سے کھینچ لے آئی
آخر کار مل گیا محبوب — آگئی کام کوہ پیمائی

تشنگی، پیچ و تاب کا عالم — ایک مسلسل سراب کا عالم
وسعتِ کوہسار صبر شکن — لمحہ لمحہ عتاب کا عالم
وصلِ جاناں کا پیش خیمہ ہے — نو بہ نو اضطراب کا عالم

ڈوب اپنے ضمیر کے اندر — صحبت دیگراں سے کیا حاصل
اے تمنائے جلوۂ جاناں — صرف آہ و فغاں سے کیا حاصل
مسلک عشق شانِ درویشی — کرّ و فرِّ جہاں سے کیا حاصل

ایک ہیجان بے کراں دل میں — اتنی بے چین اس قدر خاموش
جستجوئے نشان منزل میں — اتنی بے چین جس قدر خاموش

اے سسئی اپنے دل کی آگ کو تو — ہر طرف شعلہ ریز ہونے دے
آتش غم ہے زندگی کی دلیل — آتش غمک کو تیز ہونے دے

راز رسوائے اشک و آہ نہیں   رازداں جز دلِ تباہ نہیں
کھو دیا جس نے تیرے پنہوں کو   وہ خود طالبِ گواہ نہیں
خیر اتنا تو ہو گیا ثابت   خود فریبی دلیلِ راہ نہیں

وائی

یہ جیون ایک سفر ہے   پربت پہ پریت ڈگر ہے
'آری'! مری آنکھ کا تارا
مرا پنہوں پیارا پیارا
مجھے جس کے سوگ نے مارا
نہیں کوئی اور سہارا
سنسان جگت ہے سارا
مرے من کا میت کدھر ہے   پربت پہ پریت ڈگر ہے
پھرتی ہوں آس لگائے
برھا کی ہوک چھپائے
بھنبھور میں چین نہ آئے
دن رین جیا گھبرائے
کب ساجن مجھے بلائے
سپنوں میں پریم نگر ہے   پربت پہ پریت ڈگر ہے
داسی میں بلوچوں کی ہوں
چرنوں کی دھول بنی ہوں
برھن ہوں اور دکھی ہوں
بھنبھور سے کیچ چلی ہوں

بیکل اب جیتے جی ہوں

بن باس ہی میرا گھر ہے　　پربت پہ پریت ڈگر ہے

❀❀❀

آٹھویں داستان

میں بے ہمدرد، بے کس، بے سہارے　　کھڑی ہوں منتظر 'حب' کے کنارے
رواں ہیں دم بدم آنکھوں سے آنسو　　خدارا آ بھی جا اے میرے پیارے
کہاں تک میں رہوں گی دور تجھ سے　　مرے پنہوں! مری آنکھوں کے تارے

❀

وہی تو آرزوے جسم و جاں ہے　　وہی تو آبروے امتحاں ہے
کہاں ہے میرا پردیسی کہاں ہے　　بڑی مشکل میں جانِ ناتواں ہے
وہی اس تنگنائے زندگی میں　　دلِ وسعت طلب کا رازداں ہے
یہاں زاد سفر کا ذکر کیسا　　نظر میں کائنات بے کراں ہے

❀

ہوئی ہے گامزن تیرے سہارے　　تری نا آشنائے راہ پیارے
نہایت پُر خطر ہے وسعتِ دشت　　برا ہے حال میرا ڈر کے مارے
عجب کیا راہ سے لوٹ آئے پیارا　　کہ دل میں ہیں ابھی ارمان سارے

❀

نہیں کوئی سسئی کا اب سہارا　　گیا ہے چھوڑ کر جب سے وہ پیارا
کیا ہے ریگزاروں نے پریشاں　　محبت نے اسے بے موت مارا
'لطیف' اس میں بھی کوئی مصلحت ہے　　وگرنہ کس کو یہ زحمت گوارا
ملا دے پھر اُسے پنہوں سے اپنے　　مدد اے جذبۂ الفت! خدارا

❀

سسئی کو آکے عزرائیل نے جب گراں خوابی کے عالم میں جگایا
بظاہر اور ہی منظر تھا لیکن وہ یہ سمجھی پیامِ دوست آیا

سسئی نے دفعتاً ان سے یہ پوچھا نکیریں اس کی پرسش کو جب آئے
کہو اے میرے دل کے راز دارو تم اپنے ساتھ پنہوں کو بھی لائے

ٹپک اے قطرۂ خونِ تمنا برنگِ بادہ میری چشم نم سے
ملی ہے کس کو دنیا میں رہائی غم سود و زیان و کیف و کم سے
دیارِ دوست کی جانب بڑھے جا نہ گھبرا رہگذر کے پیچ و خم سے

اسے بھنبھور سے اب کیا تعلق سسئی آوارۂ راہِ وفا ہے
وصال دوست کی اک یاد رفتہ دلِ درد آشنا کا مدعا ہے
بجز رنگینیٔ خونِ تمنا مآلِ جستجو شوق کیا ہے
'لطیف' اس کو کہیں سے ڈھونڈ لائیں وہ پیارا جو اچانک کھو گیا ہے

مبارک عزمِ کہسار و بیاباں نہیں وہ ہوت اب 'ہاڑے' میں ناداں
نہ ہونا سختیٔ رہ سے پریشاں اگر ہے آرزوے وصلِ جاناں

بڑھے جا رہ نورد کوہ و صحرا گلہ کیسا غمِ درماندگی کا
اگر پنہوں کی ہے دل میں تمنا مٹا دے خوف دل سے بے کسی کا
ہٹا کر ریت کو رستہ بنانا کہیں تو اس کے نیچے دب نہ جانا

یہ سنگ و خشت ہیں یہ پیچ و خم ہیں انہوں نے تھا جہاں ڈیرا جمایا

خدا جانے کہاں گم ہو گئے وہ نشان ان جانے والوں کا نہ پایا
مگر صد آفریں اے سعیِ پیہم سسئی کو تو نے کیا سے کیا بنایا
'لطیف' ان کوہساروں کو دعا دو سسئی کو کیچ کا رستہ دکھایا

وائی

تم بن میرے پریتم پیارے تڑپوں گی دن، رین
جاؤ نہ چھوڑ کے مجھ کو اکیلی جیارا ہے بے چین
سکھیو! آؤ منائیں
ساجن روٹھ نہ جائیں

بھاڑ میں جائے یہ جگ جیون، چھوڑو پیا نہ ساتھ
مجھ اندھی کا کون سہارا رکھیو ہاتھ میں ہاتھ
نینا نیر بہائیں
ساجن روٹھ نہ جائیں

ہائے وہ اونٹ جو میرے من کو مار گئے بن موت
سندر سپنوں کی ہر آشا بن گئی میری سوت
اپنا میت بنائیں
ساجن روٹھ نہ جائیں

❁❁❁

نویں داستان

تجھے جس کی تمنا ہے وہ محبوب ملے گا باوجودِ نارسائی
یہ عزم رہروی اے سعیِ پیہم مٹا دے گا حدودِ نارسائی

❁

وہ بیگانہ سہی جس کی طلب ہے کوئی کجرو اسے کب پا سکا ہے
بغیر اک رہروِ راہِ طلب کے سرِ منزل بھلا کون آ سکا ہے

کہیں دھوکا نہ دے مجھ غمزدہ کو
خرامِ دشت پیمائے ہوا بھی
کہیں یہ ریگ صحرا گم نہ کردے
مرے پنہوں کے پیارے نقش پا بھی

ابھی اے آرزوے وصلِ جاناں
مری قسمت میں ہیں کوہ و بیاباں
مرے پنہوں کا نقش پا مٹا کر
صبا نے کردیا مجھ کو پریشاں

گذرنا ہے تجھے بھی اب ادھر سے
گئے ہیں کیچ کو ناقے جدھر سے
خدارا مبتلائے بار ہستی
سبق لے اس غبار رہگذر سے

تلاشِ دوست میں ہر ایک منزل
فریبِ راہ ہے منزل نہیں ہے
تیری رہبر ہے پیہم بے قراری
تمنائے سکونِ دل نہیں ہے
کوئی کہدے سسئی سے جاکے 'سید'
محبت سعیِ لا حاصل نہیں ہے

گھسٹتی جارہی ہوں میرے پیارے
میں لے کر اپنی کہنی کا سہارا
نہیں اب پیر اٹھانے کی سکت بھی
نہ کر اب دیر آنے میں خدارا

سسئی کی سعیِ پیہم رنگ لائی
اسے راس آگیا دردِ جدائی
بخیر و عافیت 'حب' سے گذر کر
نوید آسائشِ منزل کی پائی

قسم ہے تجھ کو درماندہ نہ ہونا
کسی مشکل سے مشکل مرحلے میں
سفر ہر ایک راہی کے لئے ہے
نہ آئے فرق تیرے حوصلے میں

کہاں ہے اے مری آنکھوں کے تارے
بنے گردِ سفر کتنے بیاباں
میں کیا خاطر میں لاؤں مشکلوں کو
بتا اے آرزوے دیدِ جاناں
'لطیف' اس راہرو پر آفریں ہے

بڑی بے چینیوں میں دن گذارے
تجھے اب تک نہ پایا میرے پیارے
سمجھتی ہوں ترے پیہم اشارے
کہیں دیکھے ہیں ایسے غم کے مارے
جو اس عالم میں بھی ہمت نہ ہارے

❁

کہاں تک دشت پیمائی کا شکوہ
بھٹکتی ہی رہوں گی تیری خاطر
یہ نازک پیر اور خارِ مغیلاں
ندامت سے جھکا کر اپنے سر کو

یقیں ہے تیرے پاس آؤں گی پیارے
مصائب سے نہ گھبراؤں گی پیارے
مگر جیسے بھی ہو، جاؤں گی پیارے
تجھے پھر سے منا لاؤں گی پیارے

❁

اسے کیوں شکوۂ درماندگی ہو
گذر جائے گا کوہ و دشت و در سے
مقدر میں ہے اس کے سرفرازی

جسے اس کی محبت کھینچتی ہو
وہ جس کی آس پنہوں سے لگی ہو
میسر جس کو ایسی زندگی ہو

وائی

پھروں میں ڈگر دن رین
ترس ترس گئے میرے نین

پربت پربت گھاٹی گھاٹی تیری کھوج لگاؤں
پھر بھی اے ابھانی پریتم! تیرا بھید نہ پاؤں
آ جا لوٹ کے من بیکل ہے آئے نہ تجھ بن چین
پھروں میں ڈگر ڈگر دن رین

کہنے کو ہوں اور کسی کی، پر ہے تجھ سے پیار

مورکھ ہے وہ سکھی جو بالم! جائے نہ تیرے دوار
ڈھونڈ رہے ہیں امرت رس کو میرے پیارے نین

پھروں میں ڈگر ڈگر دن رین

❁❁❁

دسویں داستان

سن مری روح کی پکار نہ جا — جا نہ اے جانِ انتظار، نہ جا
دل مضطر ہے سوگوار نہ جا — ہوک اٹھتی ہے بار بار، نہ جا
یہ بیاباں، یہ صعوبتِ راہ — یہ درندے یہ ریگ زار، نہ جا
میں نہ جاؤں گی لوٹ کر پیارے — کر بھی لے میرا اعتبار، نہ جا
کیسی بے چین ہوں تری خاطر — دیکھ تجھ سے ہے کتنا پیار، نہ جا

❁

تجھ سے اب تک نباہ کرتی ہوں — اعتراف گناہ کرتی ہوں
دشت و کہسار تک بھی چیخ اٹھے — کس قیامت کی آہ کرتی ہوں

❁

غم سے مانوس ہوگئی ہوں میں — وہ خوشی ہے نہ وہ زمانہ ہے
اب تو وہ ذوق و شوق کا عالم — ایک بھولا ہوا فسانہ ہے

❁

جس سے وابستہ ہے مری تقدیر — اس کی آمد ہے زیست کا پیغام
سر بہ سرِ اضطرابِ شوق ہوں میں — اب مجھے صبر و شکر سے کیا کام

❁

زندگی صبر و شکر کے با وصف — ناوکِ غم سے دلفگار رہی
کون جانے کہ میں تری خاطر — تا ابد وقفِ انتظار رہی

روے زیبا ذرا دکھا جاؤ — دل پریشاں ہے اب تو آ جاؤ
پھر مرا شوق کم نہ ہو جائے — آؤ آ کر اسے بڑھا جاؤ
دیکھ کر تم کو کچھ نہ دیکھ سکوں — چشمِ حیراں میں یوں سما جاؤ

وائی

نینا درشن کی ابھلاشی ہیں اب تو آ جاؤ
پل بھر کو بھی چین نہیں ہے ساجن دھیر بندھاؤ

داسی بنکر اونٹ تمہارے پربت پر لیجاؤں گی
اپنے من کا سکھ سمجھوں گی جتنے دکھ بھی پاؤنگی
پریم پجارن ہوں میں اپنا تن من بھینٹ چڑھاؤنگی
کیچ کے ہر اک کاگا کو میں چن چن ماس کھلاؤنگی

مان لو بات 'لطیف' کی پیارے 'آریانی' آ جاؤ
پل بھر کو بھی چین نہیں ہے ساجن دھیر بندھاؤ

گیارہویں داستان

دلِ پر سوز کی ہمراز ہو جا — روادارِ نگاہِ ناز ہو جا
سمجھ اس نغمۂ ایما کی لے کو — بذات خود سکوتِ ساز ہو جا
صدائے محرمانہ آ رہی ہے — سراپا گوش بر آواز ہو جا

بنائے غیریت تیری خودی ہے — عبث یہ وقفۂ بیگانگی ہے
یہ قیدو بندِ حرف و نغمۂ و صوت — حریف اعتماد عاشقی ہے
نہیں جنبش بھی اب اس کے لبوں کو — جسے حاصل سکوتِ آگہی ہے

سراپا گوش بر آواز ہو جا
بڑی پر سوز لے اس نغمہ کی ہے
دلوں میں ایک ہیجانِ مسلسل
فضا میں ارتعاش سرمدی ہے

❁

کبھی تو نالۂ پرجوش ہو جا
کبھی خود ہی سراپا گوش ہو جا
بہر صورت مٹا دے اپنی ہستی
بہر عنواں حریفِ ہوش ہو جا
نگاہ دوست تیرا خوں بہا ہے
یہی مفہومِ تسلیم و رضا ہے

❁

کہاں یہ شاخہائے نو دمیدہ
ملیں گی پھر تمہیں اے ساربانو!
تمہارے کام آئیں گی سفر میں
لئے جاؤ انہیں جو میری مانو

❁

جدھر دیکھو غبارِ رہگذر ہے
کدھر ہے نقشِ پا تیرا کدھر ہے
کہاں ہے روشنیٔ دل کہ در پیش
جہاں کا تیرہ و تنہا سفر ہے

❁

مجھے محسوس ہوتا ہے یقیناً
کہ برگ و بار ہیں تیرے نظارے
مداوا چشمِ حیراں کا ترا نور
انیسِ رندگی تیرے اشارے

❁

تفاوت ظاہر و باطن میں رکھنا
بہر عنواں حریف مدعا ہے
ترے ہر فعل سے ثابت ہو پیاری
کہ تیرا دل حقیقت آشنا ہے

وائی

یہ برھن تمہیں پکارے
لوٹ آؤ پریتم پیارے
بھنبھور کو چھوڑ چلی ہوں
سب ناتے توڑ چلی ہوں
سکھ سے منہ موڑ چلی ہوں

نینا ہیں پریت کے مارے
لوٹ آؤ پریتم پیارے

جس نے یہ چوٹ نہ کھائی
کیا جانے پیڑ پرائی
ہو لاکھ مری رسوئی

آؤں گی پاس تمہارے
لوٹ آؤ پریتم پیارے

ابیات متفرقہ

نیند آنکھوں میں کروٹیں لے کر — آج تیری تلاش کرتی ہے
روحِ ماضی میں ٹیس سی اٹھ کر — حال کو پاش پاش کرتی ہے
اور ٹھہرے ہوئے دکھوں کو جب — مائلِ ارتعاش کرتی ہے
میری ہستی مچلنے لگتی ہے — تیری یادوں میں ڈھلنے لگتی ہے

❁

میں دلدادہ ہوں تیری میرے 'آری' — کروں یہ التجا میں اور کس سے
عطا کر مجھ کو ایسا عزمِ راسخ — وقارِ کوہ شرمندہ ہو جس سے

❁

سسئی تجھ کو اگر پیارا ہے 'آری' — بھکارن بن کے اس کو ڈھونڈ پیاری
بسر کرنی ہے اب پنہوں کی خاطر — بیاباں در بیاباں عمر ساری

❁

بجا آسائش و آرام اپنا — مگر بہتر ہے تیری بے قراری
نہیں اے رہرو راہِ تمنا — صلائے عام یہ الفت شعاری

کسی کی اجنبی نظروں کی خاطر — نہ جانے کیوں ہے اس کو بے قراری
کوئی جانے گا کیا دکھ درد اس کا — عجب عالم میں ہے یہ غم کی ماری

سپیروں کی طرح بیباک ہو کر — بیاباں در بیاباں گھومتی ہے
'لطیف' ان روح فرسا وادیوں میں — خدا جانے سسئی کیا ڈھونڈتی ہے

یہ تیرا رشتہ و پیوند ان سے! — وطن جن کا ہے کوسوں دور پیاری
ملے شاید پتہ ان کا کسی سے — کبھی ہمت نہ ہار اے غم کی ماری
کہاں کی دھوپ کیسی چھانو آجا — ترا مسلک ہے پیہم بے قراری

وہ دیور تو ہیں پہلے ہی سے بدظن — مجھے اب ان سے امیدِ وفا کیا
رہے بھنبھور میں اب کس کی خاطر — اسے درکار پنہوں کے سوا کیا
'لطیف' اس رہِ گذار پر خطر میں — سسئی کو اور کوئی آسرا کیا
فقط اک اعتبارِ وصلِ جاناں — مداوائے دلِ درد آشنا کیا

کہیں ایسا نہ ہو اے غم رسیدہ — کہ تو پنہوں کو اپنے بھول جائے
سوا اس کے نہیں کوئی بھی تیرا — جو اس بے چارگی میں کام آئے
محبت میں وہی جیتے گا آخر — جو ہنستے کھیلتے ہر دکھ اٹھائے

وائی

کوئی عالم ہو تیری آرزو ہے
جہاں جاتی ہوں تیری جستجو ہے
فراز کوہسار و وسعت دشت
بڑی پرکیف سعیٔ جستجو ہے

کہاں ڈھونڈوں تجھے اے میرے پنہوں
کہاں وہ ناقۂ آوارہ خو ہے
جبین شعلہ آسا کو ابھی تک
سکونِ سنگِ در کی جستجو ہے
خدارا اب وہیں مجھ کو بلالے
جہاں اے پیارے 'آری جام' تو ہے

وائی

صدائے آرزو بن کر وہ پیارا
مرے ہر ریشۂ جاں سے پکارا
وہیں اب بھیج دو مجھ کو خدارا
جہاں ہے وہ مری آنکھوں کا تارا
مجھے بھنبور میں روکو نہ سکھیو!
نہ مانوں گی میں کہنا تمہارا
یہ کیسی آگ ہے اے وحشت دل
سلگ اٹھا ہے میرا جسم سارا
سہارا دے مجھے اے سعی پیہم
نہیں درماندگی مجھ کو گوارا
'لطیف' اب کیا کریں ذوقِ طلب کو
ہوا ہے سامنے وہ جلوہ آرا

وائی

خدارا روٹھ کر مجھ سے نہ جاؤ
مرے پنہوں کہاں ہو لوٹ آؤ
نہ ہانکو کیچیو! اونٹوں کو اپنے
مرے نزدیک انہیں لاکر بٹھاؤ
جہیز اپنا لئے بیٹھی ہوں کب سے

کہاں ہیں میرے باراتی بلاؤ
وہی رونق وہی جشنِ طرب ہو

اب آجاؤ مری شادی رچاؤ
کوئی دکھ بانٹنے والا نہیں ہے

نہ اب اس سے زیادہ دل دکھاؤ
نہیں بھنبھور میں اب کوئی میرا

تمہیں آکر مجھے اپنا بناؤ
وہی ہے بے وسیلوں کا وسیلہ
'لطیف' آؤ اسی کے گیت گاؤ

وائی

تھکی ہاری اکیلی بے سہارے
نہ جانے کیچ کب پہنچوں گی پیارے
ہوئی ہے شام سورج ڈوبتا ہے
کہاں ہے اے مری آنکھوں کے تارے

❋

نشاں ان سے میں تیرا پوچھتی ہوں
مگر یہ اجنبی دہقاں بچارے
بتائیں گے بھلا کیا تو کہاں ہے
مجھ اے کاش تو خود ہی پکارے

❋

نہیں رکتے مری آنکھوں کے آنسو
پھٹا جاتا ہے سینہ غم کے مارے
میں تیری خاکِ پا بن کر رہوں گی
بجا لاؤں گی تیرے حکم سارے

وائی

کوئی ہمدم نہ کوئی راہبر ہے
میں تنہا اور یہ لمبا سفر ہے
پیادہ پا ہوئی ہوں کوہ پیما
دیار غیر راہِ پرخطر ہے
نشاں تیرا بتائے گا کوئی تو
مرا غم آشنا ہر اک شجر ہے
جلاکر اپنے گھر کو پوچھتی ہوں
بتا اے بیکسی جانا کدھر ہے
تیرے ہونٹوں سے مے پینے چلی ہوں
ترا ہر نقشِ پا مجھ کو خضر ہے

وائی

کوئی دیکھے تو میری چشمِ گریاں
کوئی سمجھے مرا حالِ پریشاں
سحر ہوتے ہی میں جاؤں گی سکھیو!
بلاتے ہیں مجھے کوہ و بیاباں
خداوند! کوئی رہگیر آکر
بتا دے مجھ کو راہِ شہر جاناں

وائی

مری سکھیو! مجھے ایسی دعا دو
نثار جلوۂ جاناں بنا دو
سفر درپیش ہے اب آخرت کا
مجھے کچھ کام کی باتیں بتا دو

لحد میں جن سے دل کو چین آئے
وہ آدابِ حکیمانہ سکھادو
خدا اور اس کے پیغمبر کی خاطر
کوئی پیغام جاں پرور سنادو
میں اب جا کر نہ واپس آسکوں گی
بھلادو اب مجھے دل سے بھلا دو

وائی

سکھی دل کی لگی دل میں چھپائے
پھروں گی اب سجن سے لو لگائے
چلو اے پیاریو! چل کر منائیں
خدا جانے وہ آئے نہ آئے
کسی کی کیا مجال اے ہم نشینو!
کہ بات اس دلربا کی ٹال جائے
بھکاری بن کے اکثر عاشقوں نے
درِ محبوب پر ڈیرے جمائے
کوئی خالی نہ آیا جس کے در سے
مجھے بھی کاش وہ داتا بلائے

وائی

کہی ہے بات جو اس آشنا نے
میں جانوں اور یہ دنیا نہ جانے
خبر بھی ہے تمہیں اے کوہ و صحرا
مجھے جانا ہے پنہوں کو منانے
محبت میں اسی کی جیت ہوگی
جو ہارے اور ہار اپنی نہ مانے

اجل کی گود یا آغوشِ جاناں
حقیقت ایک، باقی سب فسانے
اشاروں پر کسی پردہ نشیں کے
یوں ہی بنتے بگڑتے ہیں زمانے

وائی

مرے پنہوں! میں جب وندر میں آئی
گماں یہ تھا کہ تیری راہ پائی
بیاباں ہی بیاباں اور وہ بھی
فقط پیمانۂ صبر آزمائی
نہ آتے کیچ سے پنہوں کے بھائی
یقیناً ان کے دل میں تھی برائی
فریب ایسا دیا مجھ کو کہ آخر
ہوئی مجبورِ دردِ نارسائی
تری خاطر بیاباں میں بھی خوش ہوں
گوارا ہے مجھے تیری جدائی
مرے پنہوں! کوئی شکوہ نہیں ہے
اسی میں ہے اگر میری بھلائی
سنا ہے اپنے اونٹوں کو سجائے
جتوں کی ایک ٹولی آج آئی
کیا آرام اس وادی میں لیکن
کسی کو بھی خبر ہونے نہ پائی
'لطیف' ان کو کوئی ڈھونڈے کہاں تک
جو خود کرتے ہیں اپنی رہنمائی
رہِ منزل بھی ہیں، منزل بھی ہیں وہ
نہ گمراہی نہ خوفِ نارسائی

سُرمعذوری

سرمعذوری

پہلی داستان

کاھشِ جاں خلوصِ قلب کے ساتھ ’ہوت‘! تیری طرف رواں ہوں میں
منتظر ہیں سگانِ کوچۂ یار ان کی خادم بہ جسم و جاں ہوں میں
سنگریزے ہی سنگریزے ہیں اور دیبا و پرنیاں ہوں میں
دم بخود ہوں تری تمنا میں والہانہ رواں دواں ہوں میں

❁

سامنے ہے شکار چپ ہو جا اے سگِ کوے یار چپ ہوجا
پیارے پنہوں کے پیار کی ماری میں ہوں اک خاکسار چپ ہو جا
کیوں سمجھتا ہے اجنبی مجھ کو اے مرے راز دار چپ ہو جا
میں ہوا خواہِ وصلِ جاناں ہوں اے سگِ کوے یار چپ ہو جا

❁

اس کی صورت سے جو نہیں ڈرتے ان سے مانوس ہو کے رہتا ہے
اے دلِ بے قرار سنتا جا کیا سگِ کوے یار کہتا ہے

❁

تو کسی اور کو نہ زحمت دے کام میرا تمام کرتا جا
اک ذرا اپنے دستِ نازک کو مائلِ انتقام کرتا جا

❁

جہاں مردار ہے اہل جہاں سگ یہ جگ والوں کی حالت ہے یہ ہے جگ

❁

مثل مردار ہے جہاں کہ یہاں ہم نے دیکھی بشر میں خوے سگاں
قدر کیا جانیں ان کی اہلِ ہوس خون دل پی کے جو ہوئے ہوں جواں

جان کر مجھ کو طالبِ دیدار چونک اٹھے سگانِ کوچۂ یار
اپنے مالک کے حکم سے مجبور یہ وفا کیش اور خلوص شعار
چاہتیں ہیں جو ان کے مالک کو یہ ستاتے نہیں انہیں زنہار

ان کے آقا نے ان کو اکسا کر دم بہ دم بھونکنا سکھایا ہے
ورنہ کیا ہیں سگانِ کوچۂ یار کس نے ایسوں کو منہ لگایا ہے
ان کی آواز کو بسا اوقات دل کی گہرائیوں میں پایا ہے

مجھ کو پہچان تو گئے ہوں گے راز داں ہیں یہ میرے پیاروں کے
خوف مجھ کو نہیں کوئی زنہار ان درندوں سے کوہساروں کے
وہ بظاہر مجھے ڈراتے ہیں اصل میں مجھ کو آزماتے ہیں

وائی

تجھ پہ ظاہر ہے عاجزی میری
دیکھ اے دوست زندگی میری

اے خوشا شدت غم و آلام
بس مجھے مل گئی خوشی میری

پڑھ رہی ہوں سبق محبت کا
بڑھتی جاتی ہے بے خودی میری

میں ہوں مانوس حزن اے پیارے
عین راحت ہے بیکسی میری

فاقہ مستی نہیں تو کیا ہے 'لطیف'
آرزوے وصال بھی میری

❁❁❁

دوسری داستان

ہم نے اپنا لیا ترے غم کو　　کام حرص و ہوا سے کیا ہم کو
چاہتے ہیں کہ مسکرائیں ہم　　کیا غرض بھوک پیاس سے ہم کو
اب کوئی کس طرح چھپائے گا　　اپنی دیوانگی کے عالم کو
اپنی غفلت سے کھونہ بیٹھے کہیں　　چشم خوابیدہ حسن محرم کو
محو عشرت شعار اپنا بنا　　طلب انبساط پیہم کو

❁

وحشت دل کو سازگار نہیں　　وہ گریباں جو تار تار نہیں
یہ گل اندامی و سمن پوشی　　محرم شوق وصل یار نہیں
اے شناساے راہ و رسم عدم　　عیش و عشرت ترا شعار نہیں

❁

حاجت در شاہوار نہیں　　اتنا ارزاں وصالِ یار نہیں
یاد رکھ سر گذ شت 'لیلا' کو　　زیب و زینت کا اعتبار نہیں

❁

خنجر 'لا' کو آبدار تو کر　　اپنی حیوانیت پہ وار تو کر
ہر تمنائے زیست بے معنی　　دوشِ ہستی سے کم یہ بار تو کر
راس آئے گا قول 'سید' بھی　　جرأت شوق استوار تو کر

❁

دیکھ 'ہاڑھے' سے وہ گذر آئی　　کیچ کی راہ جس نے اپنائی

اب تو ہمجولیوں کے جھرمٹ میں اس کو محسوس ہوگی تنہائی
ساز و سامانِ زیست کیا معنی اور کس کام کی خود آرائی
کیسی حرص و ہوس محبت میں شرط ہے اس میں جادہ پیمائی
بوالہوس کے لئے نہیں آساں دیدہ و دل کی بے تمنائی
سیم و زر سے ہوئی ہے کب حاصل شوقِ جاوید کی توانائی

❁

اپنی بے مائیگی بجا لیکن وہ غم دل جو اب پرایا ہے
اور جس کی عزیز داری کوہ و صحرا میں آزمایا ہے
کیچ میں کیوں نہ مہرباں ہو گا جو مرے ساتھ ساتھ آیا ہے
فخر ہے مجھ کو پیارے پنہوں پر یہ سفر مجھ کو راس آیا ہے

❁

ایک گمنام گوشہ گیر تھی میں لیکن اے جانِ جاں ترا دستور!
سندھ تو سندھ ساری دنیا میں کر دیا مجھ کو عشق نے مشہور

وائی

تو ہے داسی ہوت پیا کی بات تری بن آئے
سکھی ری پریت ڈگر مل جائے

اونچے نیچے پربت بجنی رنگے لہو سے پاؤں
بیکل من میں کیچ کی آشا ڈھونڈے رب کی چھاؤں

جن اونٹوں کی کھوج میں ہے تو ان اونٹوں کو پائے
سکھی ری پریت ڈگر مل جائے

پگ پگ پر انجانی بادھا دور 'جتوں' کا دیس
بدلے ہیں ہر اک بپتا نے کیسے کیسے بھیس

بن آریانی اس درگت میں کون تجھے اپنائے
سکھی ری پریت ڈگر مل جائے

جس کے ٹوٹے من میں باجے برھا کا سنگیت
وہ برھن ساجن کی داسی، ساجن اس کا میت

چھا جائے جب گھور نراشا پریتم دھیر بندھائے
سکھی ری پریت ڈگر مل جائے

❁❁❁

تیسری داستان

لاکھ رنج و غمِ فراق سہے — حوصلے پھر بھی تازہ دم ہی رہے
رہِ الفت کی مشکلات نہ پوچھ — کوئی یہ مشکلات کس سے کہے
پیرو نقشِ پائے یار ہوں میں — محرم جبرو و اختیار ہوں میں

❁

ہائے گذروں گی پیادہ پا کیونکر — پیش افتادہ رہگذاروں سے
ایک ہیبت سی مجھ پہ طاری ہے — ان فلک بوس کوہساروں سے
کون جانے کہاں ملوں جا کر — اپنے گم گشتہ شہسواروں سے

❁

قہر آلود شدت سرما — راہ دشوار اور میں انجان
اب سرِ راہ بیٹھنا کیسا — کتنے بیچین ہیں مرے ارمان
یوں بظاہر تو میں بھی انساں ہوں — اک مجسم تلاش جاناں ہوں

❁

لاکھ مجبوریاں سہی لیکن — اب میں ہاڑے سے منہ نہ موڑوں گی
پُر خطر وادیوں سے گھبرا کر — کیچ کا راستہ نہ چھوڑوں گی
میں ہوں پنہوں کی طالب دیدار — عہد اپنا کبھی نہ توڑوں گی

کوہ و صحرا میں کام آئے کون   میرے دکھ درد کو مٹائے کون
اپنے گم گشتہ راز داروں سے   میں بہت دور ہوں ملائے کون
ہائے کس راہگیر سے پوچھوں   مجھ کو ان کا نشاں بتائے کون

ہو نہ نشو و نما درختوں کی   اور اونچے یہ کوہسار نہ ہوں
دیکھ لوں میں نقوش پائے حبیب   میری آنکھیں جو اشکبار نہ ہوں

اے بیاباں تجھے خبر ہو گی   کس طرف میرا ماہِ طلعت ہے
میرے پیاروں کا راز دار ہے تو   کیوں یہ طاری سکوت حیرت ہے
پیچ در پیچ رہگذاروں میں   روز افزوں غمِ محبت ہے
دیکھ تو ہائے کتنی درماندہ   ایک غمگین اسیر فرقت ہے
کوئی آکر مجھے سہارا دے   ہر قدم پر نئی مصیبت ہے
خارزاروں کے مرحلے توبہ   قابل رحم میری حالت ہے

غم نہیں پیر لاکھ زخمی ہوں   میں وہاں ننگے پاؤں جاؤں گی
شکوۂ سنگ و خار ہے کس کو   کون کہتا ہے لوٹ آؤں گی

آریانی سے ہے سسئی کو لگاؤ   نہیں رسم جہاں کی زندانی
وہ سدا ننگے پاؤں چلتے ہیں   جن کا شیوہ نہیں تن آسانی

وائی

سکھی ری! پریت کی ریت سہائے
جیون کی پھلواری سجنی! نیارے پھول کھلائے
میرا من للچائے
سکھی ری! پریت کی ریت سہائے

ہاتھ میں تھی کل سانجھ کو سکھیو! جن اونٹوں کی ڈور
بھور بھئی تو ان کو لے کر چلے گئے چت چور
گہری نیند میں ایسی سوئی جیسے جگ سو جائے
سکھی ری! پریت کی ریت سہائے

پربت پربت گھوم گھوم کے ہوئی تھکن سے چور
میں ہوں داسی ہوت پیا کی پاس رہوں یا دور
مدھر ملن کی آشا مجھ کو کیچ کی راہ بجھائے
سکھی ری! پریت کی ریت سہائے

برہا کے دن کاٹ رہی ہوں پیتاؤں کے ساتھ
کب ہوگا اے پیارے پنہوں! ہاتھ میں تیرا ہاتھ
اس انجانے دیس میں سجنی کون مرے کام آئے
سکھی ری! پریت کی ریت سہائے

❀❀❀

چوتھی داستان

جستجوئے جمال ہستی میں — موت بھی تو حیات ہوتی ہے
اے سسئی اس جہان فانی کی — ہر خوشی بے ثبات ہوتی ہے
جستجوئے نجات میں حائل — آرزوئے نجات ہوتی ہے
وصلِ جاناں کی ایک ساعت بھی — انتخاب حیات ہوتی ہے

اک ثبوت ثبات اپنے پاس آرزوے ثبات ہوتی ہے
ذکر پنہوں کی جستجو کا ہے کس کی ہمت کی بات ہوتی ہے
اس طرف وہ نظر نہیں ہوتی جس طرف کائنات ہوتی ہے
جاں نثارانِ حسن جاناں پر نگہ التفات ہوتی ہے
دیدہ و دل کی منزلِ آخر حدِّ ناممکنات ہوتی ہے

❁

اے سسئی! ان کی پیروی کرنا جاں گئی جن کی راہ جاناں میں
کیا ہے دو روزہ زندگی کا بھرم دیدۂ شوقِ و چشمِ حیراں میں

❁

موت سے پہلے جس کو موت آئی زندگی اس نے جاوداں پائی
مدعاے حیات کیا کہیے جُو تماشاے حسن یکتائی
جاں نثارانِ جلوۂ جاناں خود تماشا ہیں خود تماشائی

❁

زندگی اک فریبِ کثرت ہے مجھ کو اس زندگی سے نفرت ہے
تابہ کے عزمِ کوہ پیمائی اب کہاں مجھ میں اتنی طاقت ہے
اے اجل تو پناہ دے مجھ کو تیری آغوش عینِ راحت ہے

❁

اے سسئی پست ہمتی تیری حائلِ شوقِ وصلِ یار ہوئی
پیارے پنہوں کو کر دیا بدنام اور خود بھی ذلیل و خوار ہوئی
ڈر گئی سوزِ عشق سے ناداں موت سے کیوں نہ ہمکنار ہوئی
اب پشیمانیوں سے کیا حاصل اب گراں جانیوں سے کیا حاصل

وائی

پیارے پنہوں لوٹ آ، جیارا ہے بچین
پریتم تیرے سوگ میں روتی ہوں دن رین

جس دن آری جام کے اونٹوں کو میں پاؤں
مہندی ہری 'ملیر' کی بھر بھر پیٹ کھلاؤں

ساجن مجھ کو سونپ دے کوئی ایسا کام
جس کے کارن ہو سکے جگ میں میرا نام

پانچویں داستان

آ رہی ہے صدائے یار آجا　　تیز تر اے وفا شعار آجا
عشق جینے کا اک بہانہ ہے　　اے شناسائے ہجرِ یار آجا
تیری یادوں میں کھوئی کھوئی سی　　ہے ازل کی کوئی پکار آجا
حسن یکتا کشاں کشاں آئے　　اے تمنائے بے قرار آجا
ماورائے حیات ہے کوئی　　تیزتر اے نفس شمار آجا
جلوۂ دوست خود تری خاطر　　کب سے ہے محوِ انتظار آجا

گرم و سردِ زمانہ کیا جانے　　جو محبت کا مدعا جانے
پتہ پتہ سکوتِ معنی خیز　　ہر شجر یار کا پتہ جانے
پوچھتی ہے سسئی پرندوں سے　　کس کا نام و نشاں خدا جانے
کاش پھر مہرباں ہو آریانی　　دور ہو جائے خانہ ویرانی

کون سمجھائے تجھ کو اے رہگیر — کچھ نہیں فرقِ عجلت و تاخیر
عرصۂ زیست میں بہر صورت — وقت ناوک ہے اور تو نخچیر
گل کھلاتی ہے نو بہ نو قسمت — ورنہ کیا جذب و شوق کی تاثیر
کون سمجھے سکوتِ راز ازل — کون جانے نوشتۂ تقدیر

راہ دشوار اور تو معذور — جان کر کیوں یہ دکھ اٹھایا ہے
جانے کیوں تجھ کو کوہساروں میں — جذبۂ عشق کھینچ لایا ہے
جانے کیوں تو نے اپنے تن من کو — کیچیوں کے لئے جلایا ہے

کلبلاتی ہوئی تمنائیں — یہ اذیت، یہ آرزو، یہ تلاش
جارہی ہوں رواں دواں یون ہی — میری منزل کہیں ملے اے کاش

اس تگ و دو کا جو بھی ہو انجام — ہو سکوں گی نہ خائفِ آلام
گلۂ دوست شکوۂ ہجراں — میری دیوانگی پہ ہیں الزام
بڑھ رہی ہوں رہِ محبت میں — اپنی منزل کی سمت گام بہ گام
طعنہ زن مجھ پہ کوئی کیا ہوگا — ننگ کی آرزو نہ خواہشِ نام

وائی

اس پریت ڈگر میں اے سجنی! — جیون جیون میں بڑھتی جاؤں گی
ساجن کا سندیسہ پاؤں گی

کہتی ہے جو دنیا کہنے دو — پریتم کی آس نہ توڑوں گی
ان بپتاؤں سے گھبرا کر — 'ونڈر' کا ساتھ نہ چھوڑوں گی

اس 'کیچی آری جامُ' کو میں آشا کا میت بناؤں گی
ساجن کا سندیسہ پاؤں گی
ریشم سے پاؤں کو ریتے نے پگ پگ پہ لہو سے لال کیا
آ دیکھ تو آری جامِ ذرا مجھ برھن کا کیا حال کیا
سکھیو میں 'جتوں' کی باتوں کو من ہی من میں دہراؤں گی
ساجن کا سندیسہ پاؤں گی

❁❁❁

چھٹی داستان

مبتلائے خیال یار ہوں میں کون جانے کہ بے قرار ہوں میں
آزمودہ ہے وعدۂ فردا دشمنِ رسمِ انتظار ہوں میں
تو نہ آئے تو موت آجائے میرے پیارے بہ حال زار ہوں میں

❁

دیکھ لیں گردشیں زمانے کی اب تمنا ہے تجھ کو پانے کی
اس طرح تیرے در پہ سجدہ کروں نوبت آئے نہ سر اٹھانے کی

❁

پیارے پنہوں تری دہائی ہے کیا مصیبت سسئی پہ آئی ہے
اب بجھائے گا کون تیرے سوا آگ جو عشق نے لگائی ہے

❁

دکھ شعورِ ثبات ہے پیاری سکھ فرار حیات ہے پیاری
تا ابد نقشِ پائے جاناں ہیں زیرِ پا کائنات ہے پیاری

❁

اے سسئی رنج و غم کا پشتارہ ایک دن تیرے کام آئے گا
اور یہ عزمِ کوہ پیمائی پیارے پنہوں سے پھر ملائے گا

کیا خبر تھی کہ جذبۂ ناکام زندگی کا مذاق اڑائے گا
میں سمجھتی تھی شعلۂ الفت اپنے محبوب سے ملائے گا

تیری خلوت کا ایک لمحہ بھی جلوتِ ماہ و سال سے بہتر
پیارے پنہوں مجھے ترا دیدار لاکھ حسن و جمال سے بہتر
مجھ ستم کش کو خلوت غم بھی بزمِ آسودہ حال سے بہتر

ایک لمحہ تری محبت کا زندگیٔ دوام سے بہتر
زلف و رخ کا تصورِ پیہم گردشِ صبح و شام سے بہتر

جادۂ عشق سے بلاتا خیر مسکراتے ہوئے گذر جانا
زندگی کا پیام ہوتا ہے دوست کی جستجو میں، مر جانا

دیکھ تو اے شبِ ستم ایجاد کس کے لب پر ہے شکوۂ بیدار
جانداروں پہ ہی نہیں موقوف سنگ ریزے بھی آج ہیں ناشاد
وسعتِ دشت گونج اٹھی ہے ہے کہیں کوئی مائل فریاد

اے سسئیٔ آہوان رم خوردہ تجھ کو رو رو کے یاد کرتے ہیں
اور پھر اجنبی سرابوں میں اپنی ہستی سے در گذرتے ہیں

سسکیاں لے رہی ہے آج فضا ہائے وہ کشتۂ محبت ہائے
دشنۂ یار کا ہلاک آخر پہلوے یار ہی میں تسکیں پائے

ذکر کرتا ہے ہر شجر تیرا ان پہ بھی ہو گیا اثر تیرا
ذرے ذرے میں ٹیس اٹھتی ہے دیکھ کر خونچکاں جگر تیرا
اے سسئی رہروانِ ہستی سے جانے کیا کہہ گیا سفر تیرا

✻

زخم کوئی تو اس نے کھایا ہے ورنہ کیوں اتنا دکھ اٹھایا ہے
ارر تو اور ان درختوں نے اس کا غم سینہ سے لگایا ہے
شدتِ کرب میں سکوں کیسا کس کا پرتو سسئی پہ چھایا ہے

✻

غم سسئی کو ہے اپنے پیاروں کا اور اپنی بھری بہاروں کا
نالۂ نے میں بھی پس پردہ سوز شامل ہے دلفگاروں کا

✻

موسم برشگال کے باوصف اس کی قسمت میں قحط سالی ہے
برکتیں ہیں 'جتوں' سے وابستہ اور یہ دم بخود سوالی ہے
پیارے پنہوں کے پاس سب کچھ ہے ہاتھ پھر بھی سسئی کا خالی ہے

وائی

آشا کی چتا جلانے کو ساجن میں تمہیں بلاتی ہوں
جیون تو میں نے لٹا دیا اب لوٹو راکھ لٹاتی ہوں

روٹھے ہو پیا مناتی ہوں
ساجن میں تمہیں بلاتی ہوں

آجاؤ ملن کو پردیسی میں دور دیس کو جاتی ہوں
تھک ہار کے اب اس گھاٹی میں لو اپنی جان گنواتی ہوں

ساجن میں تمہیں بلاتی ہوں

اس رنگ رنگیلی دنیا میں اک سپنا بن کر آتی ہوں

کچھ دیر بھٹکتی رہتی ہوں پھر یادوں میں کھو جاتی ہوں
ساجن میں تمہیں بلاتی ہوں
دکھ درد سبھی مٹ جاتے ہیں جب تم کو گلے لگاتی ہوں
تم پھولوں کی سندرتا ہو میں ان کی مہک بن جاتی ہوں
ساجن میں تمہیں بلاتی ہوں

ساتویں داستان

جستجو اس کی صبح ہو یا شام نہ ملا پھر بھی مجھ کو 'آری جام'
کاش اک بار دیکھ کر اس کو ڈوب جائے مرا دلِ ناکام
گم نہ کردے کہیں مری منزل تیز رفتار ابلقِ ایام

میرے پنہوں کے دیس میں اے شام جا کے 'ہوتوں' کو دے مرا پیغام
کیچ کی سمت آرہی تھی میں لیکن افسوس شدت آلام
کر گئی مجھ کو موت سے دوچار قابلِ رشک ہے مرا انجام

کاش میری امید بر آئے پیارا پنہوں کہیں نظر آئے
رائیگاں ہو نہ زندگی میری کام دشواریٔ سفر آئے
میرے اشکوں میں جھلملاتی ہوئی میرے آری کی رہگذر آئے
جنت عشرت دوام ملے اس کے پہلو میں موت اگر آگئے

یہ فلک بوس کوہ یہ صحرا کاش ہو تیری پیروی مجھ سے
پیارے پنہوں تری جدائی میں روٹھ جائے نہ زندگی مجھ سے!

دفعتاً ہو کے مائلِ فریاد پوچھتی ہے یہ بیکسی مجھ سے
عمر ساری گذر گئی بیکار کب ملے گا وہ اجنبی مجھ سے

❁

سعیٔ پیہم کے باوجود اے دوست نہ ملا اپنا مدعا مجھ کو
اس سے پہلے کہ ہو ترا دیدار کردیا عشق نے فنا مجھ کو

❁

غم یہ ہے تجھ سے دور ہوں پیارے اور کوئی مجھے ملال نہیں
وہ عزازیل سامنے ہے مرے کہہ سکوں کچھ مری مجال نہیں

❁

ایک مدت ہوئی ہے غم کھاتے کیا کہوں درد نارسائی سے
موت اب سر پہ آگئی پیارے مر نہ جاؤں غمِ جدائی سے

❁

اپنے پنہوں کی جستجو اس کو عاشقی کا مزا چکھائے گی
اور اس اجنبی بیاباں میں لقمۂ کر گساں بنائے گی

❁

مثلِ طاؤس شاخساروں میں وہ ہے محوِ تلاش جلوۂ یار
پیٹ بھرنے کو برگ و بار ملے بھوک سے جب وہ ہوگئی لاچار
ہائے اس کا جمال رنگا رنگ اور یہ گردِ سایۂ اشجار
ہائے یہ اس کا روے خاک آلود ہائے یہ جست و خیز یہ رفتار
ہائے یہ اس کا عزم و استقلال ہائے یہ اس کی جرأت ایثار
آرہی ہے وہ باز گشت صدا جس میں شامل ہیں سینکڑوں اسرار
کون جانے کہ اس بیاباں میں رنگ کیا لائے حسرتِ دیدار

❁

اس بیاباں میں پیارے پنہوں کو ڈھونڈھتی ہے مگر نہیں پاتی
کاش یہ بازگشتِ نالۂ دل اے سسئی تیرے کام آجاتی

رہروانِ رہِ فنا کے سوا منزل شوق کس نے پائی ہے
کون جانے یہ بازگشت صدا درحقیقت کہاں سے آئی ہے

ہائے ان کی نفیر درد آلود دشتِ ویراں میں ولولہ انگیز
جیسے کوئل کی کوک جنگل میں سرد راتوں میں ہو قیامت خیز

ہائے ان کی نفیر درد آلود ان سرابوں میں یوں بھٹکتی ہے
جیسے طوطی کی دلنشیں آواز آتے آتے کہیں اٹکتی ہے

گونجتی ہے سرابِ ہستی میں آج اس کی نفیر زہرہ گداز
آسمانوں میں ولولہ انگیز جیسے آوارہ کونج کی آواز
جیسے اک ضربِ سرمدی معاً جوش میں آکے ٹوٹ جائے ساز

وائی

میں جاؤں واری واری
اے میرے پیارے آری
پھرتی ہوں ماری ماری
بس دیر نہ کر اب آجا
یہ گھاٹی ہے انجانی
تو کہاں ہے اے آریانی
مرگھ آشا مری جوانی
اب آجا پیاس مٹا جا
میں جاؤں واری واری

سُردیسی

سر دیسی

پہلی داستان

قیامت ہے ترا مل کر بچھڑنا   خدارا روک لے ناتے کو پیارے
نہ جا ویران کر کے دل کی دنیا   کہیں میں مر نہ جاؤں غم کے مارے

❁

کبھی ناتے کبھی پنہوں کے بھائی   نیا ہر روز انداز ستم ہے
یہ کہسار و بیاباں میں بھٹکنا   ازل سے میری قسمت میں رقم ہے
مگر میری خوشی ہے تیرا ہر غم   ترا غم جو ملے وہ مغتنم ہے

❁

وہ ناتے اور مرے پنہوں کے بھائی   جنہوں نے مجھ کو دانستہ ستایا
مری تقدیر! کوہ و دشت نے بھی   مرے دکھ درد کو پیہم بڑھایا
بہت ڈھونڈا مگر ان وادیوں میں   نظر پنہوں کا نقشِ پا نہ آیا

❁

نہیں شکوہ مجھے بیگانگی کا   سمجھتی ہوں تری بے اعتنائی
کہاں ہے ناقۂ رم آشنا تو   ابھی سے کجروی و کج ادائی
مرا پنہوں ہے کوسوں دور مجھ سے   خدا جانے وہاں کب ہو رسائی

❁

یہاں وہ اجنبی ناتے جب آئے   ترے دیور تھے جن کو ساتھ لائے
خیال اس بات کا آیا نہ تجھ کو   کہ ان پر کوئی پابندی لگائے

تجھے یہ بات بھی سوجھی نہ افسوس
کہ زنجیر اپنی زلفوں سے بنائے
سسئی! پھر ان کی نوبت ہی نہ آتی
جو دکھ تو نے جدائی میں اٹھائے
اگر کچھ باخبر پہلے سے رہتی
تو ٹل جاتے یہ بدبختی کے سائے

❁

مرے پیارے مرے پنہوں کے بھائی
اگر بھنبھور میں بیلوں پہ آتے
تو ان کے پاؤں کی آہٹ کو سن کر
یہاں سب سونے والے جاگ جاتے
مناتی رت جگا ایسا کہ پھر وہ
مرے پنہوں کو چھپ کر لے نہ جاتے
اگر وہ چل بھی دیتے رات ہی کو
انہیں پیدل ہی چل کر ڈھونڈ لاتے
صبا رفتار تھا ہر اونٹ ان کا
نہیں تو ہم کبھی دھوکا نہ کھاتے

❁

مجھے معلوم تھی اونٹوں کی خصلت
مگر وہ اونٹ کیسے تھے خدایا
کہ جب رکھے گئے پالان ان پر
کوئی چیخا نہ کوئی بلبلایا
انہیں پہلے سے میرے دیوروں نے
کچھ ایسا راز داں اپنا بنایا
کہ پنہوں کو گئے جس وقت لے کر
کسی نے بھی نہ اس کا بھید پایا

❁

چلوں گی جادۂ صبر و رضا پر
کہ میں ہوں واقف امر مشیت
کیا جو کچھ بھی میرے دیوروں نے
نہیں اس کی مجھے کوئی شکایت
کروں بیکار کیوں اونٹوں کا شکوہ
میں دیکھوں گی دکھائے جو بھی قسمت

❁

نہ جانے چھوڑ کر کس وقت چل دیں
انہیں پابندیٔ مہر و وفا کیا
محبت دیس والوں ہی سے اچھی
بھلا پردیسیوں کا آسرا کیا
صبا میں بوئے پنہوں جب نہیں ہے
تو پھر بھنبھور کے صبح و مسا کیا

❁

کیا تھا ہنس کے جن کا خیر مقدم گئے افسوس وہ مجھ کو رلا کر
خبر کیا تھی کہ ان کی اجنبیت مجھے تڑپائے گی اپنا بنا کر
خدا جانے وہ شب بیدار ناقے کہاں گم ہو گئے صورت دکھا کر

❁

کوئی ان ظالموں سے یہ تو پوچھے جدا کیوں مجھ سے پنہوں کو کیا ہے
بگاڑا کیا تھا ان اونٹوں کا میں نے یہ بدلہ مجھ سے آخر کیوں لیا ہے
نہ آئیں اب وہ میرے پاس ہرگز جنہوں نے مجھ کو ایسا جل دیا ہے

❁

دعا دیتی ہے میری بے زبانی خدا رکھے جتوں کی نوجوانی
جہاں میں کوئی بھی میرا نہیں اب بہت ویراں ہے میری زندگانی
تمنا ایک زنجیر محبت محبت ایک ربط جاودانی

❁

سسئی جس کارواں کی منتظر تھی رواں پیشِ نظر وہ کارواں ہے
وہی ناقے وہی آرائشیں ہیں مگر وہ دیدۂ حیراں کہاں ہے
سسئی اس خوابِ آسائش سے حاصل؟ محبت پیچ و تابِ جاوداں ہے

❁

خبر لے اے مرے گم گشتہ پنہوں میں سرتا پا محبت ہوگئی ہوں
کہاں ہیں اب وہ پراسرار ناقے میں جن کی جستجو میں کھوگئی ہوں
نہ آئے لوٹ کر وہ جانے والے میں ہوں اب کوہساروں کے حوالے

❁

نہ یہ غم تھے نہ ایسی بے کسی تھی بڑی پرکیف میری زندگی تھی
جتوں نے کردیا مجھ کو پریشاں وگرنہ ہر خوشی میری خوشی تھی

❁

نہ جذبِ شوق یہ زحمت اٹھاتا　　نہ احساس وفا ناکام ہوتا
کہاں ملتا مجھے سوزِ محبت　　اگر دل واقف انجام ہوتا

❁

نہ دیکھا تھا کبھی پہلے جتوں کو　　کہاں ڈھونڈوں انہیں اے چشمِ حیراں
انوکھے پیچ و خم دکھلا رہے ہیں　　مجھے یہ اجنبی کوہ و بیاباں
صبا رفتار ان کا کارواں ہے　　میں درماندہ ہوں باحال پریشاں
مرے پاس آ کبھی جا اے آریانی　　خدارا یوں نہ ہو مجھ سے گریزاں

❁

محبت بھی نہ مجھ کو راس آئی　　کوئی دیکھے جتوں کی بے وفائی
مجھے تھی ہوت سے دیرینہ نسبت　　مگر قسمت میں تھی اس سے جدائی
خدا جانے کہ میرے دیوروں کو　　نظر آئی تھی مجھ میں کیا برائی

❁

جدھر یہ کارواں اب گامزن ہے　　ادھر ہی پیارے پنہوں کا وطن ہے
پھسلتے بھی نہیں وہ تیز رفتار　　عجب ان تیز اونٹوں کا چلن ہے
مرا دل توڑ کر وہ جا رہے ہیں　　نجانے مجھ سے کیا کیا سوءِ ظن ہے

❁

ادھر ہوں رحمتِ کامل کے سایے　　جدھر وہ ناقۂ محبوب جائے
خدایا پیارے پنہوں کو کہیں بھی　　نہ ہرگز کوئی زحمت پیش آئے
ہزاروں صورتیں دیکھی ہیں میں نے　　مگر اس کے سوا کوئی نہ بھائے

❁

درختوں میں تری خوشبو بسی ہے　　مہک تیرے تصور کی چمن میں
فریب عشق دے کر کھو گئے ہیں　　خدا جانے وہ جت کس انجمن میں
درندوں سے مجھے کیا خوف ہو گا　　بسا ہے ایک انساں میرے من میں

کچھ ان اونٹوں نے میرا دل دکھایا — کچھ ان کے ساربانوں نے ستایا
کہوں کیا دیوروں کی دشمنی کو — جنھوں نے مجھ سے پنہوں کو چھڑایا
کیا سورج نے خود چھپ کر اندھیرا — صبا نے نقشِ پا اس کا مٹایا
قمر بھی ہو گیا روپوش آخر — پہاڑوں نے بھی میرا غم بڑھایا
ہوا دشمن مرا سارا زمانہ — مصیبت میں نہ کوئی کام آیا

وائی

چاند کسی کا میت نہیں ہے — پچی اس کی پریت نہیں ہے
پنچھی اس کو کب پاتے ہیں — اڑتے اڑتے تھک جاتے ہیں

....

پھول سے ہرگز پیار نہ کرنا — کانٹوں کا بیوپار نہ کرنا
پھول سدا مرجھا جاتے ہیں — کانٹوں میں الجھا جاتے ہیں

....

سکھیو! ان سے دور ہی رہنا — چاہے جتنے بھی دکھ سہنا
جو پنہوں کو لے جاتے ہیں — اور سسئی کو تڑپاتے ہیں

....

اپنے دل پر چوٹ نہ کھانا — اور جتوں کے پاس نہ جانا
اوجھل ہو کر ترساتے ہیں — پربت پربت بھٹکاتے ہیں

دوسری داستان

اندھیری اور برستی رات پنہوں! — ترے ناتے کہاں ہیں میرے دمساز
یہی وہ طاق و بام و در ہیں پیارے — کہ جن میں گونجتی تھی تیری آواز
تری ہر یاد یادِ جاوداں ہے — علاج چاکِ زخمِ خونچکاں ہے

سسئی سے کہہ رہی ہے ہر سہیلی — کہ یہ راہِ وفا راہِ جنوں ہے
خدارا لوٹ بھی آ غم کی ماری — رواں کس دھن میں باحالِ زبوں ہے
کہاں تک آتشیں راہوں پہ چلنا — کہاں وہ خود ترا سوزِ دروں ہے

خیالِ یار جائے گا نہ دل سے — سزائے مرگ بھی مجھ کو گوارا
نہیں مایوس میں سعیٔ وفا سے — کہیں تو مل ہی جائیگا وہ پیارا
ازل ہی سے مرے ذوقِ طلب نے — لیا ہے پیارے پنہوں کا سہارا

گیا ہے جب سے آری جام میرا — مری دنیا اندھیرا ہی اندھیرا
تلاشِ یار ہے، تنہائیاں ہیں — غم و آلام نے ڈالا ہے گھیرا
نہ کشتی ہے نہ کوئی ناخدا ہے — سراسر موج و طوفان پر بسیرا
جدا اس راہبر سے ہو گئی ہوں — فریبِ ماسوا میں کھو گئی ہوں

تلاشِ ناقۂ محبوب توبہ — سسئی نذرِ بیاباں ہو گئی ہے
خدا جانے وہ اب آئیں نہ آئیں — یہ جن کی جستجو میں کھو گئی ہے

حمایت ہوت کی حاصل ہے جن کو — انہیں کیا زحمتِ کوہ و بیاباں
گذر جاتے ہیں راہِ پر خطر سے — بآسانی گدائے کوئے جاناں
گلہ ان تیزرو اونٹوں سے کیسا — نہیں ان سے کسی لغزش کا امکاں
کیا ہے ان وفاداروں کی خاطر — مشیت نے ہر اک منزل کو آساں
کوئی اے کاش مجھ کو بھی بتا دے — کہاں ہے منزلِ یارِ گریزاں

بلوچی میں کبھی کرتے وہ باتیں — کبھی کچھ بولتے تھے فارسی میں

خدا جانے وہ پراسرار کیچی یہاں کیوں آئے کیا ٹھانے تھے جی میں
خبر کیا تھی چلے جائیں گے یہ لوگ رہوں گی میں یہاں بھنبھور ہی میں
یہ میری زندگی کا حال ہے اب کہ پیہم دکھ ہی دکھ ہیں زندگی میں

انہیں کچھ کھانے پینے کا نہیں فکر وہ ناقے سرخوش عزم سفر ہیں
خدا جانے انہیں کیسی لگن ہے کہ وہ منزل بہ منزل تیز تر ہیں

جہاں جاتے ہوئے ناقے بھی لرزیں سسئی ان وادیوں میں جا رہی ہے
سلگتی اور تپتی بادِ صحرا سسئی کے جسم کو جھلسا رہی ہے
نشاں پنہوں کا کوسوں تک نہیں ہے مگر وہ ہے کہ بڑھتی جا رہی ہے
'لطیف' اس دشت آوارہ کو شاید محبت راستہ دکھلا رہی ہے

سرِ نازک تہِ سنگِ گراں ہے مکمل اب سسئی کی داستاں ہے
جسے اپنا نہ سمجھا تھا جتوں نے وہ درماندہ شریکِ کارواں ہے
'لطیف' اس غمزدہ کی باوفائی ازل سے تا ابد ہے، جاوداں ہے

وائی

دکھ دور ہوا سکھ پائے جیون کا سندیسہ لائے
جب ساجن لوٹ کے آئے
میں پگ پگ نین بچھائے بیٹھی تھی آس لگائے
جب ساجن لوٹ کے آئے
نینوں سے نین ملائے پھر سوئے بھاگ جگائے
جب ساجن لوٹ کے آئے

مرا انگ انگ مسکائے آشا کے دیپ جلائے
جب ساجن لوٹ کے آئے

سنسان ہوا کی لہریں کستوری سا مہکائے
جب ساجن لوٹ کے آئے

انجان تھی ان سے سجنی جو بھید سجن سے پائے
جب ساجن لوٹ کے آئے

تیسری داستان

خدارا اپنے اونٹوں کو نہ ہانکو کہیں میں مر نہ جاؤں غم کے مارے
تمہارا پیار میرا آسرا ہے نہ جاؤ توڑ کر میرے سہارے
قسم بھنبھور کی گلیوں کی جن میں کسی کی آرزو میں دن گذارے
نہ لوں گی نام بھی بھنبھور کا میں دکھا دو کیچ کے پیارے نظارے

اگر ہے کیچ کو جانا تو جائے مگر ایسا نہ ہو پھر لوٹ آئے
سسئی اس رہگذار جانستاں میں نہیں ممکن کہ تو آرام پائے
فقط جھلسی ہوئی ویرانیاں ہیں نہ پانی ہے نہ سبزہ ہے نہ سائے

سنا ہے کیچ کی راہوں میں اکثر فنا کے گھاٹ اترے جانے والے
ہجوم رہرواں اب تک ہے لیکن پڑے ہیں جان کے ان سب کو لالے
خدا جانے وہ گذرے ہیں کدھر سے پتا چلتا نہیں کچھ رہگذر سے

کہاں ہے ان کی جلوہ گاہ یارب
مجھے ہر وقت جن کی جستجو ہے
سکونِ زندگی کا چشمۂ صاف
مرے پیارے ہنتوں کی گفتگو ہے
ادھر ہی منزلِ آخر ہے اپنی
جدھر وہ کاروانِ رنگ و بو ہے
وہیں لے چل مجھے جذب تمنا
جہاں وہ منتہائے آرزو ہے

۞

سنا ہے کیچیوں کے کارواں نے
کیا ہے آخر شب رخ ادھر کا
پہنچ جاؤں میں ان کے کارواں تک
یہی ہے مدعا قلب و نظر کا
چمک اٹھے 'لطیف' ان کی نظر سے
مقدر دامن دریوزہ گر کا

۞

سراغِ خاکِ راہِ یار پاؤں
اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاؤں
مثالِ نسترن میں لہلہاؤں
جو بوئے دامنِ محبوب پاؤں
اگر وہ گوہرِ نایاب مل جائے
میں اپنے دامنِ دل میں چھپاؤں
بفیضِ جلوہ گاہِ حسنِ محبوب
میں اپنی تیرہ بختی کو مٹاؤں
جدا مجھ سے نہ ہو وہ پیارا پنہوں
خدایا میں اسی کے ساتھ جاؤں
کہیں وہ کاروانِ شوق میرا
جو مل جائے، لگن دل کی بجھاؤں

۞

سنا ہے اپنے اونٹوں کو سنوارے
ادھر آئے ہیں پھر کیچی ہمارے
سراپا کیف ہے جن کا تصور
خوشا وہ جذب و مستی کے نظارے
بہر قیمت میں ان کے ساتھ جاؤں
اگر ہوں مہرباں مجھ پر وہ پیارے
مرا پنہوں ہے میرے دل کی زینت
میں ہوں وابستۂ حسنِ عقیدت

۞

جلو میں جس کے وہ رعنا جواں ہے
بڑا ہی خوبصورت کارواں ہے
کہیں انمول ہیروں کا نظارا
کہیں گلہائے رنگیں کا سماں ہے
خبر ہے کچھ تمھیں اے راہگیرو!
کہاں ہے قافلہ اُن کا، کہاں ہے!

وہ جب آئے یہاں اونٹوں کو لے کر — کھلا مجھ پر نہ ان کا راز کوئی
ہوئے گم اس طرح پنہوں کو لے کر — نہ آئی کان میں آواز کوئی
جھپٹ کر جیسے میرے من کا موتی — اچانک لے گیا ہو باز کوئی
کہاں میں اتنی گہری نیند سوتی — مری قسمت اگر کھوٹی نہ ہوتی

عجب ان کیچیوں نے گل کھلایا — نظر مجھ کو میرا پنہوں نہ آیا
وہ راتوں رات یوں بھاگے یہاں سے — کھلی جب آنکھ میں نے کچھ نہ پایا
خدایا اپنے پنہوں سے ملا دے — ملا دے اپنے پنہوں سے خدایا

سحر ہونے سے پہلے ہی سدھارا — ہمارا مہرباں، مہماں ہمارا
یہ آخر کیا ہوا اے چشم حیراں — مجھے پنہوں نے کیوں بے موت مارا
نظر میں چار سو ویرانیاں ہیں — کچھ ایسا گم ہوا میرا سہارا
نہ زندہ چھوڑتی اونٹوں کو ان کے — اگر ملتا کوئی ایسا اشارا
کہ دانستہ جتوں نے میری خاطر — بچھایا ہے یہ دلکش جال سارا
اب اس معمورۂ ہستی میں اس بن — مجھے بھاتا نہیں کوئی نظارا

مرے بھنبھور کو ویران کر کے — کدھر کا رخ کیا اس کارواں نے
کہاں ہیں کیچ اور مکران یا رب! — بہت ڈھونڈا ہے مجھ آشفتہ جاں نے
وہی کھینچے گا میرے دل سے ناوک — بنایا ہے ہدف جس مہرباں نے
ہراساں اور پریشاں کر دیا ہے — مجھے اس ہیبتِ کوہِ گراں نے

رہا اس عالمِ سود و زیاں میں — تمہارا غم مجھے ہر غم سے پیارا

رہے گا عمر بھر یہ دشت ویراں — دلِ وحشت زدہ کا استعارا
تم ایسے کھوئے دشتِ بے کراں میں — تمہیں ہر سانس میں میں نے پکارا

کہیں تم راکھ ہو کر رہ نہ جاؤ — شرارِ آہِ سوزاں کے اثر سے
بس اب ہٹ جاؤ اے کوہ و بیاباں! — گذرنے کو ہوں میں اس رہگذر سے
مجھے جل دے کر میرے دیوروں نے — کیا مجھ کو جدا اس راہبر سے
وہ میری زندگی کا آسرا — مرے قلب و نظر کا مدعا ہے

ابھی اس رہگذارِ پرخطر میں — نہ جانے اور کتنے مرحلے ہیں
مگر اے آرزوے منزلِ شوق — محبت کے نرالے حوصلے ہیں

وائی

سکھیو! میں ہوئی ہوں برھن — مجھے چھوڑ گئے ہیں ساجن
ہیں بھولی بھالی ناری — سمجھی تھی ہوت کو اپنا
نینوں سے نین ملا کر — دیکھا تھا سندر سپنا
اب سب کچھ بھول گئی ہوں
انجان پیا کے کارن
مجھے چھوڑ گئے ہیں ساجن

پربت پربت میں بھٹکی — بن بن میں نیر بہائے
اس تپتی کیچ ڈگر میں — کیسے کیسے دکھ پائے
جل بھن کر راکھ ہوئے ہیں
برہا کی آگ میں تن من
مجھے چھوڑ گئے ہیں ساجن

ہر وقت 'لطیف' یہ چاہے — مل جائے آنکھ کا تارا
اس آری جام سے بڑھکر — نہیں کوئی اور سہارا
میں ڈھونڈ رہی ہوں جن کو
کب ہوں گے اس کے درشن
موہے چھوڑ گئے ساجن

چوتھی داستان

ستایا کیوں مجھے آکر جتوں نے — یہ کیسا ظلم ڈھایا دیوروں نے
خدا جانے مرے دل کا سہارا — کہاں گم کردیا ان ظالموں نے
کیا سنسان مثل دشت ویراں — مرا بھنبھور کیچی جابروں نے
کیا ہے ایک سحر حشر ساماں — بظاہر آرسیدہ ساحروں نے
بہت ہی دور ہوں پنہوں سے لیکن — قسم کھائی ہے میرے حوصلوں نے
کہ اب ان کو مناکر چھین لیں گے — کھلایا ہے یہ گل جن فاصلوں نے

فریب راہ مجھ کو ہر نشاں ہے — کہاں ہے وہ مرا پنہوں کہاں ہے
کہاں ہے کاروانِ حسن اے دل — کہاں وہ سرخوشی کا کارواں ہے
خدا جانے گیا کس راہ سے وہ — کہ سونی رہگذار کہکشاں ہے
نظر آتے ہیں خوابوں کے بھنور سے — ابد تک تیرگی بیکراں ہے
سناؤں کیا تجھے میں اے شب غم — بڑی پردرد میری داستاں ہے
یہ کیا معلوم تھا اک صبح محشر — پسِ بے ہوشی خواب گراں ہے
خبر کیا تھی جتوں کا خیر مقدم — مرے حق میں وداعِ جسم و جاں ہے

وہ میری سجدہ گاہِ دل نشیں ہے — جہاں وہ راحت قلب حزیں ہے
یہ دنیا ہو کہ ہو دنیائے آخر — سوا اس کے مرا کوئی نہیں ہے

❁

برہمن زاد ہوں لیکن یہ سچ ہے — کہ اک دھوبی نے لاکر مجھ کو پالا
مجھے دنیا نے سمجھا ایک دھوبن — بظاہر ہوش جب میں نے سنبھالا
کیا اک اجنبی سے پیار میں نے — سمجھ کر دیدہ و دل کا اجالا
یہ کیا معلوم تھا اس کی جدائی — دلِ مہجور میں ڈالے گی چھالا
اب اس کی جستجو میں کھو گئی ہوں — مجھے بے موت جس نے مار ڈالا

❁

مہکتا ہے مثالِ مشک پنہوں — مرے کپڑوں میں ہے صابون کی بو

❁

مرا پنہوں بھی کپڑے دھو رہا تھا — اچانک کیچ سے قاصد جب آیا
کہا اس نے پسند آئی نہ یہ بات — کہ اک دھوبن سے تو نے دل لگایا

❁

کہاں ہے کیچ اور بھنبھور کیسا — یہ سارے رشتہ و پیوند کیا ہیں
نگاہوں میں انوکھی التجائیں — لبوں پر نالہ ہائے نارسا ہیں
نہ جانے کیوں مرے درپے ہیں دشمن — نہ جانے دوست کیوں صبر آزما ہیں

❁

عجب یہ زندگی کا کارواں ہے — تنِ تنہا ہر اک راہی یہاں ہے
بہر منزل ہجوم رہرواں ہے — کوئی ہمدم نہ کوئی راز داں ہے
کہیں صحرا کہیں کوہِ گراں ہے — سفر یا رہرووں کا امتحاں ہے
یہ راہِ سخت اور یہ خستہ حالی! — مگر تیری طلب دامن کشاں ہے

وائی

کیوں میری آشا توڑ گئے
سپنوں میں بھٹکتا چھوڑ گئے
بھنبھور سے کیوں منہ موڑ گئے
کیا بھول ہوئی مجھ سے پریتم؟

کچھ دیر تو جی کو بہلاتے
اک رات ہی کیچی رک جاتے
اتنا تو نہ مجھے تڑپاتے
کیا بھول ہوئی مجھ سے پریتم؟

ومنجز سے اونٹوں کو ساجن
بہلا لینا میرے کارن
درشن ابھلاسی ہے برہن
کیا بھول ہوئی مجھ سے پریتم؟

۞۞۞

پانچویں داستان

فزوں ہردم سسئی کا دردِ ہجراں
ہرن کی طرح کب سے سوختہ جاں
ہما جس طرح سرگرداں فضا میں
نہیں اس درد کا کوئی بھی درماں
سرابِ زندگی میں ہے ہراساں
نگاہِ اہل عالم سے ہو پنہاں

۞

جو دیکھے آخرِ شب چند آہو
تمنائے رخِ یارِ گریزاں
سسئی اس عالمِ بیم و رجا میں
سسئی سمجھی جتوں کے اونٹ آئے
نہ جانے اور کتنے گل کھلائے
تری روحِ تپاں تسکین پائے

۞

خوشا یہ آہوانِ دشت ویراں
تلاشِ آب میں اُفتاں و خیزاں
کچھ ایسی ہی مرے وارفتگی ہے
خلا میں کھو گئی ہے چشم حیراں
جھلک تھی جس کی پیارے کیچیوں میں
مجھے پیارا ہے وہ حسن گریزاں

❁

سسئی! اس وادیٔ کوہ گراں میں
درندوں سے بھی تو دوچار ہو گی
مگر کہتی ہے یہ فریاد تیری
کہ تو حلقہ بگوشِ یار ہو گی

❁

بجیں گے پھر خوشی کے شادیانے
قریں مجھ سے مرا ہمراز ہو گا
وہی ہو گا وفورِ عشق و مستی
وہی پھر ربط سوز و ساز ہو گا

❁

جہاں تشویش میں ہر اک شتر ہے
جہاں وہ تنگ و پیچاں رہگذر ہے
وہاں بھی مطمئن ہے قلب اس کا
وہاں بھی گامزن وہ دیدہ ور ہے
سکوتِ مرگ ہے جن وادیوں میں
سسئی ان وادیوں میں رہ سپر ہے
اسے آرام کی اب کیا تمنا
سفر اس کا محبت کا سفر ہے

❁

نہ جانے کیوں رہِ جاناں میں حائل
خیالِ ہیبتِ کوہِ گراں ہے
ہزاروں مرحلے ہر مرحلہ سخت
مگر پہنچوں گی میں پنہوں جہاں ہے

❁

مری قسمت میں تھا دھوکے میں آنا
متاع دل چرا کر لے گئے ہیں
بتاؤ تو مجھے اے کوہسارو!
کہاں اس کو چھپا کر لے گئے ہیں
مرے پنہوں کو 'برفت' اور 'بروہی'
زبردستی اٹھا کر لے گئے ہیں
سرابوں میں بھٹکتی پھر رہی ہوں
سراپا تشنگی ہی تشنگی ہوں

❁

دمادم بڑھ رہی ہوں بے خودی میں
مجھے روکیں گے کیا کوہ و بیاباں
یہ 'کانبھوٗ اور 'کارو' میرے نزدیک
نہیں کچھ بھی بجز ابرِ بہاراں
ز سر تا پا کسی کی جستجو ہوں
دلِ حسرت زدہ کی آرزو ہوں

ہوا ابر سیہ پھر اتفاقاً
فرازِ کوہ سے دست و گریباں
سکوتِ مرگ سا طاری ہے بن پر
بڑے پرہول ہیں دشت و بیاباں
میں تنہا پاپیادہ دل گرفتہ
کہاں جاؤں بایں حالِ پریشاں
کرے گی آپ میری رہنمائی
یہ پیہم آرزوئے روئے جاناں

وائی

جاؤں گی کیچ کی اور
سکھی ری...... چھوڑ کے میں بھنبھور
سکھی ری...... جاؤں گی ہوت کی اور

آشا ہے لوٹ آئیں گے پریتم
پریت کی ریت نبھائیں گے پریتم
آگ لگائی ہے جو من میں
خود ہی آن بجھائیں گے پریتم
بھائے پنہل چت چور...... سکھی ری
جاؤں گی کیچ کی اور

بن بن میں بھٹکانے والا
جیون جوت جگانے والا
پھرتی ہوں میں کھوج میں جس کی
آئے گا وہ آنے والا
ناچے من کا مور...... سکھی ری
جاؤں گی کیچ کی اور

چھٹی داستان

یہ کوہستان کی پیچیدہ راہیں
یہ ویرانی یہ خاموشی یہ آہیں
تجسس میں رہیں منزل بہ منزل
تھکی ماندی نم آلودہ نگاہیں
بیاباں در بیاباں خاک چھانی
ابھی ہیں دور اس کی جلوہ گاہیں
کہاں تک ساتھ دیں پاؤں کے چھالے
اگر اہلِ طلب چلنا بھی چاہیں
وہی آخر بنیں گے دل کے غمخوار
جہاں تک ہوسکے ان سے نباہیں

❁

عجب 'وندر' کی راہِ پر ستم ہے
عجب یہ رہگذار خم بہ خم ہے
کہاں گم ہیں وہ پراسرار ناقے
صبا سے تیز تر جن کا قدم ہے
سرابوں میں ہراساں پھر رہی ہوں
جگر میں آگ ہے، آنکھوں میں نم ہے
جدائی میں تری اے میرے پنہوں
یہ طرفہ یورش رنج و الم ہے
کہاں ہے لوٹ آ اے میرے پیارے
مرے جینے کی اب امید کم ہے

❁

یہ کوہستاں یہ ویران ٹیلے
کھڑے ہوں جیسے فیل مست بن کر
میں اس کوہِ گراں کو کاٹ دیتی
اگر ہوتا کوئی تیشہ میسر
ہوئی نشو و نما اس کی غموں سے
تمنا بن گئی نخلِ تناور

❁

فرازِ کوہِ تا حدِ نظر ہے
خدا جانے مری منزل کدھر ہے
مسلسل رہگذاروں کا سفر ہے
وہی صحرائے گرم و پرخطر ہے
یہاں کیا کام ہے فرزانگی کا
بڑی صبر آزما یہ رہگذر ہے
مگر اے جذبۂ جوشِ محبت
مجھے غم کیا کہ پنہوں راہبر ہے
اسی کا ہے تصور میرے دل میں
اسی کا نقش پا پیشِ نظر ہے
صدائے ناقہ جیسے ہر قدم پر
دلِ آگاہ سے نزدیک تر ہے
زمانے میں ازل سے کارفرما
محبت ہی محبت کا اثر ہے

مسلسل کوہساروں کا سفر ہے　　خدا جانے مرا پنہوں کدھر ہے
یہ تپتی ریت یہ وحشی درندے　　ستم انگیز دشتِ پُرخطر ہے
جہاں ناقے بھی ہمت ہار جائیں　　وہی یہ تنگ و تیرہ رہگذر ہے
یہ عالم ہے کہ جیسے ہر قدم پر　　وطن پیارے جتوں کا دور تر ہے
نہیں کچھ اور اب میری نظر میں　　وہ آری جام ہی پیش نظر ہے
جتوں کے بائیں سے گزرے نہ تیتر　　نکل جائیں شگون بد سے بچ کر

کہاں وہ انتظار روے جاناں　　کہ چاہا بھی تو کمتر نیند آئی
کہاں یہ بدنصیبی چشم حیراں　　کہ منزل پر پہنچ کر نیند آئی
سزا یہ ہے کہ تڑپوں زندگی بھر　　خطا یہ تھی کہ شب بھر نیند آئی

یہ احساں ہے دلِ بے مدعا کا　　مجھے کچھ ڈر نہیں روز جزا کا
حریم چشم حیراں بن گیا ہے　　ہر اک جلوہ کسی جانِ وفا کا

وائی

جتوں بن جگ جیون ہے روگ

سکھی ری...... جگ جیون ہے روگ

بلائے موھے 'پنھل' چِت چور
چلی ہوں آج میں کیچ کی اور
نہیں ہے بھاگ میں اب بھنبھور

لیا ہے آشاؤں نے جوگ
سکھی ری! جگ جیون ہے روگ

آئے نہ بیکل من کو چین
پھروں گی بن بن میں دن رین

ملا ہے مجھ کو جیون سوگ
سکھی ری! جگ جیون ہے روگ

وائی

پھرتی ہوں کنجن کنجن بیکل ہوں جتوں کے کارن
بھنبھور میں کون ہے میرا
اجڑا وہ رین بسیرا
روٹھے مرے سندر ساجن
بیکل ہوں جتوں کے کارن
کیا بھول ہوئی تھی جانے
گھیرا جو مجھے بپتا نے
سکھ پائے کیسے جیون
بیکل ہوں جتوں کے کارن
ہر وقت 'لطیف' ہے کہتا
گھر ڈھونڈھ لے اپنے پی کا
اب جاؤں کہاں میں برہن
بیکل ہوں جتوں کے کارن

ساتویں داستان

نہ دو ترغیب مجھ کو واپسی کی
کہ یہ توہین ہے وارفتگی کی
کبھی بھنبھور میں جو دل کشی تھی
جھلک بھی اب نہیں اس دل کشی کی
دیا ہے جب سے دل پنہوں کو سکھیو!
نہیں ہے مجھ کو حسرت زندگی کی

❁

قطار اندر قطار آئے تھے ناقے
بڑی پرکیف انکی کہکشاں تھی
وہ آویزے وہ گھنگھرو وہ چھنا چھن
عجب بانگِ درائے کارواں تھی

❁

سسئی جنگل میں تھک کر رہ گئی ہے
درندوں سے بھی کیا کچھ کہہ گئی ہے
بہر صورت یہ نخچیر محبت
ستم دل پر ہزاروں سہ گئی ہے

❁

کرم کر اب تو میرے دل پہ آری
چلی ہے کیچ کو یہ غم کی ماری
خبر لے اے مسیحائے محبت
نہ جائیں کوششیں بیکار ساری
تجھے معلوم ہے اے میرے پنہوں
کہ دردِ دل نہیں ہے اختیاری

❁

نہیں قسمت میں اب آرام کوئی
نہیں جز شغل گریہ کام کوئی
نویدِ عشرتِ شب لے کے آئی
مری جانب نہ ابتک شام کوئی
اسی امید پر جیتی ہوں پیارے
کہ آجائے ترا پیغام کوئی
مجھے اب سانس لینا بھی گراں ہے
نہ جانے پیارے پنہوں تو کہاں ہے

❁

خوشا یہ کیفیت کوہ و دمن کی
مہک ہے نافۂ مشکِ ختن کی
خدا جانے کہاں سے آ رہی ہیں
یہ خوشبوئیں جتوں کے پیرہن کی

وہ آری جام ہو جس انجمن میں — نہ پوچھو رونقیں اس انجمن کی
بر آئیں اس کی صورت دیکھتے ہی — مرادیں غمزدہ اہل وطن کی
ہوا بھنبور میں جشن چراغاں — خوشی دیکھے تو کوئی مرد و زن کی

❋

خدا جانے مجھے یہ درد دے کر — ہوئے کس وقت وہ کیچی روانہ
گواہی دے رہے ہیں اشکِ شبنم — کہ ہے یہ آخر شب کا فسانہ

❋

دل بیتاب کو پامال کر کے — کہاں وہ میرا پنہوں کھو گیا ہے
کھلایا ہے یہ گل جب سے جتوں نے — خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے

❋

بلوچوں سے وفا کا آسرا کیا — خطا کاری ہے ان سے دل لگانا
مجھے معلوم ہے دستور ان کا — نہیں آساں انہیں اپنا بنانا
وہ مجھ پر اولِ شب غلبۂ خواب — وہ ان کا آخر شب کیچ جانا
گھڑی بھر کے لئے تھی آشنائی — مرے کس کام یہ مہندی رچانا

❋

قصور ان دیوروں کا اس میں کیا ہے — جو سچ پوچھو تو میری ہی خطا ہے
رہی انجان میں ان منزلوں سے — جن سے آری جام آشنا ہے
اگر میں تھام لیتی ان کا دامن — نہ ہوتا پھر یہ جو کچھ بھی ہوا ہے
وہی درماندگی میں ساتھ دے گا — وہی اس غمزدہ کا آسرا ہے

❋

خطا اپنی ہے تیرا نام کیوں لوں — مرے جی کا ہے یہ جنجال پیارے
مری تقدیر ہی کھوٹی تھی ورنہ — نہ ہوتا دفعتاً یہ حال پیارے
وہ کیچی اور ان کے اونٹ مجھ کو — نہ کرتے اس طرح پامال پیارے
چھپے رہتے مری آغوش ہی میں — وہ تیرے گھنگھریالے بال پیارے

وائی

رگ رگ میں رنگ روپ رچائے ہوئے ہوں میں
دل میں کسی کی یاد بسائے ہوئے ہوں میں
میں سو رہی تھی کیچ کو وہ کارواں گیا
لگتے ہی میری آنکھ وہ پیارا کہاں گیا
اب کیا ہے زندگی میں وہ آرام جاں گیا
حیران ہوں کہاں وہ مرا رازداں گیا
سوزِ غم فراق چھپائے ہوئے ہوں میں
دل میں کسی کی یاد بسائے ہوئے ہوں میں
آرائشیں جتوں کی ابھی تک نظر میں ہیں
نیرنگیاں جمال کی قلب و جگر میں ہیں
کیا غم جو مشکلیں بھی مری رہگذر میں ہیں
مونس یہ طائران خوش الحان سفر میں ہیں
لطف و کرم کی آس لگائے ہوئے ہوں میں
دل میں کسی کی یاد بسائے ہوئے ہوں میں

وائی

جنجال ہوئی جیون رچنا
میں کس کو سناؤں دکھ اپنا
موھے مار گئے روٹھے سجنا
اب کیسے جیوں ہوتوں کے بنا
بہروپ بھیانک اس پربت کا
کیا دیکھے میری دربلتا
اے جھوٹی آشا تو ہی بتا

نگری میں ہے کون اپنا
اب کیسے جیوں ہوتوں کے بنا

وائی

میں برھن کوسوں دور رہی پہنچے مرے دیور کیچ سکھی
پربت پربت بے چین پھری
پنہوں کے لئے لئے دن رین پھری

جاؤں میں ان اونٹوں پر واری
پہنچے مرے دیور کیچ سکھی

دھوبی نے مجھے پالا پوسا
کیا میرا برھمن سے ناتا

میں ابھلا پنہوں کی داسی
پہنچے مرے دیور کیچ سکھی

....

مرے پنہوں دھیر بندھانا اس رن میں چھوڑ نہ جانا
اے میرے پیارے آری
ہے تیری یہ دکھیاری
تری مہما جگ سے نیاری
مرے پنہوں لوٹ کے آنا
پربت میں چھوڑ نہ جانا
سیوا میں کروں گی ساجن
پانی میں بھروں گی ساجن
چرنوں پہ مروں گی ساجن
دھوبن کا مان بڑھانا
پربت میں چھوڑ نہ جانا

سُر کوهیاری

سرکوہیاری

پہلی داستان

رات سوکر گذاردی ساری — اے سسئی اب کہاں ترا آری
اب نہ وہ کارواں نہ وہ ناقے — رہ گئی کھوئی کھوئی بیداری
درس عبرت یہ خواب غفلت ہے — بے خودی ہے تری خود آزاری
کچھ تو کرلے تلافیٔ مافات — ہائے بیٹھی ہے کیوں تھکی ہاری
ہے ابھی رہگذار میں پنہوں — جا اب اس کی تلاش میں پیاری

❀

تجھ سے بہتر تو ان کے ناقے تھے — نیند جن کو نہ رات بھر آئی
تیری غفلت شعار فطرت پر — آہیں بھرتی ہوئی سحر آئی
جا اب اس کی تلاش میں کہ تجھے — پیش اک سخت رہگذر آئی

❀

مژدہ وصلِ دیدۂ بیدار — چشمِ خوابیدہ کس کے کام آئی
کاروانِ حیات جا نکلا — تو بھی ہو محوِ جادہ پیمائی
یہ نہ ہو اس رہِ تمنا میں — صرف رہ جائے تیری تنہائی

❀

ان کے اونٹوں کی کوئی آہٹ بھی — سن سکی تو نہ خواب غفلت میں
شام ہوتے ہی تجھ کو نیند آئی — اب کہاں وصل تیری قسمت میں

❀

ہائے قسمت کہ خواب غفلت میں اپنے پنہوں سے بے نیاز رہی
کر گئے کوچ قافلے والے اور میں مست خوابِ ناز رہی
اور بھنبھور میں رہا کیا ہے جب نہ وہ چشم دلنواز رہی

❁

گھر میں جب تک رہا وہ آری جام رہی بے فکرِ گردش ایام
یہ نہ جانا حرام ہے مجھ پر راحت خواب، نیند کا آرام
اے سسئی کچھ خبر بھی ہے تجھ کو کہ وہ لائے تھے اپنے ساتھ اک دام

❁

شام ہی سے کوئی جو سو جائے کیوں نہ غفلت شعار کہلائے
آنکھ کھلنے پہ لاکھ پچھتائے ان جتوں کو مگر کہاں پائے
اے سسئی تجھ کو اب ترا پنہوں کیسے بھنبھور میں نظر آئے

❁

خواب غفلت میں اے سسئی تجھ کو فکر پنہوں کی رات بھر نہ ہوئی
ہر طرف تھے ترے سراغ رساں تجھے ان کی کوئی خبر نہ ہوئی
مثلِ مردہ لپیٹ کر منہ کو ایسی سوئی کہ پھر سحر نہ ہوئی
خود ہی ملزم ہے خود ہی تو الزام کر رہی ہے جتوں کو کیوں بدنام

❁

گر روادار عاشقی ہوتی یوں نہ طاری غنودگی ہوتی
'کیچ' سے آنے والوں کی خاطر رات آنکھوں میں کاٹ دی ہوتی

وائی

دوش کسی کا کیا ہے اس میں

بھاگ پہ کس کا زور
چھوڑ چلی بھنبھور

سکھی......میں چھوڑ چلی بھنبھور

سکھ سنتوش سنگار سہاگن
بہلاتے ہیں تیرا تن من

پر میں جی بہلاؤں کیسے
ہائے پنہل چت چور
سکھی......میں چھوڑ چلی بھنبھور

جیسے بھی ہو، جاؤں گی میں
بن بن کھوج لگاؤں گی میں

ڈال ڈال پہ سیس جھکا کر
روئے گا من مور
چھوڑ چلی بھنبھور
سکھی......میں چھوڑ چلی بھنبھور

❀❀❀

دوسری داستان

مشکلیں چوب کار کی مانند — کاٹ دیتی ہیں ہر درختِ امید
ہائے یہ کوہسارِ صبر شکن — راہ پرخم دیارِ یار بعید
دل عاشق کی آزمائش سخت — عزم انساں کی دل شکن تردید

❀

اے رہِ کوہسار ناہموار — زخمِ دل کس طرح چھپاؤں گی
تیری ایذا رسانیاں ظالم — پیارے پنہوں کو میں بتاؤں گی
کر دیا گم وہ نقش پا تو نے — جس کا کوئی بدل نہ پاؤں گی

❀

اے پراسرار کوہسار بتا پیارا پنہوں کدھر سے گذرا تھا
کچھ خبر ہے کہاں گیا آخر قافلہ جو ادھر سے گذرا تھا
لوٹ آئے وہ کاش آری جام کل جو اس رہگذر سے گذرا تھا

تو ہی جب گم ہے پیارے آری جام کوہساروں میں خاک ہو آرام
پاؤں چھلنی ہیں سنگ ریزوں سے ہائے یہ کوہسارِ خوں آشام
نالۂ بے اثر سنے گا کون؟ میں پکاروں مگر سنے گا کون؟

اے رہِ کوہسار دیکھ کہ میں اک مجسم غم تمنا ہوں
مجھ پر اتنے ستم ہیں کیوں ظالم میں تو پہلے ہی ایک دکھیا ہوں

غم کے ماروں کا دل بڑھانا تھا اس طرح بھی نہ ظلم ڈھانا تھا
سنگدل کوہسار کیا جانے مجھے کس کا پتہ لگانا تھا
سوگوارِ غمِ فراق تھی میں پیارے پنہوں کے پاس جانا تھا

ہائے مجبوریٔ دلِ بے تاب تجھ کو سمجھی تھی رازداں اپنا
پیچ در پیچ جادۂ صحرا ہو سکا تو مگر کہاں اپنا

آ کہ رو لیں دیارِ دشت و جبل اپنی قسمت میں نوحہ خوانی ہے
تیرے ویران رہگذاروں سے ملتی جلتی مری کہانی ہے

جن پہ حزن فراق ہے طاری فرض ہے تجھ پہ ان کی دلداری
اے رہِ سخت کوہسار بتا کھو گیا ہے کہاں مرا آری

خشک اب میری چشمِ پرنم ہے　　دل کا عالم عجیب عالم ہے
ریزہ ریزہ ہوا ہے کوہِ گراں　　مشتعل پھر بھی سوز پیہم ہے
اس کی فتنہ طرازیاں مت پوچھ　　جان لیوا یہ ابلق غم ہے

اے خوشا کوہسار پراسرار　　جان اس جانِ انجمن پہ نثار

غمزدہ ہو گئے درندے بھی　　نوحہ خواں کوہسار ہے اب تو
اے سسئی تیرا ہمنوا بن کر　　ہر نفس شعلہ بار ہے اب تو

کوئی اس کا جواب کیا ہوگا　　ہوت ہے میری آنکھ کا تارا
یہ جبل ہیں زمین کی میخیں　　اور ان سب کی میخ وہ پیارا

کون جانے یہ راز در پردہ　　رنگ ان وادیوں کا کیوں فق ہے
دیکھ کر نوحہ خواں سسئی تجھ کو　　سینۂ کوہسار بھی شق ہے

اے مری عزم کوہ پیمائی　　یہ فراز جبل یہ تنہائی
کوہساروں میں ساتھ دے نہ سکی　　میری سکھیوں کی پرنیاں پائی
آخر اس کا پتہ لگاؤں گی　　جو مرے دل کا ہے تمنائی

ہمسفر چاہتے ہیں اب آرام　　ہائے لیکن مرا دل ناکام
میں رہوں گی ان ہی سرابوں میں　　دور جب تک ہے پیارا آری جام

وائی

میں پریم پجارن ہوں سکھیو — وہ ہوت نہ مجھ کو چھوڑے گا
میں ڈال چندریا پی کے گلے
جیسے بھی ہو جا کے منالوں گی
اس پریت ڈگر میں اے سجنی
آشا کے دیپ جلا لوں گی
میں پریم پجارن ہوں سکھیو — وہ ہوت نہ مجھ کو چھوڑے گا
پل بھر بھی تجھ بن اے پنہوں
اس جگ میں رہ نہ سکوں گی میں
داسی ہوں دیالو داتا کی
من موہن آن ملوں گی میں
میں پریم پجارن ہوں سکھیو — وہ ہوت نہ مجھ کو چھوڑے گا

❁❁❁

تیسری داستان

تک رہا ہے یہ کوہسار مجھے — کر گیا کون بے قرار مجھے
اے مرے 'ہوت' آ بھی جا پیارے — ہے بہر گام انتظار مجھے
یاد آئیں اگر تو کیوں آئیں — اب وطن کے وہ برگ و بار مجھے
روک سکتا تو روک ہی لیتا — غم سے بے حال ان کا پیار مجھے
تجھ سے ہو کر جدا نظر آیا — سارا بھنبھور شعلہ بار مجھے
قرب منزل نے وہ فریب دیا — کر دیا واقف رہگذار مجھے
تو نہیں راہبر مرا تو نہیں — رہگذر کا بھی اعتبار مجھے
پھر اچانک قریب تر کر دے — اپنے اونٹوں سے ایک بار مجھے

❁

پیارے پنہوں کی حشر ساماں یاد — جیسے سینے میں ناوکِ فولاد
چشمِ خوابیدہ مائلِ فریاد — اور شبہا ے غم ستم ایجاد
جرأت صبر کا نہ ذکر کرو — جان لیوا ہے عشق کی بیداد

❁

اپنی ہر بے بضاعتی تسلیم — لیکن اے جذبۂ جنوں آثار
میری رگ رگ میں رہ گیا رچ کر — دور افتادہ کیچیوں کا پیار
کس طرح بھول جاؤں میں اس کو — جو ازل ہی سے ہے مرا دلدار

❁

ان بلوچوں کی خادمہ ہوں میں — جن سے وابستہ درد ہستی ہے
لاکھ ترکِ تعلقات کریں — میرا مسلک وفا پرستی ہے
ہر تمنا ہے ہوت سے منسوب — دل کی مستی عجیب مستی ہے

❁

کاش اک بار راس آ جائے — یہ تمنائے کمتری میری
کیچیوں کی کنیز ہوں لیکن — درس عبرت ہے زندگی میری
پیارے پنہوں تری دہائی ہے — لاج رکھ لینا جیتے جی میری
مجھ پہ اس کار زار ہستی میں — خندہ زن ہو نہ عاجزی میری

وائی

مرے دیالو ساجن آئیں گے
پھر ساتھ مجھے لے جائیں گے

ٹوٹیں نہ ملن کی آشائیں
کیا روکیں گی یہ پیتائیں
ساجن موہے راہ بجھائیں گے
پھر ساتھ مجھے لے جائیں گے

تن میرا پاپ کی نگری ہے
من مایا لوبھ کی گٹھڑی ہے
ساجن یہ روگ مٹائیں گے
پھر ساتھ مجھے لے جائیں گے

❀❀❀

چوتھی داستان

کون جانے کہاں میں آپہنچی
دشت و کہسار و رہ گذر خاموش
منزلِ غمگسار نامعلوم
ضبط دشوار، صبر دشمن ہوش
تیرا پہلو، زہے نصیب اے دوست!
اب بلاتی ہے قبر کی آغوش

❀

حشر ساماں یہ نارسائی ہے
جان لیوا تری جدائی ہے
اے مرے 'ہوت' میں ترے قرباں
کیوں یہ درگت مری بنائی ہے
میں کہاں اور کوہسار کہاں
اے محبت تری دہائی ہے
کس سے پوچھوں بتائے کون مجھے
معتبر کس کی رہنمائی ہے
خوابِ غفلت کا ہو برا یا رب!
میں نے جس کی سزا یہ پائی ہے

❀

کون جانے کہاں ملیں گے وہ
ہائے مجھ کو جنہوں نے مارا ہے
جن کے ابرو کی نوکِ پیکاں نے
موت کے گھاٹ لا اتارا ہے
جسم میں اب لہو کا نام نہیں
کس کو تاب و تواں کا یارا ہے
پیارے پنہوں مگر تری خاطر
ہر مصیبت مجھے گوارا ہے
چارہ سازوں سے کیا امید مجھے
درد دل کو ترا سہارا ہے

❀

عشق نے مثل گوسفند مجھے دُشنۂ ہجر سے حلال کیا
ہوت کی یاد نے مرے دل کو اک صنم خانۂ خیال کیا
کیا بتاؤں کہ کن اشاروں نے مجھ کو آمادۂ وصال کیا

پیارے پنہوں کا پرتوِ رنگیں بادلوں کی جھلک دکھاتا ہے
جادۂ سخت دشتِ وحشت میں خوں کے آنسو مجھے رلاتا ہے

پرتوِ حسنِ دوست منڈلایا اب نہ وہ خستگی رہی نہ تھکن
ہر مصیبت میں دل کو راحت ہے جب سے 'آری' ہوا ہے جلوہ فگن

وائی

اس 'ہوت' بلوچ کو پاؤں پھر ایک بار مل جاؤں
یہ اونچا نیچا پربت مجھ سے تو چڑھا نہ جائے
تجھ تک مرے پیارے پنہوں اب کون مجھے پہنچائے
میں پگ پگ نین بچھاؤں پھر ایک بار مل جاؤں
بھنبور میں مجھ کو سکھیو! داتا کی مہما لائی
پھر پنہوں جام کی ہو کر دُربل داسی کہلائی
وہ آئیں تو سکھ پاؤں پھر ایک بار مل جاؤں

پانچویں داستان

ہائے کب تک کسی کا غم کھاؤں کس طرح اپنے جی کو بہلاؤں
اک مسلسل عذاب ہے ہستی کیوں نہ ہستی سے میں گذر جاؤں

تو نہیں اور ترے سوا کیسے راحتِ جاں سکوں دل پاؤں
سر بسر دردِ لادوا ہوں میں جب سے اس 'ہوت' سے جدا ہوں میں

❁

پیارے پنہوں غم جدائی سے ٹکڑے ٹکڑے ہوا دل حیراں
چارہ ساز حیات تیرے بغیر کیسے حاصل ہو اس کو تاب و تواں

❁

جن سے وابستہ ہے دلِ ناکام کر رہے ہیں وہ کیچ میں آرام
بدگماں ہو گیا نہ جانے کیوں ساکنِ کوہسار 'آری جام'

❁

عام رنگ و بو کی ہر تنظیم ایک پل میں ورق ورق ہو جائے
راکھ ہو جائیں برگ و بار تمام اور بیاباں کا منہ بھی فق ہو جائے
میرا غم ہے وہ غم جو ظاہر ہو سینۂ کوہسار سے شق ہو جائے

❁

حالِ حسن مدعا ہے تو ہر حقیقت سے آشنا ہے تو
بے وسیلوں کو کیچ پہنچادے آس تجھ سے ہے، آسرا ہے تو
نہ ملا 'حب' کا راستہ جن کو ان غریبوں کا رہنما ہے تو

❁

ہاں یہ سچ ہے کہ میں ہوں پر تقصیر لیکن اے کارسازِ عالمگیر
ہے بہرطور تجھ سے وابستہ جادہ پیمائے شوق کی تقدیر

❁

سکھ ہائے سہیلیو! تم کو میں دکھی ہوں دکھی ہی رہنے دو
اشک بن بن کے میری آنکھوں سے بہہ رہا ہے لہو تو بہنے دو
پریت کی ریت ہے یہی سکھیو! چوٹ برہا کی جی پہ سہنے دو

وہ نہ سمجھیں گے پریت کے دکھ درد چوٹ کھائے ہوئے جو لوگ نہیں
کیوں مرے ساتھ رو رہی ہو تم پیاری سکھیو! یہ سوگ، سوگ نہیں
ہائے برھا کی آگ میں جلنا ہر سہیلی کے بس کا روگ نہیں

وائی

تم چھوڑو یا لے جاؤ مجھے دھتکارو یا اپناؤ مجھے
ساجن میں تمہیں اپنائے ہوں
کچھ دن تو جتوں کو رہنا تھا کہہ لیتے جو کچھ کہنا تھا
اک چوٹ سی دل پر کھائے ہوں
ساجن میں تمہیں اپنائے ہوں
ترے نینوں کی مدھ ماتی میں بھول گئی سونا چاندی
پھر سے اک آس لگائے ہوں
ساجن میں تمہیں اپنائے ہوں
اونٹوں کو کہیں رکوالینا داسی کو پاس بلا لینا
میں من کو دھیر بندھائے ہوں
ساجن میں تمہیں اپنائے ہوں
سن بات 'لطیف' کی اے پیارے ہیں پریم کے یہ بندھن سارے
یادوں سے جی بہلائے ہوں
ساجن میں تمہیں اپنائے ہوں

چھٹی داستان

چشمِ پرنم کو کیا کروں پیارے — اشکِ پیہم کو کیا کروں پیارے
ناشکیبا ہے سوختہ جانی — شعلۂ غم کو کیا کروں پیارے
تشنگی ہے کہ بجھ نہیں سکتی — موجۂ یم کو کیا کروں پیارے
فکرِ رہزن فراقِ راہنما — سعئ پیہم کو کیا کروں پیارے
یہ سرِ راہ آفتوں کا ہجوم — میں ترے غم کو کیا کروں پیارے
زندگی کا نظام درہم ہے — حسن برھم کو کیا کروں پیارے
تیری منزل ہی جب گریزاں ہے — میں دو عالم کو کیا کروں پیارے
عشق کے پیچ و خم ہی کیا کم ہیں — راہِ پرخم کو کیا کروں پیارے

❁

نوحہ خواں برگ و بار ہیں مجھ پر — ان پہ ظاہر مرا غم دل ہے
لیکن اربابِ عشق کے نزدیک — اشک باری ریا میں داخل ہے

❁

لاکھ آبادیوں سے بڑھ کر ہے — دل سوزاں کی خانہ ویرانی
مرحبا میری جستجوے حسین — اور جلوؤں کی فتنہ سامانی
ایک دھوکا مظاہر کثرت — حسن وحدت مگر ہے لاثانی

❁

اعتبارِ مظاہر کثرت — کم نگاہی نہیں تو پھر کیا ہے
زندگی کے نگار خانے میں — بس وہی ایک جلوہ فرما ہے

❁

منزلِ زندگی معین کر — دیکھ پیارے کا نقشِ پا پیاری!
ہے ترے جذب و شوق میں موجود — دیدہ و دل کا رہنما پیاری

❁

ڈر نہ تو کوہسار 'پب' سے کہ یہ
تیرے شوقِ طلب کی ہے توہین
دل کی آنکھوں سے دیکھ اے ناداں
یہ بیاباں ہے یا کوئی قالین!

اف یہ بادِ سموم کی حدت
کوہ و صحرا میں آگ سی دیکھیں
ضبطِ پیہم کے باوجود اے دوست
دیدۂ شوق میں نمی دیکھی

وائی

برہا کی سمرن میں آنسو پرو لوں
جب بھی اٹھے ہوک جی بھر کے رو لوں
بیری بلوچوں نے اونٹوں کو پھیرا
چھایا ہے آنکھوں میں کیسا اندھیرا
جانے نہ کوئی بھی دکھ درد میرا

گھٹ گھٹ کے مرجاؤں منہ سے نہ بولوں
جب بھی اٹھے ہوک جی بھر کے رو لوں

کھویا ہوا من کا موتی نہ پاؤں
کب تک نراشا کو آشا بناؤں
دھول اور مٹی سے ہولی مناؤں

نینوں کی ندیا سے آنچل بھگو لوں
جب بھی اٹھے ہوک جی بھر کے رو لوں

وائی

ڈھونڈھوں گی تمہیں جا کر بن بن
دکھیا پہ دیا کرنا ساجن
دیکھے نہ مرے دل کے چھالے
پاگل سمجھے دنیا والے

مت روٹھ مرے پریتم پیارے میں بیکل ہوں تیرے کارن
دکھیا پہ دیا کرنا ساجن
رنگ لوں گی چندریا نیروں سے گھائل ہوں نین کے تیروں سے
بن تیرے چین نہ پاؤں گی میں چاہے کروں اب لاکھ جتن
دکھیا پہ دیا کرنا ساجن

❀❀❀

سُر حسینی

سُر حسینی

پہلی داستان

یہ وقتِ شام یہ خاموش سائے — سسئی اب دن کا اندازہ لگائے
قدم کچھ اور تیز آگے بڑھائے — کہ رستے میں نہ سورج ڈوب جائے
یہ مانا بوجھ برہا کا ہے بھاری — مگر جیسے بھی ہو گرنے نہ پائے
سسئی کے پیرہن کا طولِ دامن — رہِ پرخار میں آڑے نہ آئے
غروب آفتاب عالم افروز — پیام منزل مقصود لائے

❁

بلا کی دھوپ میں درماندہ ہو کر — سسئی سایہ شجر کا ڈھونڈھتی تھی
بیاباں ہی میں اس کو ہو گئی شام — گھڑی وہ کس قیامت کی گھڑی تھی
درخشاں چشمِ پرنم میں تمنا — سماں رستے میں سورج ڈوبنے کا!

❁

غروب اے مہر تاباں ہو نہ جانا — رہِ الفت میں کانٹے بو نہ جانا
مری راہِ وفا میں کام آئیں — مرے مرنے سے پہلے مٹ نہ جائیں
بلوچوں کے نشاں محفوظ رکھنا — مری سعیٔ طلب ملحوظ رکھنا

❁

میں کوہ ودشت میں افتاں وخیزاں — تلاش اے جانِ جاں تجھ کو کروں گی
مرے پنہوں اگر جیتی رہی میں — تری ہی یاد میں آہیں بھروں گی

❁

عجب یہ شام کا رنگیں سماں ہے شفق آلودہ ہر کوہِ گراں ہے
کہیں یہ نقش پا بھی مٹ نہ جائے فضا میں پرتوِ شب پرفشاں ہے
کہیں تاب وتواں رخصت نہ ہو جائیں کہاں ہے وہ مرا مونس کہاں ہے

مرا کیا دے سکو گی ساتھ سکھیو! خدارا تم یہیں سے لوٹ جاؤ
سرابوں ہی سرابوں کا سفر ہے چلی بھی جاؤ ضد سے باز آؤ

وائی

مجھ دکھیاری کو اے سکھیو، ملے دان میں اونچے ٹیلے
ڈگر ڈگر پر کب تک بھٹکیں میرے نین ہٹیلے
پاؤں اٹھانا بھی دوبھر ہے، قدم قدم جنجال سکھی ری
ہائے یہ میرا حال سکھی ری
ہرے بھرے پیڑوں سے بن میں کہتی ہوں یہ سانجھ سویرے
جو کچھ مانگو مل جائے گا ساتھ میں ہوں جب ساجن میرے
کب سے آس لگائے ہوئے ہے، ہر البیلی ڈال سکھی ری
ہائے یہ میرا حال سکھی ری
ہیرے جیسا دل پریتم نے توڑا جیسے کنکر توڑے
واری واری جاؤں اس پر، کیوں ہے برھن سے منہ موڑے
گھائل من کی صورت جیسے پھول انار کا لال سکھی ری
ہائے یہ میرا حال سکھی ری
'پب' کے پتھر موتی بن کے نینوں میں دن رین سمائیں
پر اس آری جام پیا کو کت ڈھونڈیں اور کیسے پائیں

بیٹھے تھے سر جوڑ کے دیور چلنے کو یہ چال سکھی ری
ہائے یہ میرا حال سکھی ری

کہے 'لطیف' کوی اے سکھیو پریتم پردیسی لوٹ آئے
مدھر ملن کی شوبھاؤں نے آشاؤں کے بھاگ جگائے

لائے سندیسہ پریت لگن کا، وہ کیچی سکھ پال سکھی ری
ہائے یہ میرا حال سکھی ری

❁❁❁

دوسری داستان

یہ صحرا اور گرمی دوپہر کی
خدا جانے کہاں لے کر چلی ہے
نہ بھولوں گی تجھے اے پیارے پنہوں
چلی ہوں عالمِ وارفتگی میں

یہ بے تابی مرے قلب و جگر کی
مجھے آوارگی فکر و نظر کی
قسم ہے مجھ کو اپنی چشم تر کی
ضرورت کیا مجھے رخت سفر کی

❁

مچل کر اشک خونیں چشم تر میں
چلے ہو مجھ کو داغ ہجر دے کر

یہ کہتے ہیں نہ جاؤ میرے پیارو
کہاں اے بندہ پرور شہسوارو

❁

کبھی تو سیر ہو اے چشم حیراں
کہاں ہے نور چشم و راحت دل
حیات چند روزہ کے مشاغل
دل برباد کو کیا راس آئیں

عبث ہیں زندگی کے ساز و ساماں
کہاں ہے عشرت روح پریشاں
ہوئے نقش و نگارِ طاقِ نسیاں
امیدیں آرزوئیں اور ارماں

❁

میں چرخا کاتنے بیٹھی ہوں لیکن
مسلسل سعئ لا حاصل کے صدقے

کہاں پونی ہے اور دھاگہ کدھر ہے
کہ اس کا ماحصل یہ چشم تر ہے

❁

کہاں کا عشق کیسی آشنائی　　میں ایسے دردِ سر سے باز آئی
محبت نے مجھے بے موت مارا　　دہائی ہے مرے پنہوں دہائی!

❁

شعاعِ مہرِ عالمتاب ہو یا　　ہوا ے سردِ شب ہو، تیز تر جا
سسئی یہ تیری راہِ پیچ در پیچ　　نہ جانے ختم کب ہو، تیز تر جا

❁

بڑھے ہر سمت تاریکی کے سائے　　کہیں وہ نقشِ پا گم ہو نہ جائے
تلاشِ جاوداں سعیٔ مسلسل　　تجھے شاید رہِ منزل دکھائے
کہاں کی دھوپ کیسی چھاؤں اس کو　　ہجوم غم میں بھی جو مسکرائے
تجھے روکے نہ پھر کوہِ گراں بھی　　دیار دوست جب تجھ کو بلائے

وائی

ہوت سے موھے پیار...... سکھی ری
ہوت ہے میرا سنگھار...... سکھی ری

ہوت گلے کا ہار...... سکھی ری

گھاٹی گھاٹی کو مہکائے
کیسے کیسے پھول کھلائے
تن برمائے من برمائے
رنگ رنگیلے روپ دکھائے
پربت پربت ہن برسائے
پریم سے جیون جوت جگائے
بن دیکھے موہے چین نہ آئے

ہوت سے موھے پیار...... سکھی ری
ہوت گلے کا ہار...... سکھی ری

تیسری داستان

سکھی بھنبھور سے دل بدگماں ہے — سہارا کون اب میرا یہاں ہے
وہ فردوس نظر 'آری' کہاں ہے — یہ آہیں ہیں کہ دوزخ کا دھواں ہے
ستاتی ہے جنتوں کی یاد مجھ کو — بھیانک صبحِ وحشت کا سماں ہے
وہیں آؤں گی میں اے پیارے پنہوں — سنا ہے تو پسِ کوہ گراں ہے
تجھے میں کس طرح دل سے بھلاؤں — تو ہی تسکینِ دل آرامِ جاں ہے
عبارت منزلِ مقصود تجھ سے — مری ہستی غبارِ کارواں ہے
قیامت تھی مری غفلت شعاری — تصور جس کا اب دل پر گراں ہے

اب اس بھنبھور سے ویرانہ بہتر — گلوں سے سبزۂ بیگانہ بہتر
سکوں ناآشنا ویرانیوں میں — دلِ وارفتہ و دیوانہ بہتر
ہر اک نظارۂ باطل سے مجھ کو — سرورِ جلوۂ جانانہ بہتر

سن اے دوشیزہ بھنبھور آخر — کہاں اس جانِ جاں کو ڈھونڈھتی ہے
عبث دشت و جبل کی وسعتوں میں — رہ محبوب کو تو ڈھونڈھتی ہے

سسئی کے دیدۂ و دل کے اجالے — نہ پہچانے تجھے بھنبھور والے
سسئی کی چشم حیراں نے بالآخر — کئے قلب و نظر تیرے حوالے
اسے کیا کام فکر ماسوا — جسے وہ جانِ جاں اپنا بنالے

کہاں یہ جلوۂ صبح و مسا تھا — کہاں بھنبھور اتنا پر فضا تھا
بہاریں لے کے آیا پیارا پنہوں — وگرنہ یہ چمن ویراں سا تھا

وائی

نہ سمومِ دشت کا شکوہ ہے نہ غبارِ راہ کا ہے گلہ
یہ مہک فضا کی بتا رہی ہے یہیں کہیں ہے وہ قافلہ

مرے رہنما، مرے رہنما
ترا نقش پا مجھے مل گیا

جو سنا تھا صبح الست کو، وہ پیام ہے مرا راحلہ
کہ فضاے دشت و جبل میں بھی، ہے وہ جذب و شوق کا سلسلہ

مرے رہنما، مرے رہنما
ترا نقشِ پا مجھے مل گیا

❁❁❁

چوتھی داستان

مرے دیور مجھے بے عیب پاتے
تو مجھ سے یوں خفا ہو کر نہ جاتے
بہر عنوان وہ مجھ کو آزماتے
میں جتنا روٹھتی اتنا مناتے
نہ تھا کچھ رشتہ و پیوند ان سے
وگرنہ مجھ پہ وہ کیوں ظلم ڈھاتے
کدورت تھی دلوں میں ان کے ورنہ
مجھے جانے سے پہلے وہ جگاتے
اگر میں خواب غفلت میں نہ ہوتی
مصیبت کے یہ دن مجھ پر نہ آتے
سلایا مجھ کو شوق مطمئن نے
نہ میں سوتی نہ وہ یہ گل کھلاتے

❁

نہ کیچی ہیں نہ ان کا کارواں ہے
سراسر غفلت خواب گراں ہے
عبث بے تابیٔ اشک رواں ہے
تلاش دوست سعئ رائگاں ہے

مقدر میں فراق جان جاں ہے　　کہاں ناقے ہیں اور پنہوں کہاں ہے
نہ جانے کونسی خامی ہے مجھ میں　　جوان پیارے بلوچوں پر عیاں ہے

کہاں وہ تیزرو ناقے سدھارے　　کہاں گم ہو گئے کیچی دلارے
نہ ہمدم ہے نہ کوئی ہمنشیں ہے　　رہوں بھنبھور میں کس کے سہارے
کسے آواز دوں کس کو پکاروں　　نہیں سنتا کوئی فریاد پیارے
کہاں ہے وہ مری گم گشتہ جنت　　سنے کون اب کوئی کس کو پکارے

جہاں وہ حاصل فکرو نظر ہے　　وہ منزل ماورائے رہگذر ہے
خدا جانے کہاں وہ جلوہ گر ہے　　رگِ جاں سے بھی جو نزدیک تر ہے
چل اے جوش جنوں دیکھیں وہاں بھی　　سنا ہے کیچ میں پنہوں کا گھر ہے
خوشا وارفتگی قلب و نظر کی　　نشاں اس کا نہ کچھ اپنی خبر ہے

وائی

میں بن باسی بن جاؤں گی
بھنبھور کو آگ لگاؤں گی
اے ہوت تجھے اپناؤں گی
جیسے بھی ہو کھوج لگاؤں گی
بن تیرے جان گنواؤں گی　　میں تن من بھینٹ چڑھاؤں گی
اوجھل نہ ہو آنکھوں کے تارے
بیکل ہیں نین تھکے ہارے
کر دیں گے راکھ مجھے پیارے
سانسوں کے سلگتے انگارے

کب ٹوٹیں گے بندھن سارے   کب مدھر ملن کو آؤں گی
میں تن من بھینٹ چڑھاؤں گی

دکھ درد کے پانوں کی چکی
جیون کو کہاں تک پیسے گی
مانوں گی ہار نہ جیتے جی
ہو جائے چاہے جو کچھ بھی

میں ہوں امرت رس کی پیاسی   پیاسوں کی ریت نبھاؤں گی
میں تن من بھینٹ چڑھاؤں گی

وائی

اس جیون کے تپتے رن میں، آشا کے انجانے بن میں

پاس نہ ہو جب پنہوں میرے،   کیسے آئے چین ...... سکھی ری
ہائے جتوں کو پربت پربت،   ڈھونڈوں گی دن رین...... سکھی ری

دور بتاؤں گی میں بجنی، اونٹ چراؤں گی میں بجنی

درشن ابھلاشی ہیں کب سے،   میرے پیاسے نین...... سکھی ری
ہائے جتوں کو پربت پربت،   ڈھونڈوں گی دن رین...... سکھی ری

'شاہ لطیف' کی بات بن آئے ...... پیارا پنہوں پھر آ جائے

مجھ برھن کے بیکل من کو،   مل جائے سکھ چین سکھی ری
ہائے جتوں کو پربت پربت،   ڈھونڈوں گی دن رین...... سکھی ری

پانچویں داستان

وہ 'لس بیلا' ہو یا 'منہبار' پیارے
مجھے درکار ہیں تیرے سہارے
میسر تھے بلوچوں ہی کے دم سے
مرے بھنبھور کو رنگیں نظارے
مرے دل سے صبا رفتار ناقے
اڑا کر لے گئے کچھ چاند تارے

پہن کر جن کو کہلائی سہاگن
میں اب ان چوڑیوں کو توڑتی ہوں
کہاں تک ماں! سہونگی تیرے طعنے
میں اب گھر بار سے منہ موڑتی ہوں
جہیز اپنا، زباں اپنی سنبھال اب
ترے بھنبھور کو میں چھوڑتی ہوں
کوئی سمجھے گا کیا دکھ درد میرا
یہاں سر اپنا ناحق پھوڑتی ہوں
لیا ہے جوگ برھن بن کے میں نے
بیابانوں سے ناتا جوڑتی ہوں
بھری ہے آنسوؤں سے میری جھولی
سمجھتی ہوں ہر اک پربت کو ڈولی

ان بلوچوں سے دوستی کر کے
کیا بتائیں سسئی نے کیا پایا
ماورائے ہجومِ راہگذر
دیدہ و دل کا مدعا پایا

مسافر بن کے وہ جس وقت آئے
نہ جانے کیوں مرے دل میں سمائے
عبث ان اجنبی پردیسیوں سے
محبت کرکے یہ دکھ درد پائے
دلاسے دے کے ماں! کیوں روکتی ہے
کہیں دل ہی میں دل کی رہ نہ جائے
فراقِ ہوت میں کب تک شب و روز
دل درد آشنا یوں تلملائے

عبث پردیسیوں سے دل لگایا
کسی کا پیار تن من میں بسایا
سسئی تو نے برہمن زاد ہو کر
بلوچوں سے بھلا کیوں دل لگایا
سمجھ کر کھیل کیوں پنہوں کو تو نے
ہمیشہ کے لئے اپنا بنایا

❁

بلوچوں کو یہاں آتے ہی شاید بتایا تھا کسی نے راز میرا
وہ رخصت ہو گئے میں سو رہی تھی ابھی ہونے نہ پایا تھا سویرا

❁

عجب ہے سوزِ آہنگ حسینی[1] بہت آسودہ میری جان ہوئی ہے
گل تازہ ہے زخم خونچکاں بھی خلش ہی درد کا درماں ہوئی ہے
مرے حق میں سفر کی ہر صعوبت نہ جانے کس لئے آساں ہوئی ہے

❁

بسا اوقات وہ حسن گریزاں تہی آغوش پر حیراں ہوا ہے
فراق یار کا رنگیں تصور امید وصل پر خنداں ہوا ہے

وائی

کیا معلوم تھا اس نگری میں یہ جیون ہے رین بسیرا
تو ہی بتا پردیسی پنہوں لائے کون سندیسہ تیرا
ہائے ہائے حال یہ میرا
بن بن بھٹکوں نیر بہاؤں چین نہ آئے جی گھبرائے
گت گھائل کی ہائے نہ پوچھو جب نینوں کی برچھی کھائے
پگ پگ ہے دکھ درد کا ڈیرا
ہائے ہائے حال یہ میرا
پان رچائے سندر ساجن مجھ برھن یہ پیک تو ڈالے
خالی ہے یہ جھولی کب سے وہ داتا کچھ بھیک تو ڈالے
جانے کب ہو کیچ کا پھیرا
ہائے ہائے حال یہ میرا

---

(۱) ایک راگ کا نام

وائی

میں بھول گئی سدھ بدھ اپنی   کس دیس گئے دیور سجنی

کیا بھول ہوئی کیوں روٹھ گئے
میں کب سے نیر بہاتی ہوں
کاگا کی بانی سنتے ہی
جانے کیوں چونک سی جاتی ہوں

بیکل ہے جیا کب آئیگا
وہ کیچ کا آری جام دھنی
کس دیس گئے دیور سجنی

جو جیون لے کر آئے تھے
وہ موت کے گھاٹ اتار گئے
کیا میں نے بگاڑا تھا ان کا
وہ اونٹ مجھے کیوں مار گئے

اپنا کے انہیں درگت یہ بنی
کس دیس گئے دیور سجنی

❁❁❁

چھٹی داستان

❁

کسی کیچی کو جب میں دیکھتی ہوں
تو یاد آتے ہیں وہ رنگیں نظارے

ہوا ہو جاتے ہیں چشمک زدن میں
نہ جانے کیوں مرے دکھ درد سارے

امیدیں، آرزوئیں، خواب، ارماں
یہی ہیں زندگی کے اب سہارے

❁

غم جاناں سرورِ جاوداں ہے — مرا دل ہر خوشی سے بدگماں ہے
زمانے بھر کی خوشیوں سے ہے بہتر — وہ دردِ دل جو تیرا راز داں ہے
محبت میں سر سودا طلب بھی — خود اپنا درد اپنا آستاں ہے
دلِ پر داغ کا ہر داغ رہبر — مثالِ نقش پائے رفتگاں ہے

❁

گھلی جاتی ہے غم سے سخت جانی — نمک کو گھول دے جس طرح پانی
جلا مجھ کو نہ پیہم سوز پنہاں — خدارا دیکھ تو یہ ناتوانی

❁

دیا پنہوں نے تو داغ جدائی — کہیں اے درد، تو دل سے نہ جانا
کروں گی تجھ سے میں اب ان کی باتیں — تجھے ہے راز داں اپنا بنایا

❁

مرے اشکوں میں ہے ایسی روانی — ہوا ہو سر سے اونچا جیسے پانی
میں زندہ ہوں بہ فیض سخت جانی — کہاں آرام کیسی شادمانی
کوئی شکوہ نہ کوئی بدگمانی — بڑی پردرد ہے میری کہانی
تری فرقت میں پیارے آریانی — فزوں ہے نو بہ نو سوزِ نہانی
ہر اک غم ہے محبت کی نشانی — فراقِ یاد تیری مہربانی

❁

یہ کہہ دو لذتِ درد نہاں سے — نہ جائے اب مرے قلب تپاں سے
اگر جانا ہے تو اس وقت جائے — ملوں جس وقت میں اس جانِ جاں سے

❁

جنوں ہوش و خرد پر مسکرایا — نہ جانے عشق نے کیا گل کھلایا
جگر کی ٹیس میں کچھ فرق آیا — تو دردِ دل کو بے قابو سا پایا
ترے تیرِ نظر نے پیارے پنہوں — زسر تا پا مجھے بسمل بنایا

❁

مجھے گھائل کیا تیرِ نظر نے   دیا دھوکا کسی بیداد گر نے
بلوچوں سے کئے ہیں عہد و پیماں   بہر صورت مرتے قلب و نظر نے
رہیں محفوظ شبنم[1] سے وہ ناتے   جنہیں گم کردیا مجھ بے خبر نے
بہیں گے کیچ تک یہ اشکِ خونیں   قسم کھائی ہے میرے چشمِ تر نے
نہ روک اے ماں مجھے ان وادیوں سے   بلایا ہے جتوں کے رہگذر نے

ہوئی رخصت کسی کا نام لے کر   امیدِ زیست قلبِ ناتواں سے
اٹھا ہر سمت آہوں کا دھواں سا   جلے دشت و جبل سوزِ نہاں سے

فضا ناسازگار، آنکھوں میں نم ہے   کسے اب میری بربادی کا غم ہے
تن تنہا ہوں اس ماتم کدے میں   مسلط ہر طرف شام الم ہے
کرے گا کون میری غمگساری   ہجوم رہگذر کو کس کا غم ہے

مرا دکھ درد کوئی کیا بتائے   ہوئے ہیں اب تو اپنے بھی پرائے
نہ پوچھو مجھ سے جو صدمے اٹھائے   ہزاروں غم ہیں اک دل میں سمائے
میں جس کی جستجو میں پھر رہی ہوں   خدا جانے وہ آئے یا نہ آئے

ذرا ہمت دکھا قسمت کی ماری   تری منزل ہے کوسوں دور پیاری
تجھے درپیش اک لمبا سفر ہے   اور اس کی شرط کیا ہے جاں سپاری
کڑے ہیں کوہساروں کے مصائب   مگر تیرا محافظ ہے وہ آری

وائی

میں ہار گئی، میں ہار گئی   ہائے من کی لگی موھے مار گئی
جانا ہے ہوت کے پاس مجھے
ماں روک نہ مجھ کو جانے دے
جو دکھ بھی اٹھاؤں 'ہاڑے' میں
جیتے جی موھے اٹھانے دے

جیون آشا بیکار گئی
ہائے من کی لگی موھے مار گئی

میں آؤں گی میں آؤں گی
جیسے بھی ہو پریت نبھاؤں گی
روکیں یہ پربت لاکھ مجھے
اے ہوت تجھے اپناؤں گی
ان سندر چرنوں پہ رکھ کر
میں سیس سدا سو جاؤں گی

میں ہوت پہ سب کچھ وار گئی
ہائے من کی لگی ہوھے مار گئی

❁❁❁

ساتویں داستان

نہیں وہ ماورائے دیدہ و دل   کسی حیرت زدہ کا امتحاں کیا
تمنا خود ہے مسجود تمنا   مکاں کیسا تلاشِ لامکاں کیا
تمنا جستجو ہی جستجو ہے   تمنا میں سکونِ جسم و جاں کیا

❁

قریب اے کاش میں تیرے نہ آؤں — بہت ڈھونڈوں مگر تجھ کو نہ پاؤں
اسی کاہش اسی وارفتگی میں — سدا منزل بہ منزل بڑھتی جاؤں
سراپا جستجو شوق بن کر — تپاکِ دیدہ و دل آزماؤں
مجھے لے چل وہاں اے جوش الفت — جہاں میں نت نئے صدمے اٹھاؤں
دمِ آخر دلِ حیرت زدہ کو — وصال یار کا مژدہ سناؤں

❁

نہیں اب کوہ پیمائی کا یارا — مگر یہ بھی نہیں مجھ کو گوارا
کہ رہ جائے کہیں مجھ سے بچھڑ کر — مرا محبوب آری جام پیارا
مجھے دشت وجبل میں لے کے آیا — اسی جانِ تمنا کا سہارا
گھسٹتی جارہی ہوں بیخودی میں — کہیں تو مل ہی جائیگا وہ پیارا

❁

نہیں آساں انہیں اپنا بنانا — بلوچوں سے نہ ہرگز دل لگانا
سکھی میری طرح پردیسیوں کو — نہ بھولے سے بھی رازِ دل بتانا
وگر نہ تجھ کو بھی دشت وجبل میں — پڑیں گے عمر بھر آنسو بہانا
سکھائے گا تجھے بھی جذبۂ دل — نہ جانے کیسے کیسے دکھ اٹھانا

وائی

میں ہاری، ماں، میں ہاری — میں جاؤں جتوں پہ واری
بے بس ہوں پریم کی پیاسی ہوں
پیارے پنہوں کی داسی ہوں
بھولی بھٹکی بن باسی ہوں
میں ہاری، ماں، میں ہاری — میں جاؤں جتوں پہ واری
جھلسائے پریت کی آگ مجھے
بھٹکائے 'کیچ' کی لاگ مجھے
برہا نے دیا بیراگ مجھے

جت جیت گئے میں ہاری میں جاؤں جتوں پہ واری
جنجال ہوا پل بھر سونا
اپنے ہی لئے کانٹے بونا
جیتے جی رونا ہی رونا
ہے پل پل مجھ پہ بھاری میں جاؤں جتوں پہ واری

❁❁❁

آٹھویں داستان

جدا جب سے مرا پنہوں ہوا ہے مرا گھر، گھر نہیں ماتم کدہ ہے
وہیں لے چل مجھے اے وحشت دل جہاں وہ زندگی کا آسرا ہے
وہیں ہے سجدہ گاہ دیدۂ و دل جہاں اس باوفا کا نقش پا ہے
صبا رفتار ناقوں کا تعاقب دلِ حسرت زدہ کا مدعا ہے
جلا دے کوئی اس بھنبور کو اب بجز افسردگی اب اس میں کیا ہے
مجھے معلوم ہے اے چشم پرنم کہ ان اشکوں میں احساس وفا ہے
کہاں میں اور کہاں صحرا نوردی مگر اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے

❁

گئے ہیں چھوڑ کر دانستہ مجھ کو خدا جانے کہاں وہ کیچ والے
کیا ہے آتش جذب دروں نے دل محزوں کو شعلوں کے حوالے
در و دشت و جبل میں چشم پرنم مثال جوئبار آنسو بہا لے
بالآخر 'آریانی' سے ملوں گی رہِ دشوار مجھ کو آزمالے

❁

کسے معلوم تھا اے حسرت دل پہنچنا کیچ تک دشوار ہو گا
خبر کیا تھی مجھے عہد محبت! مقدر میں فراقِ یار ہو گا

❁

سسئی! وہ جا رہے ہیں کیچ والے
انہیں جیسے بھی ہو جا کر منالے
ابھی وہ ساربان اس موڑ پر ہیں
خدارا تو انہیں واپس بلالے
ملے گا پھر نہ پنہوں سا کوئی بھی
انہیں جیسے بھی ہو اپنا بنا لے
یہی ڈر ہے مجھے پنہوں کی دوری
کہیں تجھ کو مصیبت میں نہ ڈالے

نظر آئیں جہاں وہ کیچ والے
سسئی! تو بھی وہیں ڈیرا جمالے
نہ ہو آمادۂ ترکِ تمنا
وفا کی راہ میں دھونی رمالے
وہ گذرے ہیں انہیں کوہ و دمن سے
انہیں کوہ و دمن سے لو لگائے
غنیمت ہے تصور کا سہارا
کہیں دل اور کہیں آنکھیں بچھالے

پس پردہ جو ان کے درمیاں تھی
عجب وہ گفتگو محرماں تھی
ہمہ تن گوش بر آواز تھی میں
مجھے کب فرصت خواب گراں تھی
جسے سنکر ہوئی میں خود فراموش
نہ جانے وہ زباں کیسی زباں تھی
مگر اس پیاری بولی کے سوا اور
کوئی بولی انہیں آتی کہاں تھی

غمِ محبوب جس کا ماحصل ہے
وہ دل معمورۂ حسن ازل ہے
تجھے کیا مذہب وملت سے حاصل
اگر تیرے تخیل میں خلل ہے

جہاں وہ رہبر ہستی ملے گا
مجھے وہ جادۂ ہستی دکھادو
چلو اے ساکنانِ کوہ و صحرا
مجھے اس پیارے پنہوں سے ملا دو

وائی

کہیں ان کوہساروں میں خدارا
اکیلا چھوڑ کر جائے نہ پیارا
مجھے ہے پیارے پنہوں کا سہارا

مرا جذبِ محبت کام آئے وہ جانِ جاں مری بگڑی بنائے
پلٹ آئے مرا کیچی دلارا
مجھے ہے پیارے پنہوں کا سہارا

فقیرانہ لباسِ ظاہری ہو مگر درپردہ حسن قاہری ہو
'لطیف' اس کے لئے سب کچھ گوارا
مجھے ہے پیارے پنہوں کا سہارا

نویں داستان

مجھے کب خنجر و پیکاں نے مارا مرے پیارے ترے ارماں نے مارا
یہ زخمِ دل نہ ہوگا مندمل اب مجھے اک دردِ بے درماں نے مارا
عجب تھا حسنِ ظاہر کا نظارا طلسمِ دیدۂ حیراں نے مارا

شعورِ آدمیت جس نے بخشا دیا جس نے محبت کا سہارا
میں اس کی اور یہ بھنبھور اس کا یہاں جب چاہے، آجائے وہ پیارا

تقاضے غم کے اب پیہم رہیں گے یوں ہی دن رات اب آنسو بہیں گے
مرے ارمان اے جوشِ محبت ستم اس کی جدائی کے سہیں گے
مرے دل نے جسے اپنا بنایا مگر کھویا تو پھر اب تک نہ پایا

نہ آیا ہے نہ آئے گا وہ 'آری' عبث ہے یہ سسئی کی آہ و زاری
فریبِ آشنا کی چوٹ ہے یہ مٹے گی کیا دعاؤں سے ہماری

مری فطرت سراپا اشکباری
تبسم اک نقاب بے قراری
وہیں آخر سکوں مجھ کو ملے گا
جہاں مل جائے گا وہ پیارا 'آری'

❁

کہاں پائیں گی ویسا پیار آنکھیں
یوں ہی ترسیں گی یہ نادار آنکھیں
مئے حسنِ ازل سے ہوگئی تھیں
گھڑی بھر کے لئے سرشار آنکھیں
کیا ہے سوزِ دل نے راکھ ان کو
کبھی ہوتی تھیں شعلہ بار آنکھیں
نہیں آنکھوں میں اب پنہوں کے جلوے
ہیں اب میرے لئے بیکار آنکھیں
نہ مجھ کو خون کے آنسو رلاتیں
نہ ہوتیں باعث آزار آنکھیں
شکارِ خوابِ غفلت ہوگئیں کیوں
نہ جانے میری شب بیدار آنکھیں

❁

غبارِ رہ، ہوائے ابر آلود
بیاباں در بیاباں راہِ مقصود
خلاؤں میں بھٹک کر رہی گئی ہوں
کہاں ہوائے مرے معبود و مسجود

❁

مجھے دل کی لگی کب تک جلائے
کوئی آ کر مری ڈھارس بندھائے
دہکتی آگ کو پانی چھڑک کر
وہی گم گشتہ آہن گر بجھائے

❁

مری آنکھیں ہیں اب اور اشک خونین
حصولِ سعئ پیہم کیا یہی ہے
تھکی ہاری ہوں اور سایہ شجر کا
مری درماندگی یہ سوچتی ہے
کہ جب وہ نقش پا ہی مٹ گیا تو
کہاں یہ وحشت دل لے چلی ہے

❁

جدھر جاؤں ادھر جانے دو مجھ کو
کسی دھن میں گذر جانے دو مجھ کو
وفا کے نام پر دھبا نہ آئے
جو مرتی ہوں تو مر جانے دو مجھ کو

❁

رہوں پامالِ راہ شوق کب تک	بس اب تو خاتمہ بالخیر کردے
میں تشنہ کام ہوں آب فنا سے	مرے پیمانۂ ہستی کو بھر دے

❁

اگر کل ہی گذر جاتی میں جاں سے	تو پھر کیوں آج یہ صدمے اٹھاتی
حیات جاوداں سے ہے گریزاں	نہ جانے کیوں اسیر بے ثباتی
حصار زندگی میں رہنے والے	ذرا سی ایک جست کائناتی!

❁

بلا سے جان جاتی ہے تو جائے	غمِ جاناں پہ ہی الزام آئے
مروں اے کاش میں راہ طلب میں	ترے ارمان سینے سے لگائے
کرے جو ذکر میرے بعد میرا	زباں پر وہ مرے اوصاف لائے

❁

جو خود گم گشتۂ خواب گراں ہو	وہ کیسے آشنائے جان جاں ہو
وہی ہے سرخوش جام محبت	جو بے پروائے شمشیر و سناں ہو

❁

غم جاناں میں کب سے مر رہی ہے	سسئی ہر وقت آہیں بھر رہی ہے
یہاں آئے ہیں کچھ پنہوں کے خادم	یہ ان کا خیر مقدم کر رہی ہے
ملال آنے نہ پائے ان کے دل پر	سسئی اس بات سے اب ڈر رہی ہے

وائی

دکھ جھیلوں یا سکھ پاؤں	میں دیس پیا کے جاؤں
جب تک ہے ملن کی آشا
ٹوٹے گی نہ من کی آشا
پیتائیں لاکھ اٹھاؤں	میں دیس پیا کے جاؤں

پنہوں مرے من کا موتی
پنہوں مری جیون جوتی
گن جس کے دیس کے گاؤں　　میں دیس پیا کے جاؤں
تھک جاؤں نہ پریت ڈگر میں
گذریں دن رات سفر میں
آری سے آس لگاؤں　　میں دیس پیا کے جاؤں
وہ دے گا ساتھ دکھی کا
آئے گا دور خوشی کا
البیلے گیت سناؤں　　میں دیس پیا کے جاؤں

❁❁❁

دسویں داستان

مرے ہمدم مرے ہمراز سن لے　　کسی عنوان مری آواز سن لے
نوائے دل لب تشنہ پہ آئی　　ذرا اے صاحب اعجاز سن لے
جو مجبوراً زباں تک آگئی ہے　　وہ فریاد اے سراپا ناز سن لے
خدارا ایک بار اے نغمہ پرور　　یہ آواز شکست ساز سن لے

❁

اسے کیا آرزوے زیست پیارے　　جو بیچاری ازل سے نیم جاں ہے
برائے کشتگانِ تیغ ابرو　　اجل گہوارۂ جنت نشاں ہے

❁

تجھے اب چین کیا آئے گا گھر میں　　سسی الجھی ہے کیوں دیوار و در میں
تن آسانی نہیں زیبا سفر میں　　خصوصاً اس طلسمی رہگذر میں
غم جاناں کو فکر ماسوا کیا　　سوا پنہوں کے کوئی آسرا کیا

❁

کسی ہمسائے کی آہ و فغاں سے — ہوئے ہیں زخم دل پھر خونچکاں سے
مقدر میں ہے پیہم بے قراری — نظر جب سے ملی اس جانِ جاں سے
کسے معلوم کیا حالت ہے میری — گیا جب سے مرا پنہوں یہاں سے
کہاں ڈھونڈوں اسے دشت و جبل میں — جدا ہو کر جتوں کے کارواں سے
اگر حاصل وہ جانِ جاں نہ ہوگا — دلِ پردرد کا درماں نہ ہو گا

❁

دل پردرد کی ہمت بڑھاؤ — مرے کیچی بلوچو لوٹ آؤ
کسی دلگیر کو دیکر دلاسے — نہ جاؤ اے مرے پیارے نہ جاؤ
کنیز کمتریں بن کر رہوں گی — خدا کے واسطے پنہوں کو لاؤ

❁

ہمیشہ یوں ہی دکھ پاتی رہی ہوں — فریب زندگی کھاتی رہی ہوں
خدا جانے وہ کس کا آسرا ہے — جسے مدت سے اپناتی رہی ہوں
بہ صد عزم و یقین غمگین دل کو — تمناؤں سے بہلاتی رہی ہوں
نہ توڑوں گی میں اس پیارے سے رشتہ — ازل سے جس کے گن گاتی رہی ہوں

❁

نہیں احساس کچھ صبح و مسا کا — ہمیشہ اپنی ہی دھن میں مگن ہے
پتہ 'ہاڑے' کا سب سے پوچھتی ہے — سسئی کو پیارے پنہوں کی لگن ہے

❁

جو دل وارفتہ یاد حزیں ہے — غم دنیا نہ اس کو فکر دیں ہے
یہ اعجاز دروں بینی ہے ورنہ — کسی نے بھی اسے دیکھا نہیں ہے
دل عشاق میں اے چشم حیراں — ازل ہی سے کوئی پردہ نشیں ہے

❁

ملیں گے مر کے جو مجھ کو سہارے — عطا کر زندگی ہی میں وہ پیارے
خدا جانے کہاں گم ہو گئے ہیں — مری آنکھوں سے وہ دلکش نظارے

❁

بظاہر درمیاں جو فاصلہ ہے — طلسم دید بن کر رہ گیا ہے
عجب ہے یہ غم دوری کا شکوہ — ترا محبوب کب تجھ سے جدا ہے

ذرا آکر مری ڈھارس بندھاؤ — سندیسا کوئی پنہوں کا سناؤ
بہاتی ہوں میں جس کے غم میں آنسو — مری سکھیو مجھے اس سے ملاؤ
جو روٹھا ہے مجھے اپنا بنا کر — کہاں ہے وہ، پتہ اس کا بتاؤ

مرے گھر میں بپا جشن طرب تھا — تبسم زیر لب کہسار 'پب' تھا
نہ کام آئے مرے سکھیوں کے تحفے — کوئی اس بات کا آخر سبب تھا
پھنکا جاتا تھا سوز غم سے تن من — وہ میرے دل کا عالم بھی عجب تھا

جو تجھ پر کیچیوں کا حق تھا واجب — ادا کب اے سسئی تو نے کیا ہے
خدا اس خواب غفلت سے بچائے — فریب اس خواب غفلت نے دیا ہے

وائی

پنہوں کے پریم کی ماری — سکھیو، یہ سسئی دکھیاری
میرے خواب غفلت نے
تیار جتوں کو پایا
بھنبھور سے جب وہ نکلے
اونٹوں کو تیز اڑایا
کھولی گئیں سب کی باگیں
پٹھوں پہ جب کجاوا آیا
سوتی ہی رہی بیچاری — سکھیو، یہ سسئی دکھیاری

کسی پربت پر جا پہنچے
وہ کیچی راج دلارے
کس انجانی گھاٹی سے
وہ من کا میت پکارے
اس آس پہ وہ جیتی ہے
مل جائیں گے پریتم پیارے
بیٹھی ہے سب کچھ ہاری سکھیو، یہ سسئی دکھیاری

وائی

پریت ڈگر پہچانی میں نے......پریت ڈگر پہچانی
سکھیو ہے مرا چت چور وہاں
کھلتے ہیں انوکھے پھول جہاں
بو باس جہاں انجانی
میں نے ...... پریت ڈگر پہچانی
بن پنہوں میں مر جاؤں گی
اب کیسے جی بہلاؤں گی
تن من میں بسا آریانی
میں نے ...... پریت ڈگر پہچانی

❁❁❁

گیارہویں داستان

انہوں نے بات پنہوں کی نہ مانی نہ جانے کیا تھے اپنے جی میں ٹھانے
مہاریں تیز رو اونٹوں کی تھامے کہاں گم ہوگئے دیور نہ جانے

جبل کی ہیبت آور وسعتوں سے
مگر اے وحشت دل دیکھ لینا
مری حیرت زدہ وارفتگی پر
اجل کی نیند سوجاؤں گی جس دم

مجھے آئی ہے یاد ان کی بلانے
پڑیں گے نت نئے صدمے اٹھانے
نہ آئیگا کوئی آنسو بہانے
مجھے آئیگا وہ پیارا جگانے

❁

بچھڑ کر مجھ سے پچھتائے تو ہوں گے
ادھر آئے تھے جب وہ کیچ والے
وہ موتی اے سکوت دشت ویراں

اُن آنکھوں میں بھی اشک آئے تو ہوں گے
یہاں کچھ دیر ستائے تو ہوں گے
ترے حصے میں بھی آئے تو ہوں گے

❁

ذرا اے ساکنان دشت ویراں
گیا ہے ناقۂ پنہوں کو لے کر
پہنچنا کیچ تک ہے سخت مشکل
میں قرباں اس نگاہ اولیں پر

بتادو کچھ نشانِ جانِ جاناں
کہاں وہ کارواں فتنہ ساماں
مگر جیسے بھی ہو نکلے یہ ارماں
ہوا پیوست دل میں جس کا پیکاں

❁

سکھی وہ کیچ یا باغِ عدن ہے
وہیں ہے منزلِ مہر و محبت
یہ فیضان نگاہ محرمانہ
دل سوزاں و چشم تر سلامت

جہاں پیارے بلوچوں کا وطن ہے
وہیں حسن ازل جلوہ فگن ہے
چراغ بزم و شمع انجمن ہے
طلب کی حدِ آخر 'جان من' ہے

❁

بڑھا کر جب سسئی کی بے قراری
تو اپنی جان کو قربان کر کے
بالآخر اس کو آغوش اجل میں
پیام وصل جاناں لے کے آئی

نہ آیا جیتے جی وہ پیارا آری
ہوئی وہ نازنیں پیاروں کی پیاری
ملی کوہ و جبل سے رستگاری
'لطیف' اس غمزدہ کی جان نثاری

❁

کسی کو شہسواروں نے ستایا — کسی کو ساربانوں نے مٹایا
مرے دکھ درد ہیں سب سے نرالے — کہ دل پر ان جتوں کا زخم کھایا

❁

عجب خاکہ اڑایا ہے جتوں نے — مری پسماندگی و عاجزی کا
ذرا آ کر اسے دیکھو تو سکھیو — یہ نقش پا تو ہے اس ہوت ہی کا!

❁

مجھے تسلیم اپنی ہر برائی — مگر ایسی بھی کیا بے اعتنائی
خبر کیا تھی نہ بھائے گی جتوں کو — کسی دھوبن سے پنہوں کی سگائی
کہاں پیچی اور ان کی شان و شوکت — کہاں میں اور میری بے نوائی
مگر اے میرے آری جام پیارے — تجھے زیبا نہیں یہ بے وفائی
بھٹکتی پھر رہی ہوں گھاٹیوں میں — دہائی ہے مرے پیارے دہائی
کسے معلوم تھا یوں چپکے چپکے — جلائے گی مرے جی کو جدائی
اگر نظروں سے اوجھل ہو گئے وہ — تو پھر کس کام جرأت آزمائی

وائی

روٹھ گئے چت چور............سکھی ری

بھائے نہ اب بھنبھور

کیسے بھولوں پیار کی باتیں
بیتے دن اور بیتی راتیں
تڑپت ہے من مور............سکھی ری

بھائے نہ اب بھنبھور

بن بن پی کا نام پکارو
پریت ملن پہ تن من واروں
جاؤں کیچ کی اور............سکھی ری

بھائے نہ اب بھنبھور

وائی

گھاؤ ہے گہرا گھائل من کا　　مار گیا موھے بان سجن کا
روک نہ اے ماں مجھ دکھیا کو
جو کچھ بھی ہو، ہو جانے دے
ان چرنوں کی دھول پہ مجھ کو
میٹھی نندیا سو جانے دے
کیا ہوگا میرے جیون کا　　مار گیا موھے بان سجن کا
ہائے یہ مایا موہ کے اندھے
کیا جانیں گے بپتا میری
آنکھیں موند کے من کا موتی
لے گئی پاپن رین اندھیری
کوئی نہیں اب مجھ برھن کا　　مار گیا موھے بان سجن کا
کہے 'لطیف' سنو اے سکھیو
بچھڑے پریتم مل جائیں گے
درشن ابھلاشی ہیں نینا
کب تک یوں ہی ترسائیں گے
سندر سپنا مدھر ملن کا　　مار گیا موھے بان سجن کا

وائی

چت چور مرے مہمان رہے　　پھر بھی کتنے انجان رہے
وہ اونٹ جو کیچی لائے تھے
کل رات یہاں ٹھیرائے تھے
میں کیا جانوں کیوں آئے تھے
وہ اپنا بھید چھپائے تھے

ان ہاتھوں میں ان نینوں میں
بیری برھا کے بان رہے
پھر بھی کتنے انجان رہے

نینوں میں نہ آنے دیتی
سکھیو نہ انہیں جانے دیتی
اونٹوں کے پیر جکڑ لیتی
ساجن کا ہاتھ پکڑ لیتی

میں پریت میں سب کچھ بھول گئی
من ہی میں چھپے طوفان رہے
پھر بھی کتنے انجان رہے

بارہویں داستان

اگر اس ہوت کا دیدار ہوتا
تمہیں بھی اس سے سکھیو پیار ہوتا
تمہارے دل میں بھی کچھ داغ ابھرتے
تمہارا دل بھی لالہ زار ہوتا
مری بربادیوں پر یوں نہ ہنستیں
اگر تم کو بھی یہ آزار ہوتا
تمہارا قلب بھی راہ وفا میں
غم و آلام سے دو چار ہوتا
تمہارا بھی دل وارفتہ سکھیو
سراب آرزو میں خوار ہوتا
تمہارے سر سے بھی اے خوش نصیبو
گریزاں سایۂ دیوار ہوتا
دلوں میں آرزوئے دید ہوتی
لبوں پہ ذکر حسن یار ہوتا
اگر ہوتا وہ نظارہ میسر
طلسم اسوا بیکار ہوتا

تجسس نت نئی راہیں سجھائے — تمنا ہوت کی بڑھتی ہی جائے
کسی صورت بھی دل تسکیں نہ پائے — محبت خون کے آنسو رلائے
ہزاروں مرحلے ہیں اس سفر میں — بغیر اس کے قرار آئے نہ آئے
مرے پیارے خدا جانے میں کب تک — رہوں دل کی لگی دل میں چھپائے
غبار کارواں بن جاؤں یا رب — صدائے سارباں بن جاؤں یا رب

اگر سودائے قرب دوستاں ہے — یہ اشکوں کے روانی رائیگاں ہے
تحمل شرط اول صبر لازم — عبث یہ شورش آہ و فغاں ہے
دلِ پر خوں کی حالت ہو نہ ظاہر — کہ راز عشق سر دلبراں ہے

یہ جان بے کس و مجبور یا رب! — یہ مرا شیشۂ دل چور یا رب
پلٹ کر دیکھ لیتا مجھ کو پنہوں — رہی جاتی ہوں کتنی دور یا رب
کبھی ملنا کبھی مل کر بچھڑنا — یہی ہے عشق کا دستور یارب

نہ وہ آنسو نہ وہ آہ و فغاں ہے — مجھے اب سانس لینا بھی گراں ہے
یہاں خاموش ہیں زاغ و زغن تک — سکوتِ رہگذر حسرت نشاں ہے
بڑی ہوں جن سے اتنی دور یا رب — نشاں ان جانے والوں کا کہاں ہے

محبت طالب عزم و یقین ہے — جہاں تو ہے تری منزل وہیں ہے
کسی عالم میں بھی وہ عالم حسن — جدا ہو کر جدا تجھ سے نہیں ہے
بہارِ بے خزاں جذب محبت — حسیں جب تک ہے دل ہر شے حسیں ہے

مجھے جب روکتا ہے یہ زمانہ — تو آتی ہے صدائے غائبانہ
فریب دوش ہے نیرنگ ہستی — یہ رنگا رنگیاں خوابِ شبانہ
مجھے بھنبھور سے اب کیا تعلق — بلاتی ہے نگاہ محرمانہ

زمانہ حسب عادت گامزن ہے مگر سب سے الگ میری لگن ہے
وہی دشواری کوہ و دمن ہے مسلسل کاوش رنج و محن ہے

پس پردہ مری درماندگی کے کئی ناکام صدیوں کی تھکن ہے
عجب بار گراں ہے زندگی بھی کہ چکنا چور سارا تن بدن ہے
یہ تنہائی یہ ویرانی یہ وحشت جنوں ہر گام پر ہمت شکن ہے
مرے غم کی حقیقت کون جانے زمانہ اپنی خوشیوں میں مگن ہے
دو عالم نیند میں کھوئے ہوئے ہیں فلک سے چاند جگ پر ضوفگن ہے
نہ جانے دیدۂ بے خواب کب سے طلبگار بساط انجمن ہے
بلایا خود جسے شہر طلب نے وہی صحرا نورد و بے وطن ہے
حیات جاوداں ہے آب جس کی کہاں وہ ابروے شمشیر زن ہے

جسے دیکھو تگ و دو میں لگا ہے سراب زیست میں گم آشنا ہے
بجز بے تابی جوش تمنا طواف کوہِ ناہموار کیا ہے
غم جاناں بدل کر بھیس اکثر رمِ ویرانۂ ہستی ہوا ہے
یہاں خدشے ہی خدشے ہیں بہرسو یہ میں نے رازداروں سے سنا ہے
مگر کیا خوف مجھ کو رہزنوں سے کہ خود وہ مرد کامل رہنما ہے
وہی ہے مونس تنہائی غم اسی سے مجھ کو امید وفا ہے
وہی ہے مرکز عجز تمنا وہی پروردگار مدعا ہے
اب اس معمورۂ فکر و نظر میں مجھے درکار کیا اس کے سوا ہے

غم ہستی سے بیگانہ ہوئی ہے تری صورت پہ دیوانہ ہوئی ہے

سوا تیرے کسی سے کب محبت　　سسئی کو پیارے آریانی ہوئی ہے
مری آنکھوں میں چھایا ہے اندھیرا　　کوئی تو مجھ سے نادانی ہوئی ہے
خداوندا وہ ناتے لوٹ آئیں　　یہ جن ناقوں کی پہچانی ہوئی ہے

سکوں بخشیں گے کیا ماں کے دلاسے　　گوارا ہی تن آسانی نہیں ہے
نہیں بھنبھور اب پہلا سا بھنبھور　　یہاں جب سے وہ آریانی نہیں ہے

لگی دل کی کہاں جا کر بجھاؤں　　میں کیسے ان بلوچوں کو مناؤں
برا کہتا رہے مجھ کو وہ لیکن　　میں پھر بھی گن اسی پنہوں کے گاؤں
رہوں بھنبھور میں کس کے لئے اب　　سکھی! جیسے بھی ہو میں کیچ جاؤں
وہی تعبیر ہے خواب وفا کی　　کہیں سے ڈھونڈ کر میں اس کو لاؤں
ملے اک بار پھر مجھ سے وہ پیارا　　سہاگن بن کے پھر مہندی رچاؤں

یہاں جب تو نے کپڑے دھوئے آ کر　　وہ دن ہے مجھ کو اب تک یاد آ رہی
مگر کچھ تو بتا اب ہو گیا کیا　　اکیلی رہ گئی ہوں غم کی ماری
جو اس ناچیز نے کی تیری خدمت　　کرے گی کوئی محلوں کی دلاری!
تعجب ہے کہ ان پیارے جتوں پر　　ہوئی ظاہر نہ میری بے قراری

کوئی غم اس جدائی کا نہیں ہے　　مجھے اس کی محبت کا یقین ہے
کسے معلوم تھا یہ حال ہوگا　　کہ میں بے کس کہیں ہوں وہ کہیں ہے
بظاہر گم ہے وہ دشت و جبل میں　　جو ابتک دیدہ و دل میں مکیں ہے

سسئی راہِ وفا میں گامزن ہے　　بدن پر اک دریدہ پیرہن ہے
ہجوم رہ گذر سے دور ہٹ کر　　نہ جانے کونسی دھن میں مگن ہے

کمی آئے نہ کوئی اس لگن میں
کہ یہ اس پیارے پنہوں کی لگن ہے
اسے بھنبھور سے اب کیا تعلق
جہاں وہ ہے وہیں اس کا وطن ہے

کسے معلوم کب تک جی جلائیں
ستائیں، آزمائیں، روٹھ جائیں
یہ تیرے ہوت کے ہم قوم تجھ پر
نہ جانے اور کتنے ظلم ڈھائیں
عبث پنہوں سے تو نے دل لگایا
بجز بے چارگی کیا ہاتھ آیا

میں اب بھنبھور سے ہوتی ہوں رخصت
ہمیشہ کے لئے ماں! بھول جانا
بہت ممکن ہے اس پیارے وطن میں
نہ ہو اب زندگی بھر میرا آنا

عبث بھنبھور سے کر کے کنارا
جتوں کو چار سو میں نے پکارا
خبر کیا تھی کہ کوہ و دشت و در میں
نہیں اب وہ مری آنکھوں کا تارا

مسلسل کوہساروں کے سفر سے
ہوا ہے جسم چکنا چور پیارے
نظر سے ہوگئے اوجھل تو کیا ہے
نہ ہوگے میرے دل سے دور پیارے

تجھے میں نے گلے کا ہار سمجھا
کہ از سرتا بہ پا گلزار سمجھا
خریدے شوق سے دکھ درد تیرے
طلب کو سربسر آزار سمجھا
تری خاموش کم آمیزیوں کو
غرور حسن اور پندار سمجھا
مسلسل پے بہ پے ناکامیوں کو
خلوص عشق کا معیار سمجھا

سسئی! کیوں دل شکستہ ہو رہی ہے
غم پنہوں میں کیوں جاں کھو رہی ہے
ادھر آنے ہی والے ہیں وہ پیارے
جنہیں تو یاد کر کے رو رہی ہے

بڑی مشکل سے دنیا کو ملے گی مثال ایسی مثالی عاشقی کی
رہے گی جاں فروشوں کو سدا یاد جواں مردی حسین ابنِ علی کی

وائی

بن بن میں مجھے بھٹکایا کیوں ہوت نہ لوٹ کے آیا
جیون سے جوڑ کے بندھن
پی کر گئے پریت اجیرن
مرا انگ انگ مرجھایا کیوں ہوت نہ لوٹ کے آیا
جب گیا تھا پنہوں پیارا
سنتی ہوں مجھے پکارا
کب جاگی لاکھ جگایا کیوں ہوت نہ لوٹ کے آیا
کس کس کو منانے بھیجا
حال اپنا سنانے بھیجا
پر کیچ کا بھید نہ پایا کیوں ہوت نہ لوٹ کے آیا
کہنا ہے 'لطیف' کوی کا
آئے گا سندیسہ پی کا
پھر پلٹے گی یہ کایا کیوں ہوت نہ لوٹ کے آیا

سُر ليلا چنيسر

سر لیلا چنیسر

پہلی داستان

واسطہ ہے مجھے چنیسر سے　　کیا سروکار لعل و گوہر سے
جذبہ آرزو کی کیفیت　　کوئی پوچھے تو قلب مضطر سے
کاش وہ تاجدار کشور عشق　　بدگماں ہو نہ دامن تر سے
کوئی نسبت نہیں مرے نزدیک　　ساز و ساماں کو حسن دلبر سے

❁

لعل و گوہر کا اعتبار نہیں　　عیش و عشرت سدا بہار نہیں
دولت عشق جاوداں کے سوا　　کوئی دولت بھی پائدار نہیں
جو نہ مرعوب ہو چنیسر سے　　کوئی بھی ایسا شہر یار نہیں
کوئی نعم البدل نہیں اس کا　　خوب ہے حسن دلنشیں اس کا

❁

دل کو جب محو ماسوا پایا　　حسن وارفتگی میں فرق آیا
کس توقع پہ ہائے اے لیلا!　　لعل و گوہر کو تو نے اپنایا
کھل گیا حرص فتنہ زا کا بھرم　　جب چنیسر نے تجھ کو ٹھکرایا
دیکھ تو آنکھ کھول اے ناداں　　ہار کیا کیا مصیبتیں لایا

❁

یہ یقین تھا کہ ہار جیتوں گی　　گوہر شاہوار جیتوں گی
راحت وصلِ یار جیتوں گی　　میں چنیسر کا پیار جیتوں گی
یوں خمار خودی میں مست ہوئی　　آج کونزو مری شکست ہوئی

ہار ہے ایک حلقۂ آلام
کیوں ہے ان موتیوں کی گرویدہ
اس وفا آشنا چنیسر کو
تیری جیسی ہیں اور بھی نادان

وہ سزاوار انتخاب نہیں
دیرپا جن کی آب و تاب نہیں
بے سبب تجھ سے اجتناب نہیں
تو ہی اک موردِ عتاب نہیں

کیف آگیں تھی بیخودی میری
بھا گئی تھی مرے چنیسر کو
لیکن اے حرص فتنہ زا تو نے
ان کی نظروں میں ہو سکی نہ فزوں
ہائے یہ آرزوے زیبائش

سی حاصل تھی سادگی میری
بے نیازانہ زندگی میری
چھین لی مجھ سے ہر خوشی میری
زر و زیور سے دل کشی میری
آبرو جس سے لٹ گئی میری

وقت ایسا بھی مجھ پہ آنا تھا
سوچتی ہوں کہ موتیوں کے لئے
دیکھ کر اشکبار 'جکھرؤ' کو
اپنے روٹھے ہوئے چنیسر کو
میں ہوں مجبور اور وہ مختار

موتیوں کا تو اک بہانہ تھا
حرص دل کو نہ یوں بڑھانا تھا
لعل و گوہر سے ہاتھ اٹھانا تھا
گر کے قدموں پہ پھر منانا تھا
تابہ کے حرص، خود سری، پندار

کیا کہوں میری جان پر جو بنی
تیرے پھیلے ہوئے نقوش قدم
تیری آغوش وا کسی کے لئے
اے چنیسر تری محبت میں

ہائے میرا فریب گلبدنی
اور سر پوش کی وہ راہزنی
اور میرے لئے گراں سخنی
درس عبرت ہے میری دلشکنی

جا کے کہہ دے کوئی چنیسر سے　　لیلا جاتی ہے آج اس گھر سے
دستِ شل میں مہار ناقہ ہے　　اشک جاری ہیں دیدۂ تر سے

وائی

منہ مایا لوبھ سے موڑا .... میں نے
ہار کو ہاتھ سے چھوڑا
آ جاؤ چنیسر پیارے
میں پیّاں پڑوں تمہارے
بیٹھی ہوں سب کچھ ہارے
پھوٹے ہیں بھاگ ہمارے
بیراگ سے ناتا جوڑا، میں نے
ہار کو ہاتھ سے چھوڑا
ترے دوارے سجن میں آئی
ڈھک لے ہر ایک برائی
کوئی جیون کی للچائی
کیا جانے پریت پرائی
ہر جھوٹا بندھن توڑا میں نے
ہار کو ہاتھ سے چھوڑا

❁❁❁

دوسری داستان

راس آئی نہ یہ بہار مجھے　　کر گیا کوئی بیقرار مجھے
یہ نہ جانا کہ میری پر کاری　　کر رہی ہے ذلیل و خوار مجھے
ڈس گیا مار آستیں بن کر　　ہائے یہ موتیوں کا ہار مجھے

ہنس رہا ہے زمانۂ بے درد دیکھ کر آج اشکبار مجھے
اس حریصانہ خود فریبی نے کر دیا کتنا بے وقار مجھے
اے غم ہجر اپنی معصومی یاد آتی ہے بار بار مجھے
ہاں اسی طرزِ محرمانہ سے اے دل آرام پھر پکار مجھے

ہائے میں نے بزعم دانائی کیسی ٹھوکر یہ دفعتاً کھائی
شاق گذری مرے چنیسر کو حرص پروردہ شان خودرائی
آج میری ہی بھول سے مجھ پر فوقیت اک کنیز نے پائی
کج غم ہے سر ندامت ہے رحم کر اے سکوت تنہائی
وہ مرا حسن سادہ و معصوم اور وہ تیری قدر افزائی
شوخی و زیرکی و پرکاری اہل دل کے لئے ہے رسوائی

عشرت صبح و شام کا عالم جلوت خاص و عام کا عالم
ہر طرف سے صدائے نقارہ چار سو احترام کا عالم
وہ دمامے پہ زد، دہل پر چوٹ شوکت و احتشام کا عالم
ہائے سب کچھ خیال و خواب ہوا ہار میرے لئے عذاب ہوا

ہائے کل جھولتی تھی جھولوں میں اور حزین و ملول ہوں میں آج
لازمی تھی سزائے خود بینی ورنہ کیوں روٹھتے مرے سرتاج
موتیوں نے کیا مجھے نادم اب نہ راجا مرا نہ میرا راج
بس اسی جرم خود پرستی سے ہو گئی میری زندگی تاراج

جس سے ذوق طلب میں فرق آئے ہجر ہے اس وصال سے بہتر
دوریٔ دوستاں بسا اوقات صحبت ماہ و سال سے بہتر

برتری مورد عتاب نہ ہو — فتنۂ حرص بے نقاب نہ ہو
دیکھ لیلا ترا بضد ہونا — ایک دن باعث عذاب نہ ہو
بھول ہی بھول میں کہیں تجھ سے — جرم ناحق کا ارتکاب نہ ہو
ایک ادنیٰ کنیز پر مائل — شوخیِ حسنِ انتخاب نہ ہو
اور تو اپنی خود نمائی سے — دفعتاً صید اضطراب نہ ہو
ڈر ہے یہ نکتہ چیں چنیسر کو — تیری صورت سے اجتناب نہ ہو
لطف اس کا سراب سر تا سر — اس سے آگے نیا سراب نہ ہو
ہائے اس خارزار ہستی میں — تیری مٹی کہیں خراب نہ ہو
خوش فریبی ہی خوش فریبی میں — ہر تمنا خیال و خواب نہ ہو

تیسری داستان

مبتلائے غرور و ناز نہ ہو — اس قدر سرخوش مجاز نہ ہو
عشق میں حرص و آز سے مطلب؟ — فتنہ پرور یہ حرص و آز نہ ہو
دیکھ لیلا کہیں یہ گستاخی — باعث فرق و امتیاز نہ ہو
جو سراپا خلوص ہے لیلا — تجھ سے بدظن وہ چارہ ساز نہ ہو
چاہتی ہے اگر چنیسر کو — رسمِ الفت سے بے نیاز نہ ہو

دیدنی ہے سہاگنوں کا سنگھار — جیسے پھولا پھلا کوئی گلزار
زیوروں کا نہیں ہے کوئی شمار — یہ گلوبند یہ چمکتے ہار
اپنی سج دھج پہ ناز کرتی ہے — آج محلوں کی ہر سجیلی ناز
کون جانے مگر یہ آرائش — ہے چنیسر کے واسطے بیکار
ان وفا آشنا نگاہوں میں — اور ہی کچھ ہے حسن کا معیار

جس کو احساس خودشناسی ہو ہے اسی بے نوا سے اس کو پیار
جو بہ انداز والہانہ رہے نیک دل، نیک بخت، نیک اطوار

وائی

ٹوٹے جھوٹے بندھن سارے لوٹ آئیں گے پریتم پیارے
یاد سے کیا جی بہلاؤں گی
بن ساجن میں مر جاؤں گی
جیت گئے وہ اور ہم ہارے لوٹ آئیں گے پریتم پیارے
اس بن اک پل رہ نہ سکوں گی
من کی بیتی کہہ نہ سکوں گی
آئیں گے جب پریم دوارے لوٹ آئیں گے پریتم پیارے
بھیدی ہیں وہ میرے من کے
ساتھی میرے جنم مرن کے
جگ جگ دھاریں روپ نیارے لوٹ آئیں گے پریتم پیارے

سُر مومل رانو

سر مومل رانو

پہلی داستان

روئے زیبا دکھا گیا کوئی مست و بیخود بنا گیا کوئی
مٹ گیا فرق سجہ و زنّار دام ایسا بچھا گیا کوئی
کل سر شام چاندنی کی طرح بزم گیتی پہ چھا گیا کوئی
ہائے وہ رنگ روپ وہ سج دھج کتنے جلوے دکھا گیا کوئی
کل بدل کر بھکاریوں کا بھیس گنجِ عرفاں لٹا گیا کوئی

❁

یوں نظر میں سما گیا کوئی محوِ حیرت بنا گیا کوئی
خرقۂ سبز فام میں آ کر روح میں لہلہا گیا کوئی
یا بدل کر مجاز کا بہروپ تن خاکی میں آ گیا کوئی
آئینہ خانۂ تصور کو دفعتاً جگمگا گیا کوئی
اب ابد تک سکوت برلب ہوں راز ایسا بتا گیا کوئی

❁

کیف بخشتا ہے ’کاک‘ نے کس کو کون یہ سر خوش خمار ہوا
اور پھر یک بیک نہ جانے کیوں باتوں باتوں میں اشکبار ہوا
آرزوئیں ہوئیں خراش انگیز مندمل زخم آشکار ہوا

❁

کون مستِ مئے شباب آیا صبحدم مثل آفتاب آیا
مثلِ پروانۂ چراغ ازل اک سراپائے اضطراب آیا
یا طلسمات بزم خوباں سے محرم حسن لاجواب آیا
یا پراسرار بحر ہستی میں کوئی مانند موج آب آیا
اک مہکتا ہوا بدن جیسے تیر کو موجۂ گلاب آیا
یا حقیقت سے آشنا کرنے حاصل چشم انتخاب آیا
اس کے جلوؤں کی تاب تھی کس کو اس طرف جب وہ بے نقاب آیا

وائی

موھے کون بتائے ساتھی
کب ہوگا 'کاک' کو جانا

جو کوئی ادھر جاتا ہے
کب لوٹ کے پھر آتا ہے
پریتم موھے راہ سجھانا
کب ہو گا 'کاک' کو جانا

بھیجیں گے سندیسا ساجن
تج دوں گی میں اپنا جیون
ٹوٹے گا یہ تانا بانا
کب ہو گا 'کاک' کو جانا

پیاری ہے جو اپنے پی کی
سن بات 'لطیف' کی سجنی
ہر دم گن پریم کے گانا
کب ہو گا 'کاک' کو جانا

دوسری داستان

حسن کیا بے مثال دیکھا تھا　　'کاک' میں کیا کمال دیکھا تھا
کچھ بتا تو ہمیں بھی اے سوامی　　تو نے کس کا جمال دیکھا تھا
اشک خوں کیوں ہیں دیدۂ تر میں　　کس کا پرتو تھا روئے 'گوجر' میں

❁

باعث فخر و ناز ہے مومل　　کتنی عشوہ طراز ہے مومل
تاب کس کو نظر ملانے کی　　ناوکِ جاں گداز ہے مومل
سرکشان حیات ہی جانیں　　کس قدر سرفراز ہے مومل
سب لبِ کاک خاک ہوتے ہیں　　منتہاے مجاز ہے مومل
قہر آگیں جلال کے با وصف　　کوش جمالی کا راز ہے مومل
فتنہ زا کارزار ہستی میں　　تیغ جوہر طراز ہے مومل
کیا عدم کیا وجود، وہ جانے　　مابہ الامتیاز ہے مومل

❁

جانب کاک بے عناں آجا　　ناقۂ دل رواں دواں آجا
کھل رہے ہیں جہاں کنول کے پھول　　ہے وہی تیرا آستاں آجا
مثلِ خورشید صبحدم مومل　　ہے لبِ کاک ضوفشاں آجا

❁

وہ سرِ کاک صندلیں شاخیں　　تاکِ انگور وہ ملاحت بیز
جن کو بھورے نہ چھو سکے اب تک　　وہ کنول ہیں وہاں صباحت ریز
حسنِ دوشیزگی بلاتا ہے　　ناقۂ شہرِ عاشقاں برخیز

❁

جا رہی ہے رواں دواں ناقہ　　مثل شاہیں ہے پرفشاں ناقہ
منزلِ کاک آ رہی ہے نظر　　دیکھ پہنچا کہاں کہاں ناقہ

جو شناسائے راہِ کاک ہوا　　وہ کبھی لوٹ کر نہیں آیا
کئی آشفتہ سر گئے تھے وہاں　　جن کا کوئی نشاں نہیں پایا
یہ سکوں مل گیا تو پھر منظور　　ہمیں طوبیٰ کا بھی نہیں سایا
کاک میں ایسے لوگ جاتے ہیں　　جن کا جی ہر خوشی سے اکتایا

دیکھ وہ شاطران شاہد باز　　دیکھتے ہیں بغور شہرِ مجاز
یہ فراست کہ ایک سوپاری!　　ان طلسمات کی ہوئی غماز
آگئے وہ قریب مومل کے　　کاک میں ہوگئے قدم انداز
کاک کاراز جس نے بھی پایا　　تا ابد بن گیا ہے وہ اک راز

وائی

نہ یہ عالم نہ یہ منعم نہ یہ سردار دیکھیں گے
نہ یہ دین دار دیکھیں گے نہ دنیا دار دیکھیں گے
بہرصورت جو تسلیم و رضائے یار دیکھیں گے
وہی مومل کا حسن عافیت آثار دیکھیں گے

بوقت جانکنی یا رب! نظر جب آسماں پر ہو
بفیضانِ محمد ذکر تیرا ہی زباں پر ہو
جو فیضانِ نگاہِ احمد مختار دیکھیں گے
وہی مومل کا حسنِ عافیت آثار دیکھیں گے

تیسری داستان

خوشا آرائشِ بزم نگاراں
زہے نظارہ ہائے گل بداماں
فضاؤں میں کہیں گیسو معطر
مہکتی ہے کہیں زلفوں میں ریحاں
دلِ صد چاک میں ان کی تمنا
بنی ہے اک سوالِ حشر ساماں
ہوا دیدار جب سے ان کا 'سیدؔ'
بھٹکتی پھر رہی ہے چشم حیراں

❁

سروں پر سبز شالیں یا دو شالے
مہکتے بال اور مانگیں نکالے
یہ جسم صندلیں یہ عنبریں بال
یہ چہروں کے تر و تازہ اجالے
کسی کے کان میں سونے کے جھمکے
کوئی پہنے ہوئے چاندی کے بالے
انہیں میں تھی وہ گل اندام مومل
وہ سب انداز تھے جس کے نرالے
اسے 'سوڈھے' سے جو وابستگی تھی
حقیقت میں وہی اس کی خوشی تھی

❁

انہیں کیا سیم و زر کی قدر و قیمت
وہ ہیں دوشیزگانِ بزم فطرت
نہاں خانوں میں مثلِ مشک و عنبر
مہکتی ہے سدا ان کی نفاست
قطار اندر قطار آتے ہیں عاشق
مگر ہوتی نہیں سب کو زیارت
وہی ہیں دولت دیدار پاتے
جو رکھتے ہیں فقیرانہ بصیرت
قدم میں لغزشِ مستانۂ شوق
خمار کاک کی چہروں پہ رنگت

❁

دیار کاک کے جو راز داں ہیں
وہ سرمست خمار جاوداں ہیں
یہاں آنکھوں سے جو آنسو رواں ہیں
وہ مانندِ شراب ارغواں ہیں
چڑھایا ہے کسی نے رنگ ایسا
کہ سرتاپا بہار بے خزاں ہے
خیال یار میں کھوئے ہوئے سے
تلاش یار میں پیہم رواں ہیں

❁

نہ ہوگی ماند اس کی سرخ روئی — جو سودائی جمال یار کا ہو
رہے گا ڈھل کے بھی رنگیں کپڑا — گر اس پر رنگ ہی 'ہالار' کا ہو

✿

بسا کر زلف میں صندل کی خوشبو — جہاں آتی تھی وہ مومل نہانے
وہاں بھٹکے ہوئے گرداب اکثر — اب آتے ہیں نئے فتنے جگاتے
سنا ہے کتنے ہی ناکام الفت — وہاں آتے ہیں اشک خوں بہانے
مقدر ایک سوڈھے کا تھا ورنہ — کسے بھائے محبت کے فسانے
اب اس مومل کی آنکھوں میں ہیں آنسو — جو گاتی تھی جوانی کے ترانے
چلایا جس نے تھا تیرِ محبت — بذات خود ہے نخچیر محبت

✿

یہ دنیا ہے کہ ہے آئینہ خانہ — حقیقت ایک باقی سب فسانہ
کئی رانے ہیں لیکن میرا رانا — بہر انداز یکتائے زمانہ
کوئی عالم ہو یا کوئی عاقل — مگر ہے 'میندھرو' سب میں یگانہ
مٹا دیتی ہے زنگارِ کدورت — محبت کی نگاہ محرمانہ

✿

ہوئی 'سوڈھے' سے جس کی آشنائی — اسے پھر کوئی بھی صورت نہ بھائی
رہا موٗل سے اس کو کیا تعلق — وہ جس نے 'میندھرے' سے لو لگائی

✿

پسند آئے نہ رنگیں قصر و ایواں — نہ بھائی مہہ وشوں کی کج ادائی
زن و زر کی کشش اہل طلب کو — نہ سنگ راہ بن کر آڑے آئی
کسی نے کاک کو مڑ کر نہ دیکھا — کچھ ایسی بے خودی دل میں سمائی
ہوا محسوس جیسے آگئی ہو — سمٹ کر ایک مرکز پر خدائی
رلاتا ہے اب ان کے بعد اکثر — حسینوں کو خیال نارسائی

✿

نہیں قسمت میں تیری وصلِ جاناں　　مگر ہونا نہ اے مومل ہراساں
نہ آئے گا ادھر اب تیرا 'سوڈھو'　　بھلا دے چند روزہ عہد و پیماں
اب آنسو پونچھ لے خاموش ہو جا　　چھپالے داغ ہائے یاس و حرماں
دیا تھا تجھ کو رانا نے جو طعنہ　　سمجھ لے اس کو دردِ دل کا درماں
ملے ہیں کاک سے جو زخم تجھ کو　　بنالے ان سے اک تازہ گلستاں
بسوز دل بشوق سعئ پیہم　　کوئی مشکل نہیں جو ہو نہ آساں

بظاہر آب جوے کاک پیارے　　محبت کے لہو سے احمریں ہے
مگر اک چشم بینا کے لئے وہ　　ہمیشہ مثلِ جائے انگبیں ہے

وائی

دیتی ہے مجھے دنیا طعنہ
تم بھول نہ جانا اے رانا
کیوں اور کسی کے ساتھ ہنسی
کسی بپتا میں آن پھنسی
تم کیا چھوٹے جگ چھوٹ گیا
جی بیٹھ گیا دل ٹوٹ گیا
پردیسی پریتم لوٹ آنا
تم بھول نہ جانا اے رانا

چوتھی داستان

میں جلاتی رہی چراغ سحر — پو پھٹی ہو گیا اجالا سا
پوچھتی ہی رہی پرندوں سے — ہائے لیکن ترا نشاں نہ ملا
مر رہی ہوں تری تمنا میں — آ بھی جا میرے دوست آ بھی جا

❁

غم دیئے انتظار نے کیا کیا — گل کھلائے ہیں پیارے نے کیا کیا
کہہ دیا ڈوبتے ستاروں سے — ہر شب انتظار نے کیا کیا
سوز بخشا شب جدائی کو — دیدۂ اشکبار نے کیا کیا
فاصلے طے کئے تصور میں — ناقۂ شہریار نے کیا کیا
عود مہکا، کئی چراغ جلے — جل دیئے اعتبار نے کیا کیا
گد گدایا فریب منزل کو — ہر نئی رہگذار نے کیا کیا

❁

ختم ہوتی ہے رات آ بھی جا — اے نگارِ حیات آ بھی جا
وہ ستارے چھپے چراغ بجھے — بجھ گئی کائنات آ بھی جا
تا بہ کے اشکبارئ پیہم — اے پیام نجات آ بھی جا

❁

ہائے 'سوڑھا' ترا پتا نہ ملا — ساحل عمرِ موجِ پا نہ ملا
حلقۂ زلف یار سے آگے — آرزؤں کا سلسلہ نہ ملا
تیری فرقت میں آج جو دیکھا — رنگ چہرے پہ پھول سا نہ ملا

❁

روز و شب تیری جستجو ہی تو ہے — مجھ کو اک تیری آرزو ہی تو ہے
تجھ پہ ظاہر ہیں سب گناہ و ثواب — ظاہری فرق ما و تو ہی تو ہے

❁

'ڈھٹ' سے کتنے ہی لوگ آتے ہیں   اس دیار دگر میں صبح و شام
لیکن آیا نہ آج تک کوئی   لے کے رانے کا نامہ و پیغام
جی بہلتا نہیں کسی صورت   جب سے رخصت ہوا وہ دل آرام
بس گیا مثل رنگ و بوئے بہار   دیدۂ و دل میں کوئی گل اندام
راز دارانہ میرے کانوں میں   کہہ گیا جو وہ ماورائے کلام
وہ اگر آشکار ہو جائے   پھر نہ لے کوئی راحتوں کا نام
رات بھر کروٹیں بدلتا ہے   کتنی مشکل میں ہے دل ناکام
منتظر ہے فضائے مے خانہ   آ بھی جا میرے ساقی گلفام

❁

تو ہے مختار کل بہر حالت   تیرے حلقہ بگوش خاص و عام
ایک مجھ ہی پہ کچھ نہیں موقوف   ساری دنیا ہے بندۂ بے دام

وائی

موڑ لے اونٹ کی باگ سجنوا
آجا لوٹ کے آجا
رات کٹی ہے نیر بہاتے
توڑ دیے سب رشتے ناتے
سونا سونا کاک ہے سارا
سندر چھب دکھلا جا
آجا لوٹ کے آجا
تیرے کارن پیارے رانے
سنتی ہوں سکھیوں کے طعنے
یہ گھر بار نہ بھائے مجھ کو
اے مرے من کے راجا
آجا لوٹ کے آجا

پانچویں داستان

سوے منزل قدم بڑھائے جا — راہِ ہستی کے راز پائے جا
پیشرو جب ہے شیر دل رانا — ہر غم ماسوا مٹائے جا
جلوت خاص و عام سے بچ کر — اپنی دنیا الگ بسائے جا
ہر عمل کا ہے ایک ردِ عمل — عاقبت کی خبر سنائے جا
خار زارِ حیات سے موہل — اپنا دامن ذرا بچائے جا

❁

جاے عبرت یہ دار فانی ہے — ہر تگ و تاز آنی جانی ہے
سوچتا ہوں قدم قدم پر میں — پیچھے پیچھے کوئی جوانی ہے
کتنی آساں ہے اجل کی راہ — کتنی دشوار زندگانی ہے

❁

غیر سے تو نے آشنائی کی — اپنے حق میں بڑی برائی کی
تو نے رانا کو کھیل سمجھا تھا — جھیل اب سختیاں جدائی کی

❁

بخش دے میری ہر خطا رانے — تیرے قربان روٹھنے والے
دیکھ آنکھیں بچھائے ہوں کب سے — ناقۂ تیزرو کو لوٹا لے
سونا سونا سا کاک ہے تجھ بن — آ بھی جا رنگ و بو کے متوالے
ان وفا آشنا فضاؤں کو — اے دل آرام پھر سے اپنا لے

❁

ہر نفس ہو گیا عذاب نہ جا — لوٹ آ میرے ماہتاب نہ جا
عشق کی چاکدامنی کی قسم — مظہرِ حسن لاجواب نہ جا
کوئی تیرے سوا نہیں میرا — کرکے یوں مجھ سے اجتناب نہ جا

میرے 'سوڑھے' تری جدائی میں
زندگانی ہے اک عتاب نہ جا

بخش دے میری سب خطاؤں کو
درگذر کر یہ پیچ و تاب نہ جا

تجھ پہ قربان اے مرے رانے
جان لیوا ہے اضطراب نہ جا

ہو گئے سارے قصرو ایواں خاک
میں جلی اور جل گئی یہ کاک

پیارے رانے تری جدائی میں
شعلۂ عشق ہو گیا بے باک

وہ گلستان وہ برگ و بار کہاں
کچھ نہیں اب بجز خس و خاشاک

ساز و سامانِ زیست کیا معنیٰ
کیسا اسباب اور کیا املاک

رنج و غم ہیں جو میری قسمت میں
کر سکے کوئی ان کا کیا ادراک

لا رہا ہے مصیبتیں کیا کیا
عشق مانند گردشِ افلاک

منتظر ہے تری رفاقت کا
اضطراب آفریں دل صد چاک

جانے کب انتظار ہو گا ختم
جانے کب تک رہوں گی میں غم ناک

وائی

محل پردیس میں کیوں 'مینڈھرے' نے جا کے بنوائے
کوئی جائے میرے روٹھے ہوئے رانے کو سمجھائے
سکھی ری جیسے بھی ہو پیارے 'سوڑھے' کو منا لائے
بہت دن ہوگئے دیکھے ہوئے اب لوٹ بھی آئے
اسے اے کاش میری بیکسی پر رحم آجائے
ہوئے ہیں جان لیوا جور مجھ پر بے وفائی کے
سہے جاتے نہیں دکھ درد اب مجھ سے جدائی کے
یہ غم ناکامیوں کے اور صدمے نارسائی کے
میں قرباں کاک کی جانب وہ پھر ناقے کو لوٹائے
اسے اے کاش میری بیکسی پر رحم آجائے

چھٹی داستان

دل میں ایک آگ سی لگائی ہے
پیارے رانے تری دہائی ہے
کون ہے میرا والی و وارث
شاق مجھ پر تری جدائی ہے
کوئی جا کر تجھے یہ دے پیغام
جلد آجا کہ موت آئی ہے
مجھ کو معلوم تو ہو کچھ آخر
کیا ادا 'ڈھٹ' کی تجھ کو بھائی ہے

❁

دیکھ آنکھیں بچھائے ہوں کب سے
ناقۂ تیزرو کو لوٹا لے
ایک ادنیٰ کنیز ہوں تیری
بدگماں کیوں ہے روٹھنے والے
گاڑ دے آکے پھر سے سینے میں
تیکھے نینوں سے عشق کے بھالے
کیا سروکار کاک سے مجھ کو
دیدہ و دل ہیں تیرے متوالے

❁

کاش اک بار پھر مری جانب
نظرِ التفات ہو جائے
گوشۂ روح میں ترنم ریز
پھر تری بات بات ہو جائے
میرے ہر درد عشق کا درماں
حسن والا صفات ہو جائے
عشرت وصل کی تمنا ہی
حاصل کائنات ہو جائے

❁

وہ شبستاں جو تجھ سے تھا آباد
اب ہے میرے لئے ستم ایجاد
ایک تو غم تری جدائی کا
دوسرے ننگ و نام کی افتاد

❁

لوٹ آئے اگر مرا رانا
اس پہ کر دوں متاعِ جاں قرباں
ساز و سامانِ زندگانی کا
میرے دل میں نہیں کوئی ارماں
غم کوئی جز غم وصال نہیں
اور کوئی مرا سوال نہیں

تیری فرقت میں فرطِ حسرت سے — آنکھ اب شبنمی نہیں ہوتی
میری آنکھوں میں اب درخشاں سی — کوئی دلبستگی نہیں ہوتی
وقف دار و رسن نہ ہو جب تک — عاشقی عاشقی نہیں ہوتی

میں نے دیکھی ہیں صورتیں کیا کیا — لیکن اس کا نہیں کوئی ثانی
جس نے بخشی ہے دیدۂ و دل کو — خلوت افروز آتش افشانی

کس تصور میں محو ہے مومل — وہ کبھی تو جھلک دکھائے گا
میں کھلاؤں گی خوشنما بیلیں — جب وہ ناقے کو اپنے لائے گا
یاد آئیں گی راز کی باتیں — جب وہ میرے قریب آئے گا

شدت درد شعلہ ساماں ہے — جان گزیں جب سے یاد جاناں ہے
طعنۂ دیگراں ہے اور میں ہوں — دل پریشاں نظر پشیماں ہے
کاش میں اپنے پیارے رانے کو — اب نہ ترسوں گلے لگانے کو

ڈوبتے رہتے ہیں کئی سورج — کتنی راتیں تمام ہوتی ہیں
کھوئے رہتے ہیں تیری یادوں میں — تیری باتیں مدام ہوتی ہیں
میری اپنی خطائیں رہ رہ کر — مائل انتقام ہوتی ہیں

خاک ہو جائے ایسی خود رائی — بھاڑ میں جائے ایسی دانائی
پیارے سرتاج کے لئے قرباں — اپنے میکے کی قدر افزائی
آ مری جانِ انتظار آجا — اے مرے رشک صد بہار آجا

ہائے یہ ہولناک سناٹا اف یہ خاموشیوں کے ویرانے
ہر گھڑی جن کے ساتھ جیتی تھی وہ گئے ہیں کہاں خدا جانے
کب سے رانے کے انتظار میں ہیں کاک کے سوگوار کاشانے

کون تیرا حریف ہے رانے 'ڈھٹ' ترا ہے فضائے کاک تری
کون جانے کہ میری ہستی میں خون تیرا ہے اور خاک تری
حاصل حسن دو جہاں آجا اے تمنائے جاوداں آجا

خیمہ زن کاک میں ہو پھر آ کر ورنہ ممکن ہے تو بھی پچھتائے
بدگمانی ہی بدگمانی میں بات حد سے کہیں نہ بڑھ جائے

وائی

دینا مرے روٹھے ہوئے رانے کو یہ پیغام
اے قافلے والو!
کہنا یہ بڑے عجز سے اے جانِ بہاراں
افسردہ ہوا سیج پہ ہر اک گلِ خنداں
ڈوبا ہوا اشکوں میں ہے اب دیدۂ حیراں
معلوم نہ تھا مجھ کو محبت کا یہ انجام
اے قافلے والو!
دینا مرے روٹھے ہوئے رانے کو یہ پیغام
اے قافلے والو!
آیا نہ اگر لوٹ کے وہ جان سے پیارا

کر لوں گی میں اس عالمِ ہستی سے کنارا
راس آئے 'لطیف' اس کے سوا کس کا سہارا
اے کاش گلے آکے لگالے وہ دل آرام
اے قافلے والو!

دینا مرے روٹھے ہوئے رانے کو یہ پیغام
اے قافلے والو!

ساتویں داستان

عہد و پیماں کا پاس ہے مجھ کو
تجھ بن آتا نہیں مجھے آرام
تیری یادیں ہیں اور آنسو ہیں
قصر و ایواں سے اب مجھے کیا کام
'ڈھٹ' کی خاطر کہیں مرے رانے
کر کے جانا نہ کاک کو بدنام

کیوں 'لڈونے' سے کر گئے ہجرت
ہائے وہ کاک کے جو شائق تھے
کیا تعلق اب ان سے مومل کو
یہ شبستان انہیں کے لائق تھے
رحم اس پر نہ کھائیں گے وہ لوگ
'ڈھٹ' سے واپس نہ آئیں گے وہ لوگ

پاس جب تک ہے تو سبھی کچھ ہے
تیری ہو کر سدا سہاگن ہوں
توڑنا مت پریت کا ناتا
تو ہے جوگی میں تیری جوگن ہوں

بس وہی حاصل بصیرت ہے
بس اسی سے مجھے محبت ہے
ایک ڈھانچا سا رہ گئی ہوں میں
اب نہ تاب و تواں نہ طاقت ہے
روح میں جیسے پھول میں خوشبو
اس کی سانسوں کی محرمیت ہے

کیا بتاؤں جو گل کھلائے ہیں ظلم رانے نے مجھ پہ ڈھائے ہیں
یہ شبستاں یہ بام و در یہ صحن کبھی میرے تھے اب پرائے ہیں
کاک کے کیف زا مناظر پر اب مری بے کسی کے سائے ہیں
رنج ہجر و فراق کے بادل اب گھٹا بن کے دل پہ چھائے ہیں
کون جانے غم محبت میں میں نے کیا کیا فریب کھائے ہیں

❁

دیکھنے والا کاک میں ہے کون؟ اپنی چھب اب کسے دکھاؤں میں
کیا خبر مجھ سے تو ہے کیوں برہم ہائے کیسے تجھے مناؤں میں
پھر یہاں کاش لوٹ آئے تو اور تجھ کو گلے لگاؤں میں

❁

خاک اڑتی ہے قصر و ایواں میں ہو کا عالم ہے اب شبستان میں
اب کوئی دلکشی نہیں باقی عیش و عشرت کے ساز و ساماں میں
تیرے جاتے ہی اے مرے رانے کیوں خزاں آگئی گلستان میں
دل میں ہیں بے شمار وہم وگماں کتنے طوفاں ہیں چشمِ گریاں میں

❁

بخش دے میری ہر خطا پیارے مان جا بات، لوٹ آ پیارے
تیری گرویدہ ہیں بہت لیکن کون میرا ترے سوا پیارے

❁

مجھ کو اپنا ہی جب بنانا تھا ظلم ایسا نہ مجھ پہ ڈھانا تھا
کوئی مشکل نہ تھی مری پہچان پاس آکر مجھے جگانا تھا
اے مرے مینڈھرے! مرے سوڈھے! یوں نہ آتے ہی لوٹ جانا تھا

❁

سرد ہوتے کبھی نہیں دیکھا آنسوؤں سے وہ شعلۂ رخسار
اس سراپا جمال کے نزدیک اور ہی کچھ ہے عشق کا معیار

سیکڑوں جس کے اشتیاق میں ہیں
کیا ملا ہائے مجھ کو اس در سے
عشق نے کر دیے ہیں وابستہ
یاس و حرماں مرے مقدر سے

میں اسیرِ نگاہِ ناز ہوئی
ساری دنیا سے بے نیاز ہوئی
خلش انتظار سے حاصل؟
آرزو خود ہی چارہ ساز ہوئی

کاک کے باغ سونے سونے ہیں
جی بہلتا نہیں نظارے سے
جھلملاتے ہیں میری آنکھوں میں
رات بھر شبنمی ستارے سے
ہے کچھ ایسا تعلق خاطر
اے سکھی مجھ کو اپنے پیارے سے
ناؤ میں جیسے باندھ کر رسی
کھینچے مانجھی کوئی کنارے سے

آخر شب چلا گیا رانا
دل بہت بے قرار ہے سکھیو
ایک ساعت بھی کاک میں رہنا
اب مجھے ناگوار ہے سکھیو
آتش غم سے جل رہی ہوں میں
ہر نفس شعلہ بار ہے سکھیو

عاجزی سے حضورِ جانانہ
پیش کر آنسوؤں کا نذرانہ
خوئے تسلیم سے بڑھیں آگے
دیدۂ و دل نیاز مندانہ
آ بتاؤں میں تجھ کو اے مومل
کیوں وہ رانا ہے تجھ سے بیگانہ
ہر خوشامد ہے سعی لا حاصل
تجھ میں جب تک ہے بوئے شاہانہ
اس طرح جا قریب تو اس کے
شمع کے گرد جیسے پروانہ

وائی

روٹھ کر گئے ساجن اب انہیں کہاں پاؤں
کیا کروں کہاں جاؤں

چل گیا پتا سب کو اپنے ہوں کہ بیگانے
دے رہی ہیں اب سکھیاں مجھ کو نت نئے طعنے
جانے کس نگر پہنچے راتوں رات ہی رانے
بڑھ رہی ہے بیچینی کیسے جی کو بہلاؤں
کیا کروں کہاں جاؤں

پھر سے اپنے سوڈھے کو کاک ہی میں پاؤں گی
بال اپنے رانے کی راہ میں بچھاؤں گی
میں 'کھرولیاں' ان کے اونٹ کو کھلاؤں گی
اے 'لطیف' میں ان کو جان و دل سے اپناؤں
کیا کروں کہاں جاؤں

❁❁❁

آٹھویں داستان

جو کیا تھا وہ سامنے آیا	اپنی ہی لغزشوں کا پھل پایا
عالم رنگ و بو میں اے رانے	کیا بتاؤں فریب کیوں کھایا
خار زارِ حیات میں اکثر	دامن دل کو میں نے الجھایا
یہ نہ سمجھا کوئی جزا بھی ہے	ہر خطا کے لئے سزا بھی ہے

❁

تیرے صبر و شکیب نے پیارے	جادۂ دکھا دیا مجھ کو
راز دارانہ چشم پوشی سے	تو نے سب سکھا دیا مجھ کو
محرمانہ سکوت کے قربان	جانے کیا کیا بتا دیا مجھ کو

ماورائے مجاز ہے رانا
سر بسر بے نیاز ہے رانا
بخش دی میری ہر خطا اس نے
رحمت کارساز ہے رانا
رازِ وابستگی بتاؤں کیا
میری ہستی کا راز ہے رانا

پردہ دارِ برہنگی تھا وہ
میں سر عام بے حجاب ہوئی
ہو کے رانے کے نام سے منسوب
زندگی کتنی کامیاب ہوئی
وہ نگاہ کرم مرے حق میں
چارہ ساز ہر اضطراب ہوئی
کاک کے واسطے مری ہستی
مثلِ نیرنگیِ سحاب ہوئی

حاصل حسن و عشق ہے پیارے
تیرا صبر و شکیب عرفانی
پیارے 'سوڈھے' تری عنایت سے
میں نے پائی وہ پاک دامانی
ناز کرتی ہے جس کی ندرت پر
خود مری پر سکوت حیرانی
معجزہ ہے تری نگاہوں کا
سرخرو ہو گئی پشیمانی

تیرے صبر و شکیب سے پیارے
یوں تو سب کی مراد بر آئی
ایک میں ہوں کہ سوچتی ہوں یہی
کس خطا پر تری نہ کہلائی

تیرے صبر و شکیب نے رانے
مجھ کو بخشا وقار انسانی
آہ میری غلط روی نے مگر
کچھ نہ پایا بجز پشیمانی

جو ترے صبر نے نصیحت کی
اس کو دل میں بساؤں گی پیارے
جب کبھی ہو گا سامنا تیرا
خون کے آنسو بہاؤں گی پیارے

مجھ سی کم عقل کے لئے پیارے صبر تیرا ہے رمز دانائی
تیری خاموشیوں میں آسودہ ہے نیازانہ شان یکتائی

تیرے صبر و شکیب نے رانے خود فریبی سے دی نجات مجھے
میں گرفتار حرص تھی لیکن حرص سے مل گئی نجات مجھے

زندگی کتنی بے قرار ہوئی جب گناہوں پہ شرمسار ہوئی
ہو گیا جس کو عیب کا احساس پیارے سوڑھے کی راز دار ہوئی
جو خطا پر نہ ہو سکی نادم ہائے کتنی ذلیل و خوار ہوئی

اے سکھی کٹ گئی ہماری ناک اور ہم ہیں اسی طرح بے باک
اف یہ دیدۂ دلیر بے شرمی ہائے یہ خود فریبی ادراک

بے نیازانہ شان استغنا غیرت ننگ و نام سے بہتر
شکمِ گرسنہ پرِ پرواز دانۂ زیرِ دام سے بہتر

نویں داستان

پیارے رانے کا نامہ بر آیا کیا سہانا سماں نظر آیا
جیسے بھولے سے چودھویں کا چاند کاک کے صحن میں اتر آیا

ہر طرف بوئے مشک بکھراتا کوئی نکہت فروش ادھر آیا
بن کے قاصد دیار جاناں کا دیکھنا کون میرے گھر آیا

آ کے پھر کاک اور لڈونے کو | صبح ہوتے ہی جگمگائے گا
کتنے سنسان کاخ و ایواں ہیں | از سر نو انہیں بسائے گا
میں نے بھیجا ہے تیز رو قاصد | پیارا رانا ضرور آئے گا

جب مہار اس کے اونٹ کی آخر | کاک کی سمت موڑی جائے گی
اپنے آنگن کو لیپنے کے لئے | گارا چندن کا یہ بنائے گی
پیارے سوڈھے کی گود میں مومل | سارے ڈھٹ کا سہاگ پائے گی

میں نے کل رات پھر سنا سکھیو! | پیارے رانے کا دلنشیں پیغام
ہے وہ مقبولِ بارگاہ وفا | جو ہوا اس کا بندۂ بے دام
اس رحیم و کریم کے نزدیک | کچھ نہیں امتیاز خاص و عام

ڈھٹ میں بھی تو ہے کاک میں بھی تو | سوچتی ہوں کہ اب کدھر جاؤں
کچھ بتا تو سہی مجھے رانے | میں ادھر آؤں یا ادھر جاؤں
مٹ گئی تیرگی مرے دل کی | چاندنی ہے وہیں جدھر جاؤں

کون ہے میرا آسرا پیارے | تو نہ ہو اس قدر خفا پیارے
میں کہ ہوں ایک خاطیِ معصوم | بخش دے میری ہر خطا پیارے
چاہتی ہوں تلافیِ مافات | ہے یہی ایک التجا پیارے
بھول جا میری ہر برائی کو | جان کر مجھ کو بے نوا پیارے
ایک ادنیٰ کنیز ہوں تیری | ساتھ میرا نہ چھوڑنا پیارے

سن لے اب میری التجا پیارے — مجھ کو تسلیم ہر خطا پیارے
تیری حلقہ بگوش لاکھوں ہیں — تجھے ان کی کمی ہی کیا پیارے
لیکن اس خار زار ہستی میں — کون میرا ترے سوا پیارے
کھل گیا خود پرستیوں کا بھرم — مل گئی مجھ کو ہر سزا پیارے
خم ہے تا زندگی سرِ تسلیم — ہے مقدم تری رضا پیارے

دیکھ بیتاب انتظار نہ ہو — نا شکیبائے وصل یار نہ ہو
وہ ترے صحن کے قریب آئے — دیکھ اس درجہ بے قرار نہ ہو
اہتمام حریم جاں کر لے — دیدہ و دل کو میزباں کر لے

وائی

اے ناقۂ سودائی ۔ کیا چیز وہاں کھائی!
کیا کاک کی وادی نے پیغام سنایا ہے
کس نے ترے چہرے کو گلرنگ بنایا ہے
یہ رنگ یہ خوشبوئیں یہ حسن یہ رعنائی
اے ناقۂ سودائی
کیا چیز وہاں کھائی
جا ڈھٹ کی طرف جا کر لے آ مرے رانے کو
کہنا مجھے مومل نے بھیجا ہے منانے کو
میں عاجز و درماندہ تجھ میں یہ توانائی
اے ناقۂ سودائی
کیا چیز وہاں کھائی

وائی

رات جانے کو ہے رانے آجا
آجا اے مرے تن من کے راجا

❁

جھوم کر پریم کے گیت گاؤں
اونٹ کو تیرے چندن کھلاؤں

❁

راہ تکتی ہوں دن رات تیری
یاد آتی ہے ہر بات تیری
جانے کب کاک میں تجھ کو پاؤں
اونٹ کو تیرے چندن کھلاؤں

وائی

نگاہِ شوق پھر نذر لب و رخسار ہو جائے
تمنا سر خوش حسنِ جمالِ یار ہو جائے
مجھے اے کاش جیتے جی ترا دیدار ہو جائے
کوئی مجھ کو تری حیرت فزا محفل میں پہنچادے
ذرا آداب پا بوسی مرے دل کو بھی سمجھا دے
نگاہوں میں مری پھر ماسوا بیکار ہو جائے
مجھے اے کاش جیتے جی ترا دیدار ہو جائے
صدائے باز گشتِ محرمیت جان جاں سن لے
جو کہتا ہے 'لطیف' اس بات کو اے راز داں سن لے
مجھے حاصل ترا فیضان پراسرار ہوجائے
مجھے اے کاش جیتے جی ترا دیدار ہو جائے

❁❁❁

سُر بروو

سندهی

سر برووسندھی

پہلی داستان

تھام اس کریم کا دامن — وہی سارے جہاں کا داتا ہے
کیوں کسی کا غلام کہلائے — جو فقط اس سے لو لگاتا ہے

❁

درد تو اٹھ رہا ہے سینہ میں — بازؤوں کو نہ داغ چارہ ساز!
ہائے مجبوریٔ دل بے تاب — کھل گیا میری حسرتوں کا راز
جیسے سرکنڈا کاٹتا ہو کوئی — آرہی ہے عجیب سی آواز

❁

بس اسی بات سے ہیں خوش پیارے — بار بار ان کے در پہ مت جانا
نت نیا درد تجھ کو مل جائے — اپنے دل کی مراد یوں پانا
جو محبت میں غم اٹھائے ہیں — ان کو اپنی زباں پہ مت لانا

❁

غیر اس کو عزیز ہیں 'سید' — مری قسمت میں کب وہ پیارا ہے
بعد مدت کے شادماں ہوں میں — خواب میں رات اس کو دیکھا ہے
جو اٹھایا ہے بار غم میں نے — سامنے اس کے کوہ بھی کیا ہے

❁

بالوں کو راہ میں بچھاؤں گی — پلکیں پیروں سے جا لگاؤں گی
تیری خدمت گذار بن کر میں — عمر بھر پھر کہیں نہ جاؤں گی
اگر ان وادیوں میں تو آئے — راز اپنے تجھے بتاؤں گی

❁

میری آغوش میں ہو آری جام — ساعت ایسی بھی اے خدا آئے
اس طرح لطف سے مجھے دیکھے — عیب میرا ہنر ہی کہلائے
مجھ سی درماندۂ محبت کو — کیچ میں اپنے ساتھ لے جائے

❁

جھوٹوں کی دوستی سے تو ناحق — اپنے دل کی لگن بجھاتا ہے
کوئی دیکھے تو تیری خوش فہمی — جان کر تو فریب کھاتا ہے

❁

ایسی بھی اب ہے آرزوے 'لطیف' — تیرے قدموں میں ہو دلِ مہجور
جس طرح عجز و انکسار کے ساتھ — سر بہ سجدہ زمیں ہے تیرے حضور

❁

صبر کر صبر اے دلِ مہجور — اب خیالِ وصال ہے بیکار
تیرے پیارے تو کر گئے ہجرت — اب یہ حزن و ملال ہے بیکار
ہاں یہی تھا نوشتۂ تقدیر — عشق میں قیل و قال ہے بیکار

❁

اپنی دیوانگی کا شکوہ ہے — میرے پیارے تیرا گلا تو نہیں
تو تغافل شعار ہے پھر بھی — کوئی میرا ترے سوا تو نہیں

❁

آج پھر تیری یاد آئی ہے — آنسوؤں نے جھڑی لگائی ہے
آنکھیں اب دوسروں کو کیا دیکھیں — ان میں صورت تری سمائی ہے

❁

دور ہو کر بھی ہے کوئی نزدیک — کوئی نزدیک ہو کے بھی ہے دور
بعض مشکل سے یاد آتے ہیں — بعض کی یاد سے ہے دل معمور
جیسے 'کنڈی' کے سینگ الجھے سے — دوست اس طرح دل میں ہے مستور

❁

تیغِ ابرو سے ذبح کر کے مجھے — منہ کسی اور سمت موڑ گئے
گوشت تو سارا کر دیا تقسیم — ڈھانچہ ایک ہڈیوں کا چھوڑ گئے
اور پھر کر کے صبر کی تلقین — اک تبسم سے دل کو توڑ گئے

دل کو مانوس کر کے پیارے نے — کچے دھاگے سے باندھ رکھا ہے
پیچ ڈالے ہیں عشق نے ایسے — مجھ کو ہر دم اسی کا سودا ہے

عام ہے جاہ و مال زر کی حرص — مجھ کو ہے صرف تیرا ہی ارمان
تو نے بخشی ہے وہ خوشی پیارے — جس پہ دنیا کی ہر خوشی قربان

حسن پیارے کا انگبیں سا ہے — اور حنظل ہے اسکا ہر انداز
جو بھی اس کے قریب آتا ہے — اس پہ گرتی ہے برق عشوہ و ناز

ان پہ قربان جان و دیدہ و دل — کیا تھے وہ خوش جمال کیا کہیئے
وہ چمکتی ہوئی حسیں آنکھیں — اب ہیں خواب و خیال کیا کہیئے

میرے پیارے چلے گئے جب سے — چین دن کو نہ رات کو آرام
ان پہ سو جان سے ہوں میں قربان — جرأت دل اگرچہ ہے بدنام
گلۂ سختی فراق بجا — اور جو آجائے وصل کا پیغام

دل میں مسکن ہے پیارے ساجن کا — روح میں رچ گئی ہے رعنائی
ایک ساعت کو بھی نہ بھولوں گی — اس دل آرام کی شناسائی

کاش ضد چھوڑ کر وہ پھر آئے　　راز کی ایک بات سن جائے
اب یہی چاہتا ہے میرا دل　　کوئی اس کو قریب تر لائے

❁

کبھی سن ہی سکیں نہ میری بات　　اور کبھی بات کرنے خود آئیں
بند کرلیں کبھی تو دروازے　　اور کبھی خود ہی لینے آجائیں

❁

خود بخود تو نے سامنے آکر　　یہ محبت مجھے سکھائی ہے
عشق سے واسطہ مجھے کیا تھا　　میرے پیارے تری دہائی ہے

❁

میرے پیارے تو ایک شہزادہ　　اور میں تیری بندۂ بے دام
تجھ سے پل بھر کو بھی جدا ہو کر　　سخت مغموم ہے دل ناکام
وہ نظر اب بدل نہ جائے کہیں　　دے رہی ہے جو روح کو آرام

وائی

رگ رگ میں بسا وہ پیارا ہے
وہ پیارا سب سے نیارا ہے
وہ پیارا آنکھ کا تارا ہے
میں پربت پر چڑھ جاؤں گی
اور اس کو ڈھونڈ کے لاؤں گی
اب سارے جگ میں اے سکھیو!
بس وہ ہی ایک سہارا ہے
وہ پیارا آنکھ کا تارا ہے

دوسری داستان

نگہِ التفات پر قربان　　دل میں ہیں اور بھی کئی ارمان
اے کمالِ شعور مجھ پر بھی　　اپنے شایانِ شاں کر احسان

تیغِ ابرو پہ جاؤں میں قربان　　لے کے آئی ہوں اپنے جسم و جان
نذر میری قبول ہو جائے　　اس سے بڑھ کر نہیں کوئی ارمان

دل و جاں کو مٹا کے بھی پیارے　　تو نے پوچھی نہ ہائے میری بات
خون کی بوند تک نہیں باقی　　دلِ سوزاں ہے اور ہجر کی رات
میری قسمت کہ تجھ کو پا نہ سکی　　چھان مارا جہانِ امکانات

جب بھی وہ بزم یاد آتی ہے　　آہ دل سے نکل ہی جاتی ہے
کیا کہوں میں وہ جانِ مہرو وفا　　دل سے دل کس طرح ملاتا ہے
جیسے کڑیوں کو جوڑ کر لوہار　　ایک زنجیر سی بناتا ہے

سر جھکا کر ادب سے ہر ایک حور　　حسن جاناں کی داد دیتی ہے
پڑھ کے اکثر زمیں بھی بسم اللہ　　نقش پا اس کے چوم لیتی ہے

تیری بندی ہوں اے مرے پیارے　　تیرے ہی غم سے لو لگاتی ہوں
مفسدوں سے بھی میں تری خاطر　　کتنی عزت سے پیش آتی ہوں

اے گرفتار زیست روزِ نجات　　تیرے کام آئے گا قلم نہ دوات
وقت آخر امینِ جاں ہوگی　　کونسی بات اے اسیر حیات
لولی 'بروئے' کی جانتا ہے تو!　　یوں تو پیاری ہے تیری ہر اک بات

تیرے ابرو و چشم ہیں پیارے　تیغ خمدار و خنجر خونخوار
زخم اب دل کے بھر نہیں سکتے　جاں لیوا ہے عشق کا آزار
دل ہے جسکے فراق میں بیتاب　کاش مل جائے مجھ کو وہ دلدار

❁

یاد جاناں نے بے قرار کیا　آج پھر میں نے انتظار کیا
اپنی آنکھوں کو بادلوں کی طرح　شدت غم سے اشکبار کیا
شوق کی تشنگی نہیں بجھتی　جب سے اس دلربا سے پیار کیا
کشش حسن دوست کیا کہئے　آپ ہی اپنا دل فگار کیا
میرے تن من میں آگ سی بھر دی　تو نے یہ کیا جمال یار کیا

❁

مدعاے حیات پایا ہے　وہ سراپا بہار آیا ہے
عالم فرط انبساط نے آج　شدت غم کو یوں دبایا ہے
'کھوڑ' کے ساتھ جیسے دھوبی نے　کپڑوں سے میل کو چھڑایا ہے

وائی

مرے مولیٰ بھول نہ جانا
دکھیا کی مدد کو آنا

تو کھیون ہار ہے داتا
میری نیا پار لگانا

گھیرے ہیں مجھے جو بیری
تو ان کا زور مٹانا

کہنا ہے 'لطیف' کوی کا
وہ پیارا دیس دکھانا
مرے مولیٰ بھول نہ جانا

وائی

وہ پیارا ساجن آئے گا اور ساتھ مجھے لے جائے گا
خود ہاتھ پکڑ کر اندھی کو آبادی میں پہونچائے گا
ان گھاٹوں کا کیا خوف مجھے وہ بیڑا پار لگائے گا
وہ پیارا نبی رہبر بن کر اک سیدھی راہ سمجھائے گا
کہتا ہے 'لطیف' کہ اے سکھیو
وہ پیارا دھیر بندھائے گا

❁❁❁

تیسری داستان

سفر کوہسار ہے دن کو اور پھر ساری رات سوتے ہیں
حوصلہ مند بھی محبت میں اپنے ہوش و حواس کھوتے ہیں
ہر گھڑی عاشقوں کے جھرمٹ میں تذکرے جان جاں کے ہوتے

❁

دم تو سب دوستی کا بھرتے ہیں، دوست کس کو مگر کہا جائے
قدر ہوتی ہے دوست کی اس وقت جب مصیبت کسی پہ آجائے

❁

تیری رحمت سے مل گئے مجھ کو زندگی ہی میں وہ مرے پیارے
اب وہ مجھ سے جدا نہ ہوں یا رب! راحت جاں ہیں ان کے نظارے

❁

ان گنت عیب مجھ میں ہیں یا رب! نگہِ التفات ہو جائے
پھر بھی جائے اگر کبھی مجھ سے حسب عادت ادھر پلٹ آئے

کیا کہوں جب سے وہ سفر پہ گئے　　کس طرح زندگی گذاری ہے
اس پہ قربان جاؤں میں سو بار　　جس کی خاطر یہ بے قراری ہے
آرزوے وصال کیا کیجئے　　کہ جدائی رضاے باری ہے

کیوں یہ فکرِ ہوس، ہوس بھی کہیں　　قابل اعتبار ہوتی ہے!
ایک ہی دل ہو ایک ہی دلبر　　عاشقی ایک بار ہوتی ہے

بھانپ لیں میری خامیاں تو نے　　پیارے ساجن ترا جواب نہیں
جانتا ہے برائیاں میری　　پھر بھی مجھ پر کوئی عتاب نہیں

آج اس کے حضور میں پھر ہوں　　پھر وہ لطف و کرم پہ مائل ہے
جو تعلق ہے مجھ سے پیارے کو　　ٹوٹنا اس کا سخت مشکل ہے

کند خنجر سے کر نہ مجھ کو ہلاک　　دسترس میں ہیں تیز خنجر بھی
ہائے یہ درد اور یہ آزار　　زخم دل پر بھی ہے جگر پر بھی

وائی

اونٹوں کو چپکے سے لیکر مجھ کو سوتا چھوڑ گئے
آدھی رات کو ہائے بلوچی کیوں مجھ سے منہ موڑ گئے
رات ہی رات مین وہ پردیسی پہونچے کوسوں دور کہیں
سمجھی تھی من میت جنہیں میں وہ بیری دل توڑ گئے

کہتا ہے یہ 'لطیف' ہمیشہ سجن ملیں گے بھور بھئے
وہ ناتا ہے پریت کا ناتا جو ناتا وہ جوڑ گئے

وائی

مجھ دکھیا کی دھیر بندھانا
پیارے محمد چھوڑ نہ جانا
مطلب کی ہے دنیا ساری
کون سنے فریاد ہماری
ہر اک بپتا میں کام آنا
پیارے محمد چھوڑ نہ جانا
روز ازل سے نور تمہارا
دیدۂ دل میں جلوہ آرا
رہبر بن کر راہ بجھانا
پیارے محمد چھوڑ نہ جانا
میں ہوں تشنہ کام محبت
مجھ کو بھی اک جام محبت
مجھ کو بھی دو گھونٹ پلانا
پیارے محمد چھوڑ نہ جانا

وائی

وہ پیارا ساجن آئے گا مجھ اندھی کو لے جائے گا
خود ہاتھ پکڑ کر دکھیوں کو آبادی میں پہونچائے گا
وہ کامل اپنی رحمت سے ہر دکھیا کو اپنائے گا
غربت کی اندھیری راتوں میں وہ جگ جگ دیپ جلائے گا
وہ کھیون ہار انوکھا ہے ہر بیڑا پار لگائے گا

وہ رہبر سب کا رہبر ہے
وہ سیدھی راہ سجھائے گا

❁❁❁

سُرڈھَر

سر ڈہَر

پہلی داستان

کوئی تیرے سوا کس کو پکارے ── بڑا پیارا ہے تیرا نام پیارے
یونہی خاموش بیٹھی ہوں میں کب سے ── خدایا تیری رحمت کے سہارے
تعلق روح کا ہے بس تجھی سے ── تجھے معلوم ہیں غم بھی ہمارے
کسے تیرا پتا اے چھپنے والے ── نظر میں ہیں ترے رنگیں نظارے
وسیلہ کون ہے ہم بے کسوں کا ── کہاں جائیں گے یہ غربت کے مارے
اسی امید پر اب جی رہے ہیں ── کہ مل جائیں ہمیں تیرے سہارے

❁

چھپالے دامنِ رحمت میں پیارے ── نہ بھولوں گی کبھی احساں تیرے
تیرا شیوہ ہے میری عیب پوشی ── تجھے معلوم ہیں سب عیب میرے

❁

اگر ہو تیری رحمت کا اشارا ── تو قعرِ آب بن جائے کنارا
ترے قربان اے شاہِ مدینہ ── مجھے درکار ہے تیرا سہارا
اثر رکھتی ہے کچھ تو اس کی آواز ── محبت سے تجھے جس نے پکارا
نہ خالی جائے اس بیکس کی فریاد ── تجھے اپنا کہے جو غم کا مارا
ترے قدموں کی مٹی کیمیا ہے ── نہیں تیرے سوا کوئی ہمارا
مجھے عصیاں پہ ہے بیحد ندامت ── بھلا دینا نہ تو مجھ کو خدارا

❁

اگر ہے عاشق شہر مدینہ تو اے سالک وہاں [illegible]
یہ فرط شوق اپنے چشم و دل کو غبار منزل جاناں بنانا
نظر آئے تجھے جب نور احمد تو اس کو اپنی رگ رگ میں سمانا

❁

ترے دامن سے وابستہ ہوں پیارے ذرا آ کر مری ڈھارس بندھا دے
مری اجڑی ہوئی اس جھونپڑی کو مرے سرتاج تو آ کر بسا دے

❁

سبھی سکھیوں کے ہیں سرتاج لیکن مرے سرتاج ہیں سب سے نرالے
کرے گا کون ایسی عیب پوشی کہ دیکھے اور ہر اک عیب ٹالے
مری لغزش بنے اس کی نوازش میں گر جاؤں تو وہ مجھ کو سنبھالے
اسے ہونے نہ دے دنیا میں رسوا جسے وہ اپنے دامن میں چھپالے

❁❁❁

دوسری داستان

بظاہر شوخیاں سرتاج سے ہیں مگر منظور غیروں کی خوشی ہے
تو دانہ چھوڑ کر کیوں آج ناداں یہ بھوسا جمع کرنے میں لگی ہے

❁

تجھے بننا ہے اک اچھی سہاگن تو اے غافل ذرا ہشیار ہو جا
گراں خوابی ترے کس کام آخر سحر ہونے کو ہے بیدار ہو جا

❁

پلک جھپکا کے پھر ہشیار ہو جا یہ نیند اچھی نہیں بیدار ہو جا
ارے ناداں ابھی تو دو پہر ہے سفر کے واسطے تیار ہو جا

❁

خوشا وہ لوگ بیداری سے جن کو　　یقیں کی روشنی حاصل ہوئی ہے
شبانہ خلوتوں میں جن کے دل کو　　سحر کی تازگی حاصل ہوئی ہے

❁

بجز حسرت نہیں کچھ حاصل خواب　　اگر ہے جانِ جاں کی یاد پیاری
بہت پچھتائے گی اپنے کیے پر　　اگر یہ رات سونے میں گذاری

❁

یہ کیوں شب خوابیوں پر ناز بے جا　　مقدر میں ہیں کچھ ایسی بھی راتیں
کہ تنہائی میں تو گھبرا کے اکثر　　کرے گی دل سے بیداری کی باتیں

❁

مجھے اس نیند نے جو دکھ دیا ہے　　تمہیں کس دل سے اے سکھیو بتاؤں
جو لمحے خواب غفلت میں گذارے　　کہاں سے ڈھونڈ کر اب ان کو لاؤں
وہ پیارا ہوت 'ہاڑے' میں نہیں ہے　　اگر جاؤں بھی تو کس سمت جاؤں

❁

بہائے درد کے ماروں پہ آنسو　　مگر شبنم سمجھتا ہے انہیں تو

❁

گذارے گی اگر آنکھوں میں ہر رات　　تو ان سے سرخرو ہوتی رہے گی
نہ ہوگی دولت دیدار حاصل　　اگر تو رات بھر سوتی رہے گی

❁

کھڑا ہے ریت پر یہ قصرِ ہستی　　عبث اس قصر ہستی پر ہے نازاں
عروسی پیرہن ہے آج جس کا　　وہی کل ساکن گورِ غریباں

❁

نہ ہو اے کاش اب کوئی سویرا　　رہے ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا
تجھے جب تک نہ میں پھر سے منالوں　　ہٹے سر سے نہ پیارے ہاتھ تیرا

❁

دل اس کی یاد میں کھویا ہوا ہے خدا مجھ کو پیارے سے ملانا
جو اس کے وصل کا پیغام لائے ہوا میری طرف ایسی چلانا

مری سکھیو کرو پیارے کی باتیں کہ ان میں نت نئی وارفتگی ہے
اگر مل جائے پھر مجھ کو وہ ساجن تو سمجھوں میری قسمت کھل گئی ہے
اسی کی راہ اب تکتی رہوں گی جو صورت میری آنکھوں میں بسی ہے
محبت کے فسانے تازہ ہر دم ہمیشہ داستانِ دل نئی ہے

تیسری داستان

ارے 'کنڈا'! مجھے کچھ تو بتا دے کہاں ہیں آج وہ پیارے کہاں ہیں
بہار رفتہ کا غم ہے تجھے بھی گل و برگ و ثمر نذر خزاں ہیں
کدھر گم ہوگئے 'ڈھورے' کے مالک ترے دن رات جن کے رازداں ہیں

اگر تو طالب آزار ہوتا تو کیوں مرہون برگ و بار ہوتا
نہیں غم تجھ کو اپنے مالکوں کا وگر نہ سوکھ کر تو خار ہوتا
کبھی رہتا نہ تو اس طرح قائم اگر ان سے تجھے کچھ پیار ہوتا

'ڈھورا' لبریز تھا جب اے 'کنڈا' یاد تو ہوگا وہ سماں تجھ کو
کہ ملا تھا یہیں کہیں شاید وہ 'جسودن' سا راز داں تجھ کو

اس علاقہ کے مالک و مختار جانے کس دیس کو سدھارے ہیں
اس قدر خشک ہو گیا ڈھورا آک میں چھپ گئے کنارے ہیں

موجزن جب تھے 'ڈھاگی' اور ڈھورا   آپ اپنی مثال تھا 'بلیار'
یادگار زمانہ ہیں اب تک   وہ جسودن کے دلنشیں اطوار

❁

بہہ رہا تھا جہاں کبھی ڈھورا   اب وہاں چھوٹے چھوٹے چشمے ہیں
موجزن تھا جہاں 'دپٹیھل' کل   اب وہاں تشنہ لب کنارے ہیں
جن میں رہتا تھا اک ہجوم سدا   کتنے ویران اب وہ رستے ہیں

❁

کشتیاں کھولنے لگے ملاح   پہلے جیسا نہیں رہا ڈھورا
کون پرساں ہے اب جسودن کا   ہائے پایاب ہو گیا ڈھورا

❁

دیکھ کر اس کو آنکھ ہے پر آب   اب 'جسو' گھاٹ پر کہاں احباب

❁

خواب میں بھی نظر نہیں آتا   گھاٹ پر جو ہجوم رہتا تھا
کر گئی ہیں جو پار 'کاچھا' کو   ہائے ان گوریوں کے ٹھاٹھ تھے کیا

❁

اے 'دپٹیھل' کہاں وہ تیرا جوش   نہ تلاطم نہ وہ روانی ہے
ریت ہی ریت ہے جدھر دیکھو   خشک کس غم سے تیرا پانی ہے

❁

آج مجھ سے کہا 'دپٹیھل' نے   کردیا غم نے خشک دھاروں کو
ہر گھڑی فکر ہے جسودن کی   یاد کرتا ہوں اپنے پیاروں کو

❁

ہم چلے، رخصت اے مہارانی   تنگ ہے 'سانگ' غم کے ماروں پر
آک کے پھول اور سوکھی گھاس   کیا ہے ان کے سوا کناروں پر

چوتھی داستان

کیوں نہ لوٹا تو اے نہنگ اس وقت آبجو میں سوا تھا جب پانی
اب شکاری ہیں اور ان کی جال چل سکے گی نہ تیری من مانی
آج ہو جائے گا تجھے معلوم جان لیوا ہے کل کی نادانی

باز آ اے نہنگ مستی سے فتنہ پرور تری جوانی ہے
جس کو دریا سمجھ رہا ہے تو چند روزہ ہی اس کا پانی ہے

جب شکاری نے جال پھینکا تھا تجھے اس وقت تیر جانا تھا
تجھ سے پہلے بھی جو نہنگ مرے ان کے حلقوں میں بھی کانٹا تھا
یونہی غفلت شعاریوں سے نہنگ! تجھے بے موت یونہی مرنا تھا
گلچھڑوں میں چھپا ہوا کانٹا حلق میں تو نے خود ہی ڈالا تھا

گلچھڑوں میں چبھو کے وہ کانٹا چھوڑ جاتے ہیں اپنے پیاروں کو
وہ تڑپنا بھی دیکھتے ان کا مارتے ہیں جو غم کے ماروں کو

چھوڑ کر تو کنارا 'پاڑ' کا کسی 'ترائی' میں گھاس چرتا ہے
شاید اے گوسفند بے پروا موت نے تجھ کو آکے گھیرا ہے
ذبح کر دیں گے تجھ کو بھی قصاب ان کی نظروں سے کون بچتا ہے

رہنا اے گوسفند تو ہشیار دفعتہً وہ نظر بدلتے ہیں
گلہ بانوں سے رہتے ہیں خائف گلہ بانوں کے گھر میں پلتے ہیں

زندگی بھر سراب ہستی میں — نت نئی آرزو کا غم کھانا
بھاڑ میں جائیں بیریوں کے جھنڈ — تو کبھی ان کے پاس مت جانا

✻

اے ہرن تو ہے فربہ و تازہ — تو نے جنگل میں خوب کھایا ہے
دیکھ شاید اسی لئے صیاد — لے کے تیر اور کمان آیا ہے

✻

عاصیوں کے صبیح چہرے دیکھ — کج روی پر بھی مسکراتے ہیں
آئے جس کام کے لئے وہ یہاں — آ کے وہ کام بھول جاتے ہیں

✻

دین کو چھوڑ کر نہ جانے کیوں — مول لیتے ہیں نت نیا آزار
جھاگ ہی کو سمجھ رہے ہیں دودھ — کیوں یہ دیں ناشناس دنیا دار

✻✻✻

پانچویں داستان

وادیوں اور کوہساروں میں — ہم صفیروں نے غل مچایا ہے
تو ہے خاموش کس لئے اے 'کونج' — ہم صفیروں کو کیوں بھلایا ہے

✻

رو رہی ہے کہ دے رہی ہے کونج — ہم صفیروں کو پھر کوئی پیغام
ہائے وہ وادیاں وہ جھرمٹ ہائے — آہ یہ غم یہ نت نئے آلام

✻

کھوئی کھوئی سی ہے اداس سی ہے — زندگی کس طرح گذارے گی
ہم صفیروں سے چھین کر اے کونج — تیری تنہائی تجھ کو مارے گی

✻

آدمی میں بھی ہے مگر کمیاب ان پرندوں میں جو اخوت ہے
ایک ہی غول ایک ہی منزل ہمسفر، راہبر محبت ہے

باز پلٹا تو غول پر جھپٹا غول سے کونج کو شکار کیا
اور ادھر ننھے منھے بچوں نے ماں کے آنے کا انتظار کیا

جب سے بچھڑی ہے کونج جھرمٹ سے شب کو سوتی ہے اور نہ کھاتی ہے
یاد کرتی ہے ہم صفیروں کو اور پیہم صدا لگاتی ہے

کوہساروں میں تھا وطن جن کا کھینچ لائی انہیں یہاں تقدیر
حکم ہے رازق حقیقی کا اس میں کونجوں کی کچھ نہیں تقصیر

تیری آواز غمزدہ اے کونج یاد محبوب کی دلاتی ہے
رات کے وقت دکھ بھری فریاد زخمِ دل کی خلش بڑھاتی ہے
روتی رہتی ہے رات بھر تنہا دمبدم اشک خوں بہاتی ہے
تجھ پہ شاید وہی ستم ٹوٹا جو جدائی بشر پہ ڈھاتی ہے

کوئی مہجور کونج متواتر کل سے سوے شمال نالاں ہے
خواب میں ہم صفیر دیکھے ہیں اس لئے نیم شب کو گریاں ہے

کونج بچھڑی ہوئی ہے بچوں سے اس لئے شور و غل مچاتی ہے
بڑھتی جاتی ہے کوشش پرواز یاد ان کی ستائے جاتی ہے

حسب معمول اس ترائی میں ایک امید ان کو لے آئی
لیکن اس سبزہ زار میں کیا تھا یہاں ہر کونج آ کے پچھتائی
اڑ چکے تھے وہ جب سویرے ہی جن کی چاہت انہیں یہاں لائی

❁

آج اے کونج ہم صفیروں کو کر رہی ہے اداس تیری یاد
تونے دیکھے نہ وہ تہ خاشاک جال پھیلا گئے تھے جو صیاد
تجھے بیتابیوں سے کیا حاصل کون سنتا ہے اب تری فریاد
کر چکے ہیں شکار لاکھوں کو وہ جفا پیشہ وہ ستم ایجاد

❁

یہ ترے جال غرق ہو جائیں موت آجائے تجھ کو اے صیاد
میرے دور فراق کا باعث تیرا دام فریب ہے صیاد

❁

دل صیاد میں بھی ناوک تھا کونج کو یہ نہ ہو سکا معلوم
دفعتہً اک فریب نے اس کو کردیا اپنے جھنڈ سے محروم

❁

کتنا بوسیدہ حال ہے صیاد ایک بندوق کا سہارا ہے
کوہساروں میں چھپنے سے پہلے کچھ حسین طائروں کو مارا ہے

❁❁❁

چھٹی داستان

اپنی بھینسوں کو تو وہاں لے جا بستیاں ہیں جہاں 'سنگھاروں' کی
بارشوں کے اثر سے ہے محفوظ جھونپڑی ان وفا شعاروں کی

❁

کوئی پہنچائے ان سنگھاروں کا　　کاش میری طرف سے یہ پیغام
میری ہستی ہے تم سے وابستہ　　مجھے 'کاچھے' سے اب رہا کیا کام

❁

دوسروں کو پلا کے پیتے ہیں　　کتنا اچھا اصول ہے ان کا
ہر جمعرات کو سنگھاروں نے　　اپنی بھینسوں کا دودھ ہے بانٹا
ماں! یہ منعم ہیں صاحب ایثار　　اور دنیا میں ہے کوئی ان سا!

❁

گھیر لیں گے مجھے کئی دکھ درد　　مار ڈالے گی سختی فرقت
کیا یہ سچ ہے سنگھار کاچھے سے　　اب کہیں اور کر گئے ہجرت!

❁

کیوں نہ رشک آئے ان سنگھاروں پر　　دل سخی اور ہمتیں عالی
پھر جمعرات کا دن آیا ہے　　پھر ہیں گھر ان کے دودھ سے خالی

❁

سونا سونا ہے موسم برسات　　دن دکھایا ہے کیا بہاروں نے
آج ماتم بپا ہے کاچھے میں　　رخ کدھر کا کیا سنگھاروں نے

❁

صبحدم کیوں نہ ساتھ چلنے کو　　تو نے رخت سفر کیا تیار
جانتی تھی سنگھار جائیں گے　　وطن ان کا ہے کاچھا اور کوہسار

❁

شاد و آباد وہ رہیں یا رب!　　آسرا ہے مجھے سنگھاروں کا
اس برے وقت میں انہیں شاید　　کچھ خیال آئے غم کے ماروں کا

❁

گلہ بانوں سے کیوں وہ کترائیں　　خود بھی جو گلہ بان کہلائیں
میں برا کیوں کہوں سنگھاروں کو　　ہو نہ ہو پھر وہ اس طرف آئیں

ان کے مٹکوں کے ٹھنڈے پانی سے — کتنے ہی تشنہ لب ہوئے سیراب
یہ سنگھاروں کی بیٹھکیں خالی — اب جنہیں دیکھ کر ہے دل بیتاب
ماں! نہ جانے کہاں گئے وہ لوگ — چھوڑ کر ایسا موسم شاداب

بیٹھکیں ان کی سونی سونی ہیں — کیوں سنگھار اب نظر نہیں آتے؟
کیا پسند آ گیا 'چٹا نوٗ' گھاٹ؟ — ان کے گلّے ادھر نہیں آتے

سبزہ زاروں کی جستجو ہے اگر — ساتھ چھوٹے نہ ان سنگھاروں کا
ان کی صحبت میں چین اور آرام — وہ سہارا ہیں بے سہاروں کا

چاہے کتنے ہی عیب ہوں ان میں — بخششوں میں کمی نہیں آتی
جو سنگھاروں کی ہوگئی باندی — روکھی روٹی کبھی نہیں کھاتی

پڑ رہی ہیں زمین پر بوندیں — اور گوبر میں بھر گئے ہیں ہات
پھر سنگھاروں کی یاد نے مارا — میری آنکھوں سے پھر ہوئی برسات

جو بھی کاچھے میں گھوم پھر آئی — دودھ اپنے تھنوں میں بھر لائی
ان کے گلّے میں رہ کے بھینسوں میں — آ گئی ہے نئی توانائی
ان سنگھاروں کے دیس کی کیا بات — جو گیا اس نے زندگی پائی

ساتویں داستان

پھر ہوں 'جاڑیجا' اور 'سما' ہشیار ان پہ 'لاکھو' نے کی ہے پھر یلغار

کچھ کا راجہ بھی ہو گیا ناراض ہائے جاڑیجوں نے کیا وہ کام
مل سکے گا نہ اب کہیں ان کو وہ سہارا وہ امن، وہ آرام

'کچھ' میں لاکھو کی لوٹ نے ہر سو ایک کہرام سا مچایا ہے
کوئی دیکھے تو اس ستم گر کو کتنے فتنوں کو ساتھ لایا ہے
لے گیا ہے کہیں سے چوپائے ساز و ساماں کہیں چھپایا ہے
اس ستم کیش کے لٹیروں نے ہر طرف بستیوں کو ڈھایا ہے
لیکن اب دیکھنا ہے کیا ہوگا رائے غصے میں 'بھج' سے آیا ہے

قیمتی اونٹ بے بہا زیور لاکھا 'لونی' میں آج لایا ہے
کس قدر ہے عزیز اس کو 'لکھی' زین کو شوق سے سجایا ہے
ایسے جاسوس ہیں سواروں میں جن سے گھر گھر کا بھید پایا ہے
کھول کر لے گیا ہے چوپائے یا کہیں اور کچھ اڑایا ہے
جا کے جاڑیجوں سے کوئی پوچھے اس نے اندھیر کیا مچایا ہے
ان لٹیروں کی چیرہ دستی سے دور آہ و فغاں کا آیا ہے

کھیت ویران بیٹھکیں مسمار ہائے لاکھے کی نت نئی بیداد
سونی سونی سی ہو گئی 'لونی' کر دیا سب کو خانماں برباد

سارے رستوں پہ چھا گئیں بیلیں — اب کے پھر زور کی ہوئی برسات
لے رسد جنگلوں میں اے لاکھا — کیسے گذریں گے اب ترے دن رات

❁

اے 'بڈامانی' کے کنور آجا — جستجو ہے تری ادھر آجا
ہر طرف ہے مہیب ویرانی — گرچکے سقف و بام و در آجا
کاچھے کو رہزنوں نے گھیرا ہے — میرے پیارے کہیں نظر آجا

❁

اے 'ریباری' پھر آگیا لاکھا — تو اسے عجز سے منا لینا
جب وہ ٹھاکر تری طرف دیکھے — بے دھڑک اس کے ناز اٹھا لینا

❁

دل پریشاں ہے اشکبار آنکھیں — کس قدر غمزدہ 'ریباری' ہے
اس کے چوپائے لے گیا لاکھا — کتنی مظلوم غم کی ماری ہے
جب سے کاچھے میں آئے ہیں رہزن — سب پہ خوف و ہراس طاری ہے
ان کی زد سے نہ بچ سکا کوئی — ہر طرف لوٹ مار جاری ہے

❁

سر پہ باندھے سنہرا صافہ وہ — پھر 'دلکھی' پر سوار آیا ہے
کوئی دیکھے تو قہر لاکھو کا — کتنے فتنوں کو ساتھ لایا ہے

❁

چارا دے کر انہیں 'چٹانو' کا — بے زبانوں پہ تو نے ظلم کیا
جب انہیں کھولنے وہ آ پہنچا — تجھے اس بات کی ملی یہ سزا
تیرے چوپائے لے گیا لاکھا — ان کے منہ سے نکل سکی نہ صدا

❁

رہزنوں کی خبر کو سن کر جو — مخبروں کا مذاق اڑاتے ہیں
ایسوں پر بھاگنے سے پہلے ہی — راہزن آ کے ظلم ڈھاتے ہیں

❁

'ڈھٹ' کے باشی یہاں سے چل تو بھی | لوگ کا چھے سے ہو گئے بے زار
لوٹ جا لے کے اپنے چوپائے | آجکل ڈھٹ میں بھی ہیں سبزہ زار
میں نے لاکھا اور اس کے ساتھی کل | اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اُس پار

❁

جتوں کی دوستی کو آزمانا | تو جاڑیجوں کو بھی اپنا بنانا
سنا ہے ہر طرف ہیں وہ لٹیرے | سنبھل کر اپنے چوپائے چرانا
یہاں جب اے سنگھار آئے گا لاکھو | تجھے دشوار ہوگا بھاگ جانا

❁

ناسمجھ 'اوڈ' جانتے ہیں یہ | کتنے گھر تو نے پھونک ڈالے ہیں
جو ترے جی میں آئے اے لاکھو | جھونپڑے اب ترے حوالے ہیں

❁

اوڈ تھے ایسے مطمئن جیسے | اب کوئی جھونپڑی نہ چھوڑے گا
کیا خبر تھی کہ دفعتہً لاکھا | رخ ادھر ہی کو اپنا موڑے گا

❁

جھونپڑے کچھ زمیں کے نیچے ہیں | اب کہاں اوڈ اس بیاباں میں
منتشر ہے کہیں کہیں ان کا | سازو ساماں دیار ویراں میں

❁

صبحدم اوڈ 'کاک' سے نکلے | کوئی دیکھے تو ان کی مجبوری
اب کداں اور چھاج لے کر وہ | کرنے جاتے ہیں روز مزدوری

❁

چھوڑ دی لوٹ مار لاکھے نے | ہو رہی ہے خوشی سنگھاروں کو
گائے بھینسوں سے پھر بسائیں گے | اس ترائی کے سبزہ زاروں کو

کون 'جھونی پران' سے پوچھے لاکھے جیسا ہے اور بھی کوئی
اک زمانہ ہوا اسے لیکن کہیں ویسا ہے اور بھی کوئی

اب نہ لاکھو نہ وہ لکھی باقی مشکلیں سب کی ہوگئیں آساں
شاد و آباد پھر ہیں ریباری عام ہے اے خدا ترا احساں

لاکھوں لاکھے ہوئے یہاں پیدا لیکن اس کی تھی اور ہی کچھ شان
اور 'پھلانی' کے نام سے اکثر کانپ جاتے تھے جنگ جو سلطان
کتنے سردار کتنے ہی رانے بھاگ نکلے بچا کے اپنی جان
خوف جاڑیجوں کو رہا اکثر اس کے ڈر سے خطا ہوئے اوسان
پھر نہ راہِ فرار اس کو ملی اس کی زد میں جو آ گیا انسان

سُر گھاتو

سر گھاتو

پہلی داستان

ست پٹاتے ہیں صاحب مقدور — محو حیرت کھڑے ہیں فرزانے
ناز تھا جن کی آشنائی پر — اب ہیں وہ مد و جزر بیگانے
ہائے وہ جرأت آزما مانجھی — گم کہاں ہو گئے خدا جانے

❁

چھین لی شب کو ژالہ باری نے — ان کے صافوں کی ساری آب وتاب
ساز و ساماں کہاں سفینے کے — ہو گئے ہوں گے نذر موج آب
آئے واپس نہ وہ 'کلاچی' سے — کون جانے کہاں ہوئے غرقاب

❁

قہر ساماں 'کلاچ' میں جا کر — جیتے جی کون لوٹ کر آئے
موت نے جال وہ بچھایا ہے — جو بھی جائے وہیں کا ہو جائے

❁

لے کے بھالے کلاچ پہنچے تھے — پھر نہ آئی کوئی خبر ان کی
بھائیوں کو ہوئی بڑی تشویش — ہوگئی زہر ہر خوشی ان کی
پھنس گئے جانے کس بھنور میں وہ — کس کو معلوم بے بسی ان کی

❁

کتنا گہرا تھا جانے وہ گرداب — کشتیاں ہیں نہ جال باقی ہے
لوٹ کر آسکے نہ کیوں ملاح — آج تک یہ ملال باقی ہے

❁

گھر کے مانوس و دل نشیں منظر اب مجھے اجنبی سا پاتے ہیں
اور پھر یک بیک نہ جانے کیوں ڈوبنے والے یاد آتے ہیں

❀

مجھ کو رنج و ملال دے کر ماں! گم کلاچی میں ہوگئے پیارے
مچھلیوں کے شکار کی خاطر کس سمندر میں کھو گئے پیارے
اک طرف کو کھڑی ہوئی چپ چاپ گھاٹ پر ہاتھ مل رہی ہوں میں
وہ شکاری نہ لوٹ کر آئے دھوپ میں کب سے جل رہی ہوں میں

❀

جب سے میرا سہاگ اجڑا ہے مجھے خاطر ہی میں نہیں لاتے
ہنس کے خوش آمدید کہتی ہوں پھر بھی 'سائی' ادھر نہیں آتے

❀

کوئی سائی نہ کوئی ماہی گیر گھاٹ والے نہ گھاٹ کا محصول
جس جگہ کل شکارگاہیں تھیں آج اڑتی ہے اس جگہ پر دھول

❀

ڈھیر 'ڈنبھروں' کا ہے نہ وہ بو باس وہ خریدار ہیں نہ وہ بازار
گردشِ روزگار کے ہاتھوں خاک میں مل گئے در و دیوار

❀

لوٹ بھی آؤ اب مرے پیارو میں نے کیا کیا نہ منتیں کی ہیں
گھاٹ کے دوسرے مچھیروں سے قرض پر میں نے مچھلیاں لی ہیں

❀

بیٹھکوں کو اداس پاتے ہیں سائی اب آ کے لوٹ جاتے ہیں
آج کوئی تو بات ہے ورنہ دیر اتنی کہاں لگاتے ہیں

❀

جو روش ہے ہر اک شکاری کی معتقد وہ اسی کے ہوتے ہیں
وہ کلاچی کے شوق میں اکثر رات کو چین سے نہیں ہوتے

نفسِ امارہ کے 'مگر' کو وہ قعرِ دریا میں ختم کر آئے
آج اُن کے صبیح چہروں پر شادمانی کے رنگ لہرائے

جانے والے شکاریو! سن لو اس کلاچی میں ہیں سبھی انجان
رنگ لینا تم اپنا اپنا جال تاکہ آسان ان کی ہو پہچان

تم 'مگر' کا شکار گر چاہو جال مضبوط سا بنا لینا
جھول میں جال ڈالنے والے 'راؤں' کو خوب آزما لینا
آگے آئے گا بحر بے پایاں کھاڑیوں کا نہ آسرا لینا

وائی

نین کنول مرجھائے
ساجن لوٹ نہ آئے
آشا کی اگنی تو من میں
دیپ پہ دیپ جلائے
ساجن لوٹ نہ آئے
جاکر اس گہرے ساگر میں
کوئی انہیں گھر لائے
ساجن لوٹ نہ آئے
وہ انگڑے جال کہاں ہیں
کوئی کھوج لگائے
ساجن لوٹ نہ آئے
بیری ہیں مگرمچھ مورکھ!
کیسے کوئی جائے
ساجن لوٹ نہ آئے

سُر کاپائتی

سر کاپائتی

پہلی داستان

اکیلی بیٹھ کر مت کاتنا سوت — تجھے ہو اس میں کتنی ہی مہارت
پرکھنے والے دیکھیں گے اسے جب — تری سب جائے گی محنت اکارت

❁

ارے ماں، جس نے تنہائی میں کاتا — اسے حاصل ہوئی ہے خوب دولت
مگر وہ تار مجھ سے تو نہ نکلے — بہت ہوتی ہے جن کی قدر و قیمت

❁

گھما چرخے کو اور کچھ کرلے ناداں — کہ بس دو چار دن کی زندگی ہے
یہاں جیسا کسی نے سوت کاتا — اسے ویسی ہی عزت بھی ملی ہے
'پہی' کو ہاتھ سے اس نے نہ چھوڑا — جسے حاصل شعور و آگہی ہے

❁

گذرتی جاتی ہے ہر ایک ساعت — تجھے ہے فکرِ فردا کی ضرورت
جہاں تک ہو سکے کاتے چلی جا — تجھے زیبا نہیں چرخے سے غفلت
کل اس کو سوت اگر ماچی دکھائے — پرکھنے والے کو ہو گی شکایت

❁

ابھی تو کات لے جو کاتنا ہے — اگر ہیں عید کی خوشیاں منانا
گذر جائے گی غفلت میں جو ساعت — نہیں ممکن پھر اس کا لوٹ آنا
کہیں ایسا نہ ہو سکھیو میں تجھ کو — ندامت سے پڑیں آنسو بہانا

❁

نہیں کیوں کاتنے کی فکر تجھ کو
ترا بستر ہے اور انگڑائیاں ہیں
تجھے شام و سحر بیکار رہنا
یہی کیا عید کی تیاریاں ہیں؟
بڑی سج دھج سے سکھیاں آئیں گی کل
تری تقدیر میں مایوسیاں ہیں

❁

اگر تھا شوق تجھ کو کاتنے کا
نہ ڈالا تو نے کیوں چرخے میں ڈورا
کبھی سوچا بھی ہے پہنے گی تو کیا
اگر آیا تجھے کوئی بلاوا
کوئی تجھ سا نہ غافل ہم نے دیکھا
ترے سر پر ہے ناداں بوجھ کتنا

❁

مری کاتی ہوئی یہ انٹیاں ہیں
کوئی ہے وزن میں کم اور کوئی بیش
انہیں جب تولنے والے نے تولا
ندامت سے مرا دل ہو گیا ریش

❁

تجھے رغبت نہیں جب کاتنے سے
کہیں جانے کا یہ ارمان کیوں ہے
اگر تجھ کو دکھانا ہے اسے منہ
تو اتنی غفلت اے نادان کیوں ہے

❁

وہ ناحق تو نے غفلت میں گذارے
جو تیرے کاتنے کے دن تھے نادان
نہیں پہلی سی اب تیری بصارت
تجھے پیری میں کیا تاروں کی پہچان

❁

اگرچہ عمر کافی ہو چکی ہے
ترے حق میں غنیمت ہے یہ فرصت
تو چرخے والیوں کا ساتھ مت چھوڑ
مبارک ہے یہ ان کی نیک صحبت
صلہ مل جائے شاید کاتنے کا
تجھے ان نیک سجنوں کی بدولت

❁

ترے ہاتھوں میں کندن کی دمک ہے
مگر تو تانے سے ہے گریزاں
کسی گوشہ میں چھپ کر کات لے کچھ
کسی دن ورنہ تو ہوگی پشیماں

❁

نہ جب تک مل سکے رنگین چرخہ پرانے چرخہ ہی پر اکتفا کر
تجھے زیبا نہیں بیکار رہنا ہمیشہ کام کی دھن میں رہا کر
نئے چرخے نہ جانے کون کاتیں اسی چرخے سے اپنا فرض ادا کر

سحر ہوتے ہی وہ سکھیوں میں آئی پرکھنے والا جس کا آسرا ہے
نہ جانے کس طرح کاتا تھا لیکن صلہ محنت کا اس کو مل گیا ہے

بخت پر کوئی اعتبار نہیں کیوں یہ ناز و غرور کرتی ہے
کاتنے کے بغیر سکھیوں پر کسی کو معلوم کیا گذرتی ہے
روز کے کام سے نہ ہو غافل اپنے انجام سے نہ ہو غافل

کاتنے پر غرور کرتی ہے کیا ملے گا تجھے صلہ اس کا
کچھ عزازیل ہی سمجھتا ہے تلخ ہے کتنا ذائقہ اس کا

صرف چرخے سے رکھ غرض باقی تا کہ رہ جائے کاتنے کی لاج
اپنے کاتے پہ ناز ہے تجھ کو اس لئے تجھ سے ہے خفا سرتاج

کاتتی جا یہ فرض ہے تیرا عاقبت کا خیال کرتی جا
بخت پر کوئی اعتبار نہیں سوئے محبوب ڈرتی ڈرتی جا

تو نے کاتا ہو کتنا ہی باریک دل دغا باز ہے تو لاحاصل
جس کا اک تار بھی نہ لے کوئی سوت وہ کاتنے سے کیا حاصل

جس کے دل میں غم محبت ہے دم اسی کا وہ لوگ بھرتے ہیں
سوت تولے بغیر بھی اکثر جیسا بھی ہو قبول کرتے ہیں

❀

تو نے کاتا نہ سوت کل کچھ بھی اور جانے کو آج ہے تیار
'مال' ڈھیلی، کھلے ہوئے پائے اب تو چرخہ بھی ہو گیا بیکار
قابلِ رحم اس کی حالت ہے کاتنے سے جو ہو گئی بیزار

❀

جس نے چرخے کی گردشوں ہی کو قابل اعتبار گردانا
وہ سکھی ہے نجات سے محروم اس کی تقدیر میں ہے پچھتانا

❀

وہی مقبول ہیں 'سید' کے نزدیک نہیں تولے گا جن کا سوت کوئی
جو اچھا کات کر بھی کانپتی ہیں کرے گا کون ان کی عیب جوئی

❀

لگائے کون ان، تاروں کی قیمت جو ہیروں سے زیادہ قیمتی ہیں
روئی دھنوا کے ان تاروں کوسکھیاں بڑے ہی صدق دل سے کاتتی ہیں
وہی مقبول ہیں 'سید' کے نزدیک جو چرخے کی حقیقت جانتی ہیں

❀

روئی دھنوا کے جن سکھیوں نے کاتا عجب ہے ان کے تاروں کی نفاست
انہیں کا کام ہے ململ بنانا ملی ہے ان کو ماں سے یہ وراثت

❀

عرب میں اور کبھی کابل میں کاتا عجب ان مہوشوں کا کاتنا ہے
نفاست دیکھ کر اندازہ کرلو کہ ان کا سوت کتنا بے بہا ہے
وہی ہیں خوش بخت انہیں کل کی نہیں فکر جنہیں کوئی سہارا مل گیا ہے
مسلم ہو چکی ان کی نفاست وہ کاتیں یا نہ کاتیں سب روا ہے

چلی ہے وہ کپاس آنچل میں لے کر
سنا ہے جابجا اس کو یہ کہتے
صدا دیتی ہوئی ہر ایک در پر
کہ میں ہی کاتنے والی ہوں بہتر

***

تری باریک تکلی اس پہ یہ بل!
چلے گا مانگ کر کب تک ترا کام
تو سکھیوں کی طرح خوشیاں منائے
نہیں اب کاتنے کی کوئی صورت
تجھے محتاج کردے گی یہ عادت
میسر ہو خلوص دل کی نعمت

***

تجھے ہے ناز اپنے کاتنے پر
غرور اتنا نہ کر چرخے پہ ناداں
بہت سی ہیں یہاں تجھ سے بھی اچھی
اکارت جا رہی ہے تیری محنت
ذرا پہچان اپنی قدر و قیمت
جنہیں رہتا ہے احساس ندامت

***

کہاں وہ آج چرخے والیاں ہیں
یہ چرخے بے سر و ساماں شکستہ
یہ ویران جھونپڑوں میں ہو کا عالم
وہاں اب زخم ہی ملتے ہیں دل کو
یہ بازاروں کی حالت کہہ رہی ہے
جنہیں کل تک یہاں مصروف پایا
خمیدہ تکلا، گرد آلودہ پایا
کسی کو بھی نہ ان کا دھیان آیا
جہاں ملتا تھا زخم دل کا پھایا
ہوئی مدت نہ کوئی سوت لایا

***

نہیں فصل ربیع سے ہے امید
جلاہوں کی نہیں ان کو ضرورت
انہیں ناداریوں کا غم ہی کیا ہے
وہ سکھیاں منع جن کو کاتنا ہے

***

سکوں ملتا ہے اس کو کاتنے میں
جہاں بھی اس کو مل جائے وہ پیارا
ہمیشہ کاتنے کا شغل جاری
وہی ہے راہ سب راہوں سے پیاری

❁

نہ آیا کاتنا باریک جس کو — اسے کیوں کاتنے سے ہو شکایت
وہ ہے خوش بخت سمجھا جس نے یہ راز — کہ موٹا کاتنا بھی ہے غنیمت

❁

میسر مال ہے جن کو نہ تکلی — وہی بازار میں اب سرخرو ہیں
مسلسل جس نے کاتا ہے اسی پر — مصائب ہی مصائب چارسو ہیں

❁

نہ جانے میری سکھیوں کو ہوا کیا — کہ ہراک بیٹھک اب خاموش سی ہے
کپاس آنچل میں لے کر جب میں آئی — تو دیکھا ہر سہیلی سو چکی ہے

❁

چلایا جس نے چرخا ڈر کے مارے — ہمیشہ خوش رہے ہیں اس سے پیارے
نہ کاتا بھی اگر اس نیک دل نے — چھپالے آپ اس کے عیب سارے

❁

نہ جانے اس میں کتنے عیب نکلے — خریداروں نے جب تانے کو تولا
سر بازار سکھیوں کو بلایا — اور ان کا دل محبت سے ٹٹولا
کہا ہر ایک نے انجان بن کر — نہ مجھ سے بن سکا ہموار گولا

❁

وہ کیا پوچھے کٹے گی رات کیوں کر — جسے پہلوئے جاناں ہو میسر

❁

بڑی پیاری ہیں اس پیارے کی باتیں — غلط نکلا جو اندازہ لگایا
اسے ہو کاتنے سے فائدہ خاک — سمجھ میں سوت ہی جس کی نہ آیا
کوئی آساں نہیں چرخہ چلانا — بجز بے تابی دل کچھ نہ پایا

وائی

کچھ تو دل میں سوچ سکھی ری کچھ تو دل میں سوچ

دھنوا کر پہلے رکھنا ہر پونی تیار
نکلیں گے پھر ہاتھ سے تیرے سیدھے تار

چڑیاں کر دیتی ہیں تیرے پہیوں کو بیکار
کچھ یہ ہوا بھی لے اڑتی ہے جیسے گرد و غبار

جیون کے ہر داؤں پہ گوری ہو گئی تجھ کو ہار
پھر بھی نیند میں کھوتی ہے تو ، ہو جا اب بیدار

دل سے مان 'لطیف' کا کہنا اے من مورکھ نار
وہ ہے تیرے من کا راجہ کرلے اس کو پیار

کچھ تو دل میں سوچ سکھی ری کچھ تو دل میں سوچ

وائی

وہ من میت بلوچ کہاں ہے؟ کیسے چین میں پاؤں گی!
روک نہ اے ماں جیسے بھی ہو اس کی اور ہی جاؤں گی

مجھ کو جس کی آس ہے وہ ہے دونوں جگ کا رکھوالا
مجھ برھن کو چھوڑ گیا جو اس کی کھوج لگاؤں گی

کام نہ آئیں گے یہ دھوکے، جیون ساتھی کون یہاں
کب تک اس سنسان نگر میں یہ دکھ درد اٹھاؤں گی

سونی سونی ہے ہر بیٹھک وہ سکھیاں کس گھاٹ گئیں
اس اندھیارے جگ میں کیسے جیون جوت جگاؤں گی!

سُررپ

سر رِپ

پہلی داستان

❁

ارے ماں! میں کدھر جاؤں اکیلی بنا ساجن مرے جی پر بنی ہے
یہی ہے شان ان دکھیاریوں کی کہ جن کی آنکھ ساجن سے لگی ہے
مرے تن من میں ہیں دکھ درد کیا کیا جدائی کتنے غم لے کر چلی ہے

❁

دلِ بیتاب پر اے جانِ ارماں تری فرقت میں یوں دکھ درد چھائے
کہ جیسے موسمِ باراں میں سبزہ کسی میداں میں پیچ و تاب کھائے

❁

لگا کر آگ رخصت ہو گئے وہ اشاروں پر اب ان کے جل رہی ہے
بجھانے آگئے گا اب کون اس کو جو دل ہی دل میں کب سے جل رہی ہے

❁

سراسر خامکاری ہے بتانا نہیں آسان بھی اس کا چھپانا
پڑا ہے ایسے بیدردوں سے پالا کہ مشکل ہوگیا پیچھا چھڑانا

❁

محبت نے جلایا ہے مجھے یوں تلا ہانڈی کا جیسے آگ پر ہو
مبارک ہے وہ دل جو رفتہ رفتہ بقدرِ ظرف سرشارِ نظر ہو

❁

محبت دل کو تڑپاتی ہے اکثر پرانی چوٹ ابھر آتی ہے اکثر
خیالِ یار میں بیٹھے بٹھائے سہانی رات کٹ جاتی ہے اکثر

دلِ بیتاب چھپ کر خوب رو لے
نہ ہو ظاہر غم الفت کسی پر
کبھی آجائے گا غمخوار تیرا
بھروسہ کر ابھی دکھ درد ہی پر
یہ آنسوں اس طرح آنکھوں میں گم ہوں
کہ جیسے جھیل کے پانی میں 'کم' ہوں

سکون خواب راحت کی طلب کیا
مقدر میں نہیں جب خواب راحت
بس ان کی یاد میں وارفتہ رہنا
سوا ہے دمبدم جن کی محبت

ترے لطف و کرم یاد آ رہے ہیں
کہ دل ہے اور گدازِ محرمانہ
تری ہر بات فرقت کا سہارا
تری ہر یاد جینے کا بہانہ

نظر سے دور جب سے وہ سجن ہے
مری رگ رگ میں کچھ ایسی چبھن ہے
کہ جیسے سارا دن اونٹوں کا گلہ
کہیں صحرا بصحرا گامزن ہے

ہمیشہ دل کو تڑپاتے رہے ہیں
مجھے رہ رہ کے یاد آتے رہے ہیں
کہیں ایسا نہ ہو وہ بھول جائیں
جو مجھ کو یاد فرماتے رہے ہیں

یہ مانا بدگماں ہے مجھ سے ساجن
مگر کیسے میں اس کو بھول جاؤں
مجھے دکھ درد جو اس نے دیئے ہیں
انہی کو اپنے سینے سے لگاؤں

گل بے خار جیسے خشک ہو کر
خلش انگیز ہو جاتے ہیں اکثر
یونہی ہیں اس سجن کی چند باتیں
جو دل میں چبھ رہی ہیں مثلِ نشتر

یہ تیرے غم گھٹاؤں سے گھنیرے
مرے چاروں طرف یادوں کے گھیرے
مری آنکھیں مثالِ ابرِ گریاں
برستی ہیں سویرے ہی سویرے
یہاں بے وقت برسات آ گئی ہے
کہاں ہو آج اے محبوب میرے

وہی میں ہوں وہی آزردگی ہے
وہی دل اور دل کی بے کلی ہے
بلا سے بادل آئیں یا نہ آئیں
وہی آنکھیں وہی ان کی جھڑی ہے

مجھے سوتے میں تیری یاد آئی
جھڑی سی آنسوؤں نے پھر لگائی
مری آنکھیں ترے عارض مرے لب
سبھی نے مل کے برکھا رت منائی
کٹھن ہے زندگی تجھ سے بچھڑ کر
دہائی ہے مرے ساجن دہائی

یکایک میری رگ رگ میں سمائی
رباب درد کی نغمہ سرائی
خدا جانے مجھے یوں مطربانہ
یہ کس شیریں ادا کی یاد آئی

تمہاری یاد میں بے تاب ہے دل
کسی طعنے کا اس پر کیا اثر ہو
مسلط ہو گئے دکھ درد جس پر
اسے ہوش و خرد کی کیا خبر ہو
ہوا ہے اس طرح غم سے مکدر
کہ جیسے گرد آلودہ شجر ہو

دلاسے دے کے جب میں دل کو اکثر
نکل آتی ہوں شب کو گھر سے باہر
بلاتا ہے غمِ محبوب مجھ کو
خدا جانے کدھر آواز دے کر

اسی کے غم سے میری روح رخشاں
اسی کے غم سے چہرے پر تمازت
نہیں وہ دور چشمِ منتظر سے
مگر ہے یاد کرنے کی ضرورت

خلش افزا مرے قلب و نظر میں ترے رخ کی جھلک ہونے لگی ہے
کہ جیسے کوئی ہڈی ٹوٹنے سے رگ و پے میں کسک ہونے لگی ہے

❁

انہیں محفوظ کرلیتی ہوں اکثر جدائی میں جو یاد آتی ہیں باتیں
مگر جب رو برو ہوتے ہیں پیارے تو دل کی دل میں رہ جاتی ہیں باتیں

وائی

داتا کی دین ہے نیاری
مت توڑ یہ آس بھکاری
جو سب کے عیب چھپائے جو سب کی دھیر بندھائے
ہر بپتا میں کام آئے جو دیا روپ کہلائے
سب اس کے پریم پجاری
مت توڑ یہ آس بھکاری
جا بیٹھ اسی کے دوارے اے جگ جیون کے مارے
آدم سے تجھ تک پیارے مٹی سے بنے ہیں سارے
ہے بات 'لطیف' کی بھاری
مت توڑ یہ آس بھکاری

❁❁❁

دوسری داستان

مرے دل میں تری باتیں ہیں اتنی شجر جیسے کوئی پھولا پھلا ہو
بتاؤں گی تجھے ہر راز اپنا اگر خلوت میں تیرا سامنا ہو

❁

شب سرد و سیہ کیسے کٹے گی   کہاں ہے وہ مرا پیارا کہاں ہے
نہ چھیڑ اے ماں کہیں کھل ہی نہ جائے   وہ راز دل جو تجھ سے بھی نہاں ہے

تمنا کی خلش بڑھنے لگی ہے   رگ و پے میں نئی بے چینیاں ہیں
کرشمہ دیدۂ خونبار کا ہے   درختوں پر جو یہ رنگینیاں ہیں

کبھی مجھ کو سرابوں سے گذرنا   کبھی اونچے پہاڑوں کی چڑھائی
ہوئے ہیں چلتے چلتے پاؤں چھلنی   کوئی امید لیکن بر نہ آئی
نہیں تیرے سوا کوئی سہارا   دہائی ہے مرے پیارے دہائی

نہیں اک ابر پارہ بھی فضا میں   مگر دل میں گھٹا سی چھا رہی ہے
مجھے یاد آگیا ہمسایہ میرا   جدائی دمبدم تڑپا رہی ہے
نہیں رکتے مرے آنسو کہ دل میں   محبت حسرتیں برسا رہی ہے

برستے ہی رہیں آنکھوں سے آنسو   یہ بادل اے خدا تھمنے نہ پائیں
یہ تیری دید بھی کیا دید ہے دوست   کہ تیرے درد کو ہم بھول جائیں

نہیں مجھ کو کسی سے کوئی شکوہ   کسی نے کب مرے دل کو دکھایا
محبت میں تن آساں بن گئی میں   تو یہ صدمہ جدائی کا اٹھایا

کبھی یہ نیند سے بوجھل ہوئی تھیں   اسی کی اب سزا پاتی ہیں آنکھیں
کبھی بجھ بجھ کے جل اٹھتی ہیں تنہا   کبھی جل جل کے بجھ جاتی ہیں آنکھیں

کسی کی اس کے آگے کیا چلے گی — وہ پیارا جو ترے دل میں مکیں ہے
اسی کی تلخ باتیں کر گوارا — کوئی اس کے سوا تیرا نہیں ہے

❁

وہ پیارا ریشمی 'گج' کی طرح ہے — جلو میں نت نئی رنگینیاں ہیں
دل بیتاب اسے کیونکر بھلائے — بڑی پرکیف جس کی شوخیاں ہیں

❁

خیال دوست یوں دل میں ہے جیسے — تنہ پتوار کا گودے سے ہو پر
کوئی ہمزار مل جائے جو مجھ کو — بتا دے وصل جاناں کا کوئی گر

❁

کنویں میں جس طرح پانی کے سوتے — ملے رہتے ہیں ریگ تہ نشیں سے
یونہی وابستہ ہے گویا مرا دل — کسی نادیدہ دلدارِ حسیں سے

❁

وہی باد شمالی آ رہی ہے — بدن پر کپکپی سی چھا رہی ہے
ہوائے سرد ٹوٹی جھونپڑی میں — مسلسل تیر سے برسا رہی ہے
کہاں ہے وہ مرا عہدِ جوانی — کہ جس کی یاد اب تڑپا رہی ہے
پھٹا سا اک دوپٹہ میرے سر پر — ہوا یخ بستہ ہوتی جا رہی ہے
کہاں ہے تو کہ مجھ پر بیکسی میں — شب فرقت قیامت ڈھا رہی ہے

❁

جو کم ہو جائے آوے کی حرارت — کہاں برتن کمہار اپنے پکائے
یہی عالم ہے کچھ سوزِ دروں کا — یہ لازم ہے کہ تو اس کو چھپائے
کہیں ایسا نہ ہو یہ آتش دل — جو ظاہر ہو تو پھر واپس نہ آئے

❁

چھپی سی آگ آوے میں جلے گی — مرا دل تجھ سے ہم آغوش ہو گا
مری آنکھیں سلگتی ہی رہیں گی — جہاں جب نیند میں مدہوش ہوگا

نہ جانے کیا ملا کر کوزہ گر نے یہ دلکش پیکر خاکی بنائے
خود اپنی جاں سے ہو جائے گا بیزار یہ بات اس کی سمجھ میں آ نہ جائے

وائی

جذبۂ دلفگار کیا کہیے
خلش نوک خار کیا کہیے

اپنے پیارے بلوچ کی خاطر
سفر کوہسار کیا کہیے

مدعا اپنا سار بانوں کو
روک کر بار بار کیا کہیے

رنگ آمیزی حنا کیا خوب
چشمِ خوننابہ بار کیا کہیے

عہد و پیماں غم محبت کے
کیوں نہ ہوں استوار کیا کہیے

'کیچ' کی سمت اٹھ رہے ہیں قدم
وصل کا انتظار کیا کہیے

جادہ پیما ہے کس بھروسے پر
اک غریب الدیار کیا کہیے

وائی

اے قاصدا پیارے ساجن کو پیغام مرا پہنچا دینا
میں دکھیاری انجان سہی پر ان کی اور ہی تکتی ہوں
تن من میں بسائے پیار ان کو یونہی دن رات بھٹکتی ہوں
کیوں بھول گئے من میت مجھے تو جا کر یاد دلا دینا
پیغام مرا پہنچا دینا

وائی

پھر جاگ اٹھی ہے دل میں کسی دلربا کی یاد
یادش بخیر پیکر مہر و وفا کی یاد
تائب ہوں آپ نامۂ اعمال دیکھ کر
اے بیکسی مجھے نہ دلا اب خطا کی یاد
اے چشم شوق پیش نظر حسن دوست ہے
اے دل حرام تجھ پہ ہے اب ماسوا کی یاد
دریا فروش دیدۂ خوں بار ہو گیا
شاید پھر آ گئی کسی راز آشنا کی یاد
خلوت میں ہو سکی نہ کبھی گفتگوئے شوق
بے فیض وصل یار ہے صبح و مسا کی یاد
بیگانۂ بہار رہا نخل آرزو
اس پر بھی ہے 'لطیف' کے دل میں خدا کی یاد

وائی

اونچی نیچی گھاٹیاں کیچی کر گئے پار
میں برہن اب جا سکوں کیسے 'ہوت' کے دوار
مرجاؤں گی کھوج میں پر نہیں مانوں ہار
میری جیون جوت ہے پریتم تیرا پیار

وائی

پیار کا ہاتھ نہ مجھ برھن کے سر سے پیا ہٹاؤ
نینا درشن ابھلاشی ہیں پیارے ساجن آؤ

جن چرنوں کی داسی ہوں میں ان پر سیس جھکاؤں
بھولی بھٹکی دکھیاری ہوں پریتم راہ بجھاؤ
پیارے ساجن آؤ

دیکھ لیا ہے دور سے تم کو اب نہ چھپو پردیسی
سن لو بات 'لطیف' کی سن لو دیکھو مان بھی جاؤ

پیارے ساجن آؤ

وائی

چھوڑ کے اپنے دیس کو اپنایا بن باس
اے برھن کیا رہ گئی جگ جیون کی آس

باندھ کے کیچی چل دیئے اونٹوں پر پالان
جانے کیوں نہ آسکا تجھ کو ان کا دھیان

❀❀❀

سرکاراایل

سرکارایل

پہلی داستان

وحدہ کی صدا لگاتا ہے سوے افلاک اڑتا جاتا ہے
کون جانے کہاں ہے اس کی جھیل وہ جہاں چین سے نہاتا ہے

پھر لب جو کھڑا ہے وہ بیتاب اور آنکھیں ہیں جانب گرداب
ہنس کو ہیں پسند جو چیزیں ڈھونڈنے سے ملیں گی وہ تہ آب

جاں نثارانِ عشق کے مانند موت سے پہلے اپنے دل کو مار
ایسا نغمہ سنا 'لطیف' کوئی جس کی لے ہو نوید جلوۂ یار

رزق تیرا وہیں تو ہے اے ہنس بحر کی تہ میں کیوں نہیں جاتا
زیر گرداب ہے جہاں تیرا ان کناروں سے تیرا کیا ناتا

یہ تو زاغ و زغن کا مسکن ہیں کیا پسند آئیں ہنس کو تالاب
سطح پر ان کی جستجو کا مدار اس کی جولانیاں تہ گرداب

آج کل ہنس ادھر نہیں آتے ہائے زاغ و زغن کی نادانی
گرد آلود ہو گیا کتنا صاف شفاف جھیل کا پانی

جانے کس فکر میں ہے تو اے ہنس — اور کس بات پر یہ حیرت ہے
بھول جا اجنبی صدا کو اگر — آرزوے نواے وحدت ہے
خود پرستوں سے دور ہی رہنا — دل اگر مائل حقیقت ہے
وسعت بحر ہے ترا مقصود — ان کناروں سے کیوں محبت ہے
طالبوں جیسی بات پیدا کر — بس یہی شرط محرمیت ہے

❁

جھیل میں گھس کے لاکھوں ہی پنچھی — حسب توفیق کچھ تو پاتے ہیں
موتیوں ہی پہ کچھ نہیں موقوف — بعض تنکے بھی لے کے آتے ہیں
ہنس کو حوصلے مبارک ہوں — زیرِ گرداب لے کے جاتے ہیں

❁

'کنگ' اور بگلے ان کو کیا بھائیں — غور سے ہنس کو جو دیکھ آئیں

❁

گندے پانی کو چھوڑ کر اے ہنس — صاف شفاف جھیل پر جانا
پیاس جب بھی تجھے لگے پیارے — جا کے پانی وہیں سے پی آنا
کنگ اور بگلے کی روش ہے فریب — اس پہ چل کر نہ تو بھی پچھتانا

❁

کنگ بیچارہ اس کو کیا سمجھے — پیارے داتا کی نیاری لیلا ہے
جھیل کب سے پڑی ہے خشک مگر — ہنس کا پاؤں اب بھی گیلا ہے

❁

اڑ کے آجا تو پھر یہیں اے ہنس — کر رہی ہے یہ جھیل تجھ کو یاد
وہاں رہتا ہے جان کا خطرہ — جہاں رہتے ہوں گھات میں صیاد

❁

ہائے اس ایک ہنس کی خاطر — گھات میں بیٹھے ہیں کئی صیاد
اسے اللہ پر بھروسہ ہے — جھیل میں اس کا دل ہے کتنا شاد

تو ہے اور دور دور تک پرواز — تجھ کو جھیلوں کی کیا کمی اے ہنس
میلے پانی پہ تیرتے رہنا — اک مصیبت کی زندگی ہے ہنس

صبحدم تو یہاں سے اڑ جانا — کہیں تجھ کو پکڑ نہ لے صیا
رات ڈھل جائے جب تو لوٹ آنا — نیلوفر کے یہ پھول رکھنا یاد

بچ سکے گا نہ ان سے تو اے ہنس — سازشیں آج کل جو ہوتی
چن لے ان میں سے چار پانچ ابھی — پیارے مہران میں جو موتی

دے گیا جل انہیں پرِ پرواز — ہنس دریا پہ اڑ کے کیوں آ
اپنی ننھی سی جاں کی خاطر — ایسا مہلک فریب کیوں کھا
اعتبار نگاہ نے مارا — ورنہ کیوں اڑ کے جھیل سے جا

پانچ موتی اٹھا کر تو کھالے — پیاری مہران کا ہے یہ
ہوس دانہ ہے تجھے اے ہنس — اور نظر سے نہاں ہے ان
جو تجھے پھانسنے کو پھرتے ہیں — کتنے بیچین ہو کے صبح

دو دلوں کو قریب لاتے ہیں — فاصلے اور بڑھتے جا
پانی کی تہ میں ہیں کنول کی جڑیں — اور بھونرے فلک پہ گا
دونوں کی پیاس بجھ نہیں سکتی — پی کے بھی تشنگی سی پا
عشق کے راز ہیں انوکھے راز — کب کسی کی سمجھ میں آ

جو بھٹکتا رہے کناروں پر　　کیوں نہ مخدوش اس کی حالت ہو
خوف صیاد اپنے دل سے نکال　　طالبِ جادۂ حقیقت ہو
منتخب کرلے سبزہ زار ایسے　　جن میں ہر سمت حسن وحدت ہو
اب کوئی جھیل ایسی کرلے تلاش　　تیرا ایمان جس کی وسعت ہو
تجھ پہ کھل جائیں معرفت کے راز　　قلب سرچشمۂ ہدایت ہو

ان کا صیاد کیا بگاڑیں گے　　ہونے دو سازشیں جو ہوتی ہیں
جب یہ ہوتے ہیں مائلِ پرواز　　بستیاں گہری نیند سوتی ہیں
دانہ و دام سے غرض ان کو!　　انہیں مرغوب صرف موتی ہیں

بگلوں کے ساتھ ہیں وہ دیوانے　　پھر بھی ہیں مچھلیوں سے بیگانے
گندے پانی سے دور رہتے ہیں　　وہ حقیقت شناس فرزانے
جن کو مرغوب صرف موتی ہیں　　کیا ہیں وہ ہنس کوئی کیا جانے

جھیل اور نیلوفر کے پھولوں کو　　چھوڑ کر کیوں ادھر کو جاتے ہیں
دور جنگل میں جا کے یہ بھنورے　　راز اپنا کسے بتاتے ہیں

جھیل زاغ و زغن سے ہے ناپاک　　شور یہ بدقماش کرتے ہیں
ہنس تو سر جھکائے پانی میں　　صرف موتی تلاش کرتے ہیں

عصر کے وقت سے نواخواں ہیں　　مرتعش ہے فضائے قرب و جوار
مثل آئینہ جھیل کا پانی　　مدعا عکس جلوۂ رخ یار
تند موجوں نے لاکھ جنبش دی　　لڑ کھڑائے نہ طالب دیدار

صاف ستھرے ہیں کس قدر یہ ہنس　　کیوں انہیں دیکھ کر نہ آئے پیار
رات جس جھیل پر وہ آئے تھے　　ہو گئی ہے وہ جھیل خوشبودار

شام ہوتے ہی جھیل پر طاؤس　　سیپیوں پر جھپٹتے آتے ہیں
یا پکڑتے ہیں سانپ زہریلے　　اور کناروں پہ آکے کھاتے ہیں

بگلے سن سن کے ہوگئے گونگے　　جانے اس کی صدا میں تھا کیا راز
ہو گیا جھیل میں اجالا سا　　رات آئی 'للے' کی جب آواز
سارے قرب و جوار سے طائر　　سوے کہسار کر گئے پرواز

جھیل میں آکے بولیاں اپنی　　بولتا ہی رہا وہ ساری رات
کر دیا ہنس نے مگر زخمی　　صبح کو آگیا جب اس کے ہات

اب ہے آباد ان سے 'کنجھر' جھیل　　اب وہ طائر ادھر نہیں آتے
وہی جھیلیں ہیں آج بھی لیکن　　وہ پرندے نظر نہیں آتے

ہنس اور مور تو کہاں ہیں آج　　جھوٹے کووں کا ہے وطن میں راج

جھوٹے کووں سے ہوگئی گندی　　ہائے وہ جھیل جو تھی خوشبودار
کوہساروں میں چھپ گئے جاکر　　ہو گئے ہنس اس قدر بیزار

وائی

میں پنہوں کے پاؤں کی پلکوں جھاڑوں دھول
باندی بنوں بلوچ کی جاؤں سب کچھ بھول

وائی

ان کی باندی کہلاؤں گی
میں ان کے اونٹ چراؤں گی
رکتے ہی نہیں کیچی پیارے
اب کیسے ان کو پاؤں گی
آئیں گے وہ لینے مجھ کو
جاؤں بھی تو کیسے جاؤں گی

❋❋❋

دوسری داستان

خود ہی وہ جھیل اور خود ہی ہنس — خود ہی پنجرہ ہے خود ہی پنچھی ہے
میرے دل میں چھپا ہے وہ صیاد — ہر گھڑی جس کی فکر رہتی ہے

❋

میں نے طاؤس کی محبت میں — پوری کنجھر کو چھان مارا ہے
ہنس دیکھے نہ وہ 'للے' دیکھے — کون اس دل کا اب سہارا ہے

❋

جن سے دنیا میں خیر و برکت ہے — تو وہی مور ڈھونڈ کر لانا
یاد آتا ہے آج تک مجھ کو — مور کا سانپ کو نگل جانا

اس کو پورا نگل نہ لیں جب تک
منہ ادھر سے وہ موڑتے کب ہیں
سانپ کو دیکھتے ہیں جب طاؤس
پھر اسے زندہ چھوڑتے کب ہیں
دشمن مار ہیں ازل سے مور
اولیں عہد توڑتے کب ہیں

اسقدر خوفناک ہیں یہ سانپ
زہر سے ان کے فیل مر جائے
ان کو سمجھو نہ تم فرومایہ
ہر تنومند جن سے ڈر جائے

جن کے جبڑے بھی زہر اگلتے ہیں
کون ایسوں کے سامنے جائے
دشمنِ زندگی ہیں کالے ناگ
کیا کوئی ان کو مارنے جائے

سوسماروں کی بات ہے کچھ اور
ناگ ایسے نہ ہاتھ آئے گا
گیان والا گورو ہی 'گاروڑی'
اس کا منتر تجھے سکھائے گا

دیکھتے بھی نہیں سپیروں کو
جب وہ ان کو پکڑنے آتے ہیں
ہاں وہ جن کا یقین نہیں کامل
انکو یہ سانپ کاٹ کھاتے ہیں

زہر سے جن کا جسم ہے بھرپور
دیکھنے والے خوف کھاتے ہیں
سامنے آئیں جب وہ کالے ناگ
مور میدان چھوڑ جاتے ہیں

جو زمین ہی میں گھر بناتے ہیں
کب وہ بس میں کسی کے آتے ہیں
کون جانے وہ زہر ہے کیا چیز
جو ہم ان اژدھوں میں پاتے ہیں
ان کے چہرے ملائکہ جیسے
دور ہی سے جو تمتماتے ہیں

وار ان کا خطا نہیں ہوتا　　دیکھ کر لوگ خوف کھاتے ہیں
بھول کر بھی جو پاؤں پڑ جائے　　ایک نشتر سا وہ لگاتے ہیں

❁

کچھ تو ایسے بھی سانپ ہوتے ہیں　　جن سے کرتے ہیں مور بھی پرہیز
ان کو چوپائے سمجھیں اپنا دوست　　گر رضا مند ہوں وہ کم آمیز
اور جب قہر پر اتر آئیں　　بستیوں میں بپا ہو رستا خیز

❁

سانپ کے ڈر سے ہی کوئی انساں　　انتقاماً قریب آئے گا
اور ڈس لے جیسے وہ دشمن جاں　　یا تو وہ شخص مر ہی جائے گا
اور جو بچ جائے اپنی قسمت سے　　ہاتھ دھوئے گا اپنی صحت سے

❁

اس سپیرے سے دشمنی کی ہے　　جس کا فرمان ٹل نہیں سکتا
تیرے بل پر ہے اس کا پیرا اے سانپ　　اب تو باہر نکل نہیں سکتا
جونا گڑھ کو جلا دیا جس نے　　بس ترا اس پہ چل نہیں سکتا

وائی

یہ دنیا ایک تماشا ہے
ہر کھیل یہاں کا جھوٹا ہے　　یہ دنیا ایک تماشا ہے
پل بھر کی مہلت ہے تجھ کو　　پھر کیوں یہ خوشامد کرتا ہے
معلوم نہیں اے مور تجھے　　کیوں اتنا شور مچاتا ہے
خوش ہو ہو کر ان شاخوں پر　　جانے کیوں بیٹھا رہتا ہے
دیکھا ہی نہیں شاید تو نے　　کیسے شہباز جھپٹا ہے
یہ دنیا ایک تماشا ہے

سُرمارئی

سر مارئی

پہلی داستان

خدا شاہد ہے جب روحوں نے باہم کیے روز ازل کچھ عہد و پیماں
نہ جانے کیوں اسی دن سے ہیں مجھ کو بہت پیارے یہ سب نادار دہقاں

❁

کیا ہے قید مرے جسم و جاں کو عبث اے سومرا سردار تو نے
نہ جانے کیوں ہے یہ ایذا رسانی دیئے کیوں روح کو آزار تو نے
ازل ہی سے مرے دل کو ودیعت ہوئی ہے پیارے 'مارو' کی محبت

❁

میں روز آفرینش ہی سے پیارے سمجھتی ہوں محبت کے اشارے
یہ لطف خاص اس عہدِ بقا میں مجھے بخشے گئے تیرے سہارے

❁

ازل میں جب ہوئی تعظیمِ آدم ہوا پیدا یہ رنگا رنگ عالم
رضائے خالق ارض و سما نے کیا مارو کو میرے دل کا محرم

❁

نہ ہاؤ ہو نہ یہ بزمِ جہاں تھی نہ کانوں میں صدائے کن فکاں تھی
نہ جانے جرأت تخلیق آدم عدم کے بطن میں کب سے نہاں تھی
مگر اس وقت بھی روح محبت کسی حسن ازل کی راز داں تھی
کوئی مانوس و معنی خیز صورت نگاہ محرمانہ میں عیاں تھی

❁

نہ روشن مشعلِ شمس و قمر تھی
نہ فکرِ امتیازِ خیر و شر تھی
نہ تھا کچھ ماسوائے نور وحدت
صدائے کن فکاں جانے کدھر تھی
مگر اس عالم لاہوت میں تھی
میں اس روح ازل سے بہرہ ور تھی

❁

لکھے تھے میری قسمت میں ازل سے
یہ قید و بند یہ کاخ اسیری
مگر منسوب ہے ان ماروؤں سے
بہر صورت مری روشن ضمیری
مرے حق میں رگ جاں سے بھی بڑھکر
'پنوار' خوبرو کی دل پذیری
رہا کردے مجھے اے 'تھر' کے راجا
عبث ہے یہ عذاب سخت گیری
کہاں کنج قفس میں پھڑپھڑانا
کہاں اہل چمن کی ہم صفیری

❁

جگر جور و جفا سے خون چکاں ہے
تو جوئے اشک آنکھوں سے رواں ہے
یہ قیدالماء قیدِ ظاہری ہے
مرا دل تھا جہاں پہلے وہاں ہے
مجھے اہل وطن سے پھر ملائے
نہ جانے کب خدا وہ دن دکھائے

❁

مرے درد آشنا مارو ہیں 'تھر' میں
مگر میں قید ہوں اس بام و در میں
نہ تھا معلوم اے امرِ مشیت
کہ اک ایسی بھی منزل ہے سفر میں
کسے انکار تسلیم و رضا ہے
وہی ہو گا جو قسمت میں لکھا ہے

❁

رہائی کا نہیں امکان کوئی
کسے معلوم کب تک یہ سزا ہے
مٹا سکتا نہیں کوئی اسے جو
اسیروں کے مقدر میں لکھا ہے
'عمر' سے 'تھر' کے چرواہے ہیں عاری
خدا جانے ملے کب رستگاری

❁

مٹادو یہ در و دیوار زنداں
جلا کر خاک کر دو قصر و ایواں

وہیں ہے میرے دردِ دل کا درماں　　جہاں رہتے ہیں وہ نادار دہقاں
مرے قلب و نظر میں بس گئے ہیں　　وہ ہنستے کھیلتے اہل بیاباں
مجھے اے کاش اس پیارے وطن میں　　بہالے جائیں یہ اشکوں کے طوفان

وائی

یاد آئی ہے پیارو آؤ
او دیس دلارو آؤ
جکڑے ہیں مجھے جو بندھن
توڑیں انہیں آ کر ساجن
جیون کے سہارو آؤ
او دیس دلارو آؤ
مرے من کو دھیر کہاں ہے
وہ پیارا 'ملیر' کہاں ہے
موت آئے تو دیس میں آئے
او دیس دلارو آؤ
اس کوٹ میں لاج نہ جائے
موت آئے تو دیس میں آئے
دکھ درد کے مارو آؤ
او دیس دلارو آؤ

دوسری داستان

کوئی قاصد نہ نامہ و پیغام مجھ کو بھولے ہیں کیوں وہ دل آرام
ہائے افسوس بھائیوں کو بھی یاد آیا کبھی نہ میرا نام
کون جانے کہ اس طرح کب تک ہے مقدر میں دانہ زیرِ نام

✿

بار خاطر یہ قید ایواں ہے چشم پرنم ہے دل پریشاں ہے
جلد اے قاصد وطن آجا تیری آمد بہار ساماں ہے

✿

روشنائی مجھے میسر ہے کون کاغذ مرے لئے لائے
حرف اشکوں سے مٹتے جاتے ہیں ہائے ایسے میں کیا لکھا جائے
ایسے قاصد کو بھیج دے یارب بن کے جو میرا رازداں آئے
میں اسی کی ہوں میں اسی کی ہوں چاہے اپنائے یا نہ اپنائے

✿

ورق دل دریدۂ تقدیر خامۂ شوق مانع تحریر
چشم پرنم زبان پر مہریں ہر ادا جرم، ہر نفس تعزیر
کیا خبر تھی کہ اس شبستاں میں موت ہے خوابِ زیست کی تعبیر

✿

جا کے بیٹھے ہیں چین سے تھر میں مجھ کو سولی پہ چھوڑ کر پیارے
کیوں نہ آنسو بہاؤں میں دن رات جب نہ آئیں کہیں نظر پیارے

✿

اے 'عمر' اب مجھے اجازت دے اپنے پیاروںؑ کے پاس جاؤں میں
پھر نظر آئیں ان کے پشمینے 'لاکھ' کا رنگ پھر چڑھاؤں میں
ساتھ ساتھ ان کے 'تھر' کی وادی میں بھیڑ اور بکریاں چراؤں میں

اوڑھ کر سر پہ پھر حیا کی شال ‘ماروؤں’ کو گلے لگاؤں میں
چھوڑ دے مجھ کو سومرا سردار پھر انہیں جھونپڑوں میں جاؤں میں

تھر سے جو پیرہن ملا مجھ کو میں اسی پیرہن میں گھر جاؤں
لاکھ پیوند اس میں لگ جائیں دیکھ کر میں اسے نہ شرماؤں
یوں ہی اچھے مرے پریشاں بال تیل ڈالوں نہ بال سلجھاؤں
پیارے مارو سے دور ہوں جب تک اس روش سے کبھی نہ باز آؤں
چھوٹ کر ان محل سراؤں سے اپنے پیارے وطن کو اپناؤں
حرف آئے نہ میری عصمت پر میں یہاں چاہے جتنے دکھ پاؤں

حرف آئے نہ میری عصمت پر اپنا ہر چاک پیرہن سی لوں
دکھ تو ہوتے ہی ہیں محبت میں اور کچھ دن امید پر جی لوں

تیسری داستان

اپنے گھر کی رنگی ہوئی ‘لوئی’ کیوں نہ ہو رشک اطلس و کمخواب
اے عمر اس کے سامنے کیا ہے مخملی بافتے کی آب و تاب

میں نہ پہنوں گی ریشمی ملبوس چاہے جس رنگ کا بھی ہو کوئی
میرے پیارے وطن کا تحفہ ہے صاف و شفاف اون کی لوئی
جان سے بھی عزیز ہے مجھ کو اپنے پہنوار کی رضا جوئی

اے عمر تیرا خلعت زرتار   میری لوئی کے سامنے بیکار
ریشمی لمس سے نہ کم ہوگا   دل سے ان پیارے ماروؤں کا پیار

❁

اور بیتاب کر نہ اے سفاک   تجھ سے بیزار ہے دل غمناک
اے عمر لاکھ درجہ بہتر ہے   سیم و زر سے مجھے وطن کی خاک
رنگ و روغن تجھے مبارک ہوں   مجھ کو پیارے وہی خس و خاشاک

❁

دست و بازو پہ اون کے دھاگے   خلعت زرنگار سے بہتر
اے سمن پوش کچھ نہیں میرے   جامۂ تار تار سے بہتر
سوگ اپنی خزاں نصیبی کا   اس فریب بہار سے بہتر
بے نیازانہ دردِ مہجوری   وصل بے اعتبار سے بہتر

❁

نرم و نازک کلائیں یاد آئیں   اور شیشے کی چوڑیاں یاد آئیں
میرے تن من میں ماروؤں کا پیار   اور پیاری سہیلیاں یاد آئیں
تابحد نگاہ سبزہ زار   اور تھر کی وہ جگیاں یاد آئیں
اے عمر چھوڑ دے، میں جاؤں گی   اسی دنیا کو پھر بساؤں گی

❁

وہ سیسہ چوڑیان کلائی پر   ان کا ہر نقش کتنا پیارا ہے
سیم و زر کا مجھے نہ دے لالچ   یہ سہارا کوئی سہارا ہے؟
بھول جاؤں وہ جھونپڑے کیسے   میں نے بچپن جہاں گذارا ہے
اس عمر کوٹ کے حصاروں سے   لاکھ بہتر وطن ہمارا ہے
اے عمر، اپنے ماروؤں کے ساتھ   مجھ کو فاقہ کشی گوارا ہے

❁

سن رہے ہوں گے کتنے طعنے آج — تھر میں رہتے ہوئے مرے سرتاج
سومرا تیری بدنگاہی سے — ہو گئی میری زندگی تاراج
اے عمر ان سفید کپڑوں سے — مجھ کو پیاری ہے اپنے گھر کی لاج

وہ بیاباں کی سرد راتوں میں — زیرِ افلاک لرزہ بر اندام
میں ملوث حریر و دیبا میں — رات بھر چین سے کروں آرام؟
کھائے جاتے ہیں مجھ کو اے سردار — یہ محل یہ فصیل یہ در و بام
تیری ہر انگبیں صفت عشرت — میری تشنہ لبی پہ اک الزام

زیب دیتے ہیں تھر کی سکھیوں کو — 'گگریاں' اور ان کے 'گولاڑے'
اپنی شرم و حیا پہ نازاں ہیں — سبز بیلوں کو جسم پر ڈالے
اک بیاباں ملا جہیز میں اور — میرے ماں باپ مجھ کو کیا دیتے

سدا برسات کا پیتے ہیں پانی — یہ میرے ہم وطن جو پاک ہیں سب
بدن پر کھردری سی اون پہنے — وفادار خس و خاشاک ہیں سب
گھنیرے جھنڈ ہیں چوپال ان کے — نڈر ہیں نیک ہیں بیباک ہیں سب
مگر ظالم ہو اتنے اے عمر تم — کہ یہ مظلوم سینہ چاک ہیں سب

تھر کے کھارے ببول کے نیچے — وہ بناتے ہیں ریت پر چوپال
اور پلاتے ہیں راہگیروں کو — چھاچھ سے بھر کے اپنا جام سفال
اے عمر میں جہاں امانت ہوں — سانس لینا وہاں ہے مجھ کو وبال

عمر تیرے یہاں جو عید سی ہے — مجھے وہ ماتم بیچارگی ہے

خبر بھی ہے تجھے ان ماروؤں کی ترے قبضے میں جن کی ہر خوشی ہے
وہ میرے سوگ میں کھوئے ہوئے ہیں وبال جان اب ان کی زندگی ہے

❁

حال اہل وطن کیا کیا ہوگا میں ادھر قید وہ ادھر ناشاد
میری آنکھوں میں ہیں وہ سبزہ زار کتنے گنجان کس قدر آباد
آہ وہ 'پھرہ'، 'لانی' اور ساڑوھی چٹکیاں لے رہی ہے جن کی یاد
اف یہ زنداں یہ آہنی زنجیر ہائے یہ ظلم اور یہ بیداد
آرزوئیں ہیں سہمی سہمی سی اور تمنا ہے مائل فریاد
پاس ہے اپنے عہد و پیماں کا چھوڑ دے مجھ کو اے ستم ایجاد

وائی

مارو کو میت بنایا

مارو سے بیاہ رچایا
ہاتھوں میں اون کے بندھن
جیسے سونے کے کنگھن

بن باس چرواہوں نے
کملی میں موہے چھپایا

مارو سے بیاہ رچایا

بیری ہے عمر تو میرا
پہنوں گی نہ ریشم تیرا
پیارے کملی والوں سے
مری پریت نے سب کچھ پایا

مارو سے بیاہ رچایا

چھوٹی جب دیس کی 'ساؤں'
کیوں تیری کھجوریں کھاؤں

'سنگر' 'ماندھانو' والا
بن میرے دان میں آیا
مارو سے بیاہ رچایا

❁❁❁

چوتھی داستان

جب بھی آتی ہے یاد پیاروں کی — ماروی بے قرار ہوتی ہے
زلف ژولیدہ، مضمحل چہرہ — آہیں بھرتی ہے اور روتی ہے
فکر کھانے کی ہے نہ پینے کی — ایک پل کو بھی کب وہ سوتی ہے
رات دن جیسے قصر و ایواں میں — اپنے ہوش و حواس کھوتی ہے
غم یہی ہے کہ پھر وہاں جاؤں — جس جگہ میرے من کا موتی ہے
اے عمر تابکے یہ ظلم یہ جور — چھوڑ دے اس غریب کو فی الفور

❁

ملے میلے سے الجھے الجھے بال — یہ نہ دھوئے انہیں نہ سلجھائے
ماروی پیارے ماروؤں سے دور — کوٹ میں کیا سکونِ دل پائے
سوچتی ہے کہ آج تک آخر — کیوں نہ وہ آشنا ادھر آئے
مجھ سی بیکس پہ کاش بہر خدا — خود عمر ہی کو رحم آجائے

❁

زلف ژولیدہ، مضمحل چہرہ — اب نہ شوخی نہ وہ شرارت ہے
جب سے آئی عمر کی محلوں میں — ماروی کی عجیب حالت ہے
نہ تصنع نہ ذوق آرائش — وہ سراپا غم محبت ہے

❁

مجھ کو پیارے ملیر کی سوگند جال میں تیرے، میں نہ آؤں گی
اے عمر سوگوار آنکھوں سے یونہی آنسو سدا بہاؤں گی
ڈال رکھی ہے سر پہ جو کملی لاج اس کی نہ میں گنواؤں گی
چھوڑ کر ماروؤں کی بستی کو چین ہرگز یہاں نہ پاؤں گی
لاکھ بھولے ہوں وہ مجھے لیکن آس ان سے ہی میں لگاؤں گی
مجھ کو سولی ہے تیری سیج نہیں جان پر اپنی کھیل جاؤں گی

❁

یوں مسلط ہے اب خیال ترا سر پہ لٹکی ہو جس طرح تلوار
میرے دل کو قرار بخشے گا کیسے زنداں کا سایۂ دیوار
یاد رکھتے اگر مجھے مارو یوں نہ ہوتی میں نیند سے بیزار

❁

جس کی خاطر یہ گت بنائی ہے کب انہیں میری یاد آئی ہے
مجھ کو رکھنی ہے جھونپڑوں کی لاج ورنہ محلوں میں کیا برائی ہے
ماروؤں کی ہوں منتظر لیکن نارسائی ہی نارسائی ہے
ایسی امید تو نہ تھی ان سے معتبر جن کی باوفائی ہے
کون جانے کہ میری رگ رگ میں آرزوئے وطن سمائی ہے

❁

اپنے پیارے ملیر میں جاؤں گن اسی سبزہ زار کے گاؤں
پاس ہوں پھر اگر مرے سرتاج کس قدر خوش نصیب کہلاؤں
اس صبیح و ملیح چہرے کو جب بھی دیکھوں نئی کشش پاؤں

❁

اے عمر ذکر اپنے پیاروں کا اک مداوا ہے غم کے ماروں کا
ایک مدت ہوئی انہیں دیکھے جانے کیا حال ہے بچاروں کا

ان کا کاشانۂ خس و خاشاک حسن ہے تھر کے سبز زاروں کا
کھب گئی کوئی کیل سی دل میں نہ چلا بس یہاں لوہاروں کا

وائی

پرجا ہوں عمر میں تیری مت چھین کملیا میری
جیون ساتھی ہے مارو
مری بپتا تو کیا جانے
میں 'ڈنبوز' پہ پلنے والی
کیوں کھاؤں محل کے کھانے
بس چھوڑ یہ ہیرا پھیری مت چھین کملیا میری
کہتے ہیں جسے بن باسی
مرے من کا میت وہی ہے
دکھ درد بھری سانسوں کا
البیلا گیت وہی ہے
مانوں گی بات نہ تیری مت چھین کملیا میری

❁❁❁

پانچویں داستان

دیکھ کر میری خستہ حالی کو پیارے مارو بھی ہوں نہ بیگانے
میرے گھر والے سن رہے ہوں گے کتنے طعنے وہاں خدا جانے
اے عمر کھول دے مری زنجیر جاؤں اس کوٹ سے میں بے تاخیر

❁

ہائے اس قید و بند کی میعاد سارا حسن و جمال ہے برباد
کررہا ہے دھنواں دھنواں مجھ کو یہ سلگتا ہوا دل ناشاد
کیسے اب ان کو منہ دکھاؤں گی جن کی بستی ہے حسن سے آباد
دیکھ کر میری زشت روئی کو سن سکیں گے وہ کیا میری فریاد

❁

سومرا تیری قید میں آکر مجھ میں کوئی کمال ہی نہ رہا
کیسے جاؤں وطن کو اب واپس جب وہ حسن و جمال ہی نہ رہا
مجھ میں باقی کہاں ہے وہ پندار جس سے ملتی ہے دولت دیدار

❁

اے عمر اس غم اسیری میں کیسی حالت یہ ہوگئی میری
تھے وہ مارو فریفتہ جس پر اب کہاں ہے وہ دلکشی میری
اب وہ حسن و جمال ہی نہ رہا جس پہ نازاں تھی زندگی میری
اپنے پیارے ملیر والوں کو منہ دکھائے گی کیا خوشی میری
کتنی برباد اور بے رونق کر گئی مجھ کو بے کسی میری

❁

میرے سر پر جو یہ مصیبت ہے اے عمر اپنی اپنی قسمت ہے
ورنہ پیارے ملیر میں اب بھی سایہ افگن خدا کی رحمت ہے
ان حسین ماروؤں کا کیا کہنا ہر ادا جن کی خوبصورت ہے

❁

جانتا ہے وہ قادر مطلق کیا ہے تعزیر اور کیا تقصیر
کوئی اس کو بدل سکے گا کیا جو بھی ہو گا نوشتہ تقدیر

وائی

تری رحمتوں سے چھپا نہیں جو برا کیا کہ بھلا کیا
مرے رازداں میں بتاؤں کیا کہ شکست خوردہ نے کیا کیا

تری ذات تیری صفات کا مرے سر پہ دست کرم رہے
مری آرزو کی لگن رہے مرے حوصلوں کا بھرم رہے
یہ بجا کہ عرصۂ زندگی نے ذلیل لغزش پا کیا
مرے رازداں میں بتاؤں کیا کہ شکست خوردہ نے کیا کیا

ترا آسرا ہے وہ آسرا جو ہے زندگی سے عزیز تر
تری آرزو ہے وہ آرزو جسے چاہتے ہیں دل و جگر
ترے التفاتِ نگاہ نے مجھے آشنائے وفا کیا
مرے رازداں میں بتاؤں کیا کہ شکست خوردہ نے کیا کیا

❁❁❁

چھٹی دستان

پیارے مارو کے دیس میں جا کر کاش پھر خود کو سرخرو پاؤں
حرف آئے نہ میری عصمت پر جیسی آئی تھی ویسی ہی جاؤں
آسماں پر جو ابر چھائے ہیں یاد پھر سبزہ زار آئے ہیں

❁

ہائے اب ان کے سامنے جا کر کس طرح اپنا سر اٹھاؤں گی
نہ وہ تمکیں نہ وہ تسلی ہے ان کو کیسے یقیں دلاؤں گی
نہ وہ رونق نہ رنگ چہرے کا جیسے برسات میں گل لالہ

❁

یا تو پیدا کبھی نہ ہوتی میں　　اور جو پیدا ہوئی تھی مر جاتی
میں نہ جیتی اگر تو مارو پر　　کیوں پھر ایسی بری گھڑی آتی

❁

ایسے جینے سے زہر ہی کھالے　　کیا یہ صورت انہیں دکھائے گی
کوئی عورت ملیر میں تجھ کو　　اب نہ بھولے سے منہ لگائے گی
ماروی تیرا ان سے کیا رشتہ　　تو انہیں اجنبی سا پائے گی

❁

ہائے کس منہ سے دیس میں جاؤں　　کتنی رسوائی ہوگئی میری
اے عمر خاک ایسے جینے پر　　بھاڑ میں جائے زندگی میری

❁

پیدا ہوتے ہی مرگئی ہوتی　　یا نہ پیدا ہی میں کبھی ہوتی
'سانگیوں' کے بغیر کیا جینا　　مجھ کو محلوں میں کیا خوشی ہوتی
اس عمر کوٹ میں پھنسی آ کر　　ورنہ مارو کے ساتھ ہی ہوتی

❁

اپنی کملی کو دھو رہی ہوں میں　　آسرا اس کا مجھ کو پیارا ہے
خوف سے میں عمر کے ہوں خاموش　　ورنہ یہ قید کب گوارا ہے
بڑھ کے دنیا کے ہر سہارے سے　　پیارے مارو ترا سہارا ہے

❁

زندگی اپنے دیس میں گذرے　　موت بھی اپنے دیس میں پاؤں
ہائے یہ قید اف یہ زنجیریں　　روتے روتے یہیں نہ مر جاؤں

❁

ہائے یہ قید و بند یہ زنجیر　　کوئی طعنہ نہ مجھ کو دے جانا
میرے مرنے کی تم خبر سن کر　　میری میّت ملیر لے جانا

میری آنکھیں وطن کی جانب ہیں　　میرے پیاروں کو لاش دے آنا
آخری ہچکیوں سے پہلے ہی　　میری میّت ملیر لے جانا
اے عمر تھر میں ماروؤں کے ساتھ　　ٹھنڈی مٹی میں مجھ کو دفنانا
دیس کی کچھ مہکتی بیلوں کو　　قبر کے آس پاس سلگانا
کیا عجب عشق یہ بھی دکھلائے　　تن مردہ میں روح لوٹ آئے

یہ سلاسل یہ طوق یہ زنجیر　　یہ سلاخیں، یہ قفل یہ زنداں
تاک میں ہر طرف کئی جاسوس　　اور مخبر قدم قدم نگراں
کیا بتاؤں میں پیارے مارو جام　　زندگی ہے کہ درد بے درماں

وہ مسوںؔ اور رچھیوں کا اون　　وہ ملیر اور اس کے سبزہ زار
کملیاں اوڑھے من چلی سکھیاں　　وہ حسین بیلیں اور برگ و بار
اونچے محلوں میں ہوسکے کیسے　　اپنے پیاروں کا اب مجھے دیدار
آ بھی جا ہم وطن خدا کے لئے　　میں عمر کوٹ سے ہوئی بیزار

ہاتھ پاؤں مرے جکڑنے کو　　ہتھکڑی آئی بیڑیاں آئیں
اے عمر اس محل میں آتے ہی　　مجھ پہ کیا کیا نہ سختیاں آئیں

میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی تیری　　دل میں مارو کے پیار کی زنجیر
اے عمر مجھ کو یاد آتا ہے　　سانگیوں کا خلوص دامن گیر
عہد و پیاں کچھ اور تھے ان سے　　آ کے پھوٹی کہاں مری تقدیر

کیا کروں طوق اور سلاسل نے ہر طرف سے جکڑ لیا مجھ کو
اے عمر تیری چیرہ دستی نے غم کا ڈھانچا بنا دیا مجھ کو

صاف و شفاف اون کی کملی دیکھ اس پر نہ کوئی میل آئے
بیٹھی سیتی رہوں اسے چپ چاپ دھجی دھجی ہی کیوں نہ ہو جائے
اے عمر میری خستہ حالی کا کاش تجھ کو کبھی خیال آئے
اپنی سکھیوں سے پھر ملوں جا کر رت ہو برسات کی گھٹا چھائے
آرزوے تلافی مافات کوئی پیغام جانفزا لائے

وائی

میں تڑپ تڑپ مرجاؤں مارو سے پریت نبھاؤں
اے برکھا رت جب آنا
پریتم کا سندیسا لانا
وہ لاکھ کرے گا ھتیا
چھوٹے گی نہ مجھ سے ستیا
تھر والے کوٹ میں آئیں
مرتی ہوں مجھے لے جائیں
چھٹکارا عمر سے پاؤں مارو سے پریت نبھاؤں

ساتویں داستان

ہو رہی ہے خوشی پنواروں کو تھر میں پھر موسم بہار آیا
والہانہ مری زباں پر نام ان گھروندوں کا بار بار آیا
جھونپڑی ہے چٹان پر جس کی یاد مجھ کو وہ رازدار آیا

۞

کتنے خوش ہوں گے اے عمر وہ لوگ
رت ہے برکھا کی آج کل تھر میں
کوئی کاٹے گا کوئی کاتے گی
اون ہی اون ہوگا ہر گھر میں
کتنے خوش ہوکے بن رہے ہوں گے
نت نئی کملیاں وہ 'کھائز' میں
گوسفندوں کی وہ توانائی
وہ طرارے نشیب 'پائز' میں
وہ حسیں بیلیں اور برگ و بار
اب کہاں ہیں مرے مقدر میں
کہتی ہوں گی ملیر کی سکھیاں
کاش آجائے ماروی تھر میں
اے عمر جھونپڑوں کا وہ سکھ چین
کیا ملے گا محل کے بستر میں

۞

گھاس کے بیج روز لاتے ہیں
اور کس شوق سے پکاتے ہیں
جنگلی 'ساؤں' اور 'لنب' اکثر
جمع کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں
ان کے آگے پلاؤ بھی ہے ہیچ
جو غذائیں وہ لوگ کھاتے ہیں

۞

'ڈونرے' چن چن کے روز لاتے ہیں
اور کس شوق سے پکاتے ہیں
اے عمر میرے دیس کے دہقان
جنگلوں میں سکون پاتے ہیں
اعتدال مزاج کے قرباں
وقتِ پیری بھی مسکراتے ہیں

۞

وہ کسی بات کے نہیں محتاج
کیا کہوں میں بہادری ان کی
گرد آلودہ ہی سہی کملی
دیدنی ہے مگر خوشی ان کی
اے عمر خود ملیر میں جا کر
دیکھ لے پاکدامنی ان کی

۞

خود نگہدار اور خود مختار
کوئی قدغن نہ ہے کوئی محصول
اک مہکتا ہوا چمن ہے ملیر
اور مارو ہیں اس چمن کے پھول

خوب ہیں میرے دیس کے دہقان   کتنی ندرت ہے ان کے جینے میں
ٹوکرا سر پہ دھول پیروں پر   جسم بھیگا ہوا پسینے میں

جا بہ جا وہ جھکی جھکی ڈالیں   گھومتے پھرتے ساتھ ہیں سرتاج
پھرِ تصور میں چن لئے 'پیروں'   یاد 'ساڈوھیوں' کی آئی آج

رت ہے ساڈوھیوں کے پکنے کی   اور مجھ پر یہ بند یہ بیداد
وہ کشادہ فضائیں وہ میدان   ہر فصیل و حصار سے آزاد
کیسے محلوں میں جی لگے میرا   آ رہے ہیں ہیں ملیر والے یاد

خیمہ و شامیانہ و در و بام   اب انہیں سے لگا دل برباد
ماروی مان لے مرا کہنا   بے اثر یہ نالہ و فریاد
خود مصیبت زدہ ہیں وہ مارو   کیا کریں گے بھلا ترا دل شاد

سوزنِ عشق نے مرا دامن   سی دیا 'ماروؤں' کی بستی سے
اے عمر وہ حسین 'گولاڑے'   منسلک ہیں ردائے ہستی سے
میں بظاہر ہوں کوٹ میں محصور   دل انہیں جھونپڑوں میں ہے مستور

منسلک کردیا ہے مارو سے   میری سانسوں کو سوزنِ غم نے
اپنے کانوں میں کوئی آویزہ   کیسے پہنوں بغیر مارو کے

سوزن آہنی میں دیکھا ہے   حسن ایثار میری فطرت نے
خود برہنہ رہی مگر ڈھانپا   ساری دنیا کو اس کی ہمت نے

وائی

روتے روتے رات گذاری   میں ہوں عمر، مارو کی پیاری
بیکل ہیں میرے پریتم تھر میں
کیسے رہوں میں تیرے گھر میں
پریم کی داسی دکھ کی ماری   میں ہوں عمر، مارو کی پیاری
کتنے دن سے دیس کو چھوڑے
بیٹھی ہوں سب ناتا توڑے
جال میں تیرے سب کچھ ہاری   میں ہوں عمر، مارو کی پیاری

❁❁❁

آٹھویں داستان

ازل سے جو مرے دل میں بسا ہے   بس اس مارو کو اب کیسے بھلاؤں
یہی جینا ہے تو اس سے یہ بہتر   کہ اس کی یاد پر قربان جاؤں

❁

وہی برسات کا پیارا سماں ہے   مگر جانے مرا مارو کہاں ہے
مری محویتوں میں بسنے والے   تری یادوں میں کھویا دو جہاں ہے
مرے ساقی مرے ہونٹوں پہ اب تک   وہی کیف شراب ارغواں ہے
مرے بے مثل مارو گرچہ تیرا   مری آنکھوں سے اوجھل آستاں ہے
عدم کے وسعتوں میں ڈھونڈ لوں گی   کہ اک تو ہی تو میرا رازداں ہے

❁

وہیں آسائش قلب و نظر ہے   جہاں ان ماروؤں کی رہگذر ہے

میں آؤں توڑ کر بند و سلاسل بلالے اے مرے پیارے کدھر ہے
مزے لے لے کے کھاؤں گی خوشی سے جو پیارے جھونپڑوں کا ماحضر ہے

❁

مرے قلب و نظر میں بس گئی ہے محبت ماروؤں کے بانکپن کی
خدایا اپنی رحمت سے سنا دے نوید جانفزا صبح وطن کی

❁

خدا جانے وطن سے کر کے ہجرت گئے ہیں کس طرف وہ نیک سیرت
میں ان کی راہ کب سے تک رہی ہوں ملے گی جانے کب آنکھوں کو راحت
سمائی ہے مرے قلب و نظر میں ازل سے پیارے مارو کی محبت

❁

وہ اس برسات کے موسم میں شاید کسی ڈھلوان پر جا کر رہیں گے
کنویں وہ کھارے پانی کے ہمیشہ منقش لوحِ فطرت پر رہیں گے
نہ بھولوں گی سحر کے مشعلوں کو تصور میں وہی منظر رہیں گے
مرے قلب و نظر میں پیارے مارو بہر انداز جلوہ گر رہیں گے

❁

کہیں وہ پیاسے چوپایوں کو لے کر چلے ہیں گھاٹ پر پانی پلانے
کہیں سکھیوں نے آنگن میں کئے ہیں اکٹھے جنگلی بالوں کے دانے
گھلائے جا رہے ہیں اس محل میں مری جانِ حزیں کو یہ فسانے

❁

سحر ہوتے ہی وہ گہرے کنوؤں سے چلی ہیں پانی بھرنے ڈول لے کر
نہ کیوں یاد آئیں وہ مسرور سکھیاں کھلا ہے ان کے دل کا حال مجھ پر

❁

چلی تھی حسب عادت آخر شب میں اک گہرے کنویں سے پانی بھرنے
خبر کیا تھی کہ میری تاک میں ہیں وہ ظالم جن کو بھیجا تھا عمر نے

نہ آئی تھی کبھی میرے وطن سے
کوئی عورت یہاں بے موت مرنے
جلا کر کیوں نہ پہلے ہی مٹایا
مجھے اس آتش قلب و جگر نے

نہ پنگھٹ پر وہ سکھیوں کا جھمیلا
نہ وہ چرخی گھمانے کی صدا ہے
وہ 'سن' کی رسیاں گلنے لگی ہیں
جنہیں چھوڑے ہوئے عرصہ ہوا ہے
سحر کے وقت بھی سوئی ہوئی ہیں
مسلط ان پہ کوئی خوف سا ہے

بہت پیاسی اگر ہوتی ہے کوئی
تو ڈرتے ڈرتے جاتی ہے کنویں پر
نظر میں رکھتی ہے گلے کو اپنے
نہیں رکتی وہاں پھر پانی پی کر

کنویں ہیں اب نہ چرخی کی صدا ہے
سماں اس گاؤں کا سنسان سا ہے
نظر آتے ہیں ان کے حوض خالی
نہ گلہ ہے نہ کوئی جھونپڑا ہے
کہاں ہیں اب وہ خرقہ پوش مارو
خدا جانے وہاں کیا ہو گیا ہے
سراپا محو حیرت ہو گئی ہوں
خیال ان کا مرے دل میں بسا ہے

چراگاہیں، کنویں اور ان کے گلے
وہی خوشیاں وہی معمول ہوگا
مری حالت کی مارو کو خبر کیا
وہ اپنے کام میں مشغول ہوگا

کوئی جانے گا کیا دکھ درد میرا
عمر، میں حال اپنا کیا بتاؤں
وہ مارو جس کی خاطر جی رہی ہوں
اسی کو جب نہ اپنے پاس پاؤں
تو اس اونچے محل میں کیوں نہ آخر
یونہی بے چین ہو کر تلملاؤں
جو اجڑی ہے مری رسوائیوں سے
میں اس بستی کو کیسے بھول جاؤں

وائی

مجھ دکھیا کا کون سہارا روٹھ نہ جائے مارو پیارا
مجھ میں ہے ہر ایک برائی
اس میں ہے ہر ایک بھلائی
وہ من میت ہے جگ سے پیارا روٹھ نہ جائے مارو پیارا
میرے سارے عیب چھپالے
پریتم پیارا پاس بلالے
پھر پلٹے یہ جیون دھارا روٹھ نہ جائے مارو پیارا
مدھر ملیر میں برکھا آئی
گھاٹ گھاٹ پر دھوم مچائی
سندر ہے وہ دیس ہمارا روٹھ نہ جائے مارو پیارا

❁❁❁

نویں داستان

ہو رہی ہو جہاں کہیں برسات پیارے مارو وہیں کو جاتے ہیں
جنگلوں میں اِدھر اُدھر اکثر نت نئے جھونپڑے بناتے ہیں
کیا خبر ان کو میری حالت کی نت نئی دھن میں گیت گاتے ہیں

❁

تھر کے دلدل میں ہوں گے وہ مارو اور بارش برس رہی ہوگی
کیا خبر ایک تشنہ لب ان کو دیکھنے کو ترس رہی ہوگی
لذت جرعۂ محبت ہائے اس کے ہونٹوں میں رس رہی ہوگی

❁

وہ ڈھلانوں پہ رنگ رلیاں ہائے — اور چٹانوں پہ ایک عالم خواب
ماروؤں کے کھلے ہوئے کھلیان — اور 'پاٹ' کی وادیٔ شاداب
اے عمر اس قفس میں گھٹ گھٹ کر — کیوں نہ تڑپے مرا دل بیتاب

پیارے 'کھاٹ' میں آئی برکھا رت — ہر طرف ہے نئی توانائی
کوئی دیکھے ملیر میں جا کر — ماروؤں کی غیور برنائی
سبزہ زاروں میں ان کے چوپائے — وہ تبسم وہ رنگ و رعنائی
چہچہائے ہواؤں میں تاڑے — وہ اٹھا ابر وہ گھٹا چھائی
سامنے اپنے اپنے پیاروں کے — ہر سکھی دیس کی غذا لائی
اے عمر رشک قصر و ایواں ہے — جھونپڑوں کی قطار آرائی
میری قسمت کہ اس اسیری نے — چھین لی مجھ سے ہر شناسائی
ہر گھڑی اشک خوں بہاتی ہے — میری افسردگی کی تنہائی
سوچتی ہوں وطن کے لوگوں میں — ہو رہی ہوگی میری رسوائی
کون پوچھے یہ جاکے مارو سے — کیا اسے میری یاد بھی آئی
کاش پھر میرے روبرو آئے — کملی والوں کا حسن زیبائی

کس طرف کوچ کر گئے — یہ دل بیقرار کیا جانے
اجڑا اجڑا سا سبزہ زار ہے کیوں — دیدہ اشکبار کیا جانے
ہائے یہ دوری اور مجبوری — خلشِ انتظار کیا جانے

کوئی قاصد نہ نامۂ و پیغام — مجھ سے شاید وہ بدگماں ہوں گے
میرے خانہ بدوش تھر والے — حسب عادت رواں دواں ہوں گے
کیا خبر تھی کہ مجھ سے اتنے دور — دیدۂ و دل کے آستاں ہوں گے

کس طرح خاک و خس پہ 'پائرْ' میں
ہاتھ پر رکھ کے سر میں سوتی تھی
کون جانے کدھر گئے وہ لوگ
میں کبھی جن کے ساتھ ہوتی تھی
کون سمجھے گا سوچ کر کیا کیا
یہ غریب الدیار روتی تھی

❁

جانے کتنی چہل پہل ہوگی
آجکل تھر کے سبزہ زاروں میں
دیکھتی ہوں بہ دیدۂ حیراں
اک تلاطم سا جوئباروں میں
یاد ہے میں بھی تھی کبھی شامل
اپنے پیارے وطن کے پیاروں میں

❁

میں یہاں مر رہی ہوں گھٹ گھٹ کر
اور مارو ہیں اب نظر سے دور
ہیں کسی گونج سے بسا اوقات
میری یادوں کے کاخ و کو معمور
کوئی قاصد ہی بھیج دے یا رب!
کچھ تو ہو جائے میرا دل مسرور

وائی

سکھ اپنے دیس میں پاؤں گی
مت روک عمر میں جاؤں گی
سکھیوں کا ساتھ نہ چھوڑوں گی
'گولاڑوں' کو پھر توڑوں گی
'سنگرْ' کی ڈال گراؤں گی
مت روک عمر میں جاؤں گی
'گندیوں' کی 'کوکرْ' پھانکوں گی
بن بن میں ڈونرے جھانکوں گی
'مکھنی' 'ماندھانو' کھاؤں گی
مت روک عمر میں جاؤں گی
مارو کے ساتھ نبھاؤں گی
میں روکھی سوکھی کھا لوں گی
تہوار تمام مناؤں گی
مت روک عمر میں جاؤں گی

❁❁❁

دسویں داستان

دور آسودگی کا ہے تھر میں   موسم برشگال آیا ہے
ماروی یہ نسیم کا جھونکا   مژدۂ نوبہار لایا ہے
دیکھ بھیجا ہے ماروؤں کے نام   سومرہ نے بھی صلح کا پیغام

❁

کب ہوئی ہے ملیر میں بارش   کیا بتائے یہ دیدۂ بے تاب
یاس نے جس کو جڑ سے کاٹا ہو   کیسے ہوگا وہ نخلِ دل شاداب

❁

کس سے پوچھوں یہاں ہے کون اپنا   جانے ان بے کسوں پہ کیا گذری
کل وہاں بجلیوں کی یورش تھی   رات بھر ماروؤں پہ کیا گذری

❁

کوئی قاصد وہاں سے آیا ہے   ماروؤں کا پیام لایا ہے
ماروی کیوں ہے اس قدر مایوس   کیوں یہ خوف و ہراس چھایا ہے
تجھ کو جانا ہے لوٹ کر تھر میں   کوٹ تیرے لئے پرایا ہے

❁

ماروی! ماروؤں کی عزت کو   بھول کر بھی نہ تو گنوا دینا
حرف آئینہ تیری عصمت پر   سر سے کملی نہ یہ ہٹا دینا
اور کچھ دن ہے کوٹ میں رہنا   پیارے تھر کو نہ تو بھلا دینا

❁

سچ ہے جن کا سنگھار وہ سکھیاں   ماروی تجھ کو یاد کرتی ہیں
سونا ان کی نظر میں سیسہ ہے   جو خطا کاریوں سے ڈرتی ہیں
ان کی عفت پہ حرف کیوں آئے   دم جو شرم و حیا کا بھرتی ہیں
پیروی ان کی تجھ پہ لازم ہے   جو خلوص و وفا پہ مرتی ہیں

دل کی باتیں نہ میں چھپاؤں گی
حال اپنا اسے بتاؤں گی
آیا ہے میرے دیس کا قاصد
گر کے قدموں پہ میں مناؤں گی
لوٹ جاؤں نہ میں وہاں جب تک
چین ہرگز یہاں نہ پاؤں گی

میرے پیارے وطن کے قاصد نے
مجھ کو آتے ہی یہ دیا طعنہ
تیری کملی متاع غیرت ہے
نذر آتش اسے نہ کر جانا
بیٹھنا مت پلنگ پر ہرگز
طوق زریں کو بھی نہ اپنانا
کہہ رہی ہیں سہیلیاں تیری
روح اپنی کہیں نہ کھو آنا
ساعت نیک آنے والی ہے
ختم ہونے کو ہے یہ افسانا

میل میں چپ چپاتے بالوں سے
پڑ گئی ہیں جوئیں مرے سر میں
یاد ساڑھوئیوں کی لذت ہے
نیند کیا آئے دیدۂ تر میں
دور کر لیں سہیلیاں آ کر
وہ غلط فہمیاں جو ہیں تھر میں

داغ دل کے یونہی چھپائے جا
چوٹ کھائے جا دکھ اٹھائے جا
ماروی پاک دامنی اپنی
جیسے بھی ہو سکے بچائے جا
لوٹ کر پھر وطن میں جانا ہے
آبروے وطن بڑھائے جا

کوٹ میں کیسے جی لگے میرا
لاج تھر کی مجھے بلاتی ہے
قید میں یاد پیارے مارو کی
کس طرح مجھ پہ ظلم ڈھاتی ہے
شام ہوتے ہی آشیاں کی طرف
جس طرح کونج اڑ کے جاتی ہے
موجۂ قعر آب میں جیسے
سیپ بادل سے لو لگاتی ہے
گھر ہی جس کا ہو گہرے ساگر میں
کب ندی میں وہ چین پاتی ہے

میٹھی بوندوں کی آس میں جی کر کھارے پانی کے دکھ اٹھاتی ہے
پیار سے اپنے من کے موتی کو دوسروں سے سدا چھپاتی ہے
اس کو پیاری ہے آبرو اپنی پریت کی ریت یہ سکھاتی ہے
بادلوں کا اسے سہارا ہے مجھ کو اپنا ملیر پیارا ہے

❀

باوفا ماروؤں کے گھر یا رب! پیارے تھر میں رہیں یوں ہی آباد
ہر گھڑی بیکسی کے عالم میں آ رہے ہیں ملیر والے یاد
پہلی ہی رات کاخ والیواں سے کانپ اٹھا مرا دل ناشاد

❀

دن وطن سے الگ جو گذرے ہیں ان پہ تہمت دھریں گے تھر والے
جیسی آئی تھی ویسی جاؤں گی ورنہ نفرت کریں گے تھر والے

وائی

اس کوٹ میں جی گھبرائے
مارو مرا من برمائے
جو پی تھی ساتھ سجن کے
وہ تھر کی لسی یاد آئے
مارو مرا من برمائے
جانے کب یہ میری آشا
کملی والوں کو پائے
مارو مرا من برمائے
پل بھر کو بھی میرے سر سے
کملی یہ اتر نہ جائے
مارو مرا من برمائے

گیارہویں داستان

ہو گیا ظالموں کا سر نیچا　　پھر مرے دل نے حوصلہ پایا
قید غم سے مجھے چھڑانے کو　　پیارا مارو ملیر سے آیا

۞

ہے جہاں مشک بیز خاکِ وطن　　کس قدر وہ مقام پیارا ہے
دل ہے اس سر زمیں کا گرویدہ　　اور سر میں بھی اس کا سودا ہے
خوش رہے ماروؤں کا وہ قاصد　　جو وہاں سے پیام لایا ہے

۞

جانے کس گھاٹ پر بسے ہوں گے　　ہو رہی ہوگی آجکل برسات
پھول جھڑتے ہیں مے چھلکتی ہے　　جب بھی ہوتی ہے ماروؤں کی بات
جی رہی ہوں کسی سہارے پر　　گرچہ ناسازگار ہیں حالات

۞

سوچتی ہوں ملیر میں شاید　　ہو رہی ہوگی آج کل برسات
ہر طرف آجکل وہاں ہو گی　　سبزیوں اور اناج کی بہتات
لیکن افسوس میری قسمت میں　　ہیں یہی صرف چند احساسات
پیارے مارو کی راہ تکتی ہوں　　بھیگی آنکھوں میں یوں ہی دن رات
مجھ کو بھولے ہوئے ہیں کیوں وہ لوگ　　میرے آتے ہی ہوگئی کیا بات
کاش پھر ماروؤں میں لے جائے　　کھینچ کر مجھ کو گردش حالات

۞

جب بھی چاہا بفیض ربانی　　سارے تھر میں برس گیا پانی
خوے تسلیم ان کا جوہر ہے　　جانتے ہیں رضاے رحمانی
میرے پیارے ملیر والوں کو　　ہوگی حاصل ہر ایک آسانی

۞

کاخ و کو پر برس رہا ہے ابر　　کلبلاتا ہے میرا جسمِ اسیر
ہو گئی ڈھل کے میرے اشکوں سے　　صاف و شفاف پیر کی زنجیر
پھر بھی آیا نہ آج تک مارو　　پھوٹی آکر کہاں مری تقدیر
دن جو اپنے وطن میں گذرے تھے　　ہو گئے ایک خواب کی تعبیر

میں نے بھیجا ہے ماروؤں کے نام　　اے عمر آج پھر کوئی پیغام
جانے بھولا ہوا ہے کیوں مجھ کو　　وہ بیاباں نورد مارو جام
کاش زنجیر ٹوٹ ہی جائے　　کاش نکلے یہ جذب دل سے کام

وائی

ماروجام کی پریت　　میرے من کی جیت
میں بن کے دلہن جب آئی تھی
دان میں لوئی پائی تھی
تھر کی سندرتا لائی تھی
جیون کا سنگیت
مارو جام کی پریت　　میرے من کی جیت
میں ہوں پیارے ملیر کی رسیا
محل سے اچھی اپنی کٹیا
رکھے میری لاج کملیا
ہے یہی دیس کی ریت
ماروجام کی پریت　　میرے من کی جیت
سکھیوں کے جھرمٹ میں جاؤں
'کھاٹوبا' اور 'سنگر' کھاؤں
اپنے پیارے کو پھر پاؤں
گاؤں 'لطیف' کے گیت
ماروجام کی پریت　　میرے من کی جیت

متفرق ابیات

گر عمر کی یہی رہی بیداد
کس طرح رہ سکے گا تھر آباد
ان غریبوں کی کون سنتا ہے
پیارے مارو کہاں کریں فریاد
جس کو سمجھے تھے راہبر اپنا
وہ ہے اک رہزنِ ستم ایجاد

❁

بد نصیبی ملیر سے مجھ کو
ہائے اس کوٹ میں پکڑ لائی
چیرہ دستیٔ مجھے 'ہمیروں' کی
ایک زنجیر میں جکڑ لائی
سوچتی تھی وطن نہ چھوٹے گا
دیدۂ و دل حکایتیں کیا کیا

❁

شب کو عصمت مری رہے محفوظ
صبح ہوتے ہی کوئی آجائے
دن جو پیارے کے ساتھ گذرے تھے
یاد رہ رہ کے ان کی تڑپائے
چھوٹ گیا مجھ سے جب چمن میرا
جی نہ کیوں اس قفس سے گھبرائے
اے عمر تیری چیرہ دستی ہائے
کیسے میرے سہاگ کو بھائے
کاش وہ میرا پیارا مارو جام
کل مجھے پھر ملیر میں پائے

❁

اے عمر مجھ کو پیاری سکھیوں نے
کتنے طعنے وہاں دیے ہوں گے
ہوں گی کیا کیا شکایتیں اُن کو
گلے شکوے بہت کیے ہوں گے
اس محل اور محل کی چیزوں کے
نام تحقیر سے لیے ہوں گے

❁

اس کی دوشیزگی پہ حرف آیا
اس کی عفت کا پھول مرجھایا
یاد آیا ملیر جب اس کو
اس کی آنکھوں نے خون برسایا
کاش ان کو گلے لگائے وہ
پھر اسی انجمن میں جائے وہ

پیارا مارو جہاں کہیں ہو گا   چین دل کو مرے وہیں ہوگا
چنتی ہوں گی سہیلیاں ٹنڈے   وہ سماں کس قدر حسیں ہوگا
جانے کب میری آہ سے یا رب!   کوٹ خاکسترِ زمیں ہوگا

جوئے آب حیات ہے تھر میں   وہی پانی بجھانے پیاس آئے
اس کے قدموں پہ میری آنکھیں ہوں   جب وہ پیارا وفا شناس آئے
زندگانی ملیر میں گذرے   موت بھی ماروؤں کے پاس آئے
پھر ان ہی کملیوں میں سوجاؤں   تھر کی رعنائیوں میں کھو جاؤں

مژدہ لایا ہے طالع بیدار   آنے ہی والے ہیں وہ میرے پنوار
وہ میرے پاکباز آتے ہیں   جن کی ہیبت سے کانپتے ہیں حصار
صبحدم پھرتے ہیں چٹانوں پر   کھو کے میرے لئے وہ صبر و قرار

کس کی شادی میں مجھ کو جانا ہے   جو میں کملی کو اپنی دھلواؤں
کیسے پہنوں یہ ریشمی ملبوس   پاس مارو کو جب نہ میں پاؤں
میری آنکھیں ملیر والوں کا   رات دن انتظار کرتی ہیں
اے عمر تجھ سے ان کو کیا نسبت   وہ تو مارو سے پیار کرتی ہیں

کیسے مارو کو میں برا سمجھوں   جو ہمیشہ سے دل میں بستا ہے
اور میری نظر میں کوئی نہیں   بس وہی خرقہ پوش اچھا ہے

میں نہیں چاہتی کسی عنوان   حرف میرے وقار پر آئے
منہ نہ دھوؤں گی میں یہاں ہرگز   میل چہرے پہ لاکھ جم جائے

کھال کو کھینچ کر نمک بھر دے   پھر بھی عہد وفا نہ توڑوں گی
سانس جب تک ہے میرے سینے میں   پیارے مارو سے منہ نہ موڑوں گی

ہوک اٹھتی ہے اشک بہتے ہیں   جب بھی مارو کی یاد آتی ہے
پیارے دوھیال کے تصور میں   ایک بجلی سی کوند جاتی ہے
اے عمر تیری خود سری لیکن   بیکسی کا مذاق اڑاتی ہے

کوششیں ہیں مجھے مٹانے کی   آہ! نیرنگیاں زمانے کی
چند تنکے ہیں برق کی زد پر   خیر ہو میرے آشیانے کی
گریۂ جاوداں ہوئی تعزیر   صرف اک بار مسکرانے کی
یہ سزا تھی مرے مقدر میں   پیارے مارو سے دل لگانے کی
اے عمر جان سے بھی پیاری ہے   خاک اپنے غریب خانے کی
کاش میں پھر وہیں پہنچ جاؤں   یا وہ زحمت کریں خود آنے کی
دے رہی ہیں یہ بجلیاں مجھ کو   پھر تمنا نظر ملانے کی
ہائے یہ ابر و باد و برق و رعد   یاد آتی ہے آشیانے کی

جھونپڑوں اور کملیوں کا دیس   کس طرح میرا جی لبھاتا ہے
پیار ان بھولی بھالی سکھیوں کا   میری آنکھوں میں جگمگاتا ہے
تھر کے میووں کا ذائقہ اکثر   اپنی جانب مجھے بلاتا ہے
پیارے مارو کا وعدۂ فردا   مجھے رہ رہ کے یاد آتا ہے

یاد آتے ہیں تھر کے وہ دن رات   جھونپڑوں میں وصال کے لمحات
نامہ بر میرے پیارے مارو سے   کہنا رو رو کے میری ہر اک بات

بھوکی پیاسی ہوں میں کئی دن سے　　بھیج دے دیس کی کوئی سوغات
ہائے یہ قید و بند تنہائی　　حیف یہ دلفگار احساسات
برق کی طرح دیدۂ و دل میں　　تلملاتی ہے یورش جذبات
میرے پہنوار اب تو آ بھی جا　　دشمنِ جاں ہے گردش حالات

❁

پیارا مارو نہ تھر کے سبزہ زار　　کوئی ساتھی نہ اب کوئی غمخوار
ہتھکڑی اور بیڑیاں توبہ　　نت نیا سوگ نت نیا آزار
کھاتی ہوں گی سہیلیاں سنگر　　اور 'کرڑوں' میں ہوں گے برگ و بار
جاکے اے قاصد وطن ان کو　　دینا میرا پیام پر ایثار
میرے سرتاج سے بصد آداب　　کہنا اے خوش ادا و خوش اطوار
پھر انہیں پرسکوں فضاؤں میں　　کب بلائے گا مجھ کو تیرا پیار

❁

قید میں گر وہ ماروی ہوتی　　جا کر اس کو ابھی چھڑا لیتا
آڑے آتا عمر تو میں اس کو　　جسم و جاں دے کے بھی منالیتا
کھول کر اس کے پیر کی زنجیر　　پیار سے گود میں اٹھا لیتا
اے 'لطیف' اس ملیر والوں کو　　کوٹ کے ظلم سے بچا لیتا

❁

تن پہ کپڑا نہیں تو کیا غم ہے　　مقصد جسم و جاں سمجھتے ہیں
ہم بیاباں نورد 'ڈھٹ' والے　　تھر کو جنت نشاں سمجھتے ہیں

❁

پاس جب تک تھے پیارے مارو جام　　آتے رہتے تھے نامہ و پیغام
کیسے بھولوں میں ان کے احسانات　　یاد ہے وہ ملیر کا آرام
وائے محرومی ان سے مجبوراً　　چھٹ گیا تھر بہ پاسِ ننگ و نام
کن مقاموں سے اب گذرتے ہیں　　ان کے خانہ بدوش صبح و شام

۞

جیسے جڑ میں 'گنڈھیر' کی گانٹھیں ویسے ہی دل میں ان کی چاہت ہے
میرا جینا بغیر مارو کے ہائے کتنی بڑی اذیت ہے
اے عمر تیری سعیٔ نامشکور رخنہ انداز عیش و عشرت ہے
تجھ کو ان ماروؤں سے کیا نسبت ذات جن کی سراپا رحمت ہے

۞

دیدۂ و دل میں گشت کرتے ہیں وہ بیاباں وہ گھر وہ سبزہ زار
یاد ہیں تھر کے وہ خس و خاشاک اور وہ پیارے ماروؤں کا پیار
کاش میں پھر وہیں پہنچ جاؤں آج بھی ہیں جہاں مرے غمخوار

۞

مجھ پہ مارو کے ہیں وہ احسانات جن کا ہرگز بدل نہیں کوئی
سر سے اس کو نہ میں اتاروں گی آبروے وطن ہے یہ لوئی

۞

چھٹ گئی ماروؤں سے مجبوراً ورنہ بگڑے تھے کب مرے حالات
ان کا بدلہ چکاؤں اب کیسے مجھ پہ سکھیوں کے ہیں جو احسانات

۞

چھٹ گئی قید و بند سے لیکن دل میں زنجیر عشق ہوں ڈالے
چابیاں ماروؤں کے بس میں ہیں کھول سکتا ہے کون یہ تالے
کس سے شکوہ کروں جدائی کا جانے ہوں گے کہاں وہ تھر والے
جب سے میں اس محل میں آئی ہوں پڑ گئے دل میں کتنے ہی چھالے

۞

دفعتاً پھر گیا نگاہوں میں عکس رنگیں ہر ایک منظر کا
خوبرو بہنیں اور وہ سکھیاں وہ سہانا سماں مرے گھر کا

اے عمر کھل گئی کلی دل کی   بڑھ گیا جوش قلب مضطر کا
آپ ہی آپ کٹ گئی زنجیر   ذکر کس نے کیا مرے تھر کا

عالم الغیب کاتب تقدیر   میری عصمت پہ سایہ افگن تھا
اے عمر کچھ خبر بھی ہے تجھ کو   تو ازل ہی سے پاکدامن تھا

پیارے مارو چلے گئے تھر سے   لے گئے ساتھ اپنے احساسات
سوچتی ہوں کہ جب وہی نہ رہے   کیا رہے زندگی کے امکانات

گھٹ رہی ہوں میں تیرے محلوں میں   اور تو محو عیش و عشرت ہے
چیرہ دستی سے باز آ ظالم   تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی طاقت ہے
مجھ کو جان عزیز سے پیارا   ماروؤں کا غم محبت ہے

ختم کر اشک و آہ کو پیاری   بس یہ بدبختیاں ہیں ٹلنے کو
یہ سلاسل یہ طوق ہیں اب تو   اپنی ہی آگ میں پگھلنے کو
اور کچھ دن یونہی نہ ہمت ہار   تو ہے اس قید سے نکلنے کو
پھر اٹھا لے ذرا دعا کو ہاتھ   شب ہے نور سحر میں ڈھلنے کو
پھر ترے تھر میں آئے گی برسات   بھیگی بھیگی ہوا ہے چلنے کو
پھر انہیں ماروؤں میں تو ہوگی   تیرے حالات ہیں سنبھلنے کو
ساعت نیک آنے والی ہے   سوز ہے ساز میں بدلنے کو

اپنی سج دھج کبھی نہ بھولوں گی   دیس کی آن بان ہے لوئی
مرتے دم تک بھی میں نہ بھولوں گی   پیارے مارو تری رضا جوئی

میں سراپا غم محبت ہوں ورغلائے گا کیا مجھے کوئی
پھر مجھے ماروؤں کی یاد آئی دل کے زخموں نے تازگی پائی
وصل کی آرزو نہ جانے کیوں رنگ سوز فراق کا لائی
اب نہ وہ تھر ہے اور نہ وہ مارو بیٹھکیں ہیں نہ ان کی زیبائی
دل میں اب درد کا بسیرا ہے میں ہوں اور یہ نحیف تنہائی

وائی

میرے من میں اس کا گھر ہے اس کے من میں میرا ڈیرا
میں مارو کی، مارو میرا

طعنہ دیگا پریتم پیارا
منہ اپنا میں کیسے دھولوں
تھر میں جب تک لوٹ نہ جاؤں
یاد کروں اور چھپ کے رولوں
سومرا جیسی ہوں رہنے دے
کیا مانوں میں کہنا تیرا میں مارو کی، مارو میرا

❁❁❁

سُر سوھني

سر سوہنی

پہلی داستان

پر ہول و خطرناک سہی ورطۂ دریا   لیکن دل عشاق کو اس کی نہیں پروا
کرلیتے ہیں یہ غوطہ بحر محبت   خلوت ہی میں طوفان و تلاطم کا نظارہ
کاش انکو میں پھر دیکھ سکوں برلب ساحل   وابستہ ہے جن سے مری تقدیر خدایا

دیکھے تو کوئی جوش تمنائے محبت   پابندئ ساحل نہیں موجوں کو گوارا
ان کے لئے پہنائی دریا ہے بس اک گام   منظور ہے جن کو رخ جاناں کا نظارا

دیکھا ہے جو کچھ میں نے اگر دیکھتی تم بھی   سکھیو! تمہیں بھولے سے بھی پھر چین نہ آتا
سوتیں نہ کبھی رات کو تم اپنے گھروں میں   ساہڑ کبھی صورت جو تمہیں اپنی دکھاتا
پھر تم کو لبھاتی نہ کسی اور کی صورت   میری ہی طرح تم کو بھی طوفان نہ ڈراتا
تم اپنے گھڑے لے کے بڑے شوق سے جاتیں   جس وقت بھنور اپنی طرف تم کو بلاتا

دل درد سے لبریز گھڑے سر پہ سجائے   وہ سوہنی کی سکھیاں چلیں سوہنی بن کے
بے چین جسے دیکھ کے ہو جاتی ہے منجدھار   سب پریم پجاری ہیں اسی ایک سجن کے

اب گھاٹ پہ سکھیوں میں ہے ساہڑ ہی کا چرچا   کیا جانیں کہ اس طرح تو ساہڑ نہیں ملتا
اس کیلئے جو کودے نڈر ہو کے بھنور میں   دیتا ہے سدا ساتھ وہ ساہڑ بھی اسی کا

جا پہنچے تھے سب اپنے بسیروں میں پرندے   لیکن تھا عجب حال میں اس کا دلِ ناکام
کس جوش تمنا سے وہ دوشیزۂ محزوں   داخل ہوئی دریا میں گھڑا لے کے سرِ شام

❁

داخل ہوئی دریا میں گھڑا لے کے سرِ شام   بڑھتی ہی رہی یورش گرداب پہ ہر گام
'سر در قدم یار فدا شد چہ بجا شد'   اے سوہنی! ہونا تھا یہی عشق کا انجام
پہنچیں تری رحمت سے وہ اس پار خدایا   ہے آمد شب جن کے لئے وصل کا پیغام

❁

داخل ہوئی دریا میں گھڑا لے کے سرِ شام   گھبرائی نہ ہر گز کسی گرداب بلا سے
رو کے گا انہیں کون رہ عشق میں 'سید'   کیا ڈر انہیں غیروں کا جو ڈرتے ہیں خدا سے
راتوں کو جنہیں ملتی ہے دیدار کی دولت   وہ پار اتر جائیں گے فیضان دعا سے

❁

پھر سوہنی دریا میں گھڑا لے کے چلی ہے   ملنے کے لئے مہینوال سے اس پار
کہتی ہے کہ اس دھن میں ہو کچھ بھی مرا انجام   بڑھتی ہی رہوں گی میں اسی دھن میں لگاتار
ہر چند کہ درپیش ہے منجدھار ہی منجدھار   منجدھار، نہنگوں سے بھی مانوں گی نہ میں ہار

❁

جب سوہنی دریا میں گھڑا لے کے چلی تھی   آیا تھا اچانک یہ برا وقت بھی اس پر
دلدل کی کثافت میں اٹے بکھرے ہوئے بال   لتھڑے ہوئے کیچڑ میں چمکتے ہوئے زیور
گھڑیال وہ خونخوار، خطرناک وہ منجدھار   جاتی تو کہاں جاتی ان آفات سے بچ کر

❁

سکھی! قربان جاؤں اس گھڑے پر   نہ ٹوٹے یہ مری آنکھوں کا تارا
ملا ہے اس طرف مجھ کو مہینوال   دیا ہے جب مجھے اس نے سہارا

❁

کبھی ہمت نہ ہاروں گی مہینوال   چلی آؤں گی جب تو نے پکارا

گھڑے کے ٹوٹنے کا غم نہیں ہے — مجھے درکار ہے تیرا سہارا
اسے روکا نہ گردابِ بلا نے — تری رحمت نے جس کو پار اتارا

❁

گھڑا ٹوٹا تو یہ آواز آئی — نہیں دونوں میں اب کوئی جدائی
شکست جسم خاکی سے ہے پیدا — ربابِ روح کی نغمہ سرائی
وصال یار کی راحت پہ قرباں — طریقِ زہد و رسمِ پارسائی

❁

سہارے روح کے اب تیرتی جا — گھڑا ٹوٹا تو ٹوٹا دل نہ ٹوٹے
تجھے دکھلا گیا ہے جو مہینوال — وہ سیدھا راستہ ہرگز نہ چھوٹے

❁

طالبِ وصل یار بڑھ آگے — دیکھ محروم شوقِ دید نہ ہو
کیوں گھڑا ٹوٹنے سے ہے مایوس — اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو

❁

اب گھڑا ہے نہ سوہنی باقی — اف! مہینوال کی شناسائی
ہو گئے اس کے سب جتن بیکار — اپنی سج دھج اسے نہ راس آئی
ہر سہارے نے ساتھ چھوڑ دیا — ختم ہونے لگی توانائی
جان سے اپنی ہاتھ دھو بیٹھی — کھینچ کر موت اسے کہاں لائی
جاوداں عرصۂ محبت میں — رہ گئی صرف اس کی یکتائی

❁

دے رہی ہے یہ دل نشیں پیغام — تجھ کو آبِ رواں کی گہرائی
توڑ دے اپنے ہر سہارے کو — کام آتی نہیں یہ خود رائی
سوہنی، جادۂ محبت میں — شرط ہے روح کی توانائی

❁

کیوں گھڑا ٹوٹنے سے ہے مایوس اٹھ گیا ایک پردۂ حائل
موج آبِ رواں پہ بہتی ہے کیسا گرداب اور کیا ساحل
بیخودی شرط ہے محبت میں خود فریبی ہے سعئی لا حاصل
جادہ پیمائے معرفت کے لئے عشق ہوتا ہے رہبر کامل

❁

اس جہانِ وسیع و تنہا میں اک محبت کا آسرا کیا ہے
ہم تو پروردۂ تلاطم ہیں ساحل آسودگی بلا کیا ہے
سازو سامان زیست بے معنیٰ ہر تگ و دو کی انتہا کیا ہے
زلفِ پرخم سے موج پیچاں تک یہ تمنا کا سلسلہ کیا ہے
سوہنی، جذبۂ محبت کو موج و طوفان سے واسطہ کیا ہے

❁

بس مہینوال ہے انہیں کا میت جن کے من میں بسی ہے اس کی پریت
کھیل ہے جن کے سامنے منجدھار ہار میں بھی ہے ان کے من کی جیت
کیوں کسی اور کا سہارا لیں جن کو معلوم ہے ملن کی ریت

❁

بحر ہستی کا ناخدا بھی عشق موجۂ ورطۂ فنا بھی عشق
عشق راز، بلندئ انساں عشق ساز خودی، خدا بھی عشق

❁

نہ کوئی سوہنی نہ جاناں ہے نہ کوئی آب جُو نہ طوفاں ہے
ایک سربستہ رازِ عرفاں ہے ایک گم گشتہ سرِّ انساں ہے

وائی

نہ سمجھوں اونچی نیچی بات جگت کی کوئی ریت نہ بھائے
پیا بن میرا جی گھبرائے

رہوں میں دنیا میں چپ چاپ میں اپنے من کی ہوک چھپائے
پیا بن میرا جی گھبرائے
بنوں میں ان چرنوں کی دھول مری من مورکھتا مٹ جائے
پیا بن میرا جی گھبرائے
بہتے پانی سا سنسار کئی ببولوں کو چمکائے
پیا بن میرا جی گھبرائے
اسی مانجھی کو میں اپناؤں جو میری نیا پار لگائے
پیا بن میرا جی گھبرائے
برھا ہے میرا چت چور سکھی ری مجھ کو چین نہ آئے
پیا بن میرا جی گھبرائے
جس کو من کا میت بنایا وہی اب میرا روگ مٹائے
پیا بن میرا جی گھبرائے

❁❁❁

دوسری داستان

قعرِ دریا و شورشِ امواج اور ہر سمت خشمگیں گرداب
دیکھئے سوہنی کی ہمت کو ایک دل اور کتنے پیچ و تاب
اے خوشا لطفِ کارساز 'لطیف' موجِ طوفان بھی ہوگئی پایاب

❁

الاماں، الحفیظ، ہائے غضب! یورشِ موجۂ تلاطم خیز!
سوہنی بے نیاز بیم و رجا ہوگئی موت سے ستیز انگیز
کاش تیرے کرم سے وہ پہنچے تا لبِ ساحلِ سکوں آمیز

❁

اس خطرناک قعرِ دریا میں کوئی کچا گھڑا نہ کام آیا
ہو گئے جب مرے جتن بیکار یاد اس ناخدا کا نام آیا

کیسی تاب و تواں کہاں کا ہوش اہلِ ہمت بھی ہو گئے خاموش
قعرِ دریا نہنگ در آغوش موجۂ آب صد بلا بردوش
ان سے بچ کر کوئی کہاں جائے مجھے اس پار کون پہنچائے

قعرِ گرداب و شورشِ امواج دہشت انگیز جوشِ طغیانی
کیسے مشکیزے اور کیا تیراک کچھ نہیں جز شکستہ سامانی
کاش تیرے کرم سے مل جائے اپنا ساحل مجھے بآسانی

روح فرسا ہے دہشتِ امواج جوئے طوفاں بدوش بہتی ہے
گہرے پانی میں مضطرب ہو کر نازنیں سوہنی یہ کہتی ہے
وہ مہینوال مجھ کو مل جائے جستجو جس کی مجھ کو رہتی ہے

یونہی منجدھار میں بہے کب تک دور محبوب سے رہے کب تک
اے مہینوال دکھ جدائی کے رات دن سوہنی سہے کب تک

دہشت انگیز ہے بہت گرداب تیز موجِ بلا کی شورش ہے
عین منجدھار میں پھنسی ہوں میں میری قسمت کی آزمائش ہے
آسرا ہے ترا مرے مالک ورنہ کیا چیز میری کوشش ہے

اس طرف پانی، اس طرف پانی موج و طوفاں کی فتنہ سامانی

اسے مہینوال دیکھتا ہے تو   قہر گرداب، جور طغیانی
قعر جوے رواں میں آ بھی جا   اس کڑے امتحاں میں آ بھی جا

کلبلاتی ہوئی نفیریں ہیں   میری وامانده روح کی غماز
جان لیوا ہے زور موجوں کا   میری امداد! اے مرے ہمراز
کہیں ایسا نہ ہو کہ رہ جائے   شور طوفاں میں ڈوب کر آواز

دہشت انگیز شورش طوفاں   دشمن جاں مصیبتیں، آزار
تاک میں موجہاے طوفاں خیز   ناخداؤں کی کوششیں بیکار
جانے کتنی ہی کشتیاں ڈوبیں   کتنے گرداب میں پھنسے ہشیار
کون سمجھے یہ قہر نادیدہ   کس کو معلوم کیا ہے یہ منجدھار
اے مہینوال اب تو پہنچادے   اپنی رحمت سے تو مجھے اس پار

یہ تلاطم یہ ورطۂ دریا   کونسی دھن میں ہیں خدا جانے
جز شناساے قلزم ہستی   کوئی ان کے رموز کیا جانے

وائی

دیا کر میرے کھیون ہار   رہوں میں کب تک آس لگائے
مجھ کو تیری یاد ستائے
من کو مرے موہے منجدھار   لہر لہر مجھ کو للچائے
مجھ کو تیری یاد ستائے
میں چھوڑوں جگ جیون کا ساتھ   آجا! تجھ بن چین نہ آئے
مجھ کو تیری یاد ستائے

تیسری داستان

کون ہوتا ہے خوگرِ گرداب جز شناسائے قلزم ہستی
فکرِ طوفاں نہ رغبت ساحل عشق ہے ناخدائے سرمستی

❁

سوہنی کو نہیں غمِ ساحل عشق محبوب کار فرما ہے
یہ بھنور اور یہ شب تاریک جز طلسمات ظاہری کیا ہے
جرأت شوق ہے نگاہوں میں قعر دریا حباب آسا ہے

❁

سوہنی اور منت ساحل عشق کو یہ کہاں گوارا ہے
'ڈم' کی طاقت ہے، جسم تک محدود اور مہینوال کا سہارا ہے
پیارے ساہڑ کی ناخدائی سے موجِ طوفان ہی خود کنارا ہے

❁

فکرِ ساحل ہے شیوۂ باطل سوہنی محو حق پرستی ہے
وہ مہینوال کی محبت میں بے نیاز۔ قیود ہستی ہے
کیسا گرداب اور کیا دریا؟ دل کی مستی عجیب مستی ہے

❁

نور آنکھوں میں آرزو دل میں ہر طرف موجزن محبت ہے
ساحل زشت و خوب کیا معنیٰ سوہنی طالب حقیقت ہے
کیا بگاڑیں گے اس کا یہ گرداب جس پہ اس ناخدا کی رحمت ہے

❁

ناخدا تھا نہ کوئی کشتی تھی پھر بھی حائل نہ ہوسکا گرداب
اے خوشا سوہنی کا جذبۂ شوق موجِ طوفاں بھی ہو گئی پایاب

❁

سوہنی نے ہمیشہ سمجھا ہے
اک مہینوال کو گلے کا ہار
اس جہانِ بسیط میں اس کو
جز غم عشق کچھ نہیں درکار

❁

تیری زیبائش لب و رخسار
تیری حرص و ہوا، ترا پندار
رغبتِ سایۂ در و دیوار
رسم مہر و وفا نہیں زنہار

❁

یہ الف اور میم کی قربت
سوہنی خوب ہے تری قسمت
اک مہینوال کو پسند آئی
تیری کیا بات اے وفا طینت

❁

سوہنی نے پکڑ لیا دامن
رہ روِ جادۂ محبت کا
معرفت کے کھلے انہیں پر راز
جن کو ادراک ہے حقیقت کا

❁

ہیں بہر حال صابر و شاکر
دل گرفتہ بہ تنہائی
مسلک عاشقانِ عزلت گیر
رازداری و خلوت آرائی
تیرتی ہے بغیر مشکیزہ
اے خوشا روح کی توانائی

❁

کیا ڈراتی اسے شب تاریک
مطمئن تھی وہ موج طوفاں سے
بے کسی، بے بسی میں بھی نہ پھری
سوہنی اپنے عہد و پیماں سے
بندشیں ڈم کی ہوگئیں بے سود
مرحبا وصلِ شاہد و مشہود

❁

جن کو اس پار کی تمنا ہے
خوف گرداب کا انہیں کیا ہے
وہ مہینوال کو بھلا نہ سکا
جس نے اک بار اس کو دیکھا ہے
جان جاناں ہے وہ تپیدۂ عشق
قعر دریا میں آرمیدۂ عشق

❁

ڈم نے ہر چند پیش بندی کی — سوہنی پھر بھی کامیاب ہوئی
جب مہینوال کے بغیر اسے — زندگی باعث عذاب ہوئی
ختم سب ہوگئے نشیب و فراز — اور لگی دل کی بے نقاب ہوئی

❁

تندیٔ باد و شدت سرما — دور محبوب، درمیاں گرداب
حرف آئے نہ عہد و پیاں پر — المدد، المدد، دلِ بیتاب

❁

ہائے وہ تیز سردیوں کی رات — بیچ منجدھار اور وہ برسات
کیا ہوا سوہنی کا پھر انجام — آؤ معلوم تو کریں یہ بات

❁

اے خوشا سوہنی کی تیراکی — زیرِ گرداب جس کا ساحل ہے
جوش طوفان و شدت سرما — پار اترنا بڑا ہی مشکل ہے
کون روکے گا کودنے سے انہیں — قعر دریا ہی جن کی منزل ہے

❁

آ بتاؤں میں تجھ کو اے بجرے — اپنی بے چین زندگی کا حال
سکھ ہے تن من کا گہرے پانی میں — اور کنارہ مرے لئے ہے وبال
سردیوں میں بھی لطف ساون کا — یوں گذرتے ہیں میرے ماہ و سال
وہ مہینوال جلوہ گر ہے جہاں — آرہا ہے مجھے وہاں کا خیال

❁

کوئی جا کر کہے یہ دریا سے — جوش طوفاں کا اعتبار نہیں
رت ہے ساون کی چند دن کے لئے — ابر باراں سدا بہار نہیں

❁

اب جہان تو ہے ریگ زار بنے — خشک دیکھوں میں تیرے دھاروں کو

کوئی آفت ملا کے ایک کرے دور افتادہ ان کناروں کو
تو نے اے جوے آب، غرق کیا جانے کتنے امیدواروں کو

❁

شوروشر یہ کہاں تک اے دریا ڈونگیوں کو نہ کر تہِ گرداب
اپنے دل سے بھلا سکوں گی کیا میں مہینوال کی وہ آب و تاب
خوف کیا تجھ کو موج طوفاں کا پاس ہے اپنے عہد و پیماں کا

❁

تیری خدمت میں جاوداں دریا اور میں ایک عاشق ناکام
لاکہیں سے مرے لئے بجرے! اس مہینوال کا کوئی پیغام

❁

سوہنی تیری روح پر ایثار بادۂ جذب و عشق سے سرشار
ہو مہینوال جس کے دل میں مکیں کچھ نہیں اس کے سامنے منجدھار

وائی

او پیارے مہینوال بچالے گہری ہے منجدھار
تجھ بن ڈومٔ کے ساتھ رہوں میں؟
کب تک یہ دکھ درد سہوں میں؟
کیسی ہوں کیا بات کہوں میں؟
کوئی نہیں اس گھاٹ پہ ساجن میرا کھیون ہار
او پیارے مہینوال بچالے گہری ہے منجدھار
کچا گھڑا ہے رین اندھیری
کون سنے گا بپتا میری
ہائے بھنبھور کی ہیرا پھیری

آ بھی جا بجرے کو لے کر پہنچا دے اس پار
او پیارے مہینوال بچا لے گھری ہے منجدھار

چنچل ندیا گہرا پانی
اور یہ لہروں کی من مانی
ہائے میری بھرپور جوانی

تاک میں چاروں اور کھڑے ہیں کتنے ہی خونخوار
او پیارے مہینوال بچا لے گھری ہے منجدھار

❁❁❁

چوتھی داستان

اکثر اوقات کر گئی مجھ کو
نے کی آواز لرزہ براندام
جذبۂ عشق! بے قرار نہ ہو
راز محبوب ہو نہ طشت ازبام
خلوت دل میں آئے در پردہ
دور افتادہ دوست کا پیغام

❁

نالۂ نے، خموشی صحرا
چشم خوابیدہ ہو گئی بیدار
دل میں ہیجان سا ہوا برپا
چین آیا نہ پھر مجھے زنہار

❁

پے بہ پے سن رہی ہوں نالۂ نے
کیا مہینوال ہے کہیں دلگیر
جیسے میں ہوں اسیر جذبۂ شوق
اور عالم ہے حلقہ زنجیر

❁

یہ شب تار، یہ سیہ گرداب
مطمئن ہے مگر دلِ معتوب
راہبر بن گیا ہے نالۂ نے
قعر دریا ہے جادۂ محبوب

❁

نالۂ نے سکوت نیم شبی ‌ ‌ سوہنی خواب سے ہوئی بیدار
وہ مہینوال اور وہ اس کی یاد ‌ ‌ چشم وارفتہ طالب دیدار

دلِ غمگیں میں نالۂ نے سے ‌ ‌ ایک تازہ شگفتگی آئی
خلوت آرا ہوئی کسی کی یاد ‌ ‌ جگمگانے لگی ہے تنہائی
پھر کسی کا خیال درپے ہے ‌ ‌ یہ فراق و وصال کیا شے ہے

اس مہینوال سے ملوں گی میں ‌ ‌ تابکے غفلت و گراں خوابی
دشت میں گونج اٹھی صدائے جرس ‌ ‌ المدد! اے جنونِ بیتابی

آئی اس پار سے صدائے جرس ‌ ‌ چشم خوابیداہ ہوگئی بیدار
مندمل زخم ہو گئے تازہ ‌ ‌ یاد پھر آگیا مجھے غمخوار
پھر مہینوال کی طرف لے جائے ‌ ‌ کیا عجب مجھ کو حسرت دیدار

پیارے 'ساہڑ' کی پیروی کرکے ‌ ‌ اک نیا گل کھلا گئیں بھینسیں
ان کی آواز میں تھا کیا جانے؟ ‌ ‌ محو حیرت بنا گئیں بھینسیں

آرہی ہے کہاں سے یہ آواز؟ ‌ ‌ اس مہینوال کی نہ ہو یہ نفیر!
اے تمنائے مسکنِ محبوب ‌ ‌ توڑ دے موجِ آب کی زنجیر

پھر مہینوال اس کو یاد آیا ‌ ‌ سوہنی کی پھر آنکھ بھر آئی
جاکے بھینسوں کے پاس کہنے لگی ‌ ‌ دیکھتی ہوں تمہاری برنائی
جانتی ہوں یہ میں کہ تم کو بھی ‌ ‌ ہے مہینوال سے شناسائی

آؤ تم کو گلے لگاؤں میں   کم ہو کچھ رنج آبلہ پائی
ساتھ 'ڈم' کے نہ رہ سکوں گی میں   چاہے کتنی ہو میری رسوائی

جس جگہ سے چلیں تری بھینسیں   پھر وہیں لوٹ لوٹ کر آئیں
اے مہینوال تیری بھینسیں بھی   دور رہ کر بہت ہی پچھتائیں

اک مہکتی ہوئی صباحت ہے   نشۂ عشق سے خمار آلود
چوٹ کھائے ہوئے محبت کی   فطرۃً بے نیاز رسم و قیود
پھر مہینوال کی طرف ہے رواں   سر بسر ایک شعلۂ بے دود

ایک ہی گھونٹ پی کے اے 'سید'   ہائے کیا سوہنی کا حال ہوا
بے مہینوال، سوہنی کے لئے   زندہ رہنا بڑا محال ہوا

ہو وہی آن بان 'کٹیوں' کی   ان کا مالک رہے سدا خوشحال
نت نئی ہو چھل پہل اس کی   کاش اجڑے کبھی نہ وہ چوپال
لوگ کچھ بھی کہیں مجھے لیکن   میرے دل میں رہے اسی کا خیال

وہ مہینوال کی ملاقاتیں   آج بھی مجھ کو یاد آتی ہیں
اس کی وہ کٹیاں اور وہ بھینسیں   میری آنکھوں میں جگمگاتی ہیں
ہائے وہ صبحیں ہائے وہ شامیں   مجھ کو لائیں جو قعر دریا میں

خوش رہیں اس کے سارے چوپائے   اور سرسبز ہوں چراگاہیں
کاش پھر سامنے ہو وہ منظر   بھرتی ہوں جس کی یاد میں آہیں

ہو کے آسودۂ شکم سیری ساتھ چلنے کو ہوگئیں تیار
حکم دیتا ہے جو انہیں مالک ٹال سکتیں نہیں اسے زنہار
اس قدر خوش ہیں گھرے پانی میں جیسے دریا ہو ان کا گھرا یار
پیارے ساہڑ کے نقش پا پہ چلیں خود بخود ہی پہنچ گئیں اس پار
خود مہینوال چاہتا ہے جنہیں تیر جاتی ہیں پل میں وہ منجدھار
کیوں نہ ہوں شاد کام وہ بھینسیں مہرباں جن پہ ہے وہ کھیون ہار

وائی

کھینچ رہی ہے پریت پیا کی مجھے نہ کوئی روکے
اپنے ہی من کو سمجھائے اپنے آپ کو ٹوکے
مجھے نہ کوئی روکے
چڑھی ہوئی یہ چنچل ندیا اور یہ آدھی رات
پریتم ہے اس پار میں پکڑوں کیسے اس کا ہات
یہ لہروں کے جھوکے
مجھے نہ کوئی روکے
پریت کی اگنی سلگ رہی ہے دھواں سا ہے اس پار
میرا من بھی جھلس رہا ہے لے چل اے منجدھار
کوئی نہ مجھ کو ٹوکے
مجھے نہ کوئی روکے

❀❀❀

پانچویں داستان

جس طرف بھی نظر اٹھی دریا دور اس پار کا کنارا ہے
تند گرداب جوش میں طوفاں روح فرسا ہر ایک دھارا ہے
سوہنی اور سعئ لاحاصل المدد! اے خدائے آب و گل
موج و طوفاں سے تا لب ساحل سایہ افگن ہو رحمتِ کامل

❁

کیا انہیں اپنی جان کی پروا   خود مہینوال جن کو اپنائے
کیا ڈریں گے وہ موج وطوفاں سے   موج وطوفاں ہی جن کو راس آئے

❁

سوہنی آئیں گہرے پانی میں   جن کو جانا ہے شوق سے اس پار
ہے مہینوال بھی وہیں موجود   حلقہ زن ہے جہاں جہاں منجدھار

❁

فکر مشکیزہ کے بغیر یہ لوگ   اپنے دل کی لگن بجھاتے ہیں
یہ بھنور کیا ڈبوئیں گے ان کو   خودبھنور جن میں ڈوب جاتے ہیں

❁

جو تھے مقبول بارگارہ وفا   موج طوفاں بھی ان کو راس آئی
اے مہینوال دلربا میرے   میں نے اب تک نہ وہ جھلک پائی
جو تری یاد بن کے آتی ہے   کالی راتوں کو جگمگاتی ہے

❁

یادِ جاناں، سکوتِ نیم شبی   روح میں اضطراب و پیچ و تاب
تو ہے مقبول بارگاہ وفا   سامنے تیرے کیا ہے یہ گرداب
آ شبستانِ یار میں آجا   پرتوِ صبح کی طرح چھا جا

❁

جس طرف لے چلا ہے دل مجھ کو   تاک میں ہے اسی طرف منجدھار
وہ مہینوال ہے کہاں یا رب   کشتی دل کا ہے جو کھیون ہار

❁

عشق میں پیچ و تاب، کیا معنی   خلش و اضطراب کیا معنی؟
جب مہینوال محتسب ہے خود   فکر روز حساب کیا معنی؟

❁

گو بظاہر وہ دور ہے لیکن — درحقیقت قریب ہے دل سے
قعرِ دریا سے بھاگنے والے — کچھ نہ تجھ کو ملے گا ساحل سے

وہ مہینوال ہے کہاں یا رب! — اس کو میں ڈھونڈنے کہاں جاؤں
اے گوالو! تم ہی بتاؤ کچھ — کس طرح اپنے جی کو بہلاؤں
خود ہی اس کو خیال آجائے — جب میں آنکھوں سے نیر برساؤں
جس کی دوری عذاب جاں ہے مجھے — اس کو پھر اپنے سامنے پاؤں

ڈم کا ڈر ہے نہ خوف دریا کا — سوہنی نے نیازِ سود و زیاں
کون جانے سوائے تاروں کے — کہ مہینوال جلوہ گر ہے کہاں

اس مہینوال کی محبت میں — دشمنِ صبر امتحان نہ ہوا
ڈم نے طعنے تو سوہنی کو دیئے — دل مگر اس کا بدگماں نہ ہوا

اب حد نیک و بد سے دور ہوں میں — آزمائے گا کوئی کیا مجھ کو
بڑھ گیا پھر سکوت نیم شبی — یاد آیا وہ دلربا مجھ کو

ڈوبتے ہی عمیق دریا میں — سب فنا ہو کے رہ گئے اوہام
جسم فانی سے کر گئی پرواز — یک بیک اس کی روح تشنہ کام
آرزوئے حیات سے بہتر — ایسی پُرکیف مرگ بے ہنگام
اس کی وارفتگی کا کیا کہنا — عشق آغاز عشق ہی انجام
عشق اسے راس آگیا ورنہ — جانتا کون سوہنی کا نام

رازدارانہ رات دن گرداب ذکر ان عاشقوں کا کرتے ہیں
جرعۂ عشق کی طلب میں جو تہِ گرداب میں اترتے ہیں

مثل ماہی مری تمنائیں قعر دریا میں تشنہ رہتی ہیں
اک مسلسل تلاش میں دن رات موج آب رواں پہ بہتی ہیں

ڈم کا غصہ، بھنور کی داروگیر ایک نادیدۂ خواب کی تعبیر
میں کہاں اور سیلِ آب کہاں سامنے ہے نوشتۂ تقدیر

ڈوبتی ہوں تو ڈوب جانے دو میرا پیار مجھے ابھارے گا
سرخرو ہوکے جاؤں گی اس پار جب وہ آکر مجھے پکارے گا

ہائے یہ کون بیقرار آیا سوے دریاے جاں شکار آیا
موج و گرداب کے تھپیڑوں میں کون گل پوش و گلزار آیا
ایک طوفانِ رنگ و بو اٹھا دفعتاً سوے جوئبار آیا

ہو نہ تر دامنی اگر حائل موجِ طوفاں ہی ناخدا بن جائے
لو لگائے رہے جو ساہڑ سے کس کو معلوم کیا سے کیا بن جائے

ہائے کس سوچ میں پڑی ہوں میں ہر طرف اک فساد کا ڈر ہے
گر نہ جاؤں تو خلوت شب میں اپنے ساہڑ کی یاد کا ڈر ہے
اور اگر جاؤں میں کبھی اس پار تو جہاں کے عناد کا ڈر ہے

کس کو اپنا بناؤں میں یا رب! الجھنیں میری کون سلجھائے
میرے دل کو لگن ہے ساہڑ کی چین اس کے بغیر کیا آئے

وائی

نینوں کو پاؤں بناؤں ساجن کے دوارے جاؤں
سکھیو! جب لوٹ کے آؤں
پریتم کا بھید چھپاؤں

ساجن کے دوارے جاؤں

مہینوال کی پریت لگن کو
من ہی من میں بہلاؤں
اوروں کو نہ کچھ بتلاؤں

ساجن کے دوارے جاؤں

❁❁❁

چھٹی داستان

کیا مہینوال، سوہنی تھی کون؟ راز سربستہ ہی رہی یہ بات
فہم و ادراک کی رسائی سے ماورا آرزو کے امکانات

❁

کیا مہینوال، سوہنی کیا تھی درحقیقت وہ سرخوشی کیا تھی
ماورائے ازل نمو جس کی کون جانے وہ عاشقی کیا تھی

❁

یاد عہدِ ازل رہا اس کو زندگی بھر وفا پرست رہی
کہ مہینوال کی محبت میں سوہنی سرخوشِ الست رہی

یاد ہے مجھ کو عالم ارواح جاوداں میرے عہد و پیماں میں
ہوں مہینوال کی ازل سے میں لوح محفوظ میرے ارماں ہیں

میں مہینوال کا نہ چھوڑوں ساتھ یاد روحوں کا عہد و پیماں ہے
میں ازل سے ہوں راز دار الست پیارے ساہڑ پہ جان قرباں ہے

کر دیا آشکار روحوں پر جب احد نے الست کا فرماں
تو مہینوال کی محبت میں سوہنی جان سے ہوئی قرباں
ٹوٹنا ہی گھڑے کا راس آیا اے خوشا جذب عشق کا ہیجاں
قعرِ دریا کی تہ بہ تہ موجیں اور اس کے وہ مضطرب ارماں

جن کی روحیں تھیں آشنائے الست وحدتِ حق کے راز دار ہوئے
اور جو محوِ ماسوا ہی رہے اپنے اوہام کا شکار ہوئے

جستجو ، اضطراب سوزِ دروں جز محبت یہ زندگی کیا ہے
بحرِ ہستی سے سیر ہو نہ سکی کون جانے یہ تشنگی کیا ہے

اک مسلسل تپش مری ہستی موت بھی مجھ کو ساز گار نہیں
اکثر اوقات خلوت شب میں ایک پل بھی مجھے قرار نہیں
اک خلش سی ہے سعئ لاحاصل ہائے میں پھر بھی سوگوار نہیں

گھڑا کچا، تلاطم خیز دریا گرجتی گونجتی موجیں رواں ہیں

یہ آدھی رات، یہ پرھول گرداب یہ جسم نازنیں، سب چیستاں ہیں
بعید از فہم ہیں یہ ساری باتیں عجب تقدیر کی نیرنگیاں ہیں

❁

اُسے تیرہ شبی سے خوف کیسا جسے ہے موج طوفاں ہی کنارا
وہ مشکیزہ ہو یا کچا گھڑا ہو نہیں درکار اب کوئی سہارا
پہنچ جائے گی وہ دل کے سہارے مہینوال اس طرف سے جب پکارا

❁

گھڑا کچا ہے، میرے سر پہ چھائے برستی رات کے گھنگھور سائے
فضا ایسی کہ جیسے شیر کوئی کہیں بیٹھا ہو اپنا سر اٹھائے
سہارا دے مجھے جوشِ محبت کمی جوش محبت میں نہ آئے
نڈر ہو کے میں اب دریا میں اتروں بلا سے جان جاتی ہے تو جائے

❁

کنارا صرف ساجن کے لئے ہے تجھے گہرا بھنور ہی راس آئے
وہیں اے سوہنی! منزل ہے تیری جہاں تو اتفاقاً ڈوب جائے

❁

اسے کچے گھڑے کا کیا سہارا جسے منجدھار میں رہنا گوارا
خدایا تیری رحمت کے حوالے نہیں جس کے لئے کوئی کنارا

❁

عجب تھا سوہنی کا جذب الفت کہ خود دریا بھی آتش زیر پا تھا
کیا تھا غرق جس نے سیکڑوں کو وہی اب کشتہ مہر و وفا تھا

❁

کہیں پر ہول دریاؤں کے ڈر سے چلن بدلا ہے اپنا عاشقی نے
خوشا وہ جذبۂ ایثار الفت جسے اپنا لیا تھا سوہنی نے

❁

کوئی اس ڈوبنے والی سے کہہ دے ہے نہیں زیبا تجھے کوئی سہارا
کہیں ایسا نہ ہو اے غیرت عشق کہ طعنہ دے تجھے وہ تیرا پیارا

اگر ہے ڈوبنے کا شوق تم کو تو بے خوف و خطر دریا میں آؤ
نظر آئے گر ساجن کی نیا تو بھولے سے نہ ہاتھ اس کو لگاؤ
کٹھن ہے یہ ملن کی ریت لیکن جہاں تک نبھ سکے ہنس کر نبھاؤ

جہاں ڈوبے کوئی ناکام الفت وہیں آتا ہے وہ محبوب پیارا
سمٹتی ہیں ادھر دریا کی موجیں ادھر دامن بڑھاتا ہے کنارا
'لطیف' اس ڈوبنے والی کی قسمت جسے مل جائے ساہڑ کا سہارا

نہ ساہڑ ہے نہ کوئی سوہنی ہے فقط قلب و نظر کی بے خودی ہے
وہاں کیا اعتبار موج و ساحل جہاں بس عاشقی ہی عاشقی ہے
نہ لے اے ڈوبنے والے سہارا تری منزل یہی وارفتگی ہے

مرے ابیات پر معنی کی کیا بات شگفتہ صورتِ آیاتِ قرآں
دل انساں پہ کھلتے جارہے ہیں رموزِ معرفت، اسرارِ عرفاں

وائی

مرے من میں یاد سجن کی
سکھیو! ہے پیا کے کارن
یہ دوگت مجھ برھن کی
مرے من میں یاد سجن کی

گھر بیٹھے چین نہ آئے

ساہڑ جیارا تڑپائے
ڈم نشدں مار اگائے
من وینا ٹوٹ نہ جائے
چِت چور وہ سندر گوالا
مرا پیارا مرلی والا
پہلے تو ندی میں ڈالا
پھر بڑھ کر آپ نکالا
بر آئی آس ملن کی
مرے من میں یاد سجن کی

❁❁❁

ساتویں داستان

اک مہینوال کی تلاش سدا — عین راحت ہے سوہنی کے لئے
شور انگیز و فتنہ خیز بھنور — کھیل ہے اس کی بے خودی کے لئے
ہائے وہ اضطراب قلب و نظر — ایک نادیدہ روشنی کے لئے

❁

میرے کچے گھڑے کی لاج رہے — بیچ منجدھار میں پھنسی ہوں میں
رحم کر مجھ پہ میرے کھیون ہار — اپنے ساہڑ کو ڈھونڈتی ہوں میں

❁

کیسی تجہیز اور کیا تکفین — مرگ عاشق صلائے عام نہیں
مر کے بھی اس کی روح وارفتہ — جز غمِ دوست شاد کام نہیں

❁

لب دریا پہ ناخداؤں سے
یہ مہینوال پوچھتا ہے سوال
آؤ دیکھو تو اس بھنور میں ذرا
ڈال کر تم سب اپنے اپنے جال
کس طرف ہے وہ ڈوبنے والی
پردۂ راز میں ہے جس کا حال
کون جانے کدھر گئی آخر
قعرِ دریا میں روحِ حسن و جمال
اے رفیقو! اسے جہاں پاؤ
میری آنکھوں کے سامنے لاؤ

❁

ڈوبنا سوہنی کا اے دریا
تاقیامت رہے گا مجھ کو یاد
دیکھ کر اپنی چیرہ دستی کو
موج مضطر ہے مائل فریاد

❁

لوگ ساحل پہ کانپ کانپ اٹھے
دیکھ کر آبِ جو کی گہرائی
جس بھنور میں کوئی نہیں جاتا
کس طرح سوہنی یہاں آئی

❁

موج طوفاں اسے ڈبو نہ سکی
جو بھی ساہڑ کا ہو گیا دل سے
ہو بھروسہ جسے توکل پر
کیا سروکار اس کو ساحل سے

❁

دے رہا ہے کوئی مجھے آواز
معتبر جذبۂ محبت ہے
یہ گھڑا اور تندخو دریا
جو بھی پیش آئے میری قسمت ہے
ہے یقیں مجھ کو میں نہ ڈوبوں گی
آزمودہ مری صداقت ہے

❁

اے تمنائے جلوۂ محبوب
چاک کر دے یہ پردۂ اوہام
اب مہینوال کے بغیر تجھے
عالمِ بے ثبات سے کیا کام
عاشقی ہے صفائے قلب و نظر
کیسا آغاز اور کیا انجام

❁

میری دلبستگی کا کیا کہنا
سیر حاصل ہے جلوۂ محبوب
جس کی طالب تھی روح وارفتہ
آج پیش نظر ہے وہ محبوب

دل ہے وابستۂ غمِ محبوب کثرتِ آرزو سے کیا نسبت
اس مہینوال کے بغیر مجھے عالمِ رنگ و بو سے کیا نسبت

وائی

سجنا موھے بھول نہ جانا

ہر موتی بھینٹ چڑھاؤں
جب تجھ سا ہیرا پاؤں
سو جان سے واری جاؤں
میں من ہی میں مسکاؤں

مری جیون جوت جگانا
سجنا موھے بھول نہ جانا

دوبھر ہے تجھ بن جینا
ٹوٹے نہ مری من وینا

مرے من کی دھیر بندھانا
سجنا موھے بھول نہ جانا

آٹھویں داستان

جو ہیں دانائے رازِ موجِ طوفاں سمجھتے ہیں وہ رحمت کا اشارا
کسے معلوم ہے تائیدِ غیبی خدا جانے انہیں کس نے پکارا
تلاطم خیز گردابِ بلا میں ہوا ہے خود بخود پیدا کنارا
'لطیف' ان ڈوبنے والوں کی قسمت جنہیں راس آئے تنکے کا سہارا

خس و خاشاک ساحل کی رفاقت   وہی اسباب ظاہر کی اسیری
حیات افزا ہیں یہ اسباب ظاہر   پر اس کی شرط ہے روشن ضمیری
کرے گا کون گرداب بلا میں   بجز محبوب تیری دستگیری

نہ جانے کتنے ہنگامے ہیں برپا   کنارِ آب تند و فتنہ زا پر
'لطیف' ان کو عطا ہو کامیابی   بھروسا ہے جنہیں صبر و رضا پر
رہے کچے گھڑے کی لاج یا رب!   کہیں آئے نہ حرف اہل وفا پر

الجھ کر رہ گئے موج بلا میں   روادار شکست عہد و پیماں
مگر وہ دل جو منزل آشنا ہے   'لطیف' اسکی ہر اک مشکل ہے آساں
رہیں گے کون بے پروائے ساحل   بجز وارفتگانِ عیش طوفاں

ارے او ناشناس موجِ طوفاں   تجھے کچے گھڑے کا کیا سہارا
سا تو ہوگا لوگوں کو یہ کہتے   بڑا ظالم ہے یہ کالا کنارا
وہی منجدھار سے جائے گا بچ کر   مدد کو جس کی آئے گا وہ پیارا

رہا پیش نظر ہر دم مہینوال   نہ آیا حرف اس کی عاشقی پر
بھلا کچے گھڑے کی خامکاری   اثر کیا کرسکے گی سوہنی پر
'لطیف' ان کے لئے کیا قعر دریا   بھروسا ہو جنہیں محبوب ہی پر
بھٹک کر رہ گئے موج بلا میں   جو نازاں تھے تکبر پر خودی پر

کہاں میں اور کہا یہ قعر دریا   دل بیتاب نے کیا گل کھلایا
مقدر میں ہے گرداب بلا بھی   گھڑا بھی آج کچا ہاتھ آیا
خدا جانے کہاں ہے وہ مہینوال   مجھے جس کی محبت نے بلایا

کشش تھی روح کی اے جوشِ الفت وگرنہ میں نے کب ایسا کیا ہے
کہاں میں اور کہاں موج تلاطم گھڑے نے سر بسر دھوکا دیا ہے

❁

کہاں وہ عشرت جوش جوانی کہاں یہ روح فرسا بے قراری
کہاں وہ چند روزہ رنگ و روغن کہاں گرداب کی طوفاں شعاری
ہوئی ظاہر بالآخر سوہنی پر گھڑے کی خوشنما ناپائیداری

❁

گھڑا کچا ہے لیکن میرے پیارے میں اس طوفاں میں ہوں تیرے سہارے
نہیں اب ڈم سے مجھ کو کوئی نسبت سمجھتی ہوں ترے دلکش اشارے
میں جن کی جستجو میں کھو گئی ہوں خوشا وہ دور افتادہ کنارے

❁

میں سمجھوں گی اسی کو عین راحت مری وارفتگی جو کچھ دکھائے
اسے کیا امتیازِ پختہ و خام جسے ہر بے ثباتی راس آئے

❁

گھڑا کچھ دیر بھی رہنے نہ پایا بھنور جب سوہنی کو کھینچ لایا
کہیں بیچارگی نے ہوش اڑائے کہیں پرجوش موجوں نے ڈرایا
دیا آخر اسے کس نے سہارا اجل کے بھیس میں وہ کون آیا

❁

بھلا کچا گھڑا کیا ساتھ دیتا مرے ساجن میں اب بے دست و پا ہوں
مدد کر اے مرے پیارے مدد کر میں اس گرداب سے نا آشنا ہوں

❁

غضب ہے سوہنی! یہ سادہ لوحی خبر ہے یہ ستم کس نے کیا ہے؟
گھڑے نے اپنی ظاہرداریوں سے تجھے دانستہ یہ دھوکہ دیا ہے

❁

نہ ہوگی کارگر تدبیر کوئی بھنور میں تجھ کو پچھتانا پڑیگا
گھڑے کو آزما کر دیکھ لینا نہیں تو جان سے جانا پڑیگا

❁

اسی تاریک ساحل سے گذر کر سدا محبوب سے ملنے گئی ہوں
ہوا ایسی چلی ہے آج لیکن اسیر پنجۂ بے چارگی ہوں

❁

یہ دریا اور پر ھول موجیں کہاں بچ کر کوئی ایسے میں جائے
مجھے ڈر ہے کہیں گمراہ ہو کر مری بے چارگی دھوکا نہ کھائے
خدا جانے مری بے دست و پائی تہ گردا ب کیا کیا گل کھلائے
مہینوال! اب تو میرے پاس آ جا تمنائیں ہیں تجھ سے لو لگائے
سوا تیرے مجھے اے میرے ساہڑ بھلا کس کا سہارا راس آئے

وائی

پریت لگن اس پار کی سکھیو! میرا من برمائے
سندر ساجن سانجھ سویرے اپنی اور بلائے
او پریتم پردیسی! مجھ کو تیری یاد ستائے
رین اندھیری جگ والوں کو گہری نیند سلائے
مجھ برہن کو بن باسی کی بنسی تان سنائے
او پریتم پردیسی! مجھ کو تیری یاد ستائے
رہتے ہیں اس پریت ڈگر میں بیری تاک لگائے
ڈرتی ہوں میری آہٹ سے کوئی جاگ نہ جائے

او پریتم پردیسی! مجھ کو تیری یاد ستائے
تیری چھل بل، تیری چھب ڈھب نینوں کو ترسائے
ہائے ملن کی آشا مجھ کو کیا کیا روپ دکھائے
او پریتم پردیسی! مجھ کو تیری یاد ستائے

❀❀❀

نویں داستان

بحر و بر ہی پہ کچھ نہیں موقوف — ساری دنیا ہے حسن سے معمور
کار فرما ہے اے مرے محبوب — فرش سے تا بہ عرش تیرا نور
عرصۂ دار و گیر ہے دنیا — ذرہ ذرہ ہے پیروِ منصور

❀

موج در موج بحر بے پایاں — میرے محبوب کی نشانی ہے
باعث جلوہ ہائے رنگا رنگ — موج بے تاب کی روانی ہے
اے مری آرزوئے گم گشتہ — ہر جگہ ایک ہی سا پانی ہے
خواہش وصل یار کیا معنی؟ — قرب محبوب جاودانی ہے

❀

سوہنی! موت سے نہ ڈر، رکھ یاد — اس مہینوال کی محبت کو
ڈم کی نظروں سے کوئی نسبت ہے — تیری معصومی صباحت کو

❀

میں ہوں وابستۂ غم محبوب — جی رہی ہوں اسی سہارے پر
مجھے منظور ہے اسی کی رضا — جان قربان ہر اشارے پر

❀

دیکھ کر جلوہ ہائے رنگا رنگ — حسن کا اعتبار کون کرے

اے خوشا عیش تلخی ہجراں — خواہش وصلِ یار کون کرے
موت سے پہلے کیوں نہ مرجاؤں — موت کا انتظار کون کرے

۞

ہیں ابھی کتنے مرحلے باقی؟ — اے غمِ انتظار کیا معلوم؟
حشر کا دن تو پھر بھی ہے نزدیک — دوریٔ وصل یار کیا معلوم؟

۞

میں کہاں اور سیلِ آب کہاں — کھینچ لائی مجھے یہاں تقدیر
کیا خبر تھی کہ موجِ طوفاں میں — ڈوب جانا ہے عشق کی تقدیر

۞

ہے یہی مسلک قضا و قدر — کیا کرے کوئی شکوۂ آلام
کچھ نہیں جز نوشتۂ تقدیر — کس کو ٹھیراؤں موردِ الزام

۞

اہل ساحل ہیں طعنہ زن مجھ پر — ہائے میں اور یہ مرا ہیجان
دعوت سیل آب دیتا ہے — قعر دریا مجھے علی الاعلان
میں نے سمجھا نوشتہ تقدیر — جس طرف لے چلے مرے ارمان

۞

تیرتی ہوں تو جان کا خطرہ — اور واپس بھی لوٹنا دشوار
قرب محبوب کی طلب دل میں — اور آنکھوں میں حسرت دیدار
ہائے اپنوں کی ناشناسی بھی — میرے حق میں ہے مستقل آزار
میرے محبوب آسرا تیرا — میں بھنور میں ہوں اور تو اس پار

۞

درد ہی درد ہے، دوا کیسی — کیا ہے یہ ماجرا کسے معلوم
حاصل عشق کوئی کیا بانے — ابتدا ہے نہ انتہا معلوم

اک مہینوال سوہنی کے لئے اب نہیں اور ناخدا کوئی
درد مندوں کا غمگسار نہیں دامن عشق کے سوا کوئی

ہو گیا تیرنا مرا بے سود ہائے گہرائیاں محبت کی
تجھ سے پوشیدہ کب ہے اے محبوب بیقراری اسیر فرقت کی
اے نگہدارِ ظاہر و باطن اس طرف بھی نظر عنایت کی

دل ہے وابستہ غم محبوب عالم جذب و شوق لا محدود
ہے گرانبار عشق کی زنجیر جنبشِ پائے ناتواں بے سود
جستجو ایک راہ خم در خم آرزو ایک شعلۂ بے دود
بحر غم اور سیل اشک رواں موج در موج گوہر مقصود

ساحل تابناک دور و دراز اور میں دلفگار تنہائی
تیرتی ہوں ترے سہارے پر ورنہ مجھ میں کہاں توانائی

پھر نوید وصال یار آئے ختم ہو جائے ظاہری دوری
سرخرو جذبہ محبت ہو اب نہ حائل ہو کوئی مجبوری
وصل سے شاد کام ہوں یا رب یہ اسیرانِ دردِ مہجوری

کتنی راتیں گذر گئیں روتے آج تک محوِ انتظار ہوں میں
غم کی بیلوں نے جس پہ یورش کی وہ خزاں دیدہ شاخسار ہوں میں

کیا بتاؤں ترے بغیر اے دوست زندگی کس طرح گذرتی ہے
کیا کہوں کیا ہے حسرت دیدار وہ خلش نو بہ نو ابھرتی ہے
جانے کیوں میری تیرہ بختی سے ہر تجلی گریز کرتی ہے

❁

اک مہینوال کے سوا مجھ کو اب نہیں کوئی اور شے درکار
محوِ آرائشِ جمال ہوئی شام ہوتے ہی حسرت دیدار

وائی

پگ پگ ہے رین اندھیرا ٹھوکر نہ کہیں کھا جانا
مت مایا لوبھ میں آنا

جگ جیون کی آشائیں
نت نیارے روپ دکھائیں
کچھ انجانی بادھائیں
دکھ درد کو اور بڑھائیں

بچ بچ کے پاؤں بڑھانا
مت مایا لوبھ میں آنا

کس کام کے جھوٹے بندھن
بس توڑ انہیں اے برھن

ان بپتاؤں کے کارن
چھوٹے نہ پیا کا دامن

من مانی پریت چھپانا
مت مایا لوبھ میں آنا

منجدھار کا چنچل دھارا
جل گہرا دور کنارا

اس پار ہے ساجن پیارا
اب تیرا کون سہارا

ساجن سے آس لگانا
مت مایا لوبھ میں آنا

❁❁❁

ابیات متفرقہ

درحقیقت بغیر ساہڑ کے سوہنی سر بسر کثافت ہے
قرب اس پاکباز ساہڑ کا ایک سرچشمۂ لطافت ہے

❁

سوہنی کو بغیر ساہڑ کے بار خاطر یہ اجنبیت ہے
ایسے بیمار دردِ ہجراں کو قربِ محبوب غُسلِ صحبت ہے

❁

سوہنی کو بغیر ساہڑ کے شدت درد سے اماں نہ ملی
لاکھ آہیں بھریں مگر بے سود ناتواں قلب کو تواں نہ ملی

❁

سوہنی کو بغیر ساہڑ کے ڈم کی قربت ہے باعث آزار
دفعتاً ہو گئی وہ صحت یاب جب مہینوال کا ہوا دیدار

❁

یہ اندھیرا، یہ رات، یہ پانی سیل گرداب اور طغیانی

آنکھ ڈم کی کہیں نہ کھل جائے
پر خطر ہے تری پریشانی
نکتہ چیں ہے ہر ایک ہمسایہ
سوہنی کیا ہوئی ہے دیوانی؟

کیا خبر ڈم کو اے شبِ تاریک
ہے مہینوال جان سے بھی عزیز
امتحان اس کا شورشِ طوفاں
وہ اسے امتحان سے بھی عزیز

ہائے وہ نامراد کیا جانے
غم میں راحت جو میں نے پائی ہے
سختیاں ڈم کی روز افزوں ہیں
میرے ساہڑ تری دہائی ہے

زندگی پیچ و تاب میں گذری
ایک طرفۂ عذاب میں گذری
کیا مقدر ہے، عمر اہلِ طلب
جادۂ کامیاب میں گذری
یاد محبوب پیش پیش رہی
میں جدھر اضطراب میں گذری
وہ مہینوال مل گیا آخر
جان سے موجِ آب میں گذری

چاندنی رات سے کہیں بڑھ کر
شبِ تیرہ کا آسرا مجھ کو
اور کیا دیکھنا ہے دنیا میں
اک مہینوال کے سوا مجھ کو

اے گرفتارِ قید تیرہ شبی
اے شناسائے سرحدِ امکاں
سوئے محبوب گامزن ہو جا
اس سے پہلے کہ صبح کی ہو اذاں

سوہنی یوں نہ ڈوبتی شاید
موجزن ایک جوئے رحمت تھی
موت کے بعد اس کی آنکھوں میں
اس مہینوال کی محبت تھی

بحر و بر پر نہیں ہے کچھ موقوف   ہر جگہ ہے وہی سراپا نور
پیارے ساہڑ نے حوصلہ بخشا   ورنہ کچے گھڑے کا کیا مقدور

❁

ریگ زاروں کے ان گنت ذرے   اور ساون کی نت نئی برسات
ہاں مگر ان سے بھی کہیں بڑھ کر   میرے محبوب تیرے احسانات

❁

میں نہ جانوں یہ رشتہ و پیوند   کس سے وابستہ ہیں مرے ارماں
کیا بتاؤں کئے ہیں کیوں مجھ پر   میرے پیارے نے اس قدر احساں

وائی۔۱

روح پرور ہے دلکشی تیری
سیر حاصل ہے بندگی تیری
بے سہاروں کا تو سہارا ہے
اے خوشا بندہ پروری تیری
بس گئی ہے مری نگاہوں میں
دور افتادہ روشنی تیری
مچلے آنکھوں میں خون کے آنسو
جب کبھی یاد آگئی تیری
دیکھنا ہے بروزِ حشر مجھے
گل کھلاتی ہے کیا خوشی تیری
میرا مرشد وہ غوث اعظم ہے
جس کو حاصل ہے رہبری تیری

وائی ۔۲

یوں تو کہنے کو بے نیاز ہے تو
پھر بھی در پردہ کارساز ہے تو
کوئی جن کا نہیں زمانے میں
ان غریبوں کا کارساز ہے تو
تیرا در چھوڑ کر کہاں جاؤں
میری دلبستگی کا راز ہے تو

وائی ۔۳

اے مہینوال سوگوار ہوں میں
آ بھی جا اب کہ بے قرار ہوں میں
تن بہ تقدیر بے سر و ساماں
ہمہ تن محوِ انتظار ہوں میں
کوئی تیرے سوا نہیں درماں
ہائے کس درد کا شکار ہوں میں
کیا غرض کس رسم و راہِ دنیا سے
حسن یکتا کا اعتبار ہوں میں
عیش و عشرت کی آرزو کیسی
مبتلائے فراق یار ہوں میں

وائی ۔۴

کیا خبر اس کو عاشقی کیا ہے
طفلِ ناداں نے کھیل سمجھا ہے
بھول جانا الست کا پیماں

سر بسر گمرہی کا سودا ہے
کیوں نہ کہلائے پیروِ نمرود
جس سے برگشتہ ذاتِ یکتا ہے
رحمتِ حق سے جو ہوا محروم
کون پرسان حال اس کا ہے

وائی۔۵

مرحبا تیری جلوہ آرائی
کارفرما ہے شانِ یکتائی
تجھ سا محبوب مل گیا مجھ کو
بس مری ہر امید بر آئی
ماورائے ثنا ہے تیری ذات
ذرہ ذرہ ہے تیرا شیدائی
بادہ پرور نگاہ کے قرباں
دیدہ و دل نے سرخوشی پائی
گرچہ حدِ ادب سے گذری ہے
بارہا میری ناشکیبائی
تیرا در چھوڑ کر کہاں جائے
مطمئن ہے مری جبیں سائی

ختم شد